



ذِكْرُ الصَّالِحِينَ بِالْأَحْوَالِ عَمَّا فِي الْعَامِلِينَ

الْمَعْرُوفِينَ

# ذِكْرُ صَالِحِينَ

جلد سوم

مَرْثِيٌّ وَمُؤَلَّفٌ

مولانا مرغوب احمد لاچپوری، ڈیوڑری

مناسن

تَجَامَعَةُ الْقُرْآنِ كَفَلِيَّةٌ

لاچپور ضلع سورت، گجرات (انڈیا)

# ذکر الصالحین باحوال علماء العاملين

المعروف به

## ذکر صالحین، ج: ۳

اس جلد میں گجرات کے تبحر عالم دین، مفتی اعظم برما، حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاہوری رحمہ اللہ کی سوانح حیات درج ہے۔

مرغوب احمد لاہوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

# تذکرۃ المرغوب

گجرات کے تبحر عالم دین، مفتی اعظم برما، حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ کی سوانح حیات، ان کے اوصاف و کمالات، ان کی علمی و تصنیفی و دینی خدمات، ان کی فقہی حذاقت اور ان کی تصنیفات کا مختصر تعارف وغیرہ امور پر مشتمل مفید تذکرہ، مع رسالہ ”مکتوبات مرغوب“۔

مرغوب احمد لاچپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

## فہرست مضامین ”تذکرۃ المرغوب“

۲۱	عرض مرتب.....
۲۳	تقریظ از: حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ.....
۲۵	لاچپور.....
	پہلا باب
۲۷	ولادت.....
۲۷	اسم گرامی.....
۲۷	تاریخی نام نکالنے کا اصول.....
۲۸	نقشہ حروف کے عدد.....
۲۹	والدین.....
۳۰	بچپن.....
۳۱	آغاز تعلیم.....
۳۱	فارسی کی تعلیم.....
۳۲	عربی کی تعلیم.....
۳۳	دارالعلوم دیوبند میں.....
۳۵	مولانا کے بارے میں مدرسہ عبدالرب کا تاثر.....
۳۵	مولوی مرغوب احمد.....
۳۶	بھوپال کا سفر اور علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ سے استفادہ.....
۳۶	رفقاء درس.....

۳۷	..... شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی
۳۸	..... مولانا احمد حسن بھام سملکی
۳۸	..... مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی
۳۹	..... مولانا احمد درویش صاحب سملکی
۴۰	..... حاجی ابراہیم میاں صاحب سملکی
۴۰	..... مولانا ابراہیم صاحب کفلیتوی
۴۱	..... مولانا محمد بن یوسف صاحب لاچپوری
۴۱	..... مولانا سید محمد عمر صاحب لاچپوری
۴۲	..... مولانا سید عبدالحی صاحب لاچپوری
۴۲	..... مولانا جمال الدین پنجابی
۴۲	..... مولانا اللہ بخش پنجابی
۴۲	..... مولانا عبدالرزاق سنہلی
۴۳	..... مولانا محمد عمر سندھی
۴۳	..... مولانا محمد شفیق صاحب
۴۳	..... مولانا محمد عمر پنجابی
۴۳	..... مولانا محمد سلطان صاحب
۴۳	..... اساتذہ با کمال
۴۴	..... حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی
۴۵	..... حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی

۴۶	حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی.....
۴۶	حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب.....
۴۷	حضرت مولانا شاہ صوفی سلیمان صاحب.....
۴۸	حضرت علامہ شیخ حسین یحییٰ، محدث بھوپال.....
۵۰	حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاچپوری.....
۵۰	حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب.....
۵۱	حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی.....
۵۲	تدریس و تلامذہ.....
۵۲	مولانا بشیر اللہ صاحب.....
۵۳	مولانا نور اللہ صاحب.....
۵۳	مولانا سعادت حسین صاحب.....
دوسرا باب	
۵۴	اوصاف و کمالات.....
۵۴	مولانا کی علمی قابلیت.....
۵۵	فقہی حذاقت.....
۵۶	مفتی اعظم کے عہدہ پر.....
۵۸	فتاویٰ کی حفاظت اور حضرت مفتی صاحب کی کرامت.....
۵۹	فتاویٰ کی حفاظت کا اور ایک عجیب واقعہ.....
۶۰	چند فتاویٰ.....

۶۰	..... اہانت علماء کا حکم
۶۰	..... متقدمین و متاخرین کی تعریف
۶۱	..... پانچ کلموں کی اصل کیا ہے؟
۶۲	..... جو امام بستی میں پیسہ مانگتا پھرے اس کی امامت
۶۲	..... مولانا کا ذوق مطالعہ
۶۵	..... کتابوں کی حفاظت
۶۶	..... عربی ادب میں مفتی صاحب کی مہارت
۶۷	..... خطبہ ”ارکان اسلام“
۶۷	..... خطبہ ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“
۶۸	..... خطبہ ”سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات“
۶۸	..... خطبہ ”توحید الاسلام“
۶۹	..... حضرت مفتی صاحب کی چند عربی تقاریط
۶۹	..... تقریظ: ”جواہر الحسان“
۷۰	..... تقریظ: ”معالم السعادة“
۷۱	..... تقریظ: ”روضۃ الادب“
۷۲	..... حضرت مفتی صاحب اور اشعار
۷۴	..... حضرت کے اشعار
۷۴	..... قطعہ تاریخ طبع بر: ”ذخیرۃ العلوم“
۷۵	..... قطعہ تاریخ طبع بر: ”ہدیۃ المجلس“

۷۶	..... اوصاف و کمالات
۷۶	..... تواضع
۷۶	..... اصاغر کی حوصلہ افزائی
۷۹	..... اکابر و اہل علم کی قدردانی اور شفقت و تعلق
۸۱	..... مکتوب گرامی: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب
۸۲	..... اہل علم کی قدردانی کا ایک عجیب واقعہ
۸۵	..... اکرام ضیف
۸۶	..... صلہ رحمی
۸۶	..... سخاوت و فیاضی
۸۸	..... مزاج و خوش مزاجی
۹۰	..... مکتوب مفتی مرغوب صاحب، بنام مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب
	تیسرا باب
۹۲	..... بیعت و خلافت، سفر حج، رویائے صادقہ
۹۵	..... حضرت مولانا گنگوہی کی زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت
۹۵	..... حضرت مولانا اعظم حسین صاحب سے بیعت
۹۶	..... حضرت حکیم الامت تھانوی سے بیعت
۹۶	..... حضرت حکیم الامت تھانوی
۹۷	..... حضرت شاہ غلام محمد مجددی سے بیعت و خلافت
۹۷	..... شیخ کو حضور ﷺ کا حکم کہ ”مرغوب کی تربیت کرو“



۹۹	حضرت رائے پوری سے بیعت کی درخواست اور حضرت کا جواب.....
۱۰۱	مکتوب مفتی مرغوب صاحب، بنام مولانا عبدالحی صاحب کفلیتیوی.....
۱۰۲	ڈابھیل میں حضرت رائے پوری سے ملاقات.....
۱۰۳	حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری.....
۱۰۳	حضرت مفتی صاحب کا سفر حج.....
۱۰۶	مکتوب مفتی صاحب، آپ ﷺ کی قبر اطہر سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ..
۱۰۷	رویائے صادقہ.....
۱۰۸	درویش رفیع کے چند صیغے جن سے زیارت منامی ہو سکتی ہے.....
۱۱۱	تحدیث نعمت: یعنی آپ ﷺ کی خواب میں زیارت کے واقعات.....
۱۱۱	رویت آقا ﷺ.....
۱۱۱	رویت آقائے دو جہاں ﷺ.....
۱۱۳	آپ ﷺ کو جامع مسجد میں نماز پڑھتے دیکھنا.....
۱۱۴	حضرت ﷺ کی زیارت اور آپ کو سحری کھلانا.....
۱۱۴	آپ ﷺ اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت.....
۱۱۵	حضرت محمد ﷺ حضرت عیسیٰ علیہ اور حضرت موسیٰ علیہما السلام کی زیارت....
۱۱۶	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت.....
۱۱۶	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زیارت.....
۱۱۸	حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زیارت.....
۱۱۹	حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت.....

چوتھا باب	
۱۲۰	.....عادات و معمولات
۱۲۰	.....اتباع سنت
۱۲۳	.....ذکر اللہ کا اہتمام
۱۲۶	.....دروود شریف کی کثرت
۱۴۸	.....نماز باجماعت کا اہتمام
۱۴۸	.....نماز باجماعت کی فضیلت
۱۲۹	.....تارک جماعت پر آپ ﷺ کا غصہ
۱۲۹	.....جماعت کی حکمتیں
۱۳۱	.....قیلولہ
۱۳۱	.....قیلولہ تہجد کے لئے مددگار ہے
۱۳۲	.....قیام لیل
۱۳۵	.....فجر کی سنت گھر میں پڑھنے کی عجیب فضیلت اور مفتی صاحب کا معمول
۱۳۵	.....نماز اشراق کا اہتمام
پانچواں باب	
۱۳۸	.....متفرقات
۱۳۸	.....امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام
۱۳۸	.....حکومت وقت کے سامنے حق کہنے کا ایک واقعہ
۱۳۹	.....حج فلم کی شرعی حیثیت

۱۴۳	..... حکمت سے نصیحت کرنے کے چند واقعات
۱۴۴	..... نواب صاحب کے نام مفتی صاحب کا ایک مکتوب
۱۴۶	..... قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت اور مفتی صاحب کی تنبیہ
۱۴۸	..... متفرق واقعات
۱۴۸	..... رقت قلبی
۱۴۸	..... ایک حکیمانہ فیصلہ
۱۵۱	..... مفتی صاحب کے خلاف مقدمہ
۱۴۷	..... امام میت
۱۵۳	..... بدعت کو مٹانے کا ایک واقعہ
چھٹا باب	
۱۵۵	..... دینی خدمات
۱۵۵	..... صدقہ جاریہ
۱۵۶	..... جامع مسجد لاچپور
۱۵۸	..... شریعت کا منشاء یہ ہے کہ نماز جمعہ ایک جگہ ادا کی جائے
۱۵۹	..... ایک فتویٰ
۱۶۳	..... ایک خواب اور قبولیت مسجد کی بشارت
۱۶۵	..... جامع مسجد کی مرمت اور مولانا عبدالعزیز دیوان صاحب کا ایک خواب
۱۶۶	..... جناب یوسف علی قاضی صاحب کی نظم
۱۶۸	..... عید گاہ کی تعمیر

۱۶۸	عید کی نماز عید گاہ میں سنت مؤکدہ ہے، مفتی صاحب کا ایک فتویٰ.....
۱۶۹	مدرسہ اسلامیہ لاہور کی تجدید.....
۱۷۱	جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام.....
۱۷۴	جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے تعلق.....
۱۷۵	قیام رنگون اور وہاں دینی خدمات.....
۱۷۷	سفر افریقہ.....
	ساتواں باب
۱۷۹	تصنیفات و تالیفات.....
۱۷۹	”سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات“.....
۱۸۳	چند اقتباسات.....
۱۸۵	وجوب محبت اہل بیت پر ایک قابل غور تحریر.....
۱۸۶	سادات کو بھی اعمال خیر کا اہتمام کرنا چاہئے.....
۱۸۶	امت محمدیہ سے ایک شکایت اور قابل توجہ ہدایت.....
۱۸۷	شکایات اہل زمانہ و چند کلمات خیر خواہانہ.....
۱۸۹	سادات کو زکوٰۃ.....
۱۹۱	”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“.....
۱۹۲	مسئلہ تقدیر پر عام فہم تحریر.....
۱۹۳	تقدیر پر چند سوالات اور ان کے جوابات.....
۱۹۸	رحمت و عذاب یہ اللہ تعالیٰ کی دو صفاتیں ہیں.....

۱۹۹	یوم جمعہ کی ایک ساعت قبولیت.....
۱۹۹	جمعہ کے دن ساعت قبولیت کونسی ہے؟.....
۲۰۰	حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معمول.....
۲۰۰	ساعت قبولیت کے مخفی رکھنے کا راز.....
۲۰۰	خطبہ کے وقت سکوت کا حکم ہے، پھر اس وقت قبولیت دعا کے کیا معنی؟.....
۲۰۱	”توحید الاسلام“.....
۲۰۱	علم کلام کے متعلق علماء کے مذاہب.....
۲۰۲	اسلام: ایک قابل دید تحریر.....
۲۰۸	خاتمہ.....
۲۰۸	تحقیق دین و ملت.....
۲۱۴	مدیر ”تحفہ“ کا تاثر.....
۲۱۴	وجود باری تعالیٰ کے دلائل عقلیہ..... بغیر ملاح کے کشتی نہیں چلتی تو.....
۲۱۵	ہر انسان کی شکل و صورت علیحدہ ہے.....
۵۱۶	توٹ کے پتے سے شہدائے ریشم، کستوری بنانے والا کون ہیں؟.....
۲۱۷	”ارکان اسلام“.....
۲۱۸	ارکان اسلام“ کے چند اقتباسات.....
۲۲۰	علماء گجرات.....
۲۲۲	کتب و رسائل پر مفتی صاحب کی تقاریر.....
۲۲۳	تقریظ بر: ”بستان العارفین“.....

۲۲۸	تقریظ بر: ”فردوس فاطمہ“.....
۲۳۰	تقریظ بر: ”تختیر الناس“.....
۲۳۱	تقریظ: رونداد مجلس خدام الدین.....
	آٹھواں باب
۲۳۳	مرض و وفات.....
۲۳۵	اخبارات میں دعاء صحت کی اپیل.....
۲۳۶	حضرت والد صاحب کا خدمت کرنا.....
۲۳۷	زمانہ مرض میں ایک عظیم امتحان.....
۲۳۷	حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاچپوری.....
۲۳۹	ایک اور عظیم حادثہ.....
۲۳۹	والد محترم کا ایک خط بنام مولانا عبدالحمید صاحب.....
۲۴۱	وفات.....
۲۴۲	نماز جنازہ.....
۲۴۲	حلیہ.....
۲۴۶	تعزیتی منظومات و قطعات و تاریخ وفات.....
۲۴۶	قطعات، تاریخ وفات از: مولانا سید عبدالکریم صاحب لاچپوری.....
۲۴۷	تعزیتی کلام از: مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاچپوری.....
۲۴۸	تعزیتی کلام از: مولانا سید عبدالاحد صاحب کوثر قادری لاچپوری.....
۲۴۹	تعزیتی کلام از: حافظ محمود ڈایا صاحب لاچپوری.....

۲۵۰	اکابرین و معاصرین کی نظر میں.....
۲۵۳	رسائل و اخبارات میں صدائے بازگشت.....
۲۵۶	اعلان برائے تعزیتی جلسہ.....
۲۵۷	نکاح و اولاد.....
۲۵۸	صاحبزادہ محترم حضرت والد صاحب مدظلہ.....
۲۵۹	تعزیتی مکتوبات.....
۲۵۹	تعزیت نامہ از: مولانا اسعد اللہ صاحب و حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب
۲۶۰	تعزیت نامہ از: مولانا محمد منظور نعمانی صاحب.....
۲۶۰	تعزیت نامہ از: مولانا محبوب الہی صاحب.....
۲۶۱	تعزیت نامہ از: مولانا سید مبارک علی گینگوی صاحب.....
۲۶۲	تعزیت نامہ از: مولانا محمد میاں صاحب دہلوی.....
۲۶۲	تعزیت نامہ از: مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی.....
۲۶۳	تعزیت نامہ از: مولانا محمد رضا جمیری صاحب.....
۲۶۴	تعزیت نامہ از: مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری.....
۲۶۵	تعزیت نامہ از: مولانا احمد نور صاحب.....
۲۶۶	تعزیت نامہ از: مولانا انوار الحسن صاحب.....
۲۶۷	تعزیت نامہ از: مولانا موسیٰ صاحب سامرودی.....
۲۶۸	تعزیت نامہ از: مولانا ابراہیم صاحب دیولوی.....
۲۶۹	تعزیت نامہ از: مولانا اسمعیل صاحب مجادری.....

۲۶۹	تعزیت نامہ از: منشی عیسیٰ بھائی صاحب کاوی.....
۲۷۰	تعزیت نامہ از: مولانا عبدالحق میاں صاحب.....
۲۷۱	تعزیت نامہ از: مولانا حفیظ الرحمن واصف صاحب.....
۲۷۲	تعزیت نامہ از: مولانا محمد سعید صاحب راندیری.....
۲۷۲	تعزیت نامہ از: مولانا عبدالحنان صاحب.....
۲۷۳	تعزیت نامہ از: مولانا محمد سورتی صاحب.....
	نواں باب
۲۷۴	متفرق مضامین و تحریرات.....
۲۷۵	مختصر آپ بیتی: از قلم مفتی صاحب.....
۲۷۶	فہرست آپ بیتی.....
۲۸۳	خطبہ استقبالیہ: تاریخ لاچپور.....
۲۹۱	پیغام و معائنہ جات.....
۲۹۲	مجلس خدام الدین کے افتتاح پر مبارک بادی اور مفید نصائح پر اہم پیغام.....
۲۹۸	چند معائنہ جات برائے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل.....
۳۰۴	کیفیت امتحان سالانہ مدرسہ تعلیم المسلمین بھروچ.....
۳۰۵	نقل معائنہ امتحان مدرسہ دارالعلوم تانبوئے رنگون.....
۳۰۷	نقل معائنہ دارالعلوم تھائی رنگون.....
۳۰۸	کیفیت امتحان مدرسہ محمدیہ نوساری.....
۳۰۹	ایڈریس من جانب مسلمانان لاچپور علاقہ سچین.....



۳۱۱	حضرت پیر بھگین شاہ ولی رحمہ اللہ.....
۳۱۴	جامع مسجد لاچپور اور مدرسہ اسلامیہ لاچپور کا رپورٹ.....
۳۲۰	حضرت مدنی کی وفات پر مفتی صاحب کا پیغام.....
۳۳۱	کرامات حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاچپوری رحمہ اللہ.....
۳۴۶	یہ باب ہے قبول شہادت وعدم قبول شہادت میں.....
۳۵۳	حضرت الاستاذ کی تصانیف پر.....
۳۵۴	التماس ضروری.....
۳۵۹	ضروری معروض.....
۳۶۴	ضروری التماس.....
۳۶۶	حضرت مفتی صاحب کے حالات پر مختلف مضامین.....
۳۶۷	مضمون از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری.....
۳۷۴	مضمون از: حضرت مولانا عبد اللہ صاحب کا پودروی مدظلہ.....
۳۷۷	مضمون از: والد محترم جناب الحاج اسماعیل (بھائی میاں) صاحب مدظلہ.....
۳۸۵	مضمون از: مولانا بشیر احمد دیوان صاحب.....
۴۰۰	مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب..... از پروفیسر: مرتاض حسین صاحب قریشی

## فہرست رسالہ ”مکتوبات مرغوب“

۴۰۳	عرض مرتب.....
۴۰۴	مقدمہ.....
۴۰۴	قلم کی قوت و عظمت.....
۴۰۷	کافر قیدیوں کا فدیہ کتابت سکھانا.....
۴۰۷	خط و کتابت کی تاریخ بہت قدیم ہے.....
۴۰۹	مکتوبات پر ایک نظر.....
۴۱۳	مکتوب گرامی: حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی.....
۴۱۴	مکتوب گرامی: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب.....
۴۱۵	مکتوب گرامی: حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی.....
۴۱۶	گرامی نامہ: بنام حضرت شیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی.....
۴۱۸	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی.....
۴۲۰	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی.....
۴۲۱	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی.....
۴۲۲	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری.....
۴۲۴	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب.....
۴۲۵	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لاچپوری.....
۴۲۵	سوانح لکھنے کے اصول.....
۴۳۰	مکتوبات بنام: حضرت مولانا سید عبدالحی صاحب لاچپوری.....

۴۳۰	مسجد کے مفاد کے لئے اپنا مفاد قربان کرنے کا خوگر ہو گیا ہوں.....
۴۳۰	جسم رنگون میں ہے، لیکن روح لاچپور میں ہے.....
۴۳۴	مجمع احباب میں طبیعت خوش رہتی ہے.....
۴۳۵	فتویٰ لکھنے میں محنت.....
۴۳۵	اردو تحریر میں تکلیف ہوتی ہے.....
۴۳۵	رنگون کی تجارت کا حال.....
۴۳۸	ایک حادثہ یعنی چوری کا واقعہ.....
۴۳۸	اہل حاجت کی امداد کرنے میں، میں اپنا پورا اثر کام میں لاتا ہوں.....
۴۴۱	مفتی کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب کے پچاس بیانات.....
۴۴۴	شرائع سے حفاظت کے لئے مجرب دعا.....
۴۴۴	”حسبنا اللہ ونعم الوکیل“ کا وظیفہ تو آپ کا جاری ہوگا.....
۴۴۴	فتنہ و فساد کی جو عادتیں پڑ جاتی ہیں، مشکل سے آدمی کا پیچھا چھوڑتی ہیں.....
۴۴۶	مولانا محمد یوسف دیوان صاحب کی وفات پر تعزیت نامہ.....
۴۴۸	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب.....
۴۴۸	سادات کی خدمت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں.....
۴۵۰	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب.....
۴۵۰	آپ کی صحت و زندگی مسلمانان گجرات کے لئے بہت قیمتی ہے.....
۴۵۱	آپ پر کیا گیا مقدمہ کا تذکرہ.....
۴۵۳	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری.....

۴۵۳	ڈا بھیل کے اہتمام کا دور عارضی تھا جو پورا ہوا.....
۴۵۴	اس مرتبہ رنگون کی آب و ہوا ناموافق رہی.....
۴۵۵	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا حکیم سلیمان صاحب کفلیتیوی.....
۴۵۵	اس گاؤں کا بھلا نہیں ہوگا، مقدمہ کرنے والوں پر حضرت کی بددعا.....
۴۵۶	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری.....
۴۵۶	مدرسہ اشرفیہ میں ختم بخاری کے موقع پر حضرت کی صحت کے لئے دعا.....
۴۵۷	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری.....
۴۵۸	علماء ڈا بھیل کے نام.....
۴۵۸	صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است.....
۴۵۹	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا مفتی احمد بیات صاحب.....
۴۵۹	”حیات انور“ مطالعہ کیلئے لے آنا.....
۴۶۰	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا حکیم فخر الدین صاحب.....
۴۶۱	آپ ہی کا علاج جاری رہے گا شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے.....
۴۶۱	حضرت قاری محمد یامین صاحب کے نام.....
۴۶۱	حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی گجرات کے آفتاب ہیں.....
۴۶۲	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا عبدالحق میاں صاحب.....
۴۶۲	مولانا کے پیسے اور کاغذات چوری ہونے پر تعزیت.....
۴۶۳	مولانا عبدالحق میاں صاحب کے بچے کی وفات پر تعزیت.....
۴۶۴	مولانا عبد القدوس صاحب اور ان کے بھائیوں کے نام.....

۴۶۴	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب دیوان کی وفات پر تعزیت نامہ.....
۴۶۴	مولانا مرحوم صوفی صاحب کے متوسلین کی پوری جماعت کا خلاصہ و نعم البدل.
۴۶۷	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب لاچپوری.....
۴۶۷	امر الہی میں جو مقدر ہے وہ ہو کر رہے گا.....
۴۶۹	گرامی نامہ: بنام جناب حافظ سید نذیر احمد صاحب الہ آبادی.....
۴۶۹	مولوی بشیر احمد ”فیجی“ سفر کر گئے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے.....
۴۷۰	گرامی نامہ: بنام مولانا عبدالحی کفلیتوی.....
۴۷۰	حضرت رائے پوری سے بیعت.....
۴۷۲	گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا ادا الحق صاحب.....
۴۷۲	فقیر کی تمنا ہے کہ دو چار مہینے حضرت رائے پوری کی خدمت میں گذاروں....
۴۷۳	گرامی نامہ: بنام جناب سید منادی صاحب.....
۴۷۳	تصوف کی کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں.....
۴۷۶	جناب نواب سرور خاں کے نام.....
۴۷۶	نواب صاحب کو وعظ میں شرکت کی دعوت.....
۴۸۳	”تذکرۃ المرغوب“ کی طباعت کے بعد رفیق محترم مفتی عبدالقیوم صاحب راکوٹی مدظلہم کی طرف سے مبارکبادی.....

## عرض مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمین ، الذی عیّت فی حلبة ثنائه عقول الواصفین ، ونزل القرآن هدی للناس اجمعین ، والصلوة والسلام علی خاتم النبیین ، وعلی آلہ واصحابہ الذین ہم جاهدوا لاعلاء کلمۃ الدین ، والعلماء العاملین ، والدعاة المخلصین ، اما بعد :

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری نور اللہ مرقدہ گجرات کے مشہور و معروف بزرگوں میں سے تھے۔ خود بھی بزرگ، بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے۔ علم و عمل، تقویٰ و طہارت میں بے مثال تھے۔ تفسیر و حدیث میں آپ کی وسعت نظر اور فقہ و فتویٰ میں آپ کی مہارت مسلم تھی۔ رنگون (برما) میں ایک زمانہ تک مفتی اعظم کے منصب کو رونق بخشی، کچھ عرصہ ”بخاری شریف“ کا درس بھی دیا، مفید تصانیف یادگار چھوڑیں۔ لاچپور کی وسیع شاندار جامع مسجد آپ کے لئے صدقہ جاریہ ہے۔

گجرات کے اس تبصر عالم دین کے حالات پر اب تک برائے نام ہی کچھ لکھا گیا۔ ضرورت تھی کہ مولانا کے تفصیلی حالات جمع کئے جائیں۔ اس ضرورت کا احساس راقم کو کئی سال سے تھا، مگر حضرت کے وصال کو: ۳۰ سال کا عرصہ گزر چکا تھا، حالات جمع کروں تو کیسے کروں؟

دل میں خیال آیا کہ ایک سوانامہ لکھ کر علمائے گجرات و ہند اور چند عمر رسیدہ بزرگوں کی خدمت میں ارسال کروں کہ ان حضرات سے کچھ حالات و واقعات مل جائیں، چنانچہ رفیق محترم مولانا عبدالحی سیدات صاحب لاچپوری سے بات کی۔ مولانا نے ایک سوانامہ

تیار کیا، ۱۔ اس کو مختلف اہل علم و بزرگوں کی خدمت میں بھیجا گیا، جواب میں کئی حضرات نے معذرت کر دی، کسی نے دعاء سے مدد فرمائی، کئی حضرات نے اس درخواست کو قابل جواب ہی نہ سمجھا۔

راقم اس موقع پر حضرت مولانا بشیر احمد دیوان صاحب لاچپوری دامت برکاتہم حال مقیم نیوز لینڈ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ موصوف نے دس صفحات پر مشتمل مولانا کے حالات اور واقعات قلمبند فرمائے۔ حق تعالیٰ ان کو دارین میں بہترین بدلہ نصیب فرمائیں۔

موصوف کے علاوہ حضرت مولانا عبدالقدوس دیوان صاحب لاچپوری کا بھی ممنون ہوں کہ آپ نے بوجہ پیرانہ سالی لکھنے سے تو معذرت کر دی مگر زبانی بہت سے واقعات قلمبند کروائے، جزاکم اللہ۔

اس سوانح کی ترتیب میں سب سے بڑا تعاون برادر محترم مولانا مفتی رشید احمد صاحب سلمہ (سابق استاذ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل) و حال استاذ حدیث و ناظم تعلیمات جامعۃ القراءات، کفلیہ کا ہے کہ حالات کا تتبع، اخبارات کے تراشے اور کئی مفید چیزیں ارسال کرتے رہیں، جزاہم اللہ۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور راقم و ناظرین کے لئے مفید و کارآمد بنائے اور بزرگان دین کے حالات کو پڑھ کر اپنی اصلاح کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاچپوری

۱۱ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ، مطابق: ۲۰ جنوری ۲۰۰۷ء، سنبھڑ

۱..... موصوف ماشاء اللہ جید الاستعداد صاحب ذوق عالم ہیں۔ گجراتی و اردو تحریر پر عمدہ قدرت رکھتے ہیں۔ بہترین شاعر ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف ہیں۔

تقریظ.....از:

حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ العالی

بسم الله الرحمن الرحيم

ہندوستان کا مشہور صوبہ گجرات زرخیڑ، زریڑ، زرافشاں ہے۔ یہاں کی روایت عجیب و غریب، یہاں کے طور طریق قابل رشک۔ عام و خاص کو خدا تعالیٰ کی جانب سے قلوب قبول حق کے لئے مستعد مہیا کئے گئے۔ کمانے کی صلاحیت بے نظیر کھلانے میں وسعت و حوصلگی بے مثال، داد و دہش بے مثل، محنت کے لئے جدوجہد بے عدیل۔ افریقہ کا سبزہ زار ہو یا برطانیہ کا زمستانی علاقہ، خلیجی ممالک کے ریگ زار ہوں یا آسٹریلیا کے مرغزار، ان کی تگ و دو کے لئے بعد المشرقین کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ ان کی تخت و تاراج کے لئے شمال و جنوب کی حد بندیاں بے کار۔ یہ طفولیت میں وطن سے نکل جائیں تو ان کے دلوں میں نہ رنج و الم، ان کے شباب دیار غیر میں بیت جائیں تو انہیں نہ کوئی فکر و غم۔

کمائیں گے، کھائیں گے، کھلائیں گے، لٹائیں گے، ان کے عناصرار بعہ۔ مدارس کی رونقیں ان سے، مساجد کی زینت کا سامان یہ۔ ایمان میں پختگی، اسلام میں صلابت، اعمال میں درستگی، نوافل میں اشتغال ان کا امتیاز۔ یہ تو عوام کی بات ہوئی۔ رہے ان کے خواص، تو علم دوست، دین پرور، دانش و دابر۔

ان ہی میں سے حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری نور اللہ مرقدہ بھی تھے۔ بارہا شرف دید حاصل ہوا۔ ان کی علمی دلچسپیوں کو قریب سے دیکھا، ان کے ملفوظات سننے کی سعادت نصیب ہوئی۔ لاچپور میں بستی سے بالکل علیحدہ دولت کدہ تھا، اس خلوت کو علوم کی جلوت سے منور کئے ہوئے، اور تنہائیوں میں دین و دانش کی مئے ارغوانی سے بقول



غالب: ع

چہرہ فروغِ مئے سے گلستاں کئے ہوئے  
 مولانا عبدالحق میاں سملکی مرحوم، امیر مجلس خدام الدین کی معیت میں پہلے دید ہوئی،  
 جو مجھ کندہ ناتراش کے لئے ہلالِ عید تھی۔ رسمی گفتگو کے بعد چمنستان میں فصل بہار آئی اور  
 عندلیبِ دبستاں بے تکلف چمکنے لگا۔ کچھ فرماتے اور بطور حوالہ کتاب فوراً طلب فرماتے۔  
 خاص لب و لہجہ میں بھائی میاں کو آواز دیتے ”بھائی میاں“ لیجئے؟ کتاب ہاتھ میں ہے اور  
 مولانا حوالہ کی نشاندہی فرما رہے ہیں۔ مجلس کیا تھی؟ علم و عرفان کی بارش، خود آگاہی  
 و حقیقت تک رسائی کا جلوہ صدرنگ۔ اب اس طرز کی شخصیت نایاب، اس انداز کے انسان  
 کمیاب: ع

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

بڑا اچھا ہوا کہ مرحوم حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری کے حفید۔ جو خود بھی  
 ”مرغوب نام“ رکھتے ہیں۔ نے گجرات کی اس مایہ ناز شخصیت کی جامع سوانح لکھ کر اپنے  
 جد امجد کی جانشینی کی شہادتِ مہیا کی۔ تحریر صاف و ستھری، انشاء سیدھی سادھی، نہ تکلفات کی  
 بھرمار نہ بناوٹوں کا انبار، پڑھئے تو سرمہ دیدہ عقیدت، دلوں کا زنگ دور کرنے کے لئے  
 شانی دوا۔

خدا تعالیٰ صاحبِ سوانح کی طرح اس تذکرہ کو بھی قبولیت و مقبولیت سے سرفراز  
 فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین اور مؤلف سلمہ کو فیض بخش تحریرِ منفعت خیز نگارش سے دولت  
 بداماں۔  
 انظر شاہ

نزہیل برطانیہ: ۱۷/۱ رمضان ۱۴۲۱ھ

## لاچپور

لاچپور ضلع سورت ۱ کا ایک بڑا قصبہ ہے۔ یہ شہر سورت سے جانب جنوب تقریباً دس بارہ میل پر واقع ہے، اس میں مسلمانوں کی بڑی آبادی ہے، اس وقت قصبہ لاچپور کی مردم شماری دس ہزار سے زائد ہے۔

یہ قصبہ لاچپور کبھی معدن علم و عمل و مخزن فضل و کمال رہا ہے۔ الحمد للہ اس مردم خیز قصبہ نے امام تصوف، حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب، جید الاستعداد عالم دین، حضرت مولانا احمد میاں صاحب، محدث عظیم مولانا سید قاضی رحمت اللہ صاحب، فقہی مہارت کے حامل ارباب افتاء: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب، و حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری، اصحاب کشف و کرامات اولیاء: حضرت صوفی صاحب، حضرت صالح جی پیر، حضرت اسماعیل جی پیر اور بے مثل حفاظ کرام اور باکمال شعراء: مولانا سید عبدالکریم صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا ابراہیم ڈایا صاحب، مولانا عبدالحی سیدات صاحب وغیرہ پیدا کئے ہیں۔

یہ قصبہ لاچپور کسی زمانہ میں نواب سچین کا دارالاقامہ تھا۔ لاچپور اور اس کے قرب و جوار کے علاقے اکابر و علمائے دین کی محنت و توجہ سے چھوٹی سی اسلامی حکومت بن گئے تھے۔ اسلامی ریاست اور مسلم حکمرانوں کی علمی قدردانی کی وجہ سے مشائخ و صلحاء یہاں تشریف لاتے رہتے تھے، ان شاء اللہ توفیق ایزدی شامل حال رہی تو ”تاریخ علماء لاچپور“ کے نام

۱..... سورت: یہ صوبہ گجرات کا ایک تاریخی شہر ہے۔ زمانہ ماضی میں اس قدیم و پر رونق شہر کو ”باب المکتہ“ ہونے کا شرف حاصل تھا، اس لئے کہ یہیں سے مکہ معظمہ کے لئے بحری جہاز روانہ ہوتے تھے، اور قبل از کراچی و بمبئی ہندوستان کے تمام حجاج یہیں سے جہاز پر سوار ہو کر سفر حج کی ابتداء کرتے تھے۔

سے علماء لاچپور کا مفصل تعارف، لاچپور کی تاریخ اور اس قصبہ کے حالات مرتب کرنے کا ارادہ ہے۔ اے

حضرت مولانا رحمہ اللہ کی اس سوانح کے آخر میں ”تاریخ لاچپور“ کے نام سے مفتی صاحب کی ایک تحریر درج ہے اس سے لاچپور کا تعارف معلوم ہو سکتا ہے۔

۱..... الحمد للہ مختصر طور پر یہ رسالہ تیار ہو گیا ہے، ”ذکر صالحین“ جلد سوم کے آخر میں شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔ مرغوب احمد

## پہلا باب

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ

### ولادت

آپ کی ولادت ۳/ ذی قعدہ: ۱۳۰۰ھ، مطابق: ۱۳/ ستمبر ۱۸۸۳ء بروز جمعرات، بوقت صبح صادق لاچپور میں ہوئی۔

### اسم گرامی

مولانا کا نام ”احمد میاں“ رکھا گیا، مگر آپ کی شہرت بجائے اصلی نام کے تاریخی نام ”مرغوب احمد“ سے ہوئی۔ مولانا کا تاریخی نام ”مرغوب احمد“ مولانا عبدالحمید صاحب بھوپالی نے: ۱۳۰۰ھ کے عدد سے نکالا ہے۔

### تاریخی نام نکالنے کا اصول

تاریخی نام نکالنے کا اصول یہ ہے کہ ”اَبَجَد“ کے ”الف“ سے ”ضَطَّغ“ کی ”غین“ تک ہر حرف کا ایک خاص عدد مقرر ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

”اَبَجَد“ کے ”الف“ سے ”حُطّی“ کی ”یاء“ تک اکائیاں (آحاد) ہیں، اس طرح کہ ”الف“ کا: ۱/ ”ب“ کا: ۲/ ”ج“ کا: ۳/ ”د“ کا: ۴/، اسی طرح ہر حرف پر ایک اکائی زیادہ ہوتی گئی ہے، حتیٰ کہ ”طاء“ کا عدد: ۹/ ہے، پھر ”حُطّی“ کی ”یاء“ سے ”سَعَفَص“ کی ”صاد“ تک (عشرات) ہیں، اس طرح کہ ”حُطّی“ کی ”یاء“ کا عدد: ۱۰/ ہے۔

”کَلِمَتْنِ“ کے ”کاف“ کا عدد: ۲۰ / ”ل“ کا: ۳۰ / ”م“ کا: ۴۰ / ”ن“ کا: ۵۰ ہے۔ اسی طرح ہر حرف پر ایک دہائی (عشرہ) زیادہ ہوتی گئی ہے۔ حتیٰ کہ ”سَعْفَصُ“ کی ”ص“ کا عدد: ۹۰ ہے، پھر ”قَرَشَتْ“ کی ”قاف“ سے ”ضَطْغُ“ کی ”طاء“ تک سیکڑے (مآت) ہیں کہ ”ق“ کے: ۱۰۰ / ”ز“ کے: ۲۰۰ / ”ش“ کے: ۳۰۰ اسی طرح ہر حرف پر ایک سیکڑے (سو) کا اضافہ ہوتا گیا ہے، یہاں تک کہ ”ظ“ کا عدد: ۹۰۰ ہے پھر ”غ“ کا: ۱۰۰۰ ہے۔ پس جس نام کا عدد معلوم کرنا ہو اس کے تمام حروف کے اعداد نکال کر جمع کر لیں۔

(علم الصیغہ ص ۱۳۶، اردو)

راقم الحروف نے اس اصول سے ”مرغوب احمد“ لفظ کے تمام حروف کے عدد گنے تو مجموعہ ۱۳۰۱ بنتا ہے، واللہ اعلم۔

### نقشہ: حروف کے عدد

ا	ب	ت	ث	ج	ح	خ
۱	۲	۳۰۰	۵۰۰	۳	۸	۶۰۰
د	ذ	ر	ز	س	ش	ص
۴	۷۰۰	۲۰۰	۷	۶۰	۳۰۰	۹۰
ض	ط	ظ	ع	غ	ف	ق
۸۰۰	۹	۹۰۰	۷۰	۱۰۰۰	۸۰	۱۰۰
ک	ل	م	ن	و	ھ	ی
۲۰	۳۰	۴۰	۵۰	۶	۵	۱۰

## والدین

مولانا کا سلسلہ نسب یہ ہے: مفتی مرغوب احمد ابن سلیمان ابن یوسف۔  
 مولانا کے والد جناب سلیمان صاحب کا کوئی ذکر نمل سکا۔ حضرت مفتی صاحب رحمہ  
 اللہ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب میں زیارت فرمائی اس خواب کی پوری کیفیت  
 تحریر فرماتے ہوئے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:  
 ”حضرت کی شکل و شباهت، قد و قامت، اور خوبصورتی کی مثال و مشابہت میں اگر  
 ناقص تشبیہ کسی کے ساتھ دے سکوں تو مولانا عبدالحق صاحب تھانی مرحوم اور میرے والد  
 مرحوم کو دے سکتا ہوں۔“

مولانا کی والدہ کا نام خدیجہ تھا۔ لاچپور کے عارف باللہ بزرگ حضرت شاہ صوفی  
 سلیمان صاحب رحمہ اللہ سے بیعت تھیں۔ مفتی صاحب رحمہ اللہ نے حضرت صوفی  
 صاحب رحمہ اللہ کی کرامات کو جمع فرمایا ہے، اس میں ایک کرامت سے مولانا کے والدین کا  
 کچھ ذکر ملتا ہے، اس کو نقل کرتا ہوں:

”میری ہمیشہ معظمہ عائشہ کا بیان ہے کہ: میری والدہ کی حیات میں والد مرحوم نے  
 ایک دوسری شادی کر لی تھی۔ والدہ کو اس کا بڑا صدمہ اور ملال رہتا تھا۔ والد مرحوم کبھی کبھی  
 اس بیوی کو چند روز کے لئے اپنے رہائشی گھر میں بھی رکھتے تھے جس سے گھر میں قضیے  
 جھگڑے بھی ہوتے رہتے تھے۔ ایک روز حسن اتفاق سے حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ  
 میرے غریب خانہ پر تشریف لائے، والدہ حضرت سے بیعت تھیں، حضرت سے والد  
 صاحب کی شکایت کرنے لگیں کہ خدا نے صاحب اولاد بنایا ہے اس پر بھی دوسری شادی  
 کر لی۔ حضرت نے فرمایا: خدیجہ تو کیوں کڑھتی ہے؟ وہ غریب تو چھ مہینے کی مہمان ہے۔“

شان الہی کا ظہور ایسا ہوا کہ چھ مہینہ کے بعد: ۱۳۰۱ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، میری ولادت انہیں دنوں میں ہوئی تھی، مجھے ان کی گود میں دے رکھا تھا۔

### بچپن

حضرت مفتی صاحب کا بچپن کیسے گزرا اس کی معلومات حاصل نہ ہو سکیں۔ ویسے اسلاف کی سوانح میں عہد طفولیت پر کم ہی لکھا ہوا ہے، ظاہر ہے کہ بچپن میں کس کو معلوم ہے کہ یہ طفل مکتب اپنی زندگی میں علم و عمل کی کس منزل پر پہنچے گا۔

حتیٰ کہ یہ طرز نبی پاک ﷺ کی سیرت میں بھی نظر آئے گا۔ سیرت نگاروں نے آپ کے بچپن پر جو مواد فراہم فرمایا وہ آپ کے علوم و تربیت کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو عشرِ عشیر بھی نہیں۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے جس ماحول میں آنکھ کھولی، اس وقت لاجپور میں ولی کامل حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ جلوہ افروز تھے، اس لئے مفتی صاحب کو بچپن ہی سے حضرت کی صحبت میسر آ گئی، بلکہ آپ صوفی صاحب کی آغوش شفقت میں کھیلے بھی ہیں، حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کی نظر فراست نے بہت ممکن ہے آپ کی ذہانت و قابلیت کو تاڑ لیا ہو، چنانچہ آپ نے تربیت فرمائی بھی شروع کر دی۔ ایک واقعہ سے جو مفتی صاحب نے لکھا ہے اس کا اندازہ ہو سکتا ہے۔

”راقم الحروف (مفتی مرغوب احمد صاحب) نے نوعمری کے زمانہ میں ایک مرتبہ رات کے بارہ بجے ایک شخص کو کسی کے مکان میں چوری کے ارادہ سے گھستے ہوئے دیکھ لیا اور دوسرے کو اس راز سے مطلع کر دیا، اس نے تین چار اور جمع کر لئے، شور و شرابہ کرنا شروع کر دیا جس سے وہ شخص گھبرا کر باہر نکل آیا، لوگوں نے اس کو بہت لعنت ملا مت کی۔ مجھے

بھی بعد میں اس کی رسوائی کا بڑا افسوس ہوا۔ دوسرے دن بعد نماز عشاء حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ جامع مسجد کی شمالی دیوار سے تکیہ لگائے تشریف فرماتھے، تنہائی کا موقع دیکھ کر میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ: خدا کی ذات ستار العیوب ہیں، وہ پردہ پوشی کو بہت پسند فرماتے ہیں، آدمی کو لوگوں کے عیب چھپانا چاہئے۔ میں فوراً اپنی حرکت پر متنبہ ہوا، اور بڑی ندامت ہوئی۔

### آغاز تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے وطن لاچپور کے مدرسہ اسلامیہ میں حاصل کی۔ ابھی عمر کا ساتواں سال تھا کہ اردو اسکول لاچپور میں داخلہ لیا اور اردو و گجراتی کی تعلیم اسکول میں حاصل کی، مدرسہ میں ناظرہ قرآن کا سلسلہ جاری تھا، حافظ احمد صاحب لاچپوری سے ناظرہ قرآن ختم کر کے حفظ قرآن کی ابتداء کی اور پانچ پارے مکمل کر لئے۔

ابھی عمر بارہ سال کی ہوئی کہ طلب علم کے لئے سفر کی نوبت آگئی اور گجرات کے مشہور شہر جسے کبھی ”باب المکتہ“ ہونے کا شرف حاصل تھا یعنی ”سورت“ کا سفر کیا اور حافظ عبد اللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادے حافظ محمد فاضل صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں رہ کر چھ پارے مزید یاد کر لئے، اس طرح گیارہ پارے حفظ کئے، بعد میں فطری ضعف و کمزوری کے باعث حفظ کا سلسلہ ملتوی کر دیا۔

### فارسی کی ابتداء

سورت سے لاچپور واپس آ کر عارف باللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ سے ”آمدن سی لفظی“ اور ”مصدر فیوض“ پڑھی۔

اس کے بعد حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے صاحبزادے اور گجرات کے متبحر عالم



دین حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاچپوری رحمہ اللہ سے ”کریما، پندنامہ، قواعد فارسی، گلستاں، بوستاں“ پڑھیں۔

## عربی کی تعلیم

فارسی کی تکمیل کے بعد عربی کی تعلیم کا مسئلہ درپیش تھا، اس وقت لاچپور و اطراف لاچپور میں ”مدرسہ اشرفیہ راندیر“ اور ”مدرسہ اسلامیہ کھٹور“ کے علاوہ کہیں عربی تعلیم کا کوئی نظم نہیں تھا، اس لئے سخت ضرورت تھی کہ ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آئے، اس ضرورت کو محسوس کرتے ہوئے حضرت مولانا احمد میاں صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم دیوبند کے قیام کے بتیس (۳۲) سال بعد ۱۳۱۵ھ میں ”مدرسہ اسلامیہ“ کے نام سے لاچپور میں ایک مدرسہ کا افتتاح فرمایا۔ الحمد للہ آپ کی انتھک کوشش و محنت سے ایک باصلاحیت جماعت نے اکتساب فیض کیا۔

مولانا مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ نے بھی اسی مدرسہ میں: ۱۳۱۵ھ کی محرم سے عربی کا سلسلہ شروع کر دیا اور: ۱۳۱۸ھ کی ذی الحجہ تک مسلسل چار سالہ محنت و مشفق استاذ کی توجہ سے صرف، نحو، فقہ، اصول، حدیث اور حدیث میں ”مشکوٰۃ شریف“ اور منطق میں ”شرح تہذیب“ سے لے کر ”صغریٰ“ تک کی کتابیں پڑھ لیں۔

اللہ کی حکمت کہ مدرسہ میں تعطل پیدا ہو گیا، اس لئے مولانا نے کانپور کا سفر فرمایا اور ۱۳۱۹ھ کے اوائل میں مدرسہ ”جامع العلوم“ میں داخلہ لیا۔ یہ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کا فیض تھا کہ ”جامع العلوم“ کانپور جو دو میں آیا۔

ہوا یوں کہ حضرت تھانوی رحمہ اللہ فراغت کے بعد ”مدرسہ فیض عام“ کی دعوت پر کانپور تشریف لے گئے، خدا داد کمالات کا ظہور تین چار مہینہ میں یہ ہوا کہ تدریس اور مواظ

حسنہ نے پورے کانپور کو آپ کا فریفتہ بنادیا۔ ارباب مدرسہ نے حضرت کی مقبولیت سے مالی فائدہ حاصل کرنا چاہا اور وعظوں میں چندہ کی اپیل کرنے کی خواہش ظاہر کی، مگر ان کی خواہش پوری نہ ہو سکی، اس پر حضرت کے خلاف چہمی گوئیاں ہونے لگیں۔ اس کی اطلاع پا کر حضرت نے استعفیٰ دے دیا۔ بعض دردمند مخلص احباب نے اپنی طرف سے کچھ انتظام کر کے ”جامع مسجد“ محلہ پٹکا پور شہر کانپور میں تدریس کی دعوت دی، حضرت نے اس کو قبول فرمالیا۔ اس طرح ایک نئے مدرسہ کی بنیاد پڑ گئی، خود حضرت نے ہی جامع مسجد کی مناسبت سے اس کا نام ”جامع العلوم“ رکھا۔

مفتی صاحب رحمہ اللہ نے یہاں پونے دو سال قیام فرمایا۔ ۱۳۲۰ھ کے شعبان میں کانپور میں بہت زوروں کا طاعون شروع ہوا تو مدرسہ بند ہو گیا، اور مفتی صاحب رحمہ اللہ دہلی آگئے اور رمضان یہیں گزارا۔

### دارالعلوم دیوبند میں

شوال میں از ہر الہند ”دارالعلوم دیوبند“ میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے ”شرح جامی“ شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، شرح وقایہ، اور ”نور الانوار“ کا امتحان لیا۔ علمی قابلیت عمدہ تھی۔ درس نظامی ابتدا ہی سے خوب محنت سے پڑھاتھا، کامیاب ہوئے۔ اس سال ”جلالین شریف“ مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے ”مختصر المعانی“ مولانا غلام رسول صاحب سے ”مشکوٰۃ شریف“ مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے اور ”ملاحسن، مہذبی“ اور ”مقامات حریری“ مختلف اساتذہ کرام سے پڑھنی شروع کیں۔

مگر دیوبند میں زیادہ آپ قیام نہ فرما سکے اور بوجہ خرابی صحت جلد ہی دیوبند چھوڑنا پڑا اور اس خیال سے کہ امر وہہ میں حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امر وہی کی خدمت میں

حاضری دوں، مروہہ جانے کے لئے دہلی آئے۔

مدرسہ عبدالرب دہلی میں بعض احباب طلب علم میں مشغول تھے، ان کی ملاقات کی نیت سے مدرسہ پہنچے اور کچھ دن قیام فرمایا، تو دہلی کی علمی فضا پسند آئی اور حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ سے متاثر ہوئے اس لئے قیام دہلی ہی کو ترجیح دی اور یہیں داخلہ لے لیا۔ مولانا خود تحریر فرماتے ہیں:

”بوجہ خرابی صحت فقیر بہت عرصہ تک دارالعلوم میں قیام نہ کر سکا اور حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب مروہی رحمہ اللہ کی خدمت میں جانے کے لئے دیوبند سے دہلی آیا اور بعض سورتی احباب کے پاس ”مدرسہ مولوی عبدالرب“ میں کچھ روز قیام کرنے سے دہلی کی علمی فضا زیادہ پسند آئی، اور حضرت قاسم العلوم کے عاشق زار و تلمیذ رشید حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ مولوی عبدالرب کی شفقت و نظر نے گھائل کر دیا، اس لئے بجائے مروہہ کے دہلی میں مقیم ہو گیا۔“

اس عرصہ میں کچھ وقت دوبارہ بھی کانپور میں گزرا اور فراغت ”مدرسہ عبدالرب“ دہلی سے ہوئی، اس طرح کانپور اور دہلی میں پانچ سال تک قیام فرمایا۔

کانپور میں ”شرح تہذیب“ قطبی، میر قطبی، شرح جامی، نور الانوار، الطریف لادیب، الظریف، مختصر المعانی، مطول، جلالین شریف، میبذی، ہدایہ اخیرین، مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔ یہاں کے اساتذہ کا حال معلوم نہ ہو سکا۔ فتویٰ نویسی کی مشق بھی یہیں ہوئی۔

دہلی مدرسہ عبدالرب میں ”حسامی“ توضیح و تلوح، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، زواہد ثلاثہ، شرح عقائد نسفی، خیالی حاشیہ عبدالحکیم، تصریح، شرح چغینی، خلاصۃ الحساب، سراجی مع شریفیہ، رسالہ اقلیدس، بیضاوی شریف، تاسورہ بقرہ، اور ”صدر“ شمس بازغہ“ کا کچھ حصہ

اور صحاح ستہ متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔

اساتذہ دہلی میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب اور مولانا عبدالرب صاحب مرحوم کے اسماء مل سکے۔

”بخاری شریف“ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ سے پڑھی اور ۱۳۲۳ھ میں سند فراغت حاصل کی، اور زبدۃ العارفین شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی رحمہ اللہ کے دست بابرکت سے سند حدیث ملی۔

### مولانا کے بارے میں مدرسہ عبدالرب کا تاثر

مدرسہ عبدالرب کی رپورٹ بنام: ”تذکرہ فیض رسانی“ کا ایک عنوان تھا: اسمائے سند یافتگان مدرسہ ہذا معہ مختصر حالات بابت: ۱۳۲۳ھ، اس میں مفتی صاحب رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ:

### مولوی مرغوب احمد سورتی

”مولوی مرغوب احمد سورتی: یہ فہمیدہ شخص ہیں، لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں۔ اور وعظ بہت اچھا کہتے ہیں، اور علمی لیاقت بھی بہت اچھی ہے، امید ہے کہ لاجپور میں مدرس ہو جاویں۔ مستعد اور نہایت لائق شخص ہیں۔ مدرسہ کے واسطے سعی اور کوشش کر کے مدرسہ کو نفع پہنچاتے رہتے ہیں۔“ (انتہی)

ابھی مولانا کی علمی پیاس بجھی نہ تھی اور فن تجوید کا شوق دامن گیر تھا، اس مقصد کے لئے حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر ابھی ہفتہ بھی نہ گذرا کہ برادر مکرم کی طرف سے طلبی کا تار موصول ہوا، اس لئے بادل ناخواستہ تعلیمی سلسلہ منقطع فرما کر لاجپور تشریف لائے۔

## بھوپال کا سفر اور علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ سے استفادہ

۱۳۲۲ھ میں ایک مخلص محب کی شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا، وہاں علامہ شیخ حسین بن محسن الیمانی سے۔ جن کا تجربہ علم حدیث، علو اسناد اور فاضلانہ درس علماء و طلباء کے لئے جاذب توجہ بن رہا تھا۔ علمی استفادہ کیا، مفتی صاحب نے بھوپال کا ذکر خوب فرمایا ہے ”۱۳۲۲ھ میں ایک محب مخلص کی شادی میں بھوپال جانا ہوا۔ بھوپال میں ہر علم و فن کے جامع علماء کی موجودگی میں شہر بہت ہی بابرکت نظر آیا۔ حضرت علامہ شیخ حسین صاحب یمنی محدث وقاضی شہر بھوپال کی خدمت میں چند مرتبہ حاضر ہوا اور مختلف و متعدد علمی باتیں آپ سے دریافت کرتا رہا۔ فقیر جب حاضر ہوا اس وقت حضرت کی عمر ۷۹ سال کی تھی، کسی سائل کے علمی سوال کا جواب منٹوں میں صفحہ بھر کر تحریر فرمادیتے تھے ”رحمة الله عليه“۔

## رفقائے درس

حضرت مفتی صاحب نے اپنے استاذ محترم حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاچپوری کے حالات میں اپنے رفقائے درس کے اسماء تحریر فرمائے ہیں۔ مفتی صاحب رقمطراز ہیں:

”ذیل سورت کے اکثر علماء آپ سے مستفید اور آپ کے دامن علم سے وابستہ ہیں

مولانا احمد حسن بانی جامعہ ڈابھیل، مولانا احمد بزرگ سابق مہتمم جامعہ ڈابھیل، مولانا احمد درویش، مولوی صوفی حاجی ابراہیم میاں صاحب، مولوی حافظ ابراہیم ٹیل صاحب کفالتیوی

مولانا محمد یوسف صاحب لاچپوری، مولانا سید عمر صاحب لاچپوری، مولوی وزیر خاں حیدر آبادی، مولوی الہی بخش پنجابی، مولوی تکی صاحب بنگالی اورنگ تلانہ راقم الحروف

مرغوب احمد لاچپوری آپ ہی کے دامن فیض سے وابستہ ہیں۔“

(ماہنامہ دارالعلوم ”دیوبند“ رجب الاول ۱۳۷۳ھ)

یہ ان رفقاء کے اسماء ہیں جو لاہور میں مولانا کے ساتھ درس میں شریک رہیں، اور دارالعلوم دیوبند میں شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ آپ کے رفیق درس تھے۔ حضرت عثمانی رحمہ اللہ کا تذکرہ مفتی صاحب کے قلم سے پڑھئے! فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ہم جماعت تھے، اور انصاف سے عرض کرتا ہوں کہ قریب قریب ہماری پوری جماعت، اسباق کے تکرار میں حضرت عثمانی رحمہ اللہ سے مستفید ہوتی تھی۔“

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے رفقاء درس میں سے جن جن کے احوال مل سکے ان کا مختصر در مختصر تذکرہ کرتا ہوں تاکہ یہ بھی پتہ چلے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمہ اللہ کو رفقاء درس بھی کیسے ذی علم و عمل، صاحب ورع تقویٰ عطا فرمائے تھے۔

### شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ

آپ دیوبند کے عثمانی خاندان کے چشم و چراغ، شیخ الہند کے معتمد علیہ تلمیذ، غیر معمولی ذکاوت و ذہانت کے حامل تھے۔ علوم عقلیہ سے خاص ذوق تھا، حکمت قاسمیہ کے بہترین شارح، محدث، مفسر، متکلم، سحرالبیان، پاکستان کے معمار، اس کی پارلیمنٹ کے رکن تھے۔ سیاسی شعور اونچے درجہ کا تھا۔ تحریک ریشمی رومال میں بھی شریک رہے۔

صحیح مسلم کی شرح ”فتح المہم“ آپ کا تحقیقی شاہکار ہے۔ حضرت شیخ الہند کے تفسیری فوائد جو حضرت نے ترجمہ کے ساتھ شروع فرمائے تھے آپ نے پایہ تکمیل تک پہنچائے۔

فراغت کے بعد چند ماہ دارالعلوم دیوبند میں درس دیا، پھر مدرسہ فتح پوری دہلی کے صدر مدرس بنائے گئے، پھر دارالعلوم میں دوبارہ بحیثیت مدرس بلائے گئے، شاہ صاحب کے ساتھ مستعفی ہو کر ڈابھیل تشریف لے گئے، وہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے، شاہ

صاحب کی وفات کے بعد شیخ الحدیث کے منصبِ جلیلہ پر فائز ہوئے، اپنے آخری دور میں چند سال دارالعلوم کے صدر مہتمم بھی رہے۔

مولانا ایک وقت میں ”جمعۃ العلماء“ کے صفِ اول کے لوگوں میں تھے، آخر میں ”مسلم لیگ“ کی تحریک میں شامل ہو گئے۔

ایک سفر کے دوران بھاول پور میں: ۲۱/صفر ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۴۹ء میں وفات پائی۔ حضرت مفتی محمد شفیع صاحب، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا گیلانی، حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھی (رحمہم اللہ) جیسے افراد آپ کے تلامذہ میں شامل ہیں۔

### مولانا احمد حسن بھام سملکی رحمہ اللہ

آپ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کے بانی، مدرسہ امینیہ دہلی کے فاضل تھے۔ آپ کی زندگی اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لئے وقف تھی۔ دین و علوم کی خدمت، مسلمانوں کی فلاح و بہبود کی دھن لگی رہتی تھی۔ فراغت کے بعد کچھ عرصہ شہر سورت میں تدریس میں مشغول رہے، ترک ملازمت کے بعد سملک میں ”تعلیم الدین“ کے نام سے مدرسہ کا افتتاح اپنے استاذ مولانا احمد میاں صاحب صوفی لاجپوری کے دستِ بابرکت سے کرایا، وہاں انتظام کے ساتھ تدریس کا مشغلہ بھی رکھا۔ سرمایہ کی فراہمی کے لئے افریقہ کا سفر فرمایا اور بمعرض ”انقلو نزا“ ۱۰/محرم ۱۳۳۷ھ، بروز پنجشنبہ واصل حق ہو گئے، رحمہ اللہ۔

(تفصیلی حالات ”ذکر صالحین“ ص ۳۹۶ ج ۲ پر ملاحظہ فرمائیے)

### مولانا احمد بزرگ صاحب رحمہ اللہ

آپ جامعہ ڈابھیل کے استاذ، کامیاب مہتمم، دارالعلوم دیوبند کے فاضل، حضرت شیخ

الہند رحمہ اللہ کے تلامذہ میں سے تھے۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ کے آخری مرید حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے صحبت یافتہ اور حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خلیفہ تھے۔ رنگون میں افتاء کی خدمت کا بھی موقع ملا۔ علم میں پختہ تھے، علم فرائض کے ماہر تھے۔ انتظامی صلاحیت خوب تھی۔ تواضع و انکساری، سادگی و بے تکلفی، اور امانت داری میں بے مثل تھے۔ اکابر دارالعلوم حضرت کشمیری، حضرت عثمانی وغیرہم کو ڈابھیل لے آنا اور مدرسہ تعلیم الدین کو جامعہ اسلامیہ بنادینا یہ آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔ عشق نبوی ﷺ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ اپنی بیاض میں زیارت منامی کے ۳۵ روایات مع تاریخ کے تحریر فرمائے ہیں۔ بچپن ہی سے بزرگ لقب سے مشہور ہو گئے تھے۔ فقیہ گجرات حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ آپ کے تلمیذ رشید ہیں۔ ۵/ربیع الاول ۱۳۷۱ھ میں وفات پائی۔ صاحب سوانح حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی، رحمہ اللہ۔ راقم الحروف نے مولانا کی سوانح حیات ”حیات احمد“ کے نام سے لکھی ہے۔ (ذکر صالحین ص ۶۳ ج ۲)

### مولانا احمد درویش سملکی رحمہ اللہ

آپ زاہد عن الدین، صوفی کامل اور حقیقی درویش اور عالم باعمل تھے۔ آپ کے سلوک میں جذب کارنگ جھلکتا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ جامعہ ڈابھیل کے شروع کے اساتذہ میں سے تھے، پھر تدریس کی لئے افریقہ تشریف لے گئے اور تادم آخر وہیں مقیم رہے۔ تقویٰ و طہارت میں نمونہ اسلاف تھے۔ ۱۳ شعبان ۱۳۵۴ھ کو اس دار فانی سے رحلت فرمائی۔

۱..... مولانا کی مکمل تفصیل سوانح حیات ”نقوش بزرگاں“ کے نام سے دو ضخیم جلدوں میں رفیق محترم مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی مدظلہ کی محنت سے بہت عمدہ مرتب ہو کر شائع ہو چکی ہے۔



مولوی احمد درویش آں صوفی منش عالم علم حقیقت کاشف سرنہاں  
متقی وزاہد صوفی وصالح نیک بخت ہچواوپا کیزہ خوم دیدہ باشی درجہاں

### الحاج صوفی ابراہیم میاں صاحب رحمہ اللہ

آپ ”خیر الناس انفعہم للناس“ کا عملی نمونہ تھے۔ حضرت تھانوی رحمہ اللہ سے گہری عقیدت تھی، آپ کی تصنیفات کا مطالعہ اکثر فرماتے رہتے تھے۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ بانی جامعہ مولانا احمد حسن صاحب رحمہ اللہ کے سفر افریقہ کے وقت جامعہ کے مہتمم بھی رہے۔ ۱۲/ ذی الحجہ: ۱۳۹۲ھ، مطابق: ۳/ فروری: ۱۹۷۳ء بروز شنبہ ایک سوتین (۱۰۳) سال کی عمر میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔

### مولانا حافظ ابراہیم صاحب کفلیتیوی رحمہ اللہ

آپ ایک مجذوب قسم کے آدمی تھے۔ طبیعت میں خاموشی تھی۔ مدرسہ عبدالرب سے ۱۳۲۲ھ میں فراغت حاصل کی۔ مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی اور مولانا محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ علمی استعداد بہت اعلیٰ تھی۔ ایک مرتبہ ڈابھیل میں ایک حادثہ کی وجہ سے کچھ طلبہ مدرسہ سے علیحدہ ہو کر کفلیتیہ آئے، جس میں لاچپور کے مولانا عبد السلام صاحب صوفی رحمہ اللہ بھی شامل تھے۔ طلبہ کی اس جماعت نے مولانا سے استفادہ کی درخواست کی، مولانا نے ان طلبہ کو ”ہدایہ کنز“ شرح وقایہ اور ”مشکوٰۃ شریف“ جیسی اہم کتابیں بغیر مطالعہ کے پڑھائیں۔ آپ بڑی صلاحیتوں اور خوبیوں کے مالک تھے۔ کفلیتیہ میں تقریباً: ۵۰ سال تک تدریسی خدمت انجام دی۔ ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۹۳۷ء میں وفات پائی۔ کفلیتیہ میں آسودہ خواب ہیں۔

۱..... بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو زیادہ نفع پہنچائے۔ (فیض القدیر ص ۶۲۰ ج ۳، حدیث نمبر: ۴۰۴۴)

### مولانا محمد ابن یوسف لاجپوری رحمہ اللہ

آپ نبیرہ عارف باللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ، مدرسہ عبدالرب کے فاضل، مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کے اخلاص رفیق، حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ جید عالم دین اردو فارسی کے بے مثل شاعر ”ظہیر“، تخلص تھا۔ فراغت کے بعد ”مدرسہ اسلامیہ لاجپور“ پھر ”جامعہ اسلامیہ ڈابھیل“ میں تدریسی خدمات انجام دیں، بعد ازاں ”مدرسہ صوفیہ سورت“ میں تدریسی اور انتظامی خدمت میں زندگی کے آخری سانس تک مصروف رہے۔ ”باغ عارف“ نامی کتاب کے مرتب تھے۔ حضرت شاہ محمد شیرپلی بھیتی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے۔ ۸ شعبان ۱۳۵۶ھ مطابق: ۱۹۳۷ء شب جمعہ سورت میں انتقال فرمایا۔ مولانا علی محمد صاحب تراجمی رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ لاجپور میں آسودہ خواب ہیں اے۔

فخر عالم، فخر زاہد نیز فخر لاجپور حسرتاوا حسرتا شد فخر دیوان را وصال

### مولانا سید محمد عمر لاجپوری

مولانا سید محمد عمر لاجپوری رحمہ اللہ کے حالات نہ مل سکے۔ آپ کی وفات: ۱۳۷۰ھ مطابق: ۱۹۵۱ء رنگون (برما) میں ہوئی۔

۱..... مولانا کے حالات پر اقم نے ایک مفصل مضمون لکھا ہے، جو درج ذیل رسائل میں شائع ہو چکا ہے ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“، رجب ۱۴۱۵ھ مطابق جنوری ۱۹۹۵ء۔ ماہنامہ ”ندائے شاہی“، ذی قعدہ ۱۴۱۵ھ مطابق اپریل ۱۹۹۵ء۔ ماہنامہ ”اذان بلال“، ذی الحجۃ تا صفر ۱۴۱۷ھ مطابق اپریل تا جون ۱۹۹۷ء۔ ماہنامہ ”ہدایت“، جے پور، جون جولائی ۱۹۹۵ء اور اس مضمون کا گجراتی ترجمہ بھی ماہنامہ ”الاصلاح“، رنج الاول ۱۴۱۶ھ مطابق اگست ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا ہے۔

نوٹ:..... اس مضمون کے لئے دیکھیے! ”ذکر صالحین“، ص ۲۹۱ ج ۳۔

## مولانا سید عبدالحئی صاحب قاضی لاچپوری رحمہ اللہ

لاچپور جامع مسجد کے امام، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ کے خسر تھے۔ جید عالم دین تھے۔ تعلیم و تعلم کا خدا داد ملکہ حاصل تھا۔ گلاں ضلع سورت کے مدرسہ میں صدر مدرس تھے۔ بدعت کے مٹانے میں قابل رشک کوشش کی، مارکھانے تک کی نوبت آئی، لہولہان ہوئے۔ نو ساری میں مولانا عبدالکریم صاحب (والد ماجد حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب) کے ساتھ ملکر ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی، جس میں اردو فارسی اور ابتدائی عربی کی تعلیم میں مشغول رہے۔ ایک عرصہ تک افریقہ کے شہر ڈربن میں درس و تدریس و افتاء کی خدمات انجام دیں۔ دورانِ نبی ضرب المثل تھی۔ طبیعت میں سنجیدہ گی تھی۔ ۵/ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق: ۱۱/ اگست ۱۹۵۰ء میں وفات پائی۔ نماز جنازہ حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب نے پڑھائی۔ لاچپور کے قدیم قبرستان میں مدفون ہیں، رحمہ اللہ۔

## مولانا حافظ جمال الدین پنجابی رحمہ اللہ

یہ قصور ضلع لاہور کے مدرسہ میں مدرس تھے۔ مزید حالات نہ مل سکے۔

## مولانا اللہ بخش صاحب پنجابی رحمہ اللہ

بہترین مقرر و خطیب تھے۔ آپ کے مواعظ سے بہت لوگوں کی اصلاح ہوئی۔ بعض جگہ لوگ درخت کی پوجا کرتے تھے، الحمد للہ آپ کے بیان سے انہیں توبہ کی توفیق نصیب ہوئی۔

## مولانا عبدالرزاق صاحب سنبھلی رحمہ اللہ

یہ ضلع مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ فراغت کے بعد حکمت پڑھی اور مطب کا مشغلہ رہا۔

مولانا محمد عمر سندھی رحمہ اللہ

مولانا بہت صالح اور متقی تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے ہی نیکی اور بزرگی میں مشہور تھے۔ ایک مرتبہ انہوں نے خواب دیکھا کہ آپ ﷺ اور خلفائے راشدین مدرسہ عبد الرب میں تشریف لائے ہیں۔

مولانا محمد شفیق صاحب رحمہ اللہ

موصوف بھی بڑے نیک اور متقی لوگوں میں سے تھے۔ دوحہ ضلع پنج محل کے رہنے والے تھے۔ فراغت کے بعد علاقہ میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے۔

مولانا محمد عمر پنجابی رحمہ اللہ

آپ شہوت والی مسجد واقع دہلی میں مدرس تھے۔

مولانا محمد سلطان صاحب رحمہ اللہ

ہندوراؤ کے باڑہ میں مدرسہ حافظ محمد صدیق صاحب میں ایک عرصہ تک مدرس رہیں۔  
نوٹ:..... بقیہ رفقاء درس کے حالات نہ مل سکے۔ مرغوب احمد

اساتذہٗ باکمال

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو جن باکمال اساتذہ سے اکتساب فیض کا موقع ملا ان کا مختصر تذکرہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ بھی سوانح نگاری کے ابواب میں سے ایک اہم باب ہے۔ آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱)..... حضرت مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی۔

(۲)..... حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی۔

- (۳)..... حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی۔  
 (۴)..... حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب دیوبندی۔  
 (۵)..... حضرت مولانا صوفی سلیمان صاحب لاچپوری۔  
 (۶)..... حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاچپوری۔  
 (۷)..... حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب دیوبندی۔  
 (۸)..... حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی۔  
 (۹)..... حضرت علامہ شیخ حسین صاحب یمنی۔  
 (۱۰)..... جناب حافظ احمد صاحب لاچپوری۔  
 (۱۱)..... جناب حافظ محمد فاضل صاحب سورتی۔

### (۱)..... حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ

مدرسہ عبدالرب دہلی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث تھے۔ حضرت مولانا احمد علی صاحب سہارنپوری اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت نانوتوی سے فتائیت کا تعلق تھا، ہر وارد و صادر سے فرماتے: ”قاسمی بن جاؤ محروم نہیں رہو گے“۔ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارن پور، مدرسہ شاہی مراد آباد، میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ طلبہ سے انتہاء درجہ کی شفقت و محبت فرماتے۔ عشق نبوی میں شرسار تھے۔ قصیدہ بردہ کے اشعار سن کر اس قدر روتے کہ تکلم مشکل ہو جاتا۔ طبیعت میں بے تکلفی، سادگی و سنجیدگی تھی۔ مہمان نوازی میں اسوۂ ابراہیمی کا نمونہ تھے۔ زہد و قناعت اور تقویٰ و طہارت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آخری سانس تک جماعت کی نماز اور صرف اولیٰ ترک نہیں ہوئی۔ فالج کی بیماری نے نقل و حرکت سے معذور کر دیا اس حالت میں بھی خدام اٹھا کر صرف اولیٰ میں

رکھ دیتے تھے اور آپ بیٹھ کر امام کی اقتداء میں نماز ادا فرماتے۔ حضرت تھانوی فرماتے ہیں کہ: آپ کے پاس بیٹھنے سے خاص کیفیت معلوم ہوتی ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی مفتی اعظم ہند مولانا کفایت اللہ صاحب، حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، حضرت مولانا حسین احمد مدنی، حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری، مولانا فخر الدین گنگوہی، مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی جیسے تلامذہ یادگار چھوڑیں۔ حضرت نانوتوی کے حکم سے رد آریہ پر ایک رسالہ ”جواب ترکی بہ ترکی“ جو اپنے موضوع پر سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے تصنیف فرمایا۔ درس حدیث کا مشغلہ اخیر عمر تک جاری رہا۔ بوجہ مرض جب حرکت سے معذور ہو گئے چار پائی پر گاؤ تکیہ کے سہارے تشریف فرما ہو کر درس دیتے۔ ۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۸ء کو دہلی کے مدرسہ عبدالرب میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کے مقبرہ میں آسودہ خواب ہیں رحمہ اللہ۔

راقم الحروف نے حضرت کے حالات ”تذکرہ عبدالعلی“ کے نام سے مرتب کئے ہیں، جو چھپ چکے ہیں، مزید معلومات کے لئے اس کا مطالعہ فرمائیں۔ (ذکر صالحین ص ۲۲ ج ۲)

(۲)..... حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی رحمہ اللہ

آپ حضرت شیخ الہند کے چچا زاد بھتیجے اور داماد ہیں۔ دارالعلوم دیوبند کی مجلس شوریٰ کے رکن تھے۔ مدرسہ عبدالرب دہلی کے صدر مدرس و شیخ الحدیث تھے۔ مولانا عبدالعلی صاحب کے زمانے میں اکثر ”ترمدی شریف“ و ”ابوداؤد شریف“ کے اسباق آپ ہی سے متعلق رہتے تھے۔ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب کی وفات کے بعد شیخ الحدیث بنائے گئے۔ عمر طویل پائی۔ ۹۲ سال کی عمر میں ۱۷ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۰ھ مطابق ۱۹۶۰ء بروز دوشنبہ دیوبند میں وفات پائی، رحمہ اللہ۔

## (۳)..... حضرت مولانا غلام رسول صاحب ہزاروی رحمہ اللہ

صوبہ سرحد کے رہنے والے تھے۔ علوم عقلیہ منطق و فلسفہ میں کمال رکھتے تھے۔ دارالعلوم کے کبار اساتذہ میں تھے۔ بہت شفیق، نرم دل، سنت کے متبع اور قناعت پسند تھے۔ بائیس سال تک دیوبند میں مدرس رہے۔ علامہ عثمانی، علامہ انور شاہ کشمیری، مولانا احمد بزرگ جیسے تلامذہ چھوڑے۔ دارالعلوم کے قدیم اساتذہ میں سے تھے۔ شباب سے شیب تک کا زمانہ دارالعلوم دیوبند میں صرف کر دیا، بلکہ لحد بھی دیوبند میں تلاش کی۔ عجیب و غریب مزاج اور سادہ لوح عالم تھے۔ تلامذہ سے نہایت بے تکلفی سے ملتے۔ طلبہ کہتے کہ آپ عربی و فارسی میں تقریر نہیں کرتے آپ کے شاگرد حضرت کشمیری تو عربی و فارسی میں تقریر کرتے ہیں، اس پر مرحوم کی عربی و فارسی میں تقریر شروع ہو جاتی۔ فرماتے: کئی زبانوں کا ماہر ہوں، جس میں اردو بھی شامل ہے۔ مفتی محمود صاحب نے عرض کیا: آپ اردو جانتے ہوں ”تو کر یلا اور نیم چڑھا“ کا مطلب بتلائیے! کچھ خاموشی کے بعد فرمایا: ”اور“ حرف عطف نے کام خراب کر دیا، ورنہ بات صاف تھی کر یلا نیم پر چڑھ گیا۔ اس سادگی سے طلبہ اور ذمہ داران مدرسہ خوب لطف لیتے۔ جامع العلوم تھے۔ جیب میں ایک پرچی رکھتے جس پر اپنے تلامذہ سے ایصال ثواب کی مقدار متعین کرا کر دستخط لے لیا کرتے۔ صحت تک کوئی نماز بغیر جماعت نہیں ادا کی۔ ۱۸ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ کو قبل از طلوع صبح صادق وفات پائی،

## (۴)..... حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب رحمہ اللہ

آپ حضرت نانوتوی کے فرزند رشید ہیں۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمد یعقوب صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ دورہ حدیث گنگوہ پہنچ کر حضرت گنگوہی کے حلقہ درس میں پورا کیا۔ علمی صلاحیت بہت عمدہ تھی۔ انتظامی خداداد صلاحیتیں ضرب المثل تھیں۔ آپ

کے دور اہتمام میں دارالعلوم نے عظیم ترقی کی۔ آپ نے: ۳۵ سال دارالعلوم میں خدمات انجام دیں۔ ابتدائی دس سال تدریس میں اور: ۳۵ سال اہتمام کے فرائض انجام دیئے۔ درس و تدریس کا جو مشغلہ شروع سے قائم ہوا تھا زمانہ اہتمام میں بھی بند نہ ہوا۔ ”مسلم شریف، مشکوٰۃ شریف، جلالین شریف، مختصر المعانی“ وغیرہ کتابیں نہایت اہتمام اور شوق سے پڑھاتے۔ تقریر نہایت صاف اور علمی معلومات سے پُر ہوتی۔ اپنے والد ماجد کے خاص علوم و مضامین پر کافی عبور تھا۔ برطانوی حکومت کی طرف سے آپ کو ”شمس العلماء“ کا خطاب ملا، مگر دارالعلوم کے حریت پسندانہ مسلک کی بنا پر اسے واپس کر دیا۔ نظام دکن نے موصوف کو ریاست حیدرآباد میں مفتی اعظم کے عہدہ پر مقرر کیا۔ حکومت آصفیہ کے اس بڑے دینی منصب پر تقریباً تین سال فائز رہے۔ حیدرآباد دکن سے دیوبند تشریف لاتے ہوئے ریل میں وفات پائی اور ”من مات فی السفر فهو شہید“ میں داخل ہو گئے۔ یہ واقعہ: ۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ کا ہے۔ نظام حیدرآباد کی خصوصی فرمائش پر ”حطہ صالحین“ (حیدرآباد دکن کے مشہور قبرستان) میں دفن ہوئے۔

### (۵)..... حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ

آپ ولی کامل، عارف باللہ، صاحب کرامات بزرگوں میں سے تھے۔ لاجپور میں ولادت ہوئی۔ ناظرہ و حفظ اور ابتدائی تعلیم اپنے والد حافظ احمد صاحب سے پائی۔ فارسی و عربی کی تعلیم ریاست سچین کے قاضی حضرت شیخ فقیر اللہ صاحب سے حاصل کی۔ بچپن ہی سے یاد الہی کا شوق تھا۔ اذکار و اشغال اور مجاہدہ مراقبہ کا اعلیٰ مقام نصیب ہوا تھا۔ آپ کو مولانا شاہ نظام الدین صاحب (خلیفہ مولانا جان محمد صاحب مفتی مکہ مکرمہ و شیخ حرم) سے چاروں سلسلوں میں اجازت و خلافت حاصل تھی۔ ان کے علاوہ حاجی وارث علی شاہ اور



مولانا فضل رحمن گنج مراد آبادی سے بھی خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی ذات لوگوں کی لئے چشمہ ہدایت تھی۔ لوگوں کی اصلاح، امر بالمعروف، نہی عن المنکر، آپ کی زندگی کا واحد مقصد تھا۔ آپ اور مولانا لیاقت علی صاحب کی مساعی سے جناب ابراہیم صاحب نواب سچین کے دور میں خلافت راشدہ کا ایک چھوٹا سا نمونہ قائم ہو گیا تھا۔ آپ نے جنگ آزادی ۱۸۵۷ء میں قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں، چھ ماہ سورت کے قلعہ میں قید رہے۔ یہ خلوت معارف و تقرب کے حصول کا باعث بنی۔ سفر حج میں حدود حرم شروع ہوتے ہی پایادہ ہو گئے۔ دارفقی کا یہ عالم تھا کہ بیت اللہ شریف پر نگاہ پڑتے ہی حواس باختہ ہو گئے اور تمام شب ایک ہی جگہ بیٹھے رہ گئے، صبح کو رفقاء کی مدد سے طواف کیا۔ ۲۰ جمادی الاولیٰ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۴ء بروز چہار شنبہ سورت میں وفات پائی۔

### (۶)..... علامہ شیخ حسین صاحب یمنی رحمہ اللہ

شیخ یمنی سے متعلق مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی رقمطراز ہیں:

”شیخ حسین ابن محمد محسن انصاری حُدیہ یمن سے بھوپال آئے۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب سے حجاز کے سفر میں موصوف کی ملاقات ہوئی، وہ ان کے علوئے اسناد غیر معمولی حافظہ، علوم حدیث پر ان کی غیر معمولی قدرت اور ان کا تبحر علمی دیکھ کر ان کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ خود ان سے سند بھی لی اور ان کو بھوپال تشریف لانے کی دعوت بھی دی۔ ۱۸۷۹ء میں بھوپال تشریف لائے اور وہیں رہ پڑے۔“

شیخ حسین فن حدیث کے امام اور قدیم محدثین (جن کی قوت حفظ اور وسعت نظر کے واقعات قدیم تذکروں میں منقول اور اس دور کے لوگوں کے لئے سرمایہ استعجاب ہیں) کی زندہ یادگار اور بولتی چالتی تصویر تھے۔ میں نے اپنے استاذ مولانا حیدر حسن خاں صاحب شیخ

الحديث ندوة العلماء سے جوان کے شاگرد تھے خود سنا ہے کہ ”فتح الباری“ (شرح بخاری) کی تیرہ جلدیں تقریباً ان کو حفظ اور مستحضر تھیں۔

ان کی سند حدیث نہایت عالی اور قلیل الوسائط تھی جو علماء حدیث کے یہاں ایک درجہ افتخار اور امتیاز سمجھی جاتی ہے۔ وہ ”نیل الاوطار“ کے شہرہ آفاق مصنف، مجتہد یمن علامہ احمد بن محمد علی الشوکانی (متوفی ۱۲۵۰ھ) کے صاحبزادے علامہ احمد بن محمد علی الشوکانی اور دوسرے جلیل القدر علماء یمن کے شاگرد تھے۔

ہندوستان میں ان کی درس حدیث میں بڑی برکت اور ان کو ایسی مرجعیت حاصل ہوئی جو ایک دو علماء راسخین کو چھوڑ کر کسی کو حاصل نہیں ہوئی۔ بڑے بڑے اساتذہ فن اور مشاہیر علماء نے جو خود صاحب درس و تصنیف تھے اور جن کے تلامذہ کا حلقہ بہت وسیع تھا ان کے تلمذ کو باعث فخر سمجھا۔ تلامذہ میں نواب صدیق حسن خاں صاحب، مولانا محمد شبیر سہسوانی، مولانا شمس الحق ڈیالوی (صاحب غایت المقصود و دعون المعبود) حافظ عبد اللہ غازی پوری، مولانا عبد العزیز رحیم آبادی، مولانا محمد طیب مکی، مولانا محمود حسن خاں ٹوکی (صاحب معجم المصنفین) مولانا حیدر حسن خاں ٹوکی، نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمن خاں شیروانی اور والد ماجد حکیم سید عبدالحی سابق ناظم ندوة العلماء ہیں۔ شیخ حسین کے قیام نے بھوپال کو دار الحدیث اور شیراز و یمن کا ہمسر بنا دیا تھا۔ تقریباً ثلث صدی سے زائد موتی مسجد جو اس چھوٹے سے شہر میں جامع از ہر سے آنکھیں ملاتی تھی ”قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ کی صدا گونجتی رہی اور نہ صرف بھوپال بلکہ ہندوستان کی فضا کو اس نغمہ غمغیری سے معطر و منور کرتی رہی۔ ۱۳۲۷ھ میں اس امام حدیث نے دنیا سے رحلت کی۔ (پرانے چراغ ص ۲۱۱ ج ۱)

## (۷)..... حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

گجرات کے متبحر عالم، ذکی، طباع، اور تیز فہم علماء میں سے تھے۔ معقولات و منقولات میں کامل دستگاہ رکھتے تھے۔ مولانا سلطان احمد صاحب پنجابی (تلمیذ قاسم العلوم) مولانا محمد الحق صاحب (تلمیذ مولانا عبدالحق خیر آبادی) اور مولانا رحیم بخش دہلوی سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ لاچپور کی تجدید فرمائی۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ ایک نئی روشنی کے شیدائی کی اس بات پر کہ: عربی میں علوم ہی کیا ہیں؟ ”ذخیرۃ العلوم“ تصنیف فرمائی، جس میں (۱۱۹) علوم و فنون کا تعارف کرایا اور ہر فن کی مشہور تصنیفات کی نشاندہی کی، اگر یہ کتاب مکمل ہو جاتی تو اردو تالیفات میں اپنے موضوع پر منفرد کتاب ہوتی تاہم یہ ناتمام تصنیف بھی اپنی آغوش میں بہت کچھ لئے ہوئے ہے۔ مولانا کی کئی ناتمام تصنیفات ابھی پوری نہ ہونے پائیں تھیں کہ حیات مستعار کا مختصر پیمانہ لبریز ہو گیا اور: ۷/ شعبان: ۱۳۲۷ھ مطابق: ۱۹۰۹ء میں بعمر: ۳۳ سال وفات پائی۔

(ذکر صالحین ص ۳۴۲ ج ۲۔ اور ص ۵ ج ۵)

## (۸)..... مولانا حکیم محمد حسن صاحب رحمہ اللہ

آپ حضرت شیخ الہند کے چھوٹے بھائی تھے۔ حضرت لنگوہی سے شرف تلمذ حاصل تھا، طبیعت میں غصہ تھا۔ گھوڑے کی سواری اور شکار کا شوق بے حد تھا۔ ایک مرتبہ گھوڑی سے گر گئے، ٹانگ ٹوٹ گئی، بڑی مشکل سے صحت یاب ہوئے اور چلنے کے قابل ہوئے۔ محلہ کی مسجد میں طلبہ کو بلا کر اسباق پڑھاتے۔ روزانہ سبق کا ہونا ان کے یہاں مشکل تھا، کبھی ہفتہ بھر سبق ہوتا تو اس ہفتہ کی خوش قسمتی تھی۔ دوران سبق حواشی پر پوری نظر رہتی۔ اساتذہ دارالعلوم میں بڑی عمر کے پھر حضرت شیخ الہند کے برادر عزیز، مزید برآں مولانا ذوالفقار علی

صاحب یکے از بنیان دارالعلوم دیوبند کے صاحبزادے تھے، اس لئے سب ہی احترام کی نگاہ سے دیکھتے۔ طب دہلی میں حکیم عبدالمجید خاں مرحوم سے پڑھی تھی، اس فن میں مہارت رکھتے تھے۔ طلبہ نسخہ لکھواتے جس کے نسخے پر سفارشی نوٹ ہوتا اس کا پیسہ مدرسہ ادا کر دیتا۔ طلبہ سے بہت ہمدردی فرماتے۔ ٹانگ ٹوٹنے سے پہلے مدرسہ بھی آتے۔ دیوبند ہی میں انتقال فرمایا۔ ع

حق مغفرت کرے عجب آزاد مرد تھے

(۹)..... حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ آپ تجوید کی مشہور و معروف کتاب ”فوائد مکیہ“ کے مصنف ہیں۔ علم قراءت و تجوید اپنے برادر محترم قاری عبداللہ صاحب سے مدرسہ صولتہ مکہ معظمہ میں حاصل کیا۔ ہندوستان آکر کانپور میں مولانا احمد حسن کانپوری کے مدرسہ میں درس نظامی کی تکمیل فرمائی، اور اسی مدرسہ میں کئی سال تک مدرس رہے۔ آپ کے تلامذہ کی بڑی جماعت نے دیوبند، سہارنپور، لکھنؤ وغیرہ میں درس و تدریس کا مشغلہ رکھا۔ پھر الہ آباد کے مدرسہ ”احیاء العلوم“ میں ساہا سال تدریسی خدمت انجام دی۔ یہ مدرسہ آپ کی برکت سے علم قراءت کا مرکز بنا رہا۔ اراکین مدرسہ صولتہ کے اصرار پر وہاں سکونت اختیار کرنی چاہی مگر خواب میں نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، فرمایا: ”عبدالرحمن! تم ہندوستان ہی میں رہو، ہم کو تم سے بہت کام لینا ہے“ لہذا واپس تشریف لائے۔ ایک طویل عرصہ تک نسخہ کیما گر کی خدمت کی اور کامیابی کے کچھ آثار بھی پیدا ہوئے مگر آپ ﷺ کی زیارت منامی ہوئی کہ پیر مہر علی گلوڑوی صاحب آپ کی خدمت میں ہیں، اور سامنے سونے چاندی کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں اور آپ ﷺ پیر صاحب سے مخاطب ہو کر ارشاد فرماتے ہیں: ”عبدالرحمن سے کہدو

اگر سونے چاندی کی ضرورت ہے تو یہ موجود ہے، مگر میری شفاعت کی امید نہ رکھئے۔ اس خواب کی بعد کیمیا کا خیال دل سے نکل گیا۔ پیر مہر علی صاحب سے بیعت تھے۔ اخیر میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ میں دو سال قیام فرمایا اور وہیں: ۱۳۴۱ھ میں وفات پائی۔ ”فوائد مکیہ“ کے علاوہ علامہ شاطبی کے قصیدہ کی نہایت نفیس اور محققانہ شرح ”افضل الدرر“ اور ”خلاصۃ البیان“ علمی یادگار ہے۔

(انتہی تذکرہ اساتذہ)

### تدریس اور تلامذہ

حضرت مفتی صاحب نے تدریسی خدمت صرف رنگون میں انجام دی۔ ۱۹۱۵ء میں آپ رنگون تشریف لے گئے وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ میں تقریباً چار سال تک تدریسی مشغلہ رہا۔ درجات علیا کی کتب کے علاوہ چند مہینے ”بخاری شریف“ کا درس بھی دیا۔ مولانا سے جن حضرات کو شرف تلمذ حاصل ہوا، ان میں حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم تاملوئے حضرت مولانا نور اللہ صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم تاملوئے حضرت مولانا مفتی سعادت حسین صاحب بنگالی بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ تلامذہ کا مختصر تذکرہ درج ذیل ہے:

### حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب رحمہ اللہ

آپ رنگون برما کے صف اول کے علماء میں سے تھے۔ ۱۳۵۲ء میں مظاہر علوم سہارنپور سے فارغ ہوئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب کامل پوری وغیرہ اساتذہ سے اکتساب فیض کیا۔ فراغت کے بعد مظاہر علوم میں افتاء کی مشق بھی کی۔ تکمیل علوم کے بعد برما کے ”مدرسہ

اشرف العلوم“ میں درس دیا، پھر: ۱۹۴۷ء ”دارالعلوم تاملوے“ رنگون میں تشریف لے آئے اور ناظم اعلیٰ و شیخ الحدیث کے منصب جلیلہ پر فائز رہ کر اخیر سانس تک خدمت انجام دی۔ دیگر کتب احادیث کے ساتھ ساتھ ”بخاری شریف“ کی تدریس کا بھی کئی سال موقع ملا۔ ”دوبنی“ اور ”بشیر الدراری لمن یطالع البخاری“ جیسی تصنیف مولانا کی علمی یادگار ہیں۔ ۲۸ جمادی الاولیٰ ۱۴۰۴ھ: ۱۸ مارچ ۱۹۸۴ء شب جمعرات کو وصال ہوا۔

### حضرت مولانا مفتی محمد نور اللہ صاحب رحمہ اللہ

موصوف مولانا بشیر اللہ صاحب کے برادر حقیقی ہیں۔ تکمیل حفظ کے بعد مکمل تعلیم مظاہر علوم سہارنپور میں حاصل کی۔ غالباً مولانا بشیر اللہ صاحب کی وفات کے بعد دارالعلوم کے شیخ الحدیث بنائے گئے۔ صاحب علم، متواضع، ملنسار و متعدد صفات کے حامل ہیں۔ نصف صدی سے زائد حدیث و تفسیر کی تدریسی خدمت انجام دی۔ اسباق کی پابندی ضرب المثل تھی۔ سفر کے علاوہ: ۵۰ رسال کی طویل مدت میں نہ غیر حاضری کی، نہ رخصت لی، نہ کبھی تاخیر سے پہنچنے نہ تعلیمی اوقات میں بات چیت کی۔

### حضرت مولانا مفتی سعادت حسین صاحب رحمہ اللہ

برما کے مشہور عالم و سن رسیدہ بزرگوں میں سے تھے۔ آپ کے فتویٰ پر لوگوں کو کامل اعتماد تھا۔ ۹۰ رسال کی عمر میں: ۱۸ ذی الحجہ: ۱۴۱۰ھ، مطابق: ۲۵ جون: ۱۹۹۰ء میں وفات ہوئی، رحمہ اللہ۔

## دوسرا باب

### اوصاف و کمالات

#### مولانا کی علمی قابلیت

مفتی صاحب نے پندرہ سترہ سال کا زمانہ طلب علم میں گزارا۔ صاحب صلاحیت رفقاء کی صحبت اور جامع العلوم و باکمال اساتذہ کی توجہ و محنت اور اپنی کوشش و ذہانت نے مولانا میں بھی علمی قابلیت پیدا کر دی۔ استعداد بہت عمدہ تھی۔ طالب علمی ہی کے زمانہ سے تقریر کی مشق بھی ہو گئی تھی، یہی وجہ ہے کہ سالانہ جلسہ میں اہل مدرسہ نے آپ کو تقریر کا موقع دیا، اور مدرسہ کی اس سال کی روداد میں مولانا کا تعارف ان الفاظ سے لکھا:

”مولوی مرغوب احمد سورتی: یہ فہمیدہ شخص ہیں، لاچپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں، اور وعظ بہت اچھا کہتے ہیں اور علمی لیاقت بھی بہت اچھی ہے، امید کہ لاچپور میں مدرس ہو جاویں۔ مستعد اور نہایت لائق شخص ہیں۔“

(روئیداد مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی، بابت ۱۳۲۳ھ)

مولانا سید ازہر شاہ قیصر کشمیری رقمطراز ہیں:

”دینی علوم میں آپ کی بڑی اچھی دستگاہ تھی، خصوصاً حدیث و فقہ میں آپ کی استعداد مسلم تھی۔“ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند بابت اگست ۱۹۶۲ء)

مولانا کی علمی صلاحیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ ہندوستان کے نامور شیخ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی کو کسی خاص علمی کام کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی،

حضرت شاہ صاحب نے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب کے مشورے سے مولانا مرغوب احمد صاحب کو طلب فرمایا، چنانچہ آپ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مفوضہ خدمت انجام دی اور خوب دعائیں لیں، مولانا خود اس واقعہ کو تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت زبدۃ العارفین مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی کو خاص علمی خدمت کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی، حضرت شاہ صاحب نے حضرت الاستاذ (مولانا عبدالعلی صاحب) سے فرمائش کی اور حضرت استاذ کے ارشاد کی بنا پر فقیر کچھ روز کے لئے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتا رہا، چند روز کی حاضری میں حضرت شاہ صاحب فقیر سے بہت خوش رہے، اور بہت دعائیں دیتے رہے، قدس اللہ سرہ۔“

راقم الحروف کے نانا مولانا ابراہیم صاحب ڈایالا جبوری نے مجھ سے بیان فرمایا کہ سن! تیرے دادا کس پایہ کے عالم تھے، ایک مرتبہ مفتی گجرات حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب ڈابھیلی نے مجھ سے پوچھا کہ مولوی ابراہیم! تمہارے ماموں (مفتی مرغوب احمد صاحب) کو پہچانتے ہو؟ میں نے کہا: ہاں بڑے عالم ہیں، اس پر فرمایا: ”تم کچھ نہیں جانتے، میں ”التوضیح والتلویح“ (اصول فقہ کی مشہور کتاب ہے) کو سمجھ نہ سکا، پھر رنگون میں مولانا مرغوب احمد صاحب سے پڑھی، تب سمجھ میں آئی، عجیب صاحب علم آدمی تھے۔“

مفتی گجرات کی شہادت سے مولانا کی علمی قابلیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

### فقہی حذاقت

دینی مناصب میں افتاء کا مقام بلند، اہم اور اعلیٰ ہے۔ تفسیر و حدیث اور فقہ پر پوری مہارت، مطالعہ میں وسعت کے ساتھ ساتھ کچھ نہ کچھ درجہ میں شان اجتہاد کی بھی ضرورت ہے، چونکہ سوال کی نوعیت کے ساتھ سائل کی منشاء پر بھی نظر رکھنی پڑتی ہے، پھر عامۃً



اصحاب فتویٰ کی طرف رجوع کی ضرورت اس وقت پڑتی ہے جب کسی مسئلہ میں المجتہد پیش آجائے، اس لئے منصب افتاء کی نزاکت زیادہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو گونا گوں خصوصیات سے نوازا تھا، اس میں ایک خصوصیت تفقہ فی الدین بھی تھی، جس کے شاہد آپ کے وہ فتاویٰ ہیں جو آپ نے رنگون میں خدمت دارالافتاء کے موقع پر تحریر فرمائے۔

مولانا ازہر شاہ قیصر نے لکھا ہے کہ:

”دینی علوم میں آپ کی بڑی اچھی دستگاہ تھی، خصوصاً حدیث و فقہ میں آپ کی استعداد مسلم تھی“۔

فقہ عصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری نور اللہ مرقدہ وسیع النظر عالم باعمل تھے، قرآن کریم و حدیث و فقہ پر بڑی گہری نظر تھی۔ آپ کے فتاویٰ مدلل و فقہی بصیرت کے حامل ہوتے تھے“۔

### مفتی اعظم برما کے عہدہ پر

حضرت مولانا ابراہیم صاحب راندیری (جو مفتی صاحب کے مخلص دوست اور مولانا کی علمی قابلیت سے واقف تھے) نے آپ کو رنگون کی دعوت دی۔ دراصل مولانا ابراہیم صاحب راندیری کے قلب میں یہ داعیہ پیدا ہوا کہ رنگون میں علماء و فضلاء کو جمع کیا جائے، اور علمی و دینی خدمات کی جائیں، اس تحریک کی ابتداء آپ نے مفتی صاحب سے کی، چنانچہ ۱۹۱۵ء میں آپ کو رنگون بلوالیا، اور مرحوم عارف ابراہیم معلم صاحب اور ان کے مرحوم بزرگوں کے اوقاف سے مغل اسٹریٹ کے ایک مکان میں ”مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ“ کے

نام سے ایک عربی مدرسہ کا افتتاح کرایا، اور بطور مدرس اول مفتی صاحب کا تقرر کیا، ساتھ ہی ساتھ مدرسہ میں مقامی و بیرونی ضرورت کا لحاظ کرتے ہوئے ایک شعبہ افتاء کا قیام بھی عمل میں آیا اور فتویٰ نویسی کی خدمت بھی مولانا کے ذمہ رہی۔ اس طرح رنگون (برما) کے گویا سب سے پہلے مفتی ہونے کا شرف اللہ تعالیٰ نے آپ کو بخشا، گرچہ آپ سے پہلے علماء کرام (مثلاً مولانا عبدالحی صاحب کفلیتوی) اپنے طور پر افتاء کی خدمت انجام دیتے تھے، مگر باقاعدہ دارالافتاء کا قیام اور بحیثیت مفتی کے سب سے پہلے خدمت کا موقع آپ ہی کو نصیب ہوا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

مدرسہ میں درس و تدریس اور فتویٰ نویسی کا سلسلہ جاری تھا، مگر پورے ملک کو سامنے رکھ کر اس بات کی ضرورت تھی کہ ایک مستقل ”دارالافتاء“ قائم کیا جائے، چنانچہ: ۱۹۱۸ء میں سورتی جامع مسجد میں دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا۔ اس میں مختلف حضرات نے فتویٰ نویسی کی خدمت انجام دی۔ (اس کی تفصیل اور حضرات مفتیان کرام کے نام وغیرہ کو میں نے ”مرغوب الفتاویٰ“ جلد اول کے مقدمہ میں لکھ دیا ہے) ۱۹۳۶ء میں آپ باقاعدہ دارالافتاء کے ”صدر مفتی“ بنائے گئے، اور مفتی اعظم برما کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے اور ۱۹۴۱ء کی جنگ جاپان تک اس عہدے پر فائز رہے۔ حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

اہل برما کی دعوت پر آپ رنگون تشریف لے گئے اور ایک مدرسہ میں تعلیم و افتاء کی خدمت انجام دی، اور اس کے بعد رنگون کی مشہور سورتی جامع مسجد میں فتویٰ نویسی کی خدمت بڑی خوش اسلوبی سے انجام دی۔ اہل برما کو آپ کی ذات ستودہ صفات سے بڑا

فیض پہنچا۔ (مرغوب الفتاویٰ ص ۲۹ ج ۱)

حضرت مفتی صاحب نے اپنے زمانہ قیام رنگون میں نہ جانے کتنے فتاویٰ تحریر فرمائے ہوں گے۔ سورتی جامع مسجد کے فتاویٰ کی نقل ”دارالافتاء“ کے حجرہ میں محفوظ تھی، راقم الحروف کو بڑا اشتیاق تھا کہ جدا مجد کا وہ علمی خزانہ وفقہی ذخیرہ حاصل کروں، پانچ سال تک کوشش و محنت کرتا رہا، دعاء بھی جاری رکھی، اکابر رنگون کے نام خطوط لکھے، بعض اہل تعلق اور مقتدا حضرات سے بھی خطوط لکھوائے، مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی، لیکن ”لا تقنطو من رحمة اللہ“ پر نظر رکھتے ہوئے محنت جاری رکھی، بالآخر: ۱۴۱۳ھ مطابق ۱۹۹۳ء میں حق تعالیٰ نے دعوت و تبلیغ کی نسبت پر برما کا سفر مقدر فرمادیا، الحمد للہ کچھ احباب کی سعی سے دادا جان کے فتاویٰ کی زیارت کی۔ اس وقت قلبی فرحت اور خوشی کی کیفیت تحریر سے باہر ہے۔ ان فتاویٰ کی فوٹو کاپی کرا کے برطانیہ پہنچانے کی تجویز طے ہوئی۔ الحمد للہ کچھ فتاویٰ کے علاوہ تمام مواد راقم کو موصول ہو چکا ہے۔ ان مراحل میں حضرت مولانا مفتی محمود داؤد صاحب مدظلہم مفتی اعظم برما، حضرت مولانا صالح صاحب مدظلہ امیر تبلیغی جماعت برما، اور حافظ محمد صالح مدظلہ خطیب سورتی جامع مسجد رنگون نے خصوصی تعاون فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان حضرات کو بہترین بدلہ عطا فرمائے آمین۔ خصوصاً ان فتاویٰ کی حفاظت و نگرانی میں حافظ محمد صالح مدظلہ کی محنت قابل صد شکر ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو اپنی شایان شان اجر عظیم عطا فرمائے۔

### فتاویٰ کی حفاظت اور حضرت مفتی صاحب کی کرامت

یہ فتاویٰ آج سے تقریباً ساٹھ ستر سال پہلے اس وقت لکھے گئے جب رنگون میں مقیم اہل گجرات کی ایک معتد بہ تعداد اپنی مالداری اور سخاوت و دینی ہمدردی کے باعث جاہ و جلال کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ ۱۹۴۱ء میں جنگ جاپان کا واقعہ پیش آ گیا اور اہل رنگون کی شان

وشوکت ایک دم ختم ہو گئی۔ مساجد و مدارس پر اس کا اثر پڑا، دارالافتاء بھی بند ہو گیا۔ ایک طویل عرصہ کے بعد حافظ محمد صالح صاحب کی نظر ان فتاویٰ کے رجسٹر پر پڑی تو موصوف نے اس کی صفائی کی اور حفاظت سے ایک محفوظ مقام پر رکھ دیا۔ ارباب مسجد نے مسجد کی کچھ مرمت اور رنگ روغن کی ضرورت محسوس کی، اس غرض سے مسجد کی صفائی کے وقت یہ تمام رجسٹر بھی ان پرانے و بوسیدہ اوراق کے ساتھ ڈال دیئے جنہیں جلانے کے لئے رکھا گیا تھا

ع قدر گوہر شاہ داند یا بداند جوہری

مگر اللہ تعالیٰ نے حفاظت فرمائی، حافظ صالح صاحب کسی کام سے اس طرف کو گزرے تو اچانک ان پر نگاہ پڑ گئی، انہوں نے وہاں سے ان قیمتی و علمی ذخیرہ کو اٹھا کر دوبارہ صفائی کر کے حجرہ میں رکھا اور تالا لگا کر محفوظ کر دیا۔ یہ حضرت مفتی صاحب دوسرے ارباب فتویٰ کا اخلاص تھا یا ان کی کرامت کہنے کہ اللہ تعالیٰ نے عجیب طرح حفاظت فرمائی۔

### فتاویٰ کی حفاظت کا اور ایک عجیب واقعہ

اس سے بھی زیادہ تعجب خیز اور ایک واقعہ پڑھئے! راقم الحروف نے تمام فتاویٰ کے رجسٹر کی فوٹو کاپی کرائی اور ڈاک کے حوالے کیا تاکہ اسے برطانیہ بھیجا جاسکے۔ ہمارے ملکوں میں کام کرنے والے مزدوروں سے لے کر آفیسر و منسٹر تک کی خیانت اتنی ظاہر ہے کہ ”عیاں راجہ بیاں“ یہاں بھی یہی صورت حال پیش آئی، پوسٹ آفس سے پتہ نہیں کسی نے رجسٹر کے کئی کاغذات ایک دوکاندار کو معمولی دام میں بیچ دیئے۔ صاحب دوکان کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ اس نے اس بات کو محسوس کیا کہ کاغذات پرانے بھی نہیں اور تحریر کسی عالم کی ہے، چنانچہ وہ ”سورتی جامع مسجد“ میں آیا اور امام صاحب کو تلاش کرنے لگا کسی نے حافظ صالح صاحب سے ملاقات کرادی، موصوف نے آنے کی غرض پوچھی اس پر اس نے

تھیلی سے نکال کر وہ کاغذات دکھائے، حافظ صاحب بھی دیکھ کر حیران، واقعہ پوچھا تب اس نے واقعہ بتلایا اور پوسٹ آفس کے ایک کارکن کی کارگزاری سنائی، الغرض اللہ تعالیٰ نے یہاں بھی حفاظت فرمائی۔

## چند فتاویٰ

### اہانت علماء کا حکم

س:.....عالم اور فقیہ کی اہانت کرنے والے پر شرعاً کیا حکم عائد ہوتا ہے؟  
ج:.....عالم و فقیہ کی اہانت اگر عالم و فقیہ ہونے کی غرض سے ہو تو اس میں اہانت کرنے والے کا ایمان بھی سلامت نہیں رہتا، اور اگر کسی اور حیثیت سے ہو تو اس کا حکم اس حیثیت کی بناء پر مختلف ہوگا، اگر وہ حیثیت اہانت کا مبنی بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو اہانت حرام و موجب فسق ہوگی، واللہ اعلم۔

### متقدمین و متاخرین کی تعریف

س:.....متقدمین کن کو کہتے ہیں اور ان کی حد کہاں تک ہے؟ اور متاخرین کس زمانے کے لوگوں کو کہتے ہیں؟

ج:.....متقدمین اور متاخرین میں حد فاصل تیسری صدی کا شروع ہے، یعنی تیسری صدی کے پہلے کے لوگ متقدمین اور دوسری صدی کے بعد کے لوگ متاخرین کہلاتے ہیں۔

(کذا فی المیزان للذہبی)

فقہاء ان لوگوں کو متقدمین کہتے ہیں جنہوں نے امام اعظم اور صاحبین کا زمانہ پایا اور ان سے فیض حاصل کیا، اور جن لوگوں نے ائمہ ثلاثہ سے فیض نہیں پایا ان کو متاخرین کہتے ہیں۔

## پانچ کلموں کی اصل کیا ہے؟

س:..... پانچوں کلمے جیسے کلمہ طیب، کلمہ شہادت، کلمہ تجید، کلمہ توحید، کلمہ رد کفر، پانچوں کلمے احادیث سے ثابت ہیں؟ اور کیا ان پانچوں کلموں کو پڑھنے کے لئے رسول کریم ﷺ تاکید فرما گئے ہیں۔ یہ پانچوں کلمے اگر احادیث میں نہیں ہیں تو کس کے بنائے ہوئے ہیں؟ اور ان پانچوں کلموں پر مسلمانوں کا کس طرح یقین رکھنا چاہئے؟

ج:..... کلمہ طیب، کلمہ شہادت، کلمہ تجید اور کلمہ توحید کے تمام جملے منتشر طور پر مختلف جگہ قرآن میں وارد ہوئے ہیں۔ اور احادیث صحیحہ میں اگلے چاروں کلموں کی ان ہی صیغوں میں تصریح موجود ہے۔ اور ان کے فضائل میں بہت کثرت سے احادیث موجود ہیں۔ اور کلمہ رد کفر کے قریب قریب تمام صیغے ان ہی الفاظ میں حضور ﷺ کی ادعیات و استعاذات ماثورہ میں منتشر طور پر منقول اور وارد ہیں۔ یہ کسی کے بنائے ہوئے نہیں ہیں، قرآن پاک و احادیث کے الفاظ ہیں۔ ان پانچوں کلموں میں خدا کی توحید و حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا اقرار و شہادت، کلمہ طیبہ و کلمہ شہادت میں ہے، جس پر اعتقاد رکھنے کا نام ایمان و اسلام ہے، بغیر اس کے ایمان ہی صحیح نہیں۔ کلمہ تجید میں خدا کی بزرگی، حمد و کبریائی و عظمت مذکور ہے، جس پر ایک مسلم کا اعتقاد جازم ہے۔ چہارم کلمہ توحید ہے، ہر موجد کا اس پر ایمان ہے، ان کو پڑھنے کی بزرگی اور ثواب و فضائل سے کتب احادیث مملو ہیں۔ پانچ کلمہ میں شرک و کفر سے بیزاری کا اظہار و استعاذہ و استغفار ہے، جو ہر مسلم کا فریضہ ہے۔ غرض ان کلمات کی کہ یہ پہلا، دوسرا، تیسرا وغیرہ یہ حدیث نہیں ہے، اور ان کے اسماء طیبہ شہادت، تجید، توحید، رد کفر یہ سب قرآن و حدیث کے مفاد و مطالب کے عنوان ہیں، جو حق و صحیح ہے، ان کے مطالب و مفہیم پر اعتقاد رکھنا فرض ہے، اور اس کے خلاف اعتقاد رکھنا کفر و شرک

وزندقہ والحاد ہے۔ اعاذنا اللہ منها، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

## جو امام بستی میں پیسہ مانگتا پھرے اس کی امامت

س:.....پیش امام جو مسجد میں نماز پڑھاتے ہیں اور ہر جمعرات کو بستی میں ایک ٹین لے کر پیسہ مانگتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں یا نہیں؟

ج:.....ایسے امام کے پیچھے نماز بلا کراہت جائز و صحیح ہے، لیکن ایسے بے غیرت مصلیوں پر افسوس کرنا چاہئے کہ وہ امام سے ہر جمعرات کو بھیک منگواتے ہیں اور انہیں شرم نہیں آتی، اگر امام کی ضروریات کے اہل جماعت و مصلین کفیل ہو جائیں تو امام کو ایسی ذلت کیوں اختیار کرنی پڑے؟ اس میں صرف امام ہی کی تذلیل نہیں، بلکہ زیادہ تحقیر و تذلیل مصلیوں کی ہے کہ ان میں اتنی غیرت و حیاء باقی نہیں رہی کہ جس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اس کو اس قدر ذلیل حالت میں رکھا ہے کہ وہ بھیک مانگنے پر مجبور ہو گیا۔ ایسے بے غیرت مصلیوں پر نوحہ و ماتم کرنا چاہئے، خدا سمجھ عطا فرمائے۔

یہ چند فتاویٰ بطور نمونہ نقل کئے گئے ہیں۔ الحمد للہ حضرت کے فتاویٰ ”مرغوب الفتاویٰ“ کے نام سے تین ضخیم جلدوں میں ترتیب و تخریج کے مراحل سے گذر کر عمدہ طباعت سے شائع ہو چکے ہیں۔ بقیہ جلدوں کی تکمیل اور قبولیت کے لئے ناظرین سے درخواست ہے کہ دعاء فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان تمام جلدوں کو جلد از جلد تکمیل تک پہنچائے۔

## مولانا کا ذوق مطالعہ

ترقی علم کا پہلا زینہ مطالعہ ہے، بغیر مطالعہ کے کوئی ترقی نہیں کر سکتا۔ اسلاف کے حالات میں ان کا انہماک مطالعہ قابل رشک بیان کیا گیا ہے۔ عارف باللہ حضرت مولانا صدیق احمد باندوی نے اپنے رسالہ ”آداب المتعلمین“ میں بارہ صفحات پر مطالعہ کے

عنوان سے اسلاف کے عجیب واقعات قلم بند فرمائے ہیں۔

حضرت مولانا سعد اللہ صاحب نے ایک نظم میں مطالعہ کی اہمیت بیان فرمائی ہے، جس کے ابتدائی تین اشعار نقل کرتا ہوں:۔

انسان کو بناتا ہے اکمل مطالعہ      ہے چشم دل کے واسطے کا جل مطالعہ  
دنیا کے ہر ہنر سے ہے افضل مطالعہ      کرتا ہے آدمی کو مکمل مطالعہ  
کرتا ہے دور جہل کی دلدل مطالعہ      تعلیم کے بڑھاتا ہے کس بل مطالعہ  
حضرت مفتی صاحب کو بھی مطالعہ کا بہت شوق و اہتمام تھا، حالت مرض میں بھی اس اہتمام میں کمی نہیں آئی۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”آپ کا علمی ذوق اور سنت کی پیروی کا جذبہ تادم حیات رہا۔“

راقم الحروف کے والد بزرگوار حضرت الحاج اسماعیل (عرف بھائی میاں) صاحب مد ظہم نے مولانا کے حالات میں لکھا ہے:

”مولانا مرغوب احمد صاحب کا علمی ذوق بہت عمدہ تھا۔ اخیر تک کتابوں کے بہت شائق رہے۔ تدریس کے انقطاع کے باوجود اس ذوق میں کمی نہیں آئی۔ اخیر عمر میں کئی سال صاحب فراش رہے لیکن ذوق مطالعہ بیمار نہیں ہوا۔

راقم الحروف کے قریب لاچپور کے ایک ذی علم اور ذی ذوق عالم مولانا بشیر احمد صاحب لاچپوری دامت برکاتہم (حال مقیم نیوز لینڈ) تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مفتی صاحب کا علمی مقام بہت بلند تھا۔ وسیع النظر عالم تھے۔ آپ کے وسعت مطالعہ کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں سحبان الہند حضرت



مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے برما (رنگون) کا سفر کیا، وہاں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی، حضرت مولانا نے حضرت مفتی صاحب سے فرمایا کہ: میں احادیث قدسیہ سے متعلق کتابوں کی تلاش کر رہا ہوں، میرا ارادہ ہے کہ آسان اردو زبان میں احادیث قدسیہ کا ترجمہ کر دوں، تاکہ عام مسلمانوں کے لئے مفید و نافع ہو اور میرے لئے نجات آخرت کا سبب اور باقیات الصالحات کا موجب ہو، اس پر حضرت مفتی صاحب نے اپنے وقت کے سحبان الہند سے فرمایا کہ حیدرآباد کی مجلس دائرۃ المعارف سے علامہ محمد منی کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، کتاب کا نام ’’الاحتاف السنیۃ بالاحادیث القدسیۃ‘‘ ہے۔ آپ نے حضرت سحبان الہند کو اس کتاب کی طرف توجہ دلائی۔ سفر سے واپسی پر حضرت سحبان الہند نے یہ مبارک کتاب حاصل کی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ مبارک کتاب احادیث قدسیہ کے سلسلے میں بڑی جامع اور مکمل ہے..... سوچئے کہ حضرت مفتی صاحب کا مطالعہ کتنا وسیع ہوگا۔“

مولانا بشیر احمد صاحب مدظلہ نے جو واقعہ ذکر فرمایا ہے، اس کا مختصر تذکرہ خود حضرت سحبان الہند مولانا احمد سعید صاحب نے بھی کیا ہے۔ موصوف نے احادیث قدسیہ کے اس مجموعہ کا نام ’’خدا کی باتیں‘‘ تجویز فرمایا۔ مولانا کی وہ تصنیف ہندوستان سے چھپی تھی، بعد میں مکتبہ رشیدیہ پاکستان نے اس کو طبع کیا۔ اس کی تمہید میں مولانا رقمطراز ہیں:

’’ایک عرصہ سے میں یہ خیال کر رہا تھا کہ احادیث قدسیہ کا ترجمہ سہل اردو زبان میں کر دیا جائے، تاکہ مسلمانوں کے لئے مفید اور نافع ہو، میرے لئے نجات آخرت کا سبب اور باقیات الصالحات کا موجب ہو۔ احادیث قدسیہ کے سلسلے میں، میں نے کتابوں کی تلاش شروع کی، حسن اتفاق سے مجھے ایک کتاب ’’خطیۃ التقدیدس وذخیرۃ الثانیس‘‘

دستیاب ہوئی..... ابھی میری جستجو کا سلسلہ جاری تھا کہ: ۱۹۳۸ء میں برما کا سفر پیش آ گیا اور رنگون میں تقریباً دو ماہ رہنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے اپنے مخلص دوست حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب امام و خطیب سورتی جامع مسجد سے اپنے ارادے کا اظہار کیا، انہوں نے مجھے ایک اور کتاب کی جانب توجہ دلائی، جو حیدر آباد مجلس دائرۃ المعارف سے شائع ہوئی ہے، اور علامہ محمد مدنی کی تصنیف ہے، کتاب کا نام ”الاتحاف السنیہ بالاحادیث القدسیہ“ ہے۔ میں نے برما سے واپسی پر ہندوستان آ کر اس کتاب کو حاصل کیا، اس کتاب کو احادیث قدسیہ کے سلسلے میں جامع اور مکمل پایا،“۔ (خدا کی باتیں ص ۳)

میرے والد محترم زید مجاہد نے ایک گرامی نامہ میں حضرت کے مختصر معمولات تحریر فرمائے ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ مفتی صاحب کا معمول صبح نو دس بجے سے دوپہر بارہ بجے تک اور بعد ظہر عصر تک مطالعہ کا تھا۔ یوں تو مولانا تفسیر، حدیث، فقہ، تاریخ وغیرہ ہر فن کی کتابیں مطالعہ فرماتے، مگر تصوف کی بابت ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”ایسی کتابیں (تصوف کی) میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں اور انشاء اللہ بشرط صحت وقوت مرتے دم تک مطالعہ میں رہیں گی، چند روز کے لئے مستعار بھیج رہا ہوں۔“

### کتابوں کی حفاظت

یہاں اس بات کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو اپنی کتابوں کی بڑی فکر رہتی، عاریۃً دوسرے حضرات کو برائے مطالعہ مرحمت فرماتے، مگر ساتھ ہی ساتھ خیال رہتا کہ وہ کتاب واپس آئی یا نہیں؟۔

ایک صاحب قیام رنگون کے دوران ایک کتاب لے گئے، پھر موریشش اپنے وطن چلے گئے، آپ کو اس کتاب کی فکر تھی، مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب جب موریشش جاتے وقت

رخصتی مصافحہ کے لئے حاضر ہوئے، تو ان سے فرمایا کہ: فلاں صاحب میری کتاب لے گئے ہیں، اس کی تحقیق کرنا۔ مولانا عبدالحی صاحب تعزیت نامہ لکھتے ہیں:

”والد بزرگوار کو اپنی کتابوں کی ہمیشہ فکر رہتی تھی، گودیکھنے کے لئے ضرور دیتے مگر جب تک واپس نہیں کی جاتی ہمیشہ یاد دلاتے رہتے۔“

### عربی ادب میں حضرت مفتی صاحب کی مہارت

اسلامی علوم و فنون میں عربی ادب کو خاص اہمیت و عظمت حاصل ہے، اور کیوں نہ ہو؟ کتاب اللہ عربی ادب کا عظیم شاہکار، احادیث نبویہ کی فہم کا اسی علم پر دار و مدار۔ یہی وجہ ہے کہ علمائے امت نے ہر زمانے میں اس علم کی تحصیل و اشاعت میں ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں۔

مفتی صاحب کو عربی ادب میں مہارت تامہ حاصل تھی۔ کتابت و خطابت دونوں میں قدرت کاملہ رکھتے تھے۔ آپ کی تحریر و تقریر میں سلاست و روانی تھی۔

میں نے اپنے بڑوں سے بارہا سنا کہ علماء ڈابھیل میں خصوصاً حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی اور حضرت مولانا محمد یوسف بنوری جب لاجپور تشریف لاتے اور مفتی صاحب سے ملاقات فرماتے تو عامۃً ان حضرات کی گفتگو عربی ہی میں ہوتی، اور بلا تامل و جھجک گھنٹوں یہ سلسلہ رہتا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ مولانا کو زبان عربی سے کتنا لگاؤ تھا۔

عربی تحریر بھی جاذب اور پرکشش، مقفی عبارات سے بھری ہوتی تھی۔ پڑھنے والا اپنے دل پر تاثر لئے بغیر نہ رہتا۔

مولانا کی عربی تحریرات کے چند نمونہ ملاحظہ فرمائیے! اولاً مولانا کی چاروں تصنیفات کے خطبات درج ذیل ہے۔

## خطبہ ”ارکان اسلام“

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تصنیف ”ارکان اسلام“ کی ابتداء جس خطبہ سے کی ہے وہ یہ ہے:

”الحمد لله الذى فضل رسولنا محمد صلى الله عليه وسلم على كافة الانام ، واعزنا ببركة حبيبہ بالايمان والاسلام ، وشرفنا بهديته الى شعار دينه الاسلام ، ونور قلوبنا بنور الايمان وعقائد الاسلام ، واسس بنيانه باساس الدين واركان الاسلام ، وعرفنا بما فيه الاوامر والنواهي من الاحكام ، وعلمنا العلم لنتميز بين الحلال والحرام ، ووفقنا ان نختار الحلال ونجتنب الحرام ، ومنّ علينا ببعث حبيبہ ذى الرأفة والرحمة بالفضل والانعام ، صلى الله عليه وعلى آله وصحبه نجوم سماء الشرع ومصابيح الظلام“

## خطبہ ”جمع الاربعين فى تعليم الدين“

الحمد لله الذى اكمل لنا الدين ، والصلوة والسلام على من ارشدنا الى تعليم الدين ، وعلى آله وصحبه ومحبيه نجوم سماء الدين ، وبعد فيقول العبد الضعيف الملتجى الى رحمة ربه الصمد المسكين مرغوب احمد ابن سليمان اللاجفورى السورتى غفر الله له ولوالديه ولاخيه ولاساتذته الكرام ،

ان هذه اربعون حديثاً مسندة بالسند الصحيح الى النبى صلى الله عليه وسلم كلها مروية برواية الامامين الهمامين البخارى ومسلم فى صحيحهما جمعتهما ، ولنفع المسلمين ترجمتها ، وبالفوائد الضرورية المفيدة ، وجمع الاربعين فى تعليم الدين سميتها ، رجاء ان يجعلنى الله تعالى عاملاً بما فيه من الاحكام فى الدنيا ، ويحشر فقيها عالماً فى العقبى ، ويكون لى صاحب الشفاعة صلى الله عليه وسلم

شهيداً على ايماني وشافعاً لرضوانه الاسنى ، لقوله عليه افضل الصلوات واكمل التحيات : ” من حفظ على امتي اربعين حديثاً من امر دينها بعثه الله يوم القيامة في زمرة الفقهاء والعلماء ، وكنت له يوم القيامة شافعاً وشهيداً “ وما توفيقي الا بالله عليه توكلت واليه انيب ،

### ”خطبة“ سفينة النجات في ذكر مناقب السادات “

الحمد لله الذى خلق الانسان فى احسن تقويم ، ورفع شأنه بالاصطفاء والتكريم اودع فيه نعوتاً وفضائل ، وجعله شعوباً وقبائل ، ثم اصطفى محمداً صلى الله عليه وسلم وانتخبه من اشرف القبائل ، وزينه باكمل الفضائل ، وفضله على كافة الخلق اجمعين ، وارسله فى آخر الدهر رحمة للعالمين ، وصل نسبه وسببه فى الدنيا والدين ، حتى لا ينقطع بنص الحديث الى يوم الدين ، وشرف من ذريته بنى فاطمه وجعلهم مفاتيح الرحمة وامناء الامة ، اوجب الله على عباده مودتهم ، وجعل ركن الايمان محبتهم ، اذهب عنهم الرجس فطهرهم تطهيراً ، واختارهم لشفاعة يوم كان شره مستطيراً ،

احمده واشكره واتوب الله رغباً ورهباً ، حمداً ابلغ به من فضله الواسع شرفاً ورشداً ، واشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له شهادة تكون للنجاة سفينة وللغفران سبيلاً ، واشهد ان سيدنا ونبينا وشفيعنا ومولانا محمداً عبده ورسوله المجتبى اشرف البرية حسبا واطهرهم نسباً ، صلى الله عليه وعلى آله السادات النجباء ، واصحابه الذين سادوا الخليقة عجباً وعرباً ،

### ”توحيد الاسلام“

الحمد لله الواجب الوجود المبدئ المعيد ، المتوحد فى كبريائه من

غیر تکلیف ولا تحدید ، والصلوة والسلام علی صاحب المعجزة والامر الرشید ،  
سیدنا و مولانا محمد کوکب الشریعة الاسلامیة و مفتاح خزائن العلوم الربانیة ،  
وعلی الہ نجوم الہدی واصحابہ مصابیح الہتداء ، کلما ذکرہ الذاکرون و غفل  
عن ذکرہ العافلون ،

### حضرت مفتی صاحب کی چند عربی تقاریظ

راقم الحروف کو تین مختلف کتابوں پر مولانا کی عربی تقاریظ ملیں ، ان کو دیکھ کر مولانا کا  
ادبی مقام کیا تھا اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

### التقریظ

علی الكتاب المسمى بـ ”جواهر الحسان في قواعد علم البيان“

العلامة الاواجد مولانا المولوی مرغوب احمد حفظه الله

الحمد لله وحده ، والصلوة والسلام علی من لا نبی بعده ، وعلی الہ و صحبه

الذین نالوا من شرف صحبتہ شرفه و مجده ،

وبعد : فانى فى هذه الايام طالعت كراسة وجيزة تسمى بالجواهر الحسان فى

قواعد علم البيان ، فوجدتها مع وجزتها لمسائل المعانى كافلة ولدقائق البيان

حافلة ، فلعمري هذه كراسة نفيسة وعجالة مفيدة ، نسجها الفاضل البليغ بنسج

رقيق وصنعها الكامل الفصيح بصنع انيق ، كيف لا وهى للعلامة العارف بالكناية

والصراحة الغارف من خضارة البلاغة ، والصناعة ، المحدث ، الفقيه ، والاستاذ

النبيل الفاضل الامجد مولانا السيد محمد سعيد ابن العلامة السيد احمد

الخضراوى المكي المدرس بالمسجد الحرام ، جعل الله سعيه مشكوراً وعمله

مبروراً وجعله خالصاً لوجه الله الكريم بجاه النبي الامين ،

حرره الراجي عفوره الصمد المدعو مرغوب احمد اللاجفوري السورتى  
الناظم للمدرسة المعلمية فى رنكون (برهما) ٢٤ / رمضان المبارك ١٣٣٥ هـ

## التقريظ على "معالم السعادة"

العلامة الفهامة ، البحر المتلاطم امواجه ، والامام الذاهر المتضلع من

علمى المعقول والمنقول النيرة نجاجة ، صاحب التدقيقات

العجيبة ، والتحقيقات الغربية ، والمجد الاوحد ، حضرة المفضل

، مولانا الاستاذ الشيخ مرغوب احمد متعنا الله ببقائه آمين

بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلياً ومسلماً

بعد : فقد رأيت هذا الكتاب المستطاب ، فاذا هو فى هذا الباب فصل الخطاب ،

اورد فيه المصنف العلام للمعقولات العشرة تحقيقاً عجيباً و تدقيقاً غريباً ، فرفع

عن وجوه اسرارها الجلباب وكشف عن حدود فرائدها النقاب ، وشرح مغلقاتها

واوضح مجملاتها ، ولعمري هى درة يتيمة وفريدة غالية القيمة مباحثها لطيفة غاية

اللطافة ، ومطالبها متينة نهاية المتانة ، كيف لا وقد صدرت ممن له فضل وتبحر

متوارث كابرا عن كابر ، فجزاه الله عنا وعن المستفيدين خير الجزاء ،

وانا المفتقر الراجى عفوره الصمد المدعو

بمرغوب احمد اللاجفوري السورتى غفر الله له ولوالديه ولمشائخه الكرام ،

الخادم بمدرسة التعليم الدين المعلمية فى رنكون ، شوال ١٣٣٦ هـ

## التقريب على رسالة "روضة الادب"

قال الفاضل الاديب مولانا مرغوب احمد اللاجفوري السورتى  
انى رأيت فى هذه الايام ، رسالة تسمى ب" روضة الادب فى تسهيل كلام  
العرب " للعالم اللبيب مولانا مشتاق احمد اعلاه الصمد ، فطالعتها وتصفححتها  
وامعنت النظر فيها ، فوجدتها روضة فيها الحياض وحوزة فيها الرياض ، مشتملة  
على الفوائد العديدة ، ومحتوية على الفرائد اللغوية ، جامعة للفوائد الادبية ، كافية  
للقواعد النحوية ، ولعمري هذه رسالة عجيبة مفيدة ، لطيفة نفيسة فريدة علمية  
طريفة ظريفة بديعة ، تحتوى على اساليب مفيدة ، جميلة تشتمل على الفوائد  
العجيبة ، ولقد صنف لغرض صحيح وامر نجيح ، وهو ان يسهل على الطالبين  
مبانى القرآن المجيد ، ويسر على الراغبين معانى الفرقان الحميد ، فحرية ان تقرأ  
فى الدرجات الابتدائية وجديرة ، بان تدخل فى المكاتب والدروس النظامية ، وقد  
اتفقت على استحسانها آراء العلماء الكرام والفضلاء العظام من المدرسين  
والمؤدبين وذوى الاحلام ، والمعلمين المفتين الفخام ، فبشرى لكم ايها الطلاب !  
وطوبى لكم يا اولى الالباب ! بادروا الى اشتراء هذا الكتاب ، وشمروا الجد الى  
تحصيل هذا العجب العجائب ، الذى بذل المؤلف فى ترتيبه وتهذيبه غاية الجهد ،  
وقاسى فى تاليفه وتصنيفه نهاية الكد ، فارجو من الله ان يجعل سعيه مشكورا  
وعمله مقبولا ، جزاه الله فى الدارين خيراً

وقاه الله فى الكونين ضيراً



## حضرت مفتی صاحب اور اشعار

کسی شخص کے علمی و ادبی ذوق کا اندازہ اس کے اپنے اشعار سے یا دوسرے شعراء کے اشعار جن کو وہ عام طور پر تقریر و تحریر میں استعمال کرتا ہوئے سے بھی ہوتا ہے۔

انسان کے فضائل و کمالات کا ایک حصہ شعر و شاعری بھی ہے، اس سے ذوق سلیم کا پتہ چلتا ہے۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی روایت ہے ”ان من الشعر لحکمة“ یعنی بعض شعر حکمت ہوتے ہیں۔ (رواہ البخاری)

صحابہ کرام میں حضرت عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت، کعب بن مالک، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہم وغیرہ شعر گوئی میں مشہور تھے، یہی وجہ ہے کہ جب آیت کریمہ ﴿وَالشُّعْرَاءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوُونَ﴾ ۱ نازل ہوئی تو حضرت عبداللہ بن رواحہ، حسان بن ثابت اور کعب بن مالک رضی اللہ عنہم جو شعراء صحابہ میں مشہور ہیں روتے ہوئے خدمت نبوی میں آئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! حق تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور ہمارا شمار بھی شعراء میں ہے، تو آپ ﷺ نے ان سے فرمایا: آیت کے آخری حصہ کو پڑھو۔ مقصد یہ تھا کہ تمہارے اشعار بیہودہ اور غلط مقصد کے لئے نہیں ہوتے۔

معلوم ہوا ہر شعر شریعت کی نگاہ میں معیوب نہیں، ورنہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کبھی اشعار کی طرف متوجہ نہ ہوتے، حالانکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے بیشمار اشعار منقول ہیں۔

مطرف رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں نے کوفہ سے بصرہ تک حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کے ساتھ سفر کیا اور ہر منزل پر وہ شعر سناتے تھے۔ (معارف القرآن)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو جب زور کا بخارا تا تو یہ شعر پڑھتے۔

۱..... اور شاعروں کی راہ تو بے راہ لوگ چلا کرتے ہیں۔ (ترجمہ از: حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

کل امرء مصبح فی اہلہ والموت ادنی من شراک نعلہ  
ہر شخص اپنے اہل و عیال میں صبح کرتا ہے، اور موت اس سے اس کے جوتے کے تسمے  
سے زیادہ قریب ہے۔

حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو بخار سے جب ذرا سکون ہوتا تو باواز بلند یہ شعر پڑھتے۔  
الا لیت شعری هل ابیتن لیلة بواد و حولی اذخر و جلیل  
وہل اردن یوما میاہ مجنة و ہل یبدون لی شامة و طفیل  
کاش معلوم ہوتا کہ میں کوئی شب اب مکہ کی وادی میں بسر کروں گا، اور میرے ارد گرد  
اذخرا و جلیل کی گھاسیں ہوں گی۔

یا مجنہ کے چشمہ پر میرا بھی گذر ہوگا، اور کیا شامہ اور طفل کی پہاڑیاں اب مجھے کبھی نظر  
آئیں گی؟

حضرت عامر بن فہیرہ سے خیریت پوچھی تو انہوں نے یہ شعر پڑھا۔  
انی وجدت الموت قبل ذوقہ ان الجبان حتفه من فوقہ  
میں نے موت کو اس کا مزہ چکھنے سے پہلے پالیا، نامرد کی موت اس کے اوپر سے آتی  
ہے۔ (سیرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا: ص ۲۵۳، مطبوعہ: مکتبہ مدینہ لاہور)  
امام بخاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا شعر کہا کرتی  
تھیں۔ (معارف القرآن)

تفسیر قرطبی میں ہے کہ: مدینہ منورہ کے فقہاء عشرہ جو اپنے علم و فضل میں معروف ہیں،  
ان میں سے عبید اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مشہور قادر الکلام شاعر تھے۔  
معلوم ہوا کہ شاعری میں فی ذاتہ کوئی قباحت نہیں۔ جن روایات میں شعر و شاعری کی

مذمت مذکور ہے ان سے وہ اشعار مراد ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی یا جھوٹ یا لوگوں پر طعن و تشنیع یا کسی انسان کی مذمت اور توہین یا فحش کلامی وغیرہ مضامین ہوں، اور یہ کچھ شعر کے ساتھ مخصوص نہیں جو نثر کلام مشتمل مضامین مذکورہ ہو وہ بھی حرام و ناجائز ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے ”ادب المفرد“ (کے باب الشعر) میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کیا ہے: ”الشعر منه حسن و منه قبیح“ بعض اشعار اچھے ہوتے ہیں اور بعض برے ہوتے ہیں۔ ”خذ بالحسن و دع القبائح“ اچھے لے لو اور برے چھوڑ دو۔ قرطبی نے لکھا ہے کہ: ابو عمر نے فرمایا ہے کہ: اچھے مضامین پر مشتمل اشعار کو اہل علم اور اہل عقل میں کوئی برا نہیں کہہ سکتا، کیونکہ اکابر صحابہ جو دین کے مقتدا ہیں ان میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جس نے خود شعر نہ کہے ہوں یا دوسروں کے اشعار نہ پڑھے یا سنے ہوں اور پسند کیا ہوں۔ (معارف القرآن ص ۵۴۲، ج ۶، سورہ شعراء کا آخری حصہ)

یہ اکثر تفصیل معارف القرآن ہی سے ماخوذ ہے ”شریعت اسلام میں شعر و شاعری کا درجہ“ کے عنوان سے حضرت مفتی صاحب نے اس موضوع پر خوب تفصیل لکھی ہے۔ صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب کے اپنے اشعار تو مجھے زیادہ نہ ملے، مگر آپ کی تحریرات میں جا بجا عربی، فارسی، اردو اشعار بہت کثرت سے موجود ہیں۔ یہاں صرف حضرت کے اشعار نقل کرتا ہوں۔

### حضرت کے اشعار

قطعہ تاریخ طبع بر کتاب ”ذخیرۃ العلوم“

مفتی صاحب نے اپنے اس قطعہ پر درج ذیل تحریر رقم فرمائی ہے:

قطعہ تاریخ طبع کتاب از: فکر فاتر و ذہن قاصر بندہ

مرغوب احمد لاچپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذتہ الکرام ے

زہے معدن علم و ذہن و ذکا      چو مولائے ماحضرت احمد میاں  
کتابے نوشتہ عجیب و غریب      کہ جملہ مطالب بہ برہان و عیاں  
چو موسوم شد با ذخیرہ علوم      دریں سر زمین و بعالم میاں  
پئے سال ہجری و تاریخ طبع      مرا فکر بسیار بود زماں  
ندا آمد از غیب مرغوب را      کہ سرمایہ غیب سالش بداں

۲۸      ھ      ۱۳

قطعہ تاریخ طبع بر کتاب ”ہدیۃ الجلیس ترجمہ عقد النفیس“

حضرت مفتی صاحب نے اپنے اس قطعہ پر یہ عبارت تحریر فرمائی ہے:

قطعہ تاریخ طبع کتاب از نتیجہ طبع افکار دل افکار بندہ

مرغوب احمد لاچپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذتہ الکرام ے

زہے معدن علم احمد میاں      بمعقول و منقول عالی مراتب  
زہے منبع فضل و جامع فضائل      علو عقل ذی رائے والا مناقب  
کتابے نوشتہ عجب خوب و خوشتر      بہ رائے زریں و بہ افکار صائب  
شدہ چاپ ایں دفتر علم و حکمت      جدا از نقائص بری از عوائب  
بہ ہاتف سن طبع مرغوب پرسید      ز رضوان نداشتد بلا ریب رائب  
کہ سال طبع ہست چشمہ شریعت      ز تصنیف اوستاذی والا مناصب  
الہی ازیں چشمہ سیراب گردن      ہمہ خلق عالم و عالم مغائب

حضرت مفتی صاحب نے اپنی تصنیف لطیف ”سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات“

کے آخر میں اپنے دو اشعار تحریر فرمائے ہیں:

دارم گنہے ز قطرہ باراں بیش      و ز شرم گنہ افکنده ام در پیش  
ناگاہ ندا شد کہ مترس اے مرغوب      مادر خور کنیم تو در خورا پیش  
ان کے علاوہ حضرت کے کوئی اشعار نہ مل سکے۔

### اوصاف و کمالات..... تو اوضاع

مولانا خود بزرگ تھے اور بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے، محبت اکابر کی برکت تھی کہ باوجود مفتی اعظم کے عہدہ پر فائز ہونے کے انتہائی متواضع تھے۔ ذاکر و شافل تھے۔ تہجد کا اہتمام تھا۔ زندگی دینی خدمات میں گذاردی مگر تواضع کے ساتھ۔ بیماری کے زمانہ میں منادی صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”فقیر کا دور اخیر ہے، جو وقت گذر رہا ہے وہ غنیمت ہے، لیکن غفلت میں گذر رہا ہے، ضعف و ناتوانی نے بے کار کر دیا ہے کسی کام کا نہیں، نہ دین کا نہ دنیا کا۔ عارف اکبر الہ آبادی کے ایک شعر کا صحیح مصداق ہوں۔

زندہ رہا تو کچھ کرنے سکا      اور بیمار پڑا تو مرنے سکا

### اصاغر کی حوصلہ افزائی

ہمارے سارے ہی اسلاف میں صفت تواضع و انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، اس لئے ہر وقت اپنی فکر رہتی تھی، فنائیت کے اعلیٰ مقام پر تھے، بڑائی اور خود بینی سے ہمیشہ دور رہے۔ ان کے اوصاف میں یہ بات بھی بطور خاص پائی جاتی تھی کہ اپنے سے بڑوں کی وقعت تو دل میں تھی ہی، اصاغر کی حوصلہ افزائی، ان کو آگے بڑھانا وغیرہ صفات جو اس زمانہ میں نایاب ہوتی جا رہی ہیں، ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔

حضرت مفتی صاحب بھی اصابہ کی حوصلہ افزائی میں بالکل اس شعر کے مصداق تھے۔  
ہم نے ہر ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیا      خاکساری اپنی کام آئی بہت  
مولانا بشیر احمد دیوان صاحب لاچپوری مدظلہ نے مولانا کی اس صفت کو خوب لکھا ہے،  
موصوف لکھتے ہیں:

”ایک مرتبہ اس سیاہ کار نے نماز عید الفطر سے قبل بڑے جوش و جذبہ سے تقریر کی،  
قرآن مجید کی آیات مبارکہ: ﴿فاما من طغی واطر الحیوة الدنیا فان الجحیم ہی  
الماوی﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک خاص جذبہ کے ساتھ اس کا شان نزول بیان کیا،  
الحمد للہ مجمع بڑا متاثر ہوا۔ حضرت مفتی صاحب بھی موجود تھے۔ نماز کے بعد ملاقات کے  
لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا۔ بستی کے اور کفلیہ کے علماء کرام و دیگر حضرات  
موجود تھے، یہ عاجز سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوا، تو دیکھتے ہی چہرہ مبارک خوشی سے  
چمک اٹھا، میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، بڑی محبت سے ہاتھ پکڑ لیا، بہت دیر تک  
دعائیں دیتے رہے، پھر فرمایا: آج آپ کی تقریر سن کر بڑی خوشی ہوئی، سبحان اللہ ماشاء  
اللہ جزاک اللہ انداز بیان بہت ہی دلکش تھا، پھر فرمایا کہ آیتوں کا شان نزول کہاں پڑھا؟  
میں نے ادب سے عرض کیا: حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمہ اللہ کی تفسیر  
”فتح العزیز“ (تفسیر عزیزی) میں، بڑے خوش ہوئے بہت مبارک باد دی۔ آج ایک  
مدت کے بعد اس واقعہ کو سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کیا مبارک زمانہ تھا، جب  
ہمارے اسلاف اپنے چھوٹوں کی علمی ترقی کے کیسے خواہشمند ہوتے تھے، ورنہ یہ عاجز تو اس  
وقت بھی ایک طالب علم تھا اور آج بھی طالب علم ہی ہے، لیکن طبقہ علماء میں یہ اعلیٰ صفات  
مشکل ہی سے نظر آئیں گی۔“

اسی طرح ہر کام کرنے والوں کی آپ حوصلہ افزائی فرماتے۔ سید منادی صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ کے مسلم گجرات کے مضامین اور خصوصی آرٹیکل آپ کے زوردار قلم کے مطالعہ سے محظوظ ہوتا ہوں، خدا آپ کی دینی و ملی و قومی و سماجی خدمت میں برکت دے آمین“۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کی وفات پر منادی صاحب نے اپنے اخبار میں ایک مضمون لکھا، اس پر ان کو مبارک باد دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کے متعلق تاثرات مرحوم کی دینی و ملی و قومی ملکی، ظاہری و باطنی جدوجہد و فیوض و برکات کے متعلق نہایت گہرائی میں اتر کر ظاہر فرمائے ہیں۔ اتنا جامع و دقیق مضمون میری نظر سے کہیں نہیں گذرا۔ جملہ جملہ سے حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کا صحیح موقف اور حسن عقیدت کا پتہ لگتا ہے، جزاکم اللہ۔

مدارس دینیہ سے آپ کو گہری محبت تھی، اس لئے مدارس کی ترقی پر بہت خوش ہوتے اور اہل مدرسہ کی حوصلہ افزائی فرماتے۔ حضرت مولانا مفتی احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کو ایک مکتوب میں مبارک باد دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ایک خبر سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ امسال اللہ کے فضل و کرم سے اور آپ کی مخلص سعی و جدوجہد سے بنسبت اور مدارس کے متعدد طلبہ کی ایک خاصی جماعت نے دورہ حدیث شریف پڑھا و دیگر درسی کتابوں کی تکمیل کی، اس بنا پر یہ خادم الطالبہ آپ کی خدمت میں اور مدرسین کی خدمت میں ہدیہ تبریک و تہذیب پیش کرتا ہے۔

جب سے دارالعلوم کا اہتمام آپ کے ہاتھ میں آیا ہے، الحمد للہ بہت کافی ترقی کر رہا ہے، اللہ مزید ترقی عطا فرمائے، اور فارغ شدہ علماء و حفاظ کو مسلمانوں کے لئے رشد و ہدایت

کاذر یعہ بنائے، اور تاقیامت آپ کے اور آپ کے مرحوم بزرگوں کے نامہ اعمال میں درجات مندرج ہوتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی جدوجہد کو قبول فرمائے، الشکر للہ، کہ جناب نے اور جناب کے محترم برادران نے دارالعلوم کی خدمت کے لئے زندگی وقف کر دی ہے۔“

### اکابر و اہل علم کی قدردانی اور شفقت و تعلق

حضرت مفتی صاحب کے کمالات میں ایک نمایاں وصف اہل علم کی قدردانی اور مشائخ کے ساتھ وفا شعارى کا بھی تھا۔ اپنے اساتذہ و ذی علم رفقاء کے علمی و عملی حالات کی اشاعت اور علمی دنیا میں ان کے تعارف کا جذبہ دل میں لگا رہتا تھا، اس لئے آپ نے اپنے رفقاء و اساتذہ کے حالات تحریر فرمائے ہیں، اور باصلاحیت علماء سے اس کی درخواست فرماتے رہیں کہ کوئی گجرات کے مشائخ کے حالات کی جمع و ترتیب پر کام کرے۔

اپنے استاذ مولانا احمد میاں صاحب کی تصنیفات کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کے لئے بے چین تھے، چنانچہ آپ نے مرحوم استاذ محترم کی تصنیفات ”فاتحۃ العلوم“ ہدیۃ الجلیس ترجمہ عقد النفیس، ذخیرۃ العلوم، توجیہ العنان الی ان ابوی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الجنان، دلیل الطالب الی مناہج المطالب“ اور حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ کی ”نوائد الصوفیہ“ کو بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔ حضرت استاذ مرحوم کی کتابوں کی اشاعت کا زمانہ تھا کہ اپنے استاذ مرحوم کی خواب میں زیارت ہوئی اس واقعہ کی تفصیل مولانا کی قلم سے پڑھئے! آپ رقمطراز ہیں:

اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے راقم الحروف بندہ مرغوب احمد لاچپوری کے



قلب پر خاص شہر دہلی مدرسہ (مولوی) عبدالرب (صاحب دہلی) مرحوم میں ایک دن خوش کن غیبی بشارت ظاہر فرمائی، جسے بطور تحدیث نعمت ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

اثنائے زمانہ طبع کتاب میں استاذی مرحوم جناب مولوی احمد میاں صاحب عالم روایہ میں تشریف لائے۔ آپ نہایت بشاش اور شاداں و فرحاں تھے اور نہایت بے تکلفی سے مثل ان دو صادق الودود و دوستوں کے جو ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ دیئے ہوئے چلتے ہیں، میری گردن میں ہاتھ دے کر تھوڑی دیر چلے اور فرمایا کہ دوست تم نے مجھے زندہ کر دیا، انتہی اس خواب کے ذریعہ استاذ کے ساتھ وفا شعاری پر خواب میں بشارت بھی دیدی گئی۔

اہل علم کے ساتھ شفقت و محبت کا وہ معاملہ فرماتے کہ ایک مرتبہ مولانا سے ملنے والا آپ کا گرویدہ ہو جاتا۔ تعزیتی مکتوبات میں کئی حضرات نے آپ کی شفقت کا ذکر فرمایا ہے۔ مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی (خلیفہ حضرت شیخ رحمہ اللہ) تحریر فرماتے ہیں:

”علامہ مرحوم اس سیاہ کار پر بہت شفقت فرماتے تھے، نا کارہ کے لئے بہت دعا فرماتے تھے۔“

حضرت مولانا محمد رضا جمیری صاحب نے مرحوم کی شفقت کو ان الفاظ میں بیان فرمایا: ”مرحوم کو اس نا چیز سے بہت محبت تھی۔“

حضرت مولانا انوار الحسن ہاشمی مبلغ دارالعلوم تحریر فرماتے ہیں:

”جب بھی حضرت سے ملا ان کی قدر و عظمت کا اثر میرے قلب پر بڑھتا ہی گیا، واقعی گجرات سے برکات کا ایک خزانہ اٹھ گیا۔“

تعزیتی خطوط میں ایک خط بغیر نام کا ہے، خط پر مہر سے پتہ چلتا ہے کہ وہ خط جلال آباد کا ہے اس میں مرسل صاحب لکھتے ہیں:

”انتقال پر ملال کا کارڈ ملا، اس قدر صدمہ جو میرے باپ کے مرنے سے ہوتا مولانا کے انتقال سے ہوا، میرے اوپر مرحوم کے وہ احسانات ہیں جن کو میں تاقیامت نہیں بھول سکتا، اور نہ بدلہ دینے کے قابل ہوں کہ کچھ بدلہ ہی دوں۔“

اہل علم کی قدردانی کا اندازہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کے ایک گرامی نامہ سے لگایا جاسکتا ہے، جو موصوف نے مفتی صاحب کے ساتھ دو ماہ قیام رنگون سے واپسی پر تحریر فرمایا۔

مکتوب گرامی، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ

مؤرخہ: ۹/ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء

کشمیری دروازہ دہلی

محبت محترم مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب دام فیضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ ایک ایسے بے مروت ناکارہ انسان کا خط ہے جو دو ماہ تک آپ کے سایہ عاطفت میں آپ کی محبت اور مہربانیوں کا مورد رہ کر بھی ایک مہینہ کے طویل عرصہ کے بعد آپ کو خط لکھنے بیٹھا ہے، بہت ممکن ہے کہ آپ جوش غضب (جو بجا ہوگا) میں اسے پڑھنا بھی پسند نہ کریں، اور پڑھنے سے پہلے ہی چاک کر دیں، لیکن نہیں مجھے آپ کی بے حد مہربانی سے جو میرے اوپر مبذول فرماتے تھے اس کا خوف نہیں ہے۔

آپ اس خط کو پڑھیں گے اور یہ پرچہ بھی آپ کے اس لطف و کرم سے محروم نہ رہے گا، جس سے اس کا لکھنے والا ابھی تک مالا مال ہے۔

اچھا سنئے! واقعہ یہ ہے کہ آپ کی شب و روز کی مسافر نوازی اور محبت کا دل و دماغ

پرایسا گہر انقش بیٹھا کہ ہر وقت وہی محبت اور پر لطف منظر پیش نظر رہا ہے، یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ آپ سے جدائی ہو گئی ہے، اور خط لکھنے کی حاجت ہے، یہ شاعری نہیں ہے بلکہ آپ کے کرم و لطف نے از سر تا پا بلکہ رو نگٹا رو نگٹا رشتہ احسان مندی میں باندھ لیا ہے، میں تو یوں حیران ہوں کہ جب میرے جیسے ناکارہ ناقابل التفات شخص کے ساتھ آپ نے یہ لطف اور حسن سلوک فرمایا تو مستحقین التفات کو کس قدر مورد افضال بے پایاں فرماتے ہوں گے۔ بہر حال آپ کی کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کی مکافات میں میری طرف سے کیا ہو سکتا ہے۔

از دست گدائے بے توانا یدہج جز آنکہ بصدق دل دعائے کند

اللہ تعالیٰ آپ کو بایں لطف و کرم تادیر اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور دینی و دنیوی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین۔ آپ کا مخلص شکر گزار  
محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی

### اہل علم کی قدردانی کا ایک عجیب واقعہ

حضرت مفتی صاحب کے دل میں اہل علم کا کیا مقام تھا، اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگائیے جو ”سوانح نذیری“ یعنی مولانا محمد نذیر میاں صاحب پالنپوری رحمہ اللہ کی سوانح حیات میں مرقوم ہے۔ صاحب سوانح نذیری رقمطراز ہیں:

”حضرت مولانا بزرگ صاحب مہتمم جامعہ ڈابھیل بھی آپ کے مخلص احباب میں سے تھے، اور مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری مولانا بزرگ صاحب کے بعد کے مہتمم بھی آپ کے خاص رفیق تھے، لہذا حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب نے حضرت مولانا کو بہت ہی اصرار کے ساتھ ڈابھیل آنے کی دعوت دی، مولانا نے ضعف کی بنا پر مجبوری

کا اظہار فرمایا، لیکن مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری نے کچھ اس قسم کا اصرار کیا جس کی بنا پر آپ کو ڈابھیل جانا پڑا، آپ کے دوست اور پڑھنے کے زمانہ کے ساتھی مولانا مرغوب احمد صاحب کے پر خلوص اصرار سے حضرت مولانا ڈابھیل تشریف لے گئے، لہذا: ۸/رتاریخ ماہ شعبان: ۱۳۷۴ھ کو پالنپور سے روانہ ہو کر: ۹/رتاریخ کو مرولی اسٹیشن پر اترے اور وہاں سے چونکہ آپ موٹر میں نہیں بیٹھا کرتے تھے، اس لئے آپ کے لئے گھوڑا گاڑی کا انتظام کیا گیا تھا، آپ کے ہمراہ آپ کے بڑے صاحبزادے مولانا عبدالرحمن صاحب اور آپ کے شاگرد رشید مولانا محمد یوسف صاحب رفیق سفر تھے، آپ سملک میں مولانا محمد میاں صاحب افریقی کے چچا محترم کے ہاں غالباً ٹھہرے۔ آپ کے ان سے قدیمی مراسم تھے، مولانا عبدالحق میاں صاحب کے والدین سے اور مولانا سعید بزرگ صاحب کے گھرانہ سے، ان حضرات کے سوائے اور بھی لوگوں سے حضرت مولانا کے گہرے تعلقات تھے، جس کی بناء پر آپ کی آمد سے تمام پرانے احباب بہت خوش ہوئے اور پالنپوری طلبہ بھی اس وقت اسٹیشن سے آتے وقت راستے میں حضرت کی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تھے اور مولوی محمد حنیف صاحب سیندھنی والے اسی سال ڈابھیل سے فارغ ہوئے، مولانا کے ہاتھ سے ان کی دستار بندی ہوئی تھی۔ بہر حال اس کے بعد حضرت مولانا ڈابھیل تشریف لے گئے، دستار بندی کے جلسہ میں شرکت کی اور آپ نے ڈیڑھ گھنٹہ تک وعظ فرمایا، جلسہ کے اختتام کے بعد ایک ہفتہ اس علاقے میں آپ کا قیام رہا، اور اس درمیان میں حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب، حضرت مولانا محمد نذیر صاحب کو اپنے گھر لاچپور لے گئے۔ مولانا مرغوب احمد صاحب بہت خوش مزاج اور بے تکلف انسان تھے، بہت سی باتیں خوش طبعی اور مزاح کی فرمایا کرتے، تو حضرت مولانا نے فرمایا: مرغوب احمد صاحب! آپ

تو اب بھی ویسے ہی ہو۔ بہر حال مگر حضرت مولانا کا احترام بہت کرتے اور آپ کے دل میں مولانا کی بے حد عظمت تھی، جس کی بنا پر آپ جب کھانے بیٹھے تو چونکہ مولانا ہمیشہ سالن بغیر مرچ کا کھایا کرتے تھے، لہذا حضرت مولانا ندیر صاحب کھارہے تھے کہ اب پیالے میں کچھ تھوڑا باقی تھا کہ حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب نے بڑی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر مولانا کا پیالہ کھینچا کہ فوراً مولانا نے پیالہ کو پکڑ لیا اور دونوں بزرگوں میں کھینچنا تانی ہونے لگی، آخر بڑی تیزی سے مولانا مرغوب احمد صاحب اس پیالے کو لے کر اس میں جو کھانا تھا وہ بڑی تیزی سے صاف کر گئے اور مولانا مرغوب احمد صاحب کی آنکھ نمناک ہو گئی اور فرمانے لگے ہمارے جیسوں کو حضرت مولانا کا جھوٹا کہاں سے نصیب ہو؟ مولانا عبد الرحمن صاحب اور مولوی یوسف صاحب دونوں کو مخاطب فرما کر مولانا مرغوب احمد صاحب نے فرمایا کہ: حضرت مولانا ندیر صاحب کو کوئی جان نہیں سکتا کہ یہ کس درجہ کے آدمی ہیں؟ آپ نے اپنی ذات کو بہت پوشیدہ رکھا ہے اور بہت چھپایا ہے، ہم لوگ تو مولانا کے ہم سبق تھے، ہم نے ان جیسا متقی اور پرہیزگار اور حق گو اور عبادت گزار علم پر محنت کرنے والا آدمی نہیں پایا، ایسے برگزیدہ اشخاص ہیں کہاں؟ تم لوگ ان کے پاس رہتے ہو مگر ان کو سمجھنا مشکل ہے یہ اپنا عمل اتنے پوشیدہ طریقہ سے کرتے ہیں کہ کسی کو خبر نہیں دیتے، میں جانتا ہوں کہ ان کا کیا مرتبہ ہے اور یہ کیسی شخصیت ہے، ان کا جھوٹا مجھ جیسے کو کہاں نصیب ہو، یہ اتفاقی بات ہے کہ مجھے نصیب ہو گیا، یہ تو میں نے گستاخی کر کے لیا ہے، ورنہ حضرت مولانا کبھی بھی مجھے دیتے نہیں، اور آپ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور کہا اب کہاں ایسے انسانوں سے ملاقات؟ یہ ہماری خوش نصیبی ہے کہ حق تعالیٰ نے ہماری ملاقات فرمادی، حضرت مولانا کو پہچاننا ہر شخص کا کام نہیں ہے، تم سے ہو سکے اتنی خدمت مولانا کی

کرنا، اور ان کی دعائیں لینا، یہ بڑی مبارک ہستی ہیں۔ بہر حال بڑے توصیفی کلمات فرمائے اور حضرت مولانا کی بڑی خدمت کی، حضرت مولانا سے رخصت کے وقت آنکھیں بہہ پڑیں اور کچھ روز کے قیام کے بعد حضرت مولانا مراجعت فرمائے پالن پور ہوئے۔ حق تعالیٰ ہم لوگوں میں ان بزرگوں کی برکت سے نور پیدا فرمادیں، اور دنیا و آخرت اللہ جل شانہ بنادیں، آمین ثم آمین۔

### اکرام ضیف

مہمان کا اکرام و اعزاز ایمان کا خاصہ اور انسانیت و شرافت کا اصلی تقاضہ ہے۔ صحیح حدیث میں آیا ہے ”من كان يؤمن بالله واليوم الآخر فليكرم ضيفه“۔ یعنی تم میں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اس کو چاہئے کہ وہ اپنے مہمان کا اکرام کرے۔ اس حدیث پاک کی وجہ سے مشائخ اور بزرگوں کا شیوہ اکرام ضیف رہا ہے۔ حضرت مفتی صاحب کی مہمان نوازی ضرب المثل تھی، دسترخوان کشادہ تھا۔ حضرت والد صاحب مدظلہم نے مولانا کے حالات میں لکھا ہے:

”مولانا انتہائی مہمان نواز اور کشادہ دست واقع ہوئے تھے۔ علماء کرام اور مدارس سے متعلق جو کوئی بھی لاجپور آجائے وہ مولانا کا مہمان ہوتا، مولانا پوری بشاشت کے ساتھ ان کی تواضع فرماتے: ”ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء“ علامہ انور شاہ کشمیری اور علماء دیوبند جو ڈابھیل تشریف لاتے تھے کبھی کبھی لاجپور تشریف لاتے تو مولانا ہی کے یہاں قیام ہوتا۔“ مولانا بشیر احمد صاحب نے لکھا ہے کہ: مولانا بڑے مہمان نواز تھے۔

## صلہ رحمی

قرآن پاک و احادیث مبارکہ میں صلہ رحمی کی ترغیب اور اس پر وعدے اور قطع رحمی کی ترہیب اور اس پر وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کو صلہ رحمی کا بڑا اہتمام اور پورا خیال رہتا تھا، ہر اہل حاجت کی مدد حسب مراتب فرماتے تھے اور خاص کر رشتہ دار اعزہ و اقارب کی امداد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اکثر صبح کو ناشتہ سے فراغت پر اہل حاجت دوست احباب اور رشتہ داروں کی خبر گیری کے لئے تشریف لے جاتے، ناداروں کی چھپ چھپ کر مدد فرماتے، کسی کے مکان پر خیر و عافیت کے لئے جاتے تو صاحب خانہ میں جو بڑا ہوتا اس کی اس طرح مدد کرتے کہ کسی کو پتہ تک نہ چلتا، اللہم ارزقنا اتباعہ،

## سخاوت و فیاضی

سخاوت بھی انسانی اوصاف میں اعلیٰ صفت حمیدہ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور نبی کریم ﷺ کا تو ذکر ہی کیا، پورے عرب میں صفت سخاوت اس اعلیٰ درجہ پر تھی کہ کسی شاعر نے یہاں تک کہہ دیا کہ اہل عرب کا حال یہ تھا۔

ليس العار بان يقال فقير ولكن العار ان يقال بخيل

فقیر کہے جانے میں کوئی شرم و حیا نہیں، ہاں شرم کی بات یہ ہے کہ کوئی بخیل کہہ دے۔  
مضمون کی مناسبت سے سخاوت اور بخل پر حضرت مفتی صاحب کی ایک تحریر ناظرین کی خدمت میں پیش کر کے آپ کی سخاوت کی متعلق کچھ لکھوں گا۔

عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : مامن یوم یصبح

فیہ الا ملکان ینزلان فیقول احدهما : اللہم اعط منفقا خلفا ، ویقول الآخر اللہم

اعط ممسکا تلفا۔ (متفق علیہ)

ترجمہ..... بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ: بلا ناغہ روزانہ صبح کو دو فرشتے آسمان سے اتر کر یہ کہتے رہتے ہیں کہ الہی سخی کو دنیا اور آخرت میں اچھا بدلہ دے اور بخیل کے مال و دولت کو تباہ کر۔

ف:..... اس حدیث سے سخی کی بڑی تعریف اور بخیل کی برائی معلوم ہوتی ہے۔ سخی سے فرشتوں کو محبت ہوتی ہے، اس لئے ہمیشہ ترقی مال و دولت و برکت کی دعاء کرتے ہیں، اور بخیل سے بغض و نفرت ہوتی ہے، اس لئے ہمیشہ اس کے لئے بربادی اور تباہی چاہتے رہتے ہیں۔

اکثر بخیل دنیا میں بظاہر دن بدن ترقی کرتے نظر آتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ کوئی برکت کی دلیل نہیں، جب بخیل نے اپنے مال سے نہ خود فائدہ اٹھایا اور نہ دوسروں کو فائدہ پہنچایا تو وہ مال کس مصرف کا؟ ایسا مال دنیا اور آخرت میں باعث وبال ہے، ہزار مصیبت سے جمع کیا، اور خون جگر پی پی کر زندگی کے دن پورے کئے، اور اس کی دربانی کرتے کرتے موت آگئی، نہ دنیا کی زندگی عزت سے بسر ہوئی نہ آخرت کے لئے کچھ توشہ کیا، مرتے وقت نہایت حسرت سے جان نکل گئی، مال جہاں تھا وہیں رہ گیا۔

خورد و نوش و بخشائے راحت رساں جگہ می چہ داری ز بہر کساں  
کھاؤ اور پیو اور جو بھی ہو سکے لوگوں کے لئے درگزر کرو اور راحت پہنچاؤ۔  
زرو نعمت اکنون بدہ کہ آں تست کہ بعد از بیروں ز فرمان تست  
مال اور نعمت اس وقت دو کہ ابھی تمہاری ہے، تیرے (مرنے کے) بعد تیرے حکم سے باہر ہے۔ (”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“ حدیث نمبر: ۲۳)



مفتی صاحب کی اس تحریر کے بعد آپ کا عمل دیکھئے! مولانا بشیر احمد صاحب لاچپوری مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مفتی صاحب کے اوصاف حمیدہ میں یہ خاص بات بھی ذکر کرنے کے قابل ہے کہ آپ بڑے سخی و فیاض تھے، بڑے مہمان نواز تھے، آپ کا دست مبارک کشادہ تھا، علماء کرام تشریف لاتے تو خوشی و شادمانی سے دل باغ باغ ہو جاتا، مہمان نوازی خوب کرتے، حسب مراتب مہمان نوازی کرتے، امیر و غریب کا کوئی فرق نہ ہوتا، کوئی حاجت مند آتا تو آپ کے در سے خالی نہ جاتا۔“

ہندوستان کے طول و عرض گجرات، یوپی، وغیرہ دور دراز کے علاقوں کے اہل مدارس اپنے سفراء (سفیروں) کو چندہ کرنے بھیجتے، وہ جب قصبہ لاچپور میں تشریف لاتے تو اولاً حضرت مفتی صاحب کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کرتے، اور اپنے چندہ کی ابتداء آپ ہی کے در دولت سے برکت کرتے، آپ سے دعائیں لیتے، بالخصوص رمضان المبارک میں سفراء کرام کا تانتا لگ جاتا، حضرت مفتی صاحب ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے اور حسب توفیق خود بھی امداد فرماتے اور دوسروں کو بھی تعاون و امداد کی ترغیب دیتے،

### مزاح و خوش مزاجی

مزاح سنت نبوی ﷺ ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاح کے واقعات کتب سیر و احادیث میں بکثرت نقل کئے گئے ہیں۔ سلف کے واقعات مزاح پڑھ کر آدمی عجیب کیفیت محسوس کرتا ہے۔

سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ سے پوچھا گیا کہ مزاح بری چیز ہے؟ تو فرمایا: سنت ہے، مگر یہ کہ اس میں حسن اور اچھائی ہو اور موقع کے مناسب ہو۔

معلوم ہوا آدمی میں ظرافت اور خوش مزاجی ہونی چاہئے۔<sup>۱</sup>  
 حضرت مفتی صاحب بھی بڑے ظریف اور خوش مزاج تھے۔ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری جب لاچپور تشریف لائے تو چونکہ موصوف آپ کے ہم سبق تھے، بچپن سے مولانا سے واقف تھے، آپ کی خوش طبعی کو دیکھ کر فرمایا: ”مرغوب احمد صاحب آپ تو اب بھی ویسے ہی ہو“۔

”سوانح نذیری“ میں ہے کہ: مولانا مرغوب احمد صاحب بہت خوش مزاج اور بے تکلف انسان تھے، بہت سی باتیں خوش طبعی اور مزاح کی فرمایا کرتے تھے۔  
 حافظ محمود ایا صاحب لاچپوری نے صحیح کہا ہے۔

خوب سادہ وضع تھے اور تھے حلیم و برد بار

تھے بہت خوش مزاج اور تھے بہت ہی نیک نام

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے ایک مرتبہ یہ واقعہ سنایا کہ:  
 حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب بہت خوش مزاج آدمی تھے، جب مولانا نے بڑی عمر میں شادی کی اس پر ایک صاحب نے مولانا مرحوم سے پوچھا کہ حضرت اتنے بڑھاپے میں آپ نے شادی کی؟ تو فوراً فرمایا کہ: ﴿الحمد لله الذی وهب لی علی الکبر اسماعیل واسحق﴾ اسحق کا انتظار ہے۔ مطلب یہ تھا کہ مولانا کے ایک صاحبزادے

۱..... راقم الحروف نے ایک رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے جس کا نام ہی ”مزاح“ رکھا ہے، جس میں آپ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مزاح کے واقعات کو جمع کیا گیا ہے، اور مقدمہ میں مزاح کی تعریف، مزاح کے متعلق اسلاف کے اقوال، مزاح کی ممانعت کی روایت اور اس پر وارد ہونے والے سوال کا جواب وغیرہ اباحت کو جمع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہندوپاک دونوں جگہ طبع ہو چکا ہے۔

اسماعیل تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے دو صاحبزادوں کا ذکر فرمایا ہے، میں بھی سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے منتظر الحق ہوں، انتہی۔

نہ جانے ایسے کتنے واقعات مولانا کے ہوں گے؟ کاش کوئی ذی ذوق ان کو محفوظ کر لیتا تو آج ہم اسے پڑھ کر محظوظ ہوتے۔

مولانا کا یہ مزاجی ذوق صرف تقریر و مجلس تک محدود نہیں تھا، بلکہ دوستوں کو لکھے ہوئے خطوط بھی مزاج و خوش طبعی سے پر ہوتے تھے۔ مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کے نام ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

مکتوب: مفتی مرغوب صاحب بنام مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب

بسم الله الرحمن الرحيم

دل بدست آور کہ حج اکبر است

ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کیا فرماتے ہیں مفتی اعظم صوبہ بمبئی حضرت مولانا اسماعیل بسم اللہ صاحب و حضرت مولانا شریف حسن صاحب و دیگر جماعت علماء ڈابھیل، صورت مسئلہ میں کہ آپ حضرات علماء نامدار سے ایک ضعیف، نحیف، اپانچ، نیاز مند، یہ امید رکھتا ہے کہ آپ حضرات جمعہ صبح نو دس بجے اس کوردہ میں تشریف ارزانی فرما کر کاشانہ فقیر کو اور اہل قریہ کو اپنی زیارت سے مشرف فرماویں اور فریضہ جمعہ ادا فرما کر قبل از عصر رخصت ہوں۔ اگر تمنا و اشتیاق ملاقات کا جواب اثبات میں ہے تو بیاد تو جروا کی ضرورت نہیں، آپ حضرات کی تشریف آوری ہی بجائے خود بہترین جواب ہے، اگر جواب نفی میں ہے تو جواب نفی میں دے کر فقیر کی تمنا و حسرت کا خون کیجئے، جس کا قصاص نہیں ”قدمہ ہدر“ فقط والسلام۔

متع الله المسلمين بطول حياتكم ، دمتم سالمين و لكم الفضل والمنه ،

رقیمہ نیاز، ملاقات کا مشتاق، نامرغوب القلوب

مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ

اسی قسم کا ایک خط حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیری کے نام بھی تحریر فرمایا ہوا ہے مگر مضمون اس کا بھی یکساں ہے، اس لئے اس کو نقل کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

حضرت مفتی بسم اللہ صاحب کے ساتھ مولانا کے تعلقات بہت گہرے و بے تکلفانہ تھے۔ ان کے ساتھ مزاح کا ایک واقعہ جو مفتی بسم اللہ کے ہاتھ میں ریشہ پڑ جانے کے بعد کا ہے، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم نے سنایا کہ مولانا مرغوب احمد صاحب کی تحریر بہت صاف اور عمدہ تھی اور مفتی بسم اللہ صاحب کی تحریر سمجھنا ”کارے دارڈ“ ایک مرتبہ مولانا مرغوب احمد صاحب نے مزاحاً مفتی بسم اللہ صاحب سے فرمایا کہ: مفتی صاحب آپ جب کوئی فتویٰ تحریر فرما کر ارسال فرمادیں تو دوسرے دن سائل کی جگہ پر خود تشریف لے جائیں تاکہ ان کو پڑھ کر سنادیں و سمجھا دیں کہ جواب یہ ہے ورنہ آپ کی تحریر کون سمجھے گا؟

## تیسرا باب

بیعت و خلافت ..... سفر حج ..... رویائے صادقہ

### بیعت و خلافت

علوم دینیہ کا مقصد نیت کی درستگی، معاملات کی صفائی، عبادات کا اہتمام، باطن کا تزکیہ اور اعمال کا تجلیہ ہے۔ مولانا روم رحمہ اللہ ”مثنوی“ میں دینی علوم کا مقصد واضح کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

جان جملہ علمہا ایں است و ایں تا بدانی من یکم در یوم دیں  
کہ تمام علوم کا حاصل یہ ہونا چاہئے کہ انسان کو عاقبت کی فکر اور زمرہٴ سعادت میں شریک ہونے کی تمنا نصیب ہو، ورنہ یہی علم بجائے فلاح و نجات کے ذلت و عذاب کا سبب بن سکتا ہے۔

اس لئے علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کا حصول بہت ضروری ہے، چونکہ معاصی بھی دو طرح کے ہیں: معاصی حیوانیہ اور معاصی شیطانیہ۔ علوم ظاہری آدمی کو معاصی حیوانیہ سے بچاتا ہے، اور علوم باطنی سے آدمی معاصی شیطانیہ سے بچ سکتا ہے، اور معاصی شیطانیہ معاصی حیوانیہ سے سخت ہیں۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمہ اللہ، حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ کو ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”معاصی شیطانیہ کبر یا اور حسد وغیرہ باطنی کبائر ہیں اور یہ معاصی حیوانیہ زنا اور چوری وغیرہ سے بھی اشد ہیں۔ میرے والد ماجد (مولانا محمد تکی صاحب) فرمایا کرتے

تھے کہ: اس کی دلیل یہ ہے کہ ”صحیحین“ میں حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: جس بندہ نے صدق دل سے کلمہ اسلام پڑھ لیا (یعنی دل سے ایمان لے آیا) وہ جنت میں ضرور جائے گا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے یہ سن کر عرض کیا: ”وان زنی وان سرق“ (اگرچہ اس نے زنا کیا ہو اور چوری کی ہو؟) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ہاں اگرچہ اس نے زنا اور چوری کا گناہ کیا ہو پھر بھی وہ بخش دیا جائے گا، اور (بالآخر) جنت میں چلا جائے گا، حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اس کے بعد بھی تعجب سے اپنا سوال دہرایا، حضور اکرم ﷺ نے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا، پھر حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے تیسری مرتبہ سوال کرنے پر بھی وہی جواب ارشاد فرمایا اور مزید تاکید کے طور پر ارشاد فرمایا: ”وان دغم انف ابی ذر“ تو زنا اور چوری جو معاصی حیوانیہ میں سے ہیں ان کے بارے میں تو حضور اکرم ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا۔

اور کبر جو معاصی شیطانیہ میں سے ہے، اس کے بارے میں ”صحیح مسلم“ میں حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے کہ: جس شخص کے دل میں رائی کے دانے کے برابر اور ذرہ برابر بھی کبر ہوگا وہ ہرگز جنت میں نہ جاسکے گا۔ (تحدیث نعمت: ص ۳۱۵)

لہذا معاصی شیطانیہ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ علم باطنی حاصل کیا جائے، اور بیہقی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”علم باطن کا حصول فرض ہے اور طلب طریقت واجب اور بیعت ہونا سنت ہے“۔

(معیار السلوک: ص ۲۷)

اور پیر ہدایت علی نقشبندی رحمہ اللہ نے کئی عمدہ بات تحریر فرمائی:

”ہر چیز میں دو جز ہیں: ایک ظاہر اور ایک باطن۔ جسم ظاہر کا علاج شریعت ہے اور باطن کا طریقت، لیکن علاج باطن کی نہایت ضرورت ہے، کیونکہ جیسے کسی کے فساد خون ہو اور فساد خون کی وجہ سے پھوڑے پھنسی وغیرہ جسم پر آئیں تو زخم کے واسطے مرہم پٹی کی جائے تو یہ فائدے سے خالی نہیں ہے مگر کافی نہ ہوگی، بلکہ فساد خون کے واسطے مسہل اور ادویہ مصفیات کا آمد ہوں گی تاکہ مادہ فاسد اندرونی کو دفع کریں اور پھر ظاہر جسم پر کوئی پھوڑا پھنسی نہ اٹھے، اسی طرح باطن کی خرابیوں کا علاج علم باطن ہے تاکہ پھر ظاہر اعضاء آنکھ، کان، زبان، ہاتھ پاؤں وغیرہ میں مادہ فاسد معصیت کا نہ پھوٹے اور جان و جسم دونوں پاک ہو جائیں۔

الغرض علم ظاہر کے ساتھ علم باطن ضروری بلکہ اشد ضروری ہے، اس کے بغیر کامل اصلاح و صحیح تربیت مشکل ہے، لہذا کوئی رذائل سے پاک ہو کر محاسن سے آراستہ ہونا چاہے تو اس کو اسی فن کے ماہر سے وابستہ ہونا پڑے گا، کسی اہل دل کی صحبت کے بغیر یہ دولت حاصل نہیں ہو سکتی ہے، علامہ اقبال مرحوم نے صحیح کہا ہے۔

جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی  
الہی کیا بھرا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں  
نہ پوچھ ان خرقة پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو  
ید بیضاء لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں  
تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی  
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

حضرت مفتی صاحب ابھی علم ظاہر سے فارغ ہی ہوئے کہ دل میں علم باطن کی طلب

پیدا ہو گئی۔ اور یہ عجیب اتفاق تھا فارغ ہوتے ہی ایک عارف کامل کی چند روزہ صحبت مل گئی، یعنی زبدۃ العارفین شاہ ابوالخیر صاحب دہلوی کی خدمت میں رہنے کا موقع ملا، ان کی دعائیں ملیں۔ یہ شعبان ۱۳۲۳ھ کی بات ہے، پھر شوال میں حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی کی خاص زیارت و صحبت کی نیت سے علی گڑھ حاضر ہوئے۔

### حضرت مولانا گنگوہی کی زیارت اور نماز جنازہ میں شرکت

حضرت مفتی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ: میں (۸ جمادی الثانی ۱۳۲۳ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۹۰۵ء کو) اپنے چند اساتذہ کرام کے ساتھ گنگوہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کی عیادت کے لئے پہنچا، حضرت کا بالکل آخری وقت تھا، ہم حضرت کی چارپائی کے قریب سے زیارت کر کے مسجد پہنچے اور حضرت کی وفات کی اطلاع ملی ”انا للہ وانا الیہ راجعون“ (یہ جمعہ کا دن تھا)۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نماز جنازہ میں بھی شرکت نصیب ہوئی ہوگی۔

یہ بھی اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان مفتی صاحب پر ہوا کہ ایک ولی کامل بزرگ کی آخری زیارت اور جنازہ کی شرکت کا موقع عنایت فرمایا۔ (روایت حضرت والد صاحب مدظلہ)

### حضرت مولانا اعظم حسین صاحب سے بیعت

بزرگوں کی صحبت و برکت نے بیعت کا داعیہ پیدا کر دیا تو حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے، اور دو ماہ مستقل قیام فرمایا۔ حضرت مفتی صاحب اس واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی کی خدمت میں دو ماہ مستقل



قیام کیا۔ مولانا ممدوح حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے خلفاء میں سے تھے۔ نہایت خاشع، خاضع، متقی، متورع، پابند شرع، متبع سنت، بزرگ تھے، فقیر ممدوح سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوا، اور ادو وظائف واذکار کی تعلیم کے ساتھ مراقبہ و محاسبہ کی تعلیم تلقین فرمائی۔ بڑی سخت شرطوں کے ساتھ ہفتہ بھر کا چلہ کرایا۔ ۱۹۱۵ء میں مدینہ طیبہ میں مولانا انتقال فرما گئے۔ نہایت بابرکت بزرگ تھے۔ اہل مدینہ مرحوم کا بہت ادب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ادب اس ہندی سے سیکھو، قدس اللہ سرہ، اللہم ارفع درجاتہ۔

حضرت مولانا اعظم حسین صاحب کی وفات کے بعد حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی سے رجوع فرمایا۔ اس بیعت کی کوئی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔ اس بیعت کا علم حضرت مفتی صاحب کی ایک تصنیف ”توحید الاسلام“ کے انتساب سے ہوا۔ مفتی صاحب ”توحید الاسلام“ کے شروع میں ”عنوان و انتساب“ کے بعد تحریر فرماتے ہیں:

”میں اس ناچیز تالیف کو اپنے قدسی صفات پیرومرشد، محی السنہ، قانع البدعہ، صاحب الشریعہ والطریقہ، بحر المعرفہ والحقیقہ، رئیس المحدثین، مقدم المفسرین، قدوة السالکین، زبدۃ الواصلین، وارث الانبیاء والمرسلین، حکیم الامت مجدد الملتہ، مولائی و مرشدی وسیلۃ یومی وغدی، کاشف اسرار خفی و جلی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی متع المسلمین بطول بقاءہ کے بابرکت نام نامی سے معنون کرتا ہوں۔“

ع      گر قبول افتدز ہے عز و شرف

بندہ مرغوب احمد لاچپوری سورتی عفی عنہ

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمہ اللہ  
آپ چودھویں صدی کے مجدد رومی عصر رازی وقت، بے مثال مفسر، بے بدل عالم اور

عارف باللہ بزرگ تھے۔ ذکاوت و ذہانت کے آثار بچپن ہی سے نمایاں تھے۔ چار سال دارالعلوم دیوبند میں رہ کر: ۱۲۹۹ھ میں فراغت حاصل کی۔ فراغت کے بعد اولاً مدرسہ ”فیض عام“ کانپور میں عام فیض پہنچایا، پھر کانپور ہی کے مدرسہ ”جامع العلوم“ میں کامل العلوم نے مسند صدارت کو زینت بخشی۔ ۱۴ سال کے بعد تھانہ بھون میں مقیم ہو کر: ۴۷ سال تک تبلیغ دین، تزکیہ نفس اور تصنیف و تالیف کی ایسی گراں قدر خدمات انجام دیں جس کی مثال اس دور کی کسی دوسری شخصیت میں نہیں ملتی۔ دین کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس میں آپ کی عظیم خدمات تقریری اور تصنیفی صورت میں نمایاں نہ ہوں۔ مولانا یعقوب صاحب نانوتوی اور حضرت شیخ الہند سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے خلیفہ و مجاز تھے۔ شیخ کو آپ پر مکمل اعتماد تھا، فرماتے تھے: ”میاں اشرف علی بس پورے میرے طریقے پر ہیں“۔ زندگی بڑی منظم تھی، ہر کام اپنے وقت پر انجام پاتا تھا۔ ۱۶۹ھ خلفاء چھوڑے۔ ۸۳ سال کی عمر میں ۱۶ رجب المرجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۳ء کی شب میں اس جہان فانی کو خیر باد کہا۔ تھانہ بھون میں مدفون ہیں۔

کہیں مدت میں ساقی بھیجتا ہے ایسا مستانہ

بدل دیتا ہے جو بگڑا ہوا دستور میخانہ

حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی وفات کے بعد نقشبندی سلسلہ کے ایک عارف اور اہل دل بزرگ۔ جو ہمارے علاقہ میں کابل والے پیر صاحب سے مشہور تھے اور بڑے اہل اللہ میں سے تھے۔ سے رجوع فرمایا۔ موصوف کا مختصر تذکرہ درج ہے:

حضرت شاہ غلام محمد مجددی نقشبندی کابلی رحمہ اللہ

آپ سلسلہ نقشبندیہ کے کبار مشائخ میں سے تھے۔ اصلاً جلال آباد افغانستان کے

باشندے تھے۔ نوساری میں کچھ عرصہ قیام فرمایا۔ تقسیم ہند کے بعد زعماء پاکستان کی دعوت پر پاکستان تشریف لے گئے اور کراچی کو مسکن بنالیا۔ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے اپنے رسالہ ”ذکر اللہ اور درود و سلام کے فضائل و مسائل“ (ص ۵۴) میں ان ہی بزرگ کا تذکرہ اس طرح کیا ہے:

”علاقہ کابل کے ایک مشہور بزرگ بنائے پاکستان کی ابتداء میں کراچی میں تشریف لے آئے تھے۔ مجھ پر بڑا کرم فرماتے تھے۔ انہوں نے ذکر کیا کہ ایک مرتبہ میں مسجد نبوی میں معتکف تھا، میں نے دیکھا کہ نصف شب کے بعد ایک شخص نگرانی کے لئے آئے اور روضہ اقدس کے سامنے پہنچ کر سلام عرض کیا تو روضہ اقدس کے اندر سے جواب سلام کی آواز آئی، جس کو میں نے اپنے کانوں سے سنا اور ہر رات یہی سلسلہ میں دیکھتا رہا۔“

۱۹۵۲ء میں وفات پائی۔ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے نماز جنازہ پڑھائی، کراچی میں مدفون ہیں۔

شیخ موصوف نے آپ کی تربیت کرنی شروع کی، ساتھ ہی ایک عجیب خواب دیکھا۔ اس خواب نے شیخ کے دل میں مولانا کی عظمت بڑھادی اور خصوصی نظر آپ پر رکھی اور خلافت سے نوازا، وہ خواب یہ ہے:

شیخ کو آپ ﷺ کا حکم کہ: مرغوب کی تربیت کرو

مولانا اسماعیل صاحب سمنی مدظلہ العالی (خلیفہ حضرت مولانا ابراہیم احمد صاحب دہلوی) کی زبانی بارہا یہ قصہ راقم نے سنا، مولانا نے فرمایا کہ:

”میرے والد حضرت شاہ غلام محمد مجددی کے مرید و خاص خادم تھے، ایک مرتبہ شیخ نے میرے والد سے بیان کیا کہ: آج مجھے نبی پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا کہ

ان دونوں حضرات پر خصوصی توجہ دو اور ان کی تربیت کرو، ایک حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی اور دوسرے مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری۔ اس خواب کے بعد شیخ نے ان دونوں حضرات پر خصوصی توجہ فرمائی اور دونوں کو خلافت مرحمت فرمائی۔ خلافت کا ذکر حضرت شاہ غلام محمد مجددی کے ایک مرید جناب پروفیسر مرتاض حسین قریشی (ایس، بی، گارڈا کالج نوساری) مرحوم نے اپنے ایک مضمون ”جنوبی گجرات کے چند اردو نویس علمائے کرام“ میں کیا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”مولانا مرغوب احمد صاحب بڑے صاف گو اور حق گو بزرگ تھے۔ اردو تقریر و تحریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ مہمان نوازی اور خوش خلقی کی وجہ سے عوام و خواص سب آپ کو بہ نظر احترام دیکھتے تھے۔ راقم الحروف دو چار بار لاچپور جا کر مل چکا ہے۔ آخر (۱۹۴۸ء) میں نوساری میں بھی ملاقات ہوئی تھی۔ ہمارے مرشد کامل حضرت شاہ غلام محمد مجددی نقشبندی کابلی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور اسی ملاقات میں خلافت حاصل ہوئی تھی۔“

اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے پروفیسر صاحب کو کہ ان کی اس تحریر سے ہمیں اپنے جد بزرگوار کی خلافت کا علم ہوا۔

حضرت مولانا رائے پوری سے بیعت کی درخواست اور حضرت کا جواب خلافت و اجازت کوئی جنت کی ضمانت نہیں کہ کسی سے خلافت ملی تو مطمئن ہو گئے، بلکہ اس نسبت سے ذمہ داری اور بھی بڑھ جاتی ہے، اس لئے سالک کو آخری وقت تک مطمئن نہیں ہونا چاہئے اور اپنے نفس کے محاسبہ اور نگرانی سے غفلت نہیں برتنی چاہئے۔

ہمارے اسلاف کے حالات میں یہ بات بھی ملے گی کہ شیخ کی وفات پر ضرور کسی بڑے

کو اپنا نگران بنایا۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب باوجود اپنے علوشان اور شیخ وقت ہونے کے علماء مظاہر علوم کو تحریر فرماتے ہیں:

”حق تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ کام اتنا وسیع ہو گیا کہ اب اس کی روز افزوں ترقی و مقبولیت کو دیکھ کر میں اپنے نفس سے بالکل مامون نہیں ہوں کہ وہ کہیں عجب و کبر میں مبتلا نہ ہو جائے، لہذا آپ جیسے اہل حق کی نگرانی کا سخت محتاج ہوں۔“

(حضرت مولانا محمد الیاس صاحب اور ان کی دینی دعوت: ص ۲۱۷)

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کا یہ ملفوظ مبلغین اور دعوت کے کام کرنے والے حضرات کو بار بار پڑھنا چاہئے اور اس پر غور کرنا چاہئے کہ حضرت کیا فرماتے ہیں؟ آج تو دعوت میں ذرا سا بڑا مرتبہ ملا، شوری میں نام آگیا، جہاں عوامی سطح پر ذرا اسلام و مصافحہ ہونے لگا کہ اپنی فکر سے غافل اور مشائخ اور علماء پر طعن و تشنیع کا بازار گرم۔ اللہم احفظنا۔

حضرت مفتی صاحب بھی خلافت ملنے اور اکابرین و عارفین سے صحبت یافتہ ہونے کے باوجود اپنے حال سے غافل نہیں ہوئے، اور اپنے شیخ کی وفات کے بعد حضرت مولانا عبدالقادر صاحب راپوری سے درخواست کی کہ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیجئے۔ اس پر حضرت راپوری رحمہ اللہ نے جو جواب دیا، وہ پڑھئے اور حضرت مفتی صاحب کے مرتبہ کا اندازہ لگائیے۔

مولانا عبدالحی صاحب کفلیتوی مدظلہ العالی اپنی تازہ اور مایہ ناز تصنیف ”تاریخ اکابرین گجرات“ (ص ۹۴ ج ۵) میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب راہ طریقت و سلوک کے کس اعلیٰ درجہ پر فائز تھے اس کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے، حضرت راپوری: ۱۹۵۱ء میں ڈابھیل تشریف لائے تھے،

وہاں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی تھی، حضرت مولانا کی رائپور واپسی کے بعد مفتی صاحب نے دو گرامی نامے ایک مولوی امداد اللہ صاحب رنگونی اور ایک احقر کے نام تحریر فرمائیں۔ احقر کے نام گرامی نامہ میں مفتی صاحب نے تحریر فرمایا کہ: حضرت رائپوری سے درخواست کریں کہ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمائیں۔ میں نے مفتی صاحب کا یہ پیغام حضرت رائپوری کی خدمت میں پہنچایا تو حضرت نے فرمایا: آپ مولانا مرغوب صاحب کو لکھ دیں کہ آپ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمائیں اور میں آپ کو اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہوں۔ حضرت رائپوری کا یہ پیغام مفتی صاحب کو موصول ہوا تو آپ نے اس کے جواب میں مولانا عبدالحی صاحب کے نام جو گرامی نامہ ارسال فرمایا وہ درج ذیل ہے:

مکتوب مفتی مرغوب احمد صاحب بنام مولانا عبدالحی صاحب کفلیتی

بسم الله الرحمن الرحيم

از دعاء گو: مرغوب احمد، لاجپور ضلع سورت

محترم عزیز مولوی عبدالحی صاحب رزقکم اللہ تعالیٰ علما نافعاً وفہماً کاملاً و  
 ذہناً ثاقباً ولساناً صادقاً ذا کراً وایماناً کاملاً، السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ  
 آپ کا محبت نامہ عرصہ ہوا موصول ہوا تھا، آپ نے حضرت اقدس مدظلہ العالی سے فقیر  
 کی معروضات کو پیش فرمایا اور حضرت نے ازراہ ذرہ نوازی فقیر کے لئے جو کچھ ارشاد فرمایا  
 بجنہ آپ نے فقیر کو تحریر فرمایا، اس سے مجھے بڑی خوشی ہوئی، حضرت نے ازراہ لطف و کرم  
 فقیر گنہگار کو سلسلہ بیعت میں منسلک فرما کر ضروری ہدایت سے مشرف فرمایا اور کامیابی کی  
 دعاء سے میری ہمت میں بڑی قوت پیدا ہو گئی ہے۔ حسب ارشاد بعد نماز فجر وبعد نماز عشاء  
 ہر دو وظیفہ پابندی سے پورے کر رہا ہوں۔ خداوند کریم اس یادگار سلف جیہ الخلف بابرکت

و بانیض مقدس ہستی کو مستفیدین کے سروں پر تادیر بایں ہمہ فیوض و برکات سلامت با کرامت رکھے، آمین۔

ناچیز ہدیہ مولوی امداد الحق صاحب نے جناب محترم مولوی عبدالمنان صاحب کے ذریعہ پیش کر دیا ہے، اطلاعاً عرض ہے۔

فقیر کی طرف سے نیاز مندانہ دست بستہ سلام حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کریں۔ فقیر آپ کے لئے دعا کرتا ہے آپ بہترین زمانہ ہستی کے زیر سایہ مقیم ہیں۔ مجھ سیہ کار از خدمت صلحا و بزرگان دور افتادہ کو اپنی حسن دعاء میں ضرور یاد فرماویں۔ آپ جوان عالم ہیں، آپ کی دعاء مجھ گنہگار کے لئے بہت مفید ہوگی۔ خدا آپ کو کمال ایمان و ترقی درجات نصیب فرمائے۔

چوں با حبیب نشینی و بادہ پیانی بیاد آر حریفان بادہ پیارا  
حضرت مولانا مولوی عبدالمنان صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

والسلام: مرغوب احمد غنی عنہ

لاچپور ضلع سورت۔ ۲۹ شوال ۱۳۷۰ھ، جمعہ

### ڈابھیل میں حضرت رائے پوری سے ملاقات

مولانا محمد کفلیتوی (تلمیذ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت اقدس مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری جب ڈابھیل تشریف لائے میں بھی اس مجلس میں شریک تھا۔ مولانا مرغوب احمد صاحب نے کچھ دیر بات کر کے فرمایا کہ: حضرت کچھ نصیحت فرمائیں تو حضرت رائے پوری نے فرمایا:

”آپ کے پاس کس چیز کی کمی ہے کہ میں نصیحت کروں آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح

سے کامل ہی نہیں اکمل بنایا ہے۔“

اس واقعہ سے مفتی صاحب کے علوشان و علم مرتبہ کا پتہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

عارف باللہ مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری رحمہ اللہ

آپ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری کے جانشین اور گشت رحیمی کے حقیقی باغبان تھے۔ تحصیل علم کے لئے ”رام پور پانی پت“ سہارنپور، دہلی، وغیرہ کا سفر کیا۔ فراغت کے بعد طب یونانی کی باقاعدہ تحصیل کی اور مطب بھی چلایا۔ کچھ عرصہ بریلی اور دوسرے مقامات میں درس قرآن وحدیث کا شغل بھی رہا۔ علوم ظاہری کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور مرشد حق کی تلاش میں ایک عرصہ تک سرگرداں رہے، کچھ وقت مولوی احمد رضا خاں بریلوی کے یہاں بھی گذارا، پھر ایک عجیب واقعہ پر علیحدگی اختیار فرمائی۔ مقدر غلام احمد قادیانی کے یہاں بھی لے آیا، اس نے ”یساہادی“ کا وظیفہ بتایا، بالآخر ہادی حق نے بڑے حضرت رائپوری کی خدمت میں پہنچا دیا۔ ۱۵ سال خدمت عالی میں رہ کر سلوک کی منزلیں طے کیں۔ حضرت کی وفات کے بعد مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے، اور ۴۵ سال تک تلقین و ارشاد کا باعث بنے رہے۔ آخر یہ آفتاب ہدایت: ۱۴ ربیع الاول کو ۱۳۸۲ھ میں ہمیشہ کے لئے غروب ہو گیا۔

### حضرت مفتی صاحب کا سفر حج

حج بیت اللہ اسلام کے ارکان میں ایک بنیادی رکن اور ملت اسلامیہ کے مورث اعلیٰ حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی عظیم یادگار ہے۔

مالک سے محبت کا انکار سلیم الطبع انسان نہیں کر سکتا، پھر حقیقی مالک و خالق کی محبت اور شوق لقاء ایک باوفا بندے کی حقیقی ضرورت اور قلبی چاہت ہے۔



شریعت اور اسرار و رموز کے ماہر امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنی مشہور زمانہ کتاب ”احیاء العلوم“ میں حج کے نکتہ کو بیان فرماتے ہوئے لکھا:

”اگر اللہ تعالیٰ سے لقاء کا شوق ہے تو مسلمان اس کے وسائل و اسباب اختیار کرنے پر لاجمالہ مجبور ہوگا، عاشق اور محب ہر اس چیز کا مشتاق ہوتا ہے، جس کی اضافت اس کے محبوب کی طرف ہو، کعبہ کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہے، اس لئے مسلمان کو قدرتی طور پر اس کا سب سے زیادہ مشتاق ہونا چاہئے، علاوہ اس اجر و ثواب کی طلب و احتیاج کے جس کا وعدہ بھی کیا گیا ہے۔“

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حج کی حکمت کو بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”کبھی کبھی انسان کو اپنے رب کی طرف غایت درجہ اشتیاق ہوتا ہے اور محبت جوش مارتی ہے، اور وہ اس شوق کی تسکین کے لئے اپنے چاروں طرف نظر دوڑاتا ہے، تو اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تسلی کا سامان صرف حج ہے۔“

یہی محبت الہی ہے کہ شائقین حج دور دراز کا پر مشقت سفر برداشت کر کے اور ایک خطیر رقم خرچ کر کے مالک کے در پر پہنچتے ہیں، اور اس مشقت پر فرحت محسوس کرتے ہیں، اور بیت اللہ کی عدم حاضری کو اپنی محرومی اور بدنصیبی گردانتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب اپنی کتاب ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“ میں حدیث نمبر ۲۴ (تالیفات مرغوب ص ۲۰۴) کے تحت رقمطراز ہیں:

”جس شخص کو ہر قسم کی وسعت نصیب ہو، اور پھر اپنے دل میں زیارت خانہ کعبہ اور زیارت روضہ اطہر کے جذبات نہ ہوں، ذوق و شوق سوز و گداز اور رغبت اس دیار پاک کی نہ ہو، اس سے بڑھ کر دنیا میں شاید کوئی بدنصیب ہووے۔“

از گدایان تو ام شاہ بفرما مددے کہ چو مرغان حرم در حرمت جا گیرم  
اے بادشاہ! میں تیرے فقیروں میں سے ہوں، میری مدد فرما، حرم کے پرندوں کی طرح  
حفاظت میں ہوں۔

حضرت مفتی صاحب کو حق تعالیٰ نے اپنی محبت و معرفت سے نوازا تھا، چنانچہ آپ کو بھی  
حرم کی حاضری اور روضہ اقدس کی زیارت کا شوق تھا، اور بڑھ رہا تھا اور مبشرات و اشارات  
رویاے صالحہ میں دیئے جا رہے تھے۔

۱۳۲۳ھ جمادی الآخریٰ کی آخری تاریخوں میں (اتفاق کہ موسم حج کے بعد ہی)  
حضرت مفتی صاحب کو حضرت سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت خواب میں  
نصیب ہوئی۔ مولانا کا وہ پورا خواب آپ ہی کے قلم سے تحریر فرمودہ اس کتاب میں مذکور  
ہے۔ (دیکھئے! ص ۱۱۳)

اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر رئیس المعبرین علامہ ابن  
سیرین نے یہ تحریر فرمائی ہے کہ: اس خواب دیکھنے والے کو بیت اللہ کا حج نصیب ہوگا۔  
علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ کی یہ تعبیر حضرت مفتی صاحب کے حق میں صحیح ثابت ہوئی  
اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس دولت عظمیٰ سے نوازا۔

حضرت نے مع اپنی اہلیہ کے فریضہ حج ادا فرمایا اور غالباً یہی آپ کا ایک سفر حج تھا۔  
راقم الحروف کو حضرت کے سفر حج کے کوئی حالات و واقعات مل نہ سکے، البتہ مولانا کے  
مکتوبات میں قاری محمد صدیق صاحب کے نام مکہ معظمہ جب موصوف بغرض حج بیت اللہ  
تشریف لے گئے تھے ایک گرامی نامہ تحریر فرمایا ہوا موجود ہے، اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ  
مولانا نے سفر حج میں کیسے وقت گزارا ہوگا۔

## آپ ﷺ کی قبر اطہر سے فیض حاصل کرنے کا طریقہ

بسم الله الرحمن الرحيم

محترم المقام جناب حافظ قاری محمد صدیق صاحب المیمی، مکہ معظمہ

از طرف نحیف ضعیف مریض مرغوب احمد لاچپوری

بعد سلام مسنون! اللہ پاک نے آپ کو حرم محترم کعبہ معظمہ میں پہنچا دیا، الحمد للہ علی ذلک۔ فقیر تقریباً ایک ماہ سے لقوہ (فالج) کے مرض سے لب فراش ہے، مرض میں گو نہ افاقہ ہے، ضعیفی کا لقوہ ہے، اس لئے کامل افاقہ ہوتے ہوئے دیر لگے گی خداوند کریم کی شان ’کن فیکون‘ سے عاجزانہ دعا ہے کہ شفاء عاجلہ نصیب فرمائے، آمین۔

دیگر آپ حرم محترم مدینہ شریف میں بھی قیام فرمائیں گے، بزرگان دین نے حضور ﷺ کی روحانیت کاملہ سے آپ کی قبر اطہر سے فیض حاصل کرنے کے لئے اپنا تجربہ لکھا ہے کہ: عشاء کی نماز کے بعد ہر ایک کام سے فارغ ہو کر با وضو و روضۂ اطہر کے سامنے مواجہ میں بیٹھ کر درود شریف پڑھے اور درود شریف پڑھتے وقت یہ تصور رکھے کہ حضور اکرم ﷺ کے قلب اطہر سے فوارہ کی شکل میں نور کا فیضان میرے قلب پر ہو رہا ہے، یہ طریقہ نسبت اویسیت حاصل کرنے کے لئے بہترین طریقہ ہے۔ انشاء اللہ یہ وظیفہ آپ کو بہت مفید ہوگا، اس لئے کہ آپ کو مدینہ شریف کے قیام میں روضۂ اطہر کا قرب ہر وقت حاصل ہوتا رہے گا۔ فقیر کی طرف سے بھی مؤدبانہ صلوٰۃ و سلام عرض کیجئے اور صحت کے لئے دعاء فرمائیے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو حرمین شریفین کے برکات و انوار سے منور فرمائے، آمین۔ جواب سے مشرف فرمائیں، والسلام دعا گو و دعا جو: مرغوب احمد لاچپوری ضلع سورت

مورخہ: ۱۳/ رجب ۱۳۷۷ھ مطابق: ۳/ فروری ۱۹۵۸ء

## رُویائے صادقہ

نبی پاک ﷺ کے عشاق کے لئے یہ نعمت کچھ کم نہیں کہ انہیں حق تعالیٰ اپنے محبوب کی زیارت منامی نصیب فرمادیں۔

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ ﷺ کی زیارت رُویائے صالحہ میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت کبریٰ ہے۔ حدیث پاک میں: ”الرؤیا الصالحة من اللہ“ کہ اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

اور یہ بھی فرمایا گیا کہ: ”الرؤیا الصالحة جزء من ستة واربعين جزءاً من النبوة“۔ (متفق علیہ)

یعنی سچا خواب نبوت کا چھالیسواں حصہ ہے۔

نبی پاک ﷺ کی زیارت سے بڑھ کر رُویائے صادقہ کیا ہوگا کہ اور خواب میں تو تلبیس ابلیس کا بھی خوف ہے، مگر زیارت نبوی ﷺ میں:

”من رانى فى المنام فقد رانى فان الشيطان لا يتمثل فى صورتى“۔ (متفق علیہ)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے فی الواقع مجھ ہی کو دیکھا (اور اس کا یہ خواب

سچا ہے) کیونکہ شیطان کو یہ مجال نہیں کہ کسی کے خواب کے اندر میری شکل میں ظاہر ہو۔

بعض محققین نے فرمایا ہے کہ: شیطان خواب میں حق تعالیٰ کی حیثیت سے ظاہر ہو کر

افتراء پر دازی کر سکتا ہے، اور دیکھنے والا دھوکہ کھا سکتا ہے کہ یہ واقعی باری تعالیٰ ہے، لیکن

حضرت رحمۃ للعالمین ﷺ کی صورت کبھی اختیار نہیں کر سکتا، کیونکہ حضور اکرم ﷺ

مظہر ہدایت ہیں، شیطان مظہر ضلالت ہے، اور ہدایت و ضلالت میں ضد ہے، اور حق تعالیٰ

صفت اضلال و ہدایت اور تمام صفات متضادہ کے جامع ہیں۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ مخلوق کا دعویٰ الوہیت صریح البطلان ہے، اس لئے کسی طرح اشتباہ نہیں ہو سکتا، بخلاف دعویٰ نبوت کے کہ ہزاروں لاکھوں تہی دستان قسمت خود ساختہ نبیوں کی خانہ ساز نبوت پر ایمان لا کر راہ حق سے بھٹک جاتے ہیں، اسی بنا پر سرور کون و مکان علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شکل اختیار کر کے اسے لوگوں کو دھوکہ دینے کی قدرت نہیں دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ مدعی الوہیت سے خوارق عادت کا صدور ممکن ہے، لیکن اگر کوئی دعویٰ نبوت کرے تو اس کی اعجاز نمائی کی قدرت سلب کر لی جاتی ہے تاکہ خدا کی کمزور مخلوق، خوارق کی وجہ سے اس کے دام میں نہ پھنس سکے۔ (مقدمہ تعبیر الروایا)

نبی پاک ﷺ کی خواب میں زیارت کے اسباب میں سے درود شریف کی کثرت اور اتباع سنت بھی ہے۔

درود شریف کے چند صیغے جن کے پڑھنے سے زیارت منامی ہو سکتی ہے  
مشائخ نے کچھ اعمال اور درود شریف کے خاص صیغے لکھے ہیں جن کے پڑھنے پر اللہ تعالیٰ اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنی معرکہ الاراء تصنیف ”سفینۃ النجاة فی ذکر مناقب السادات“ میں حضرت شیخ عبدالحق صاحب محدث دہلوی کی ”ترغیب اہل السعادات“ کے حوالہ سے چند صیغے نقل فرمائے ہیں۔ مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”حضور اکرم ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہونے کے لئے بزرگان دین کے تجربہ کے موافق بعض صیغے درود شریف کے مشہور ہیں، بشرط آداب و طہارت و خلوص انشاء اللہ ان کا پڑھنے والا خواب میں کبھی نہ کبھی ضرور مشرف ہوگا۔“

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ”ترغیب اہل السعادات“ میں لکھا ہے کہ: شب

جمعہ میں دو رکعت نفل نماز پڑھے، اور ہر رکعت میں گیارہ بار آیت الکرسی اور گیارہ بار قل  
ہو اللہ شریف پڑھے، اور بعد سلام سو بار یہ درود شریف پڑھے انشاء اللہ تین جمعے نہ گزرنے  
پائیں گے کہ حضور اکرم ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی۔ درود شریف یہ ہے: ”اللہم صلی  
علی محمد و النبی الامی و آلہ واصحابہ و سلم“۔

مور مسکین ہو سے داشت کہ در کعبہ رسد دست در پائے کبوتر زدہ ناگاہ رسید  
دیگر حضرت شیخ دہلوی نے لکھا ہے کہ: جو شخص دو رکعت نماز نفل اس طرح ادا کرے کہ  
ہر رکعت میں بعد الحمد کے پچیس بار قل ہو اللہ احد پڑھے، اور بعد سلام کے ایک ہزار مرتبہ  
درود شریف پڑھے، دولت زیارت نبوی انشاء اللہ نصیب ہو، صلی اللہ علی النبی الامی  
مرحباے پیک مشتاقان بدہ پیغام دوست تا کنم جان از سر رغبت فدائے نام دوست  
شیخ نے حصول زیارت کے لئے ایک درود یہ بھی لکھا ہے کہ: اسے سوتے وقت چند بار  
پڑھا جاوے:

”اللہم رب الحل والحرم، رب البيت الحرام، رب الركن والمقام، ابلغ  
لروح سیدنا و مولانا محمد منا السلام“۔

جاں میدہم در آرزوای قاصد آخربازگو در مجلس آں نازنین حرفے کہ از ما می رود  
یہ تین درود زیارت جمال نبوی ﷺ کے لئے بزرگان دین کے مجرب ہیں، لیکن  
بڑی شرط اس میں یہ ہے کہ ظاہری و باطنی معصیتوں سے انسان بالکلیہ پرہیز کرے، اور کمال  
شوق اور خالص توجہ اور محبت سے پڑھتا رہے، تو انشاء اللہ اس دولت عظمیٰ سے محروم نہ رہے  
گا، اللہم ارزقنا زیارة سید المرسلین بجاہ النبی الامین ﷺ۔ (تالیفات مرغوب ص ۲۸۲)  
حضرت مفتی صاحب کا یہ مضمون پڑھے! کس اعتماد سے تحریر فرماتے ہیں:

”بشرط آداب و طہارت و خلوص انشاء اللہ اس کا پڑھنے والا خواب میں کبھی نہ کبھی ضرور مشرف ہوگا۔“

آگے لکھتے ہیں:

”کمال شوق اور خالص توجہ اور محبت سے پڑھتا رہے تو انشاء اللہ اس دولت عظمیٰ سے محروم نہ رہے گا، اللھم ارزقنا زیارة سید المرسلین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم۔“

مفتی صاحب کی یہ دعا دیکھئے! اور آپ کے حالات پڑھئے! یہ دعا کیسی قبول ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس نعمت عظمیٰ سے متعدد مرتبہ سرفراز فرمایا۔ موصوف نے اپنی بیاض میں ان خوابوں کو ”تحدیثِ نعمت“ کے عنوان سے تحریر فرمایا ہے۔

حضرت والد ماجد صاحب مدظلہم مولانا کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا کو طالب علمی کے زمانہ ہی سے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قلبی تعلق اور سید الانبیاء والمرسلین ﷺ سے فرط محبت کی وجہ سے بار بار خواب میں ان حضرات کی زیارت نصیب ہوئی۔ یہ تمام روایات صادقہ مولانا کے علوم مرتبت اور نسبت تامہ کے شاہد ہیں۔“

فقیہ گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری تحریر فرماتے ہیں کہ:

”اتباع سنت کی برکت تھی کہ حضرت نور اللہ مرقدہ کو حضور اقدس ﷺ کی متعدد بار زیارت نصیب ہوئی۔“

حضرت مفتی صاحب کو حضرت نبی پاک ﷺ کے علاوہ اولو العزم پیغمبر حضرت سیدنا خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی زیارت بھی دو مرتبہ ہوئی، اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت منامی کا شرف بھی حاصل ہوا۔

علامہ ابن سیرین رحمہ اللہ نے لکھا ہے: جو شخص اولوالعزم (حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام کا شمار اولوالعزم ہی میں) پیغمبر کو خواب میں دیکھے عزت اور جلال کی دلیل ہے۔ (تعبیر الرؤیا)

فرشتوں میں سید الملائکہ حضرت جبریل علیہ السلام کی زیارت بھی نصیب ہوئی۔  
نوٹ..... حضرت مفتی صاحب کے یہ تمام خواب رفیق محترم مولانا عبدالحی سیدات صاحب کی محنت اور اہل لاجپور (ویلفیئر سوسائٹی) کے تعاون سے گجراتی میں بھی شائع ہو چکے ہیں، مفتی صاحب نے اپنی بیاض میں یہ تمام خواب ”تحدیث نعمت“ کے عنوان سے تحریر فرمائیں ہیں وہ یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

## تحدیث نعمت، یعنی آپ کی خواب میں زیارت کے واقعات

رویت آقا ﷺ

(۱)..... شروع جوانی میں طالب علمی کے زمانہ میں لاجپور جامع مسجد سے باہر شمالی جانب چاندرا تیا بڑ کے قریب میدان میں حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کو گھوڑے پر سوار، عمامہ زیب سر، خوب رو و شکیل جوان کی صورت میں دیکھا، فالحمد لله علی ذلک۔

رویت آقائے دو جہاں ﷺ

سلام علی انوار طلعتک اللّٰتی اعیش بها شکراً وافنی بها وجداً  
(۲)..... خداوند کریم کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس عاصی کو مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں مورخہ: ۱۷/ ماہ صفر: ۱۳۴۵ھ مطابق: ۲۷/ اگست ۱۹۲۶ء شب جمعہ بوقت اذان صبح



حضور رحمۃ للعالمین سیدنا و مولانا محمد ﷺ کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما ہیں، یہ عاصی حضور ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے، اتنے میں ایک شخص جانب قبلہ سے آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مدینہ شریف کی آبادی کے باہر ایک جذامی بیمار پڑا ہوا ہے۔ حضور ﷺ بیمار کے پاس چلیں (اس عرض پر میرا ذہن ان متعدد اور مختلف احادیث کے معانی کی طرف متوجہ ہوا کہ:

(۱)..... فرّ من المجذوم كما تفرّ من الاسد۔ ۱

(۲)..... لا عدوی ولا طيرة في الاسلام۔ ۲

(۳)..... حضور ﷺ نے ایک ہی پیالہ میں جذامی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔ ۳

اور خیال گذرا کہ ان متضاد اقوال اور افعال کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ شخص آپ ﷺ کو آزار مار رہا ہے کہ جذامی کے پاس آپ ﷺ تشریف لے جاتے ہیں یا نہیں؟ لیکن حضور ﷺ ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ جنگل کی طرف تشریف لے گئے، فقیر بھی حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے گیا۔ حضور ﷺ بیمار کے قریب پہنچیں تاہم وہ بیٹھا رہا۔ کشیدہ قامت، بھاری بدن، سادہ فوجی وردی میں بیٹھا ہوا آپ ﷺ کو دیکھتا رہا۔ آپ ﷺ نے سلام کے بعد مصافحہ کیا تو مریض نے آپ ﷺ کے دست مبارک کا پہنچا پکڑ لیا، آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ سے پہنچا چھڑانے کی غرض سے دو مرتبہ ”اَمْهَلْ اَمْهَلْ“ فرما کر سختی سے ہاتھ چھڑا لیا، فقط۔

۱..... بخاری، باب الجذام، کتاب الطب، رقم الحديث: ۵۷۰۷۔

۳..... البوداؤد، باب فی الطّیّرة والخطّ، کتاب الطب، رقم الحديث: ۳۹۲۵۔ ترمذی، باب ما جاء فی الاکل مع المجذوم، ابواب الطب، رقم الحديث: ۱۸۱۷۔ ابن ماجہ، باب الجذام، کتاب الطب، رقم الحديث: ۳۵۴۲۔

نوٹ:..... اس خواب کی عمدہ تعبیر حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی، مگر اس کی اشاعت سے منع فرمایا ہے۔ مرغوب احمد

آپ ﷺ کو جامع مسجد لاچپور میں نماز پڑھتے دیکھنا

سلامی یا نسیم الصبح قد بلغ  
الی من قرفی صدری ہواہ  
فجسمی ظاہرا منه بعید  
بعین باطن قلبی یراہ  
(۳)..... الشکر لله والمنة لله کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس عاصی کو لازوال نعمت سے نوازا۔ فالحمد لله حمداً کثیراً۔

۲۱ ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۳۱ء بروز شنبہ بوقت صبح صادق آقائے نامدار محبوب رب العالمین حضرت سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد علیؒ و علی الہ واصحابہ اجمعین کو لاچپور کی جامع مسجد کے برآمدے میں سنگ مرمر کے مصلیٰ پر داہنی جانب دو گانہ ادا فرماتے ہوئے اس عاصی نے دیکھا، فالحمد لله علی ذلک۔

اس واقعہ سے دل کو طمانیت ہوئی کہ انشاء اللہ عند اللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ وارد ہے، اور مقبول مسجد قبا کے بارے میں ﴿أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾ کا ارشاد ہے۔ اے

۱..... خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے کہ شہر مدینہ کے قریب ایک محلہ ہے۔ قبا اس کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اول اس محلہ میں قیام فرمایا، پھر شہر میں تشریف لے گئے۔ قبا کے قیام میں جس جگہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی وہاں اس محلہ کے مومنین مخلصین نے ایک مسجد بنائی اور اس میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ منافقین میں باہم یہ صلاح ٹھہری کہ ایک مکان مسجد کے نام جدا گانہ بنایا جاوے، اس میں سب جمع ہو کر اسلام کی ضرر رسانی کے مشورے کیا کریں، غرض مسجد کی شکل پر وہ مکان تیار ہوا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی گئی کہ آپ وہاں چل کر نماز پڑھ

## حضرت ﷺ کی زیارت اور آپ کو سحری کھلانا

(۴)..... الحمد لله ثم الحمد لله والشكر لله کہ مؤرخہ: ۱۵/رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۳ جولائی ۱۹۴۹ء بعد صبح صادق بروز چہار شنبہ کمترین خلایق مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولمشاخہ الکرام کو روحی فداہ حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت منامی و شرف ہم کلامی اور حضور ﷺ کو سحری کھلانے کی سعادت غریب خانہ پر نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں سحری کے کھانے میں کھجڑی اور شوربہ پیش کیا اور آپ ﷺ نے تناول فرمانا شروع کیا، کمترین نے ایک شخص کے ساتھ ایک چمچہ گھی بھیج دیا اور دوسرا چمچہ گھی سے بھرا ہوا خود لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پیش کیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا! کیا لائے؟ فقیر نے مؤدبانہ عرض کیا کہ حضور ﷺ یہ خالص عمدہ گھی ہے، کھجڑی میں ملا لیجئے، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا، اور گھی بطیب خاطر قبول فرما کر کھانے میں ملا کر تناول فرمایا، والحمد لله علی ذلک و صلی اللہ علی النبی و آلہ وسلم۔

## حضرت ﷺ و حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت

سلام علی انوار طلعتک اللتی اعیش بها شکرا وافنی بها وجدا

(۵)..... عنایت ربانی جل علی شانہ کس زبان سے ادا کروں و توجہ و الطاف نبوی ﷺ پر لیجئے تو وہاں جماعت ہونے لگے، آپ ﷺ نے وعدہ فرمایا کہ تبوک سے واپس آ کر اس میں نماز پڑھوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں آپ ﷺ کو حقیقت حال کی اطلاع کردی اور وہاں نماز پڑھنے کی غرض سے جانے سے منع فرمایا، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیج کر اس کو آگ لگوادی اور منہدم کرادیا۔ اس مسجد کا لقب ”مسجد ضرار“ مشہور ہے، بوجہ اس کے سبب ضرر تھا۔

(نوائداز: حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

کس طرح جان قربان کروں کہ بندہ روسیاء مرغوب احمد نے یکم ذیقعدہ: ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ جنوری: ۱۹۳۷ء شب جمعہ بوقت صبح ساڑھے چار بجے زیارت وصحبت وہم کلامی وہم نشینی سردار دو عالم نور مجسم ﷺ سے رب العزت نے اپنے فضل و کرم خاص سے (بزمانہ خدمت دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون) نوازا۔

کیفیت یہ تھی ایک تخت پر قبلہ رخ حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور غلام بھی داہنی جانب تخت کے ایک کونہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ اور غلام دونوں پیر لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ کی بائیں جانب تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر قبلہ رو کعبۃ اللہ شریف کی عمارت و منزلہ کھڑی ہے۔ عمارت کے بالائی حصہ میں لوہے کی ایک بڑی چنی وسط کعبہ میں مرکوز ہے۔ کعبۃ اللہ شریف کے بیرونی حصہ سے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ عم رسول پاک ﷺ کعبہ کی عمارت پر چڑھ رہے ہیں اور رسی پکڑ کر لٹکتے ہوئے زور دے کر چڑھنے میں اتنا زور پڑتا ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کا بالائی حصہ مشرق کی جانب جھگ گیا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بزور لٹکتے ہوئے چڑھنے کو ملاحظہ فرما کر مجھ غلام سے فرمایا کہ: عباس بہت تکلیف سے چڑھ رہے ہیں، میں یہ سمجھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی امداد کرنے کا اشارہ ہے۔ بندہ فوراً اٹھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مدد کو چلا۔ کعبۃ اللہ کے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قریب پہنچنا چاہتا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ حضور اقدس ﷺ سے کچھ مکالمہ کا شرف بھی حاصل ہوا، لیکن کچھ بھی یاد نہ رہا۔ فالحمد لله علی ذلک، فداک ابی وامی یا رسول اللہ۔

حضرت محمد، حضرت عیسیٰ، حضرت موسیٰ علیہم السلام کی زیارت

(۶)..... ۱۸ جمادی الاخریٰ: ۱۳۷۴ھ شب شنبہ کو اللہ کے فضل و کرم سے حضور آقائے

نامدار ﷺ اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلوٰۃ والسلام ہر سہ اولو العزم رسل کی زیارت منامی کا شرف اس روسیاء کو نصیب ہوا۔  
مجھے خواب میں ایسا معلوم ہوا کہ ہر سہ پیغمبرانِ عظام صلوٰۃ اللہ علیہم جناب مولوی محمد یوسف صاحب نبیرہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب قدس سرہ کے مہمان ہیں،  
الحمد للہ علی ذلک۔

### حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت

(۷)..... مؤرخہ: ۴ / جمادی الاخری: ۱۳۷۳ھ مطابق: ۹ / فروری: ۱۹۵۴ء بوقت شب  
حضرت سیدنا عیسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت علماء کے ایک مجمع کے ساتھ  
نصیب ہوئی، گویا علماء کی ایک خاصی جماعت لاچپور آئی ہے ان کے قیام کے لئے کہ کسی  
مکان میں ٹھہرایا جاوے یا جامع مسجد میں اس میں اختلاف ہوا، میری رائے مسجد میں  
ٹھہرانے کی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایماء وارشاد سے علماء کی جماعت کو جامع مسجد  
میں ٹھہرایا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہایت شکیل، وجیہہ، خوبرو، سرخ و سفید چہرہ، بدن سڈول نہ  
ہا کاناہ بھاری، قد متوسط عمر تیس، چالیس سال کے اندر معلوم ہوتی تھی، الحمد للہ علی  
ذلک۔

### رویت حضرت ابراہیم علیہ السلام

۸:..... جمادی الاخری: ۱۳۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں عاصی راقم الحروف مرغوب  
احمد غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولشائخہ الکرام کو دہلی مدرسہ عبدالرب مرحوم میں عالم رویا میں حضرت  
خلیل اللہ سیدنا ابراہیم صلوات اللہ علیہ وعلیٰ جمیع الانبیاء والمرسلین کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مدرسہ میں تشریف آوری کی اطلاع ہوتے ہی فقیر نے عالم شوق میں مدرسہ کے طلبہ کو یہ کہتے ہوئے بیدار کیا کہ بزرگان دین کی ملاقات سے ہمیں کس قدر مسرت ہوتی ہے، آپ تو خلیل اللہ ہیں، جلدی دوڑ کر شرف زیارت حاصل کرو، چنانچہ طلبہ حاضر خدمت ہو گئے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام شمالی جانب صحن مسجد میں مولانا محمد شفیع صاحب کی درس گاہ کے حجرے کے سامنے قبلہ رودوزانو تشریف فرما تھے اور مواجہہ میں حضرت علیہ السلام کے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب محدث و صدر مدرس و ناظم مدرسہ نہایت ادب سے بیٹھے تھے۔ دیگر مدرسین و طلبہ اطراف میں نہایت ادب سے بیٹھے ہوئے زیارت سے مشرف ہو رہے تھے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا حلیہ مبارک آج پچاس سال کے بعد بھی ذہن میں محفوظ ہے۔ میانہ قامت، لیکن قریب کشیدہ قامت کے، رنگت نہایت سرخ و سفید، جسم اطہر نہ ہلکا نہ بھاری، لیکن بھرا ہوا، سیاہ جبہ و عمامہ باندھے ہوئے۔

میری خوشی کا اس وقت جو عالم تھا اس کے اظہار سے قاصر ہوں۔ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب نے نہایت ادب سے عافیت مزاج اقدس دریافت کرنے کے بعد تشریف آوری کا سبب دریافت کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ: میں مولوی رشید احمد (گنگوہی) کو لینے آیا ہوں۔ (اسی ماہ میں مورخہ: ۸ جمیعہ کو حضرت مولانا کا انتقال ہو گیا تھا یہ واقعہ انتقال کے کچھ روز بعد کا ہے)

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا عبدالعلی صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب! مجھے آپ کے نو جوان صاحبزادے عبدالجلیل کے انتقال کی خبر ہوئی تھی، مرحوم

بہت آرام سے ہیں آپ صبر کیجئے۔

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ: میں مدرسہ امینیہ دیکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ہمراہ طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ فقیر بھی سنہری مسجد میں گیا۔ مدرسہ کی سیڑھی کے سامنے اوپر میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا حجرہ تھا۔ سیڑھی چڑھ کر اوپر تشریف لے گئے، پھر واپس اترے۔ ہم نیچے کھڑے تھے۔ حضرت کے حجرہ کی سیڑھی سے اترنے کا سماں اب تک میری نظروں میں گھوم رہا ہے۔

حضرت علیہ السلام کی شکل و شبہت، قد و قامت اور خوبصورتی کی مثال و مشابہت میں اگر ناقص تشبیہ کسی کے ساتھ دے سکوں تو مولانا عبدالحق صاحب حقانی مرحوم اور میرے والد مرحوم کو دے سکتا ہوں، الحمد للہ والشکر للہ۔

### حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زیارت

(۹)..... الحمد للہ والشکر للہ آج شب یک شنبہ بوقت دو ساعت: ۲۳ شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ مطابق: ۱۷ اپریل ۱۹۵۵ء اس روسیہ سرپا عصیان کو عالم رویا میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بعدد معلوم لہ کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور متصل ایک دوسرے کمرے میں کتب خانہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتب خانہ سے ایک مجلد کتاب اٹھائی جس میں دو کتابیں تھیں، ایک کتاب کے ساتھ دوسری کتاب تھی وہ خطبات جمعہ کا مجموعہ تھا، اس مجموعہ خطب میں وہ خطبہ نظر انور سے گزرا جو حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی خطبہ جمعہ پڑھا کرتے ہیں۔ جامع مسجد میں

بوجہ جمعہ مصلیوں کا بڑا مجمع ہے، مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ علیہ السلام سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں، فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی رحمہ اللہ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا، فالحمد لله علی ذلک حمدا کثیرا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام ضعیف العمر تھے۔ ریش مبارک سفید تھی۔

### حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت

(۱۰)..... حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی، الحمد لله علی ذلک۔



# چوتھا باب

## عادات و معمولات

### اتباع سنت

نبی پاک ﷺ کا طریقہ جسے اسوۂ حسنہ فرمایا گیا، اور اس کی اتباع کا حکم دیا گیا، ظاہر ہے اس طریقہ نبوی سے بڑھ کر کوئی عمدہ طریقہ نہیں ہو سکتا۔

اور سنت سے محبت پر جنت کی بشارت دی گئی۔ فرمایا: ”جس نے میری سنت سے محبت کی تو اس نے مجھ سے محبت کی اور جو مجھ سے محبت کرے گا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا“

امام مالک رحمہ اللہ نے سنت کی مثال سفینہ نوح علیہ السلام سے دی ہے، جو اس میں سوار ہوا، یعنی سنت کا اتباع کر لیا وہ ناجی ہے اور جو سوار نہ ہوا یعنی تارک سنت رہا وہ غرق ہو گیا۔ (فتاویٰ رحیمیہ ص ۲۳۱ ج ۶)

شیخ سعدی رحمہ اللہ نے صحیح کہا:۔

خلاف پیہر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید  
جو شخص پیغمبر کے خلاف راہ اختیار کرے گا وہ کبھی منزل مقصود پر نہ پہنچ سکے گا۔

صاحب سوانح ”جمع الاربعین“ میں تحریر فرماتے ہیں:

”مسلمان کو چاہئے کہ اپنے نبی سید المرسلین شافع یوم الدین ﷺ کی سنت اور حضرات

صحابہ کرام کے طریق کی پیروی کرے کہ باعث نجات یہی طریقہ ہے“۔ (حدیث نمبر: ۹)

اللہ تعالیٰ شانہ نے مفتی صاحب کو زمانہ طالب علمی ہی سے سنت کی اتباع کی توفیق

مرحمت فرمائی۔ ایک ایک سنت پر عمل کا اہتمام فرماتے۔ حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مولانا کو زمانہ طالب علمی ہی سے اتباع سنت کا التزام تھا، چھوٹی چھوٹی سنتوں پر پابندی سے عمل تھا، اور اس کی برکت سے بزرگان دین اور علماء ربانی کی صحبت اور زیارت اور ان کی دعا حاصل کرنے کے مواقع بسہولت نصیب ہوتے رہے، اور قلب صاف اور شفاف ہوتا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

”من حفظ سنتی اکرمہ اللہ تعالیٰ باریع خصال: المحبة فی قلوب البررة والھیة فی قلوب الفجرة، والسعة فی الرزق، والثقة فی الدین“۔

جس نے میری سنت کا تحفظ کیا حق تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم فرمائیں گے:

(۱)..... پاکبازوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا۔

(۲)..... اور بدکاروں کے دلوں میں ہیبت۔

(۳)..... رزق کو فراخ کر دے گا۔

(۴)..... اور دین میں پختگی اور استقامت نصیب فرمائے گا۔ (شرح شرع الاسلام)

مذکورہ چاروں نعمتیں مولانا کو حاصل تھیں، ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

اتباع سنت ہی کے اہتمام کی وجہ سے آپ ان اذکار کی بھی پابندی فرماتے تھے جو

احادیث میں وارد ہوئے ہیں اور جن پر نبی کریم ﷺ نے فضائل بیان فرمائے ہیں۔

چنانچہ فجر اور مغرب کی نماز کے بعد ”لا الہ الا اللہ وحدہ“ الخ ہیئت قعود پر بیٹھ کر دس

مرتبہ پڑھنے کا دائمی معمول تھا، جس کی حدیث میں فضیلت آئی ہے۔

حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری اس معمول کے متعلق رقمطراز ہیں:

”حضرت کا ہمیشہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر و مغرب قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے ”لا الہ الا اللہ“ وحده لا شریک له“ له الملك وله الحمد بیده الخیر یحی و یمیت وهو علی کل شیء قذیر“ دس بار پڑھتے تھے۔

اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ”مشکوٰۃ شریف“ میں حدیث ہے:

عن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من قال قبل ان ینصرف ویثنی رجليه من صلوۃ المغرب والصبح ” لا اله الا الله وحده لا شریک له“ له الملك وله الحمد بیده الخیر یحی و یمیت وهو علی کل شیء قذیر“ عشر مرات کتب له بكل واحدة عشر حسنات ومحیت عنه عشر سیئات ورفع له عشر درجات‘ وكانت له حرزاً من کل مکروه وحرزاً من الشیطان الرجیم‘ ولم یحل لذنوب ان یدرکه الا الشوک‘ وكان من افضل الناس عملاً الا رجلاً یفضله یقول افضل مما قال ، رواه احمد۔ ۱ (مشکوٰۃ شریف ص ۹۰، باب الذکر بعد الصلوٰۃ)

یعنی حضرت عبد الرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے ہٹنے سے پہلے قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے یہ کلمات ”لا الہ الا اللہ“ الخ دس مرتبہ پڑھے تو ہر مرتبہ کہنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں اور یہ کلمات اس کے لئے ہر بری چیز سے امان اور شیطان مردود سے پناہ بنتے ہیں اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا، اور عمل کے اعتبار سے وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہوگا البتہ وہ شخص جو اس سے افضل کلمات کہے۔

۱.....مسند احمد ص ۵۱۲ ج ۲۸، حدیث عبد الرحمن بن غنم الاشعری، رقم الحدیث: ۹۹۰۔

## ذکر اللہ کا اہتمام

قرآن کریم جس چیز کو ”اکبر“ کہہ دے اس کی عظمت و بڑائی میں کیا کلام ہو سکتا ہے۔ ذکر کے متعلق قرآنی اعلان یہ ہے: ”وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ“ ذکر کی اس عظمت کا یہ تقاضا ہے کہ اسے کثرت سے کیا جائے، اور قرآن کریم ہی نے کثرت ذکر کا حکم مختلف عنوان سے دیا ہے۔

ذکر و وصول الی اللہ کا اعلیٰ ذریعہ ہے، اور ذکر اللہ سے غفلت کو موت فرمایا۔ (فضائل ذکر) کسی عارف نے خوب کہا ہے۔

فنسیان ذکر اللہ موت قلوبہم      واجسامہم قبل القبور قبور  
وارواحہم فی وحشة من جسامہم      ولیس لہم حتی النشور نشور  
اللہ کی یاد کو فراموش کر دینا ان کے قلوب کی موت ہے، اور ان کے اجسام (زمین والی) قبروں سے پہلے (ان کے مردہ دلوں کی) قبریں ہیں۔  
اور ان کی روئیں سخت وحشت میں ہیں ان کے جسموں سے، اور ان کے لئے قیامت اور حشر سے پہلے زندگی نہیں۔

ذکر کے متعلق خود صاحب سوانح ہی کا ایک اقتباس درج کرنا مناسب ہے۔ موصوف ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“ (تالیفات مرغوب ص ۲۳۳) میں رقمطراز ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : یقول اللہ تعالیٰ انا عند ظن عبدی بی ، وانا معہ اذا ذکرنی ، فان ذکرنی فی نفسہ ذکرته فی نفسی ، وان ذکرنی فی ملاء ذکرته فی ملاء خیر منہم۔ (متفق علیہ)

ترجمہ..... بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول

مقبول ﷺ نے فرمایا: خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ: میں اپنے بندے کے گمان کے موافق اس سے معاملہ کرتا ہوں، اور جس وقت وہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں، اگر بندہ مجھ کو اپنے جی میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں، اور اگر کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس سے بہتر مجمع (فرشتوں اور ارواح انبیاء) میں یاد کرتا ہوں۔

ف:..... انسان کا مطلوب ذاتی و مقصود اصلی یہی ہے کہ خدا کی یاد ہو، اس لئے جملہ اعمال خیر و ریاضات و عبادات اسی ذکر خدا کے ذرائع و وسائل ہیں، اور ذکر خداوندی مقصود بالذات ہے۔

جب معصیت اور گناہوں کے ارتکاب سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے اور شیطان اس پر اپنا پورا قبضہ جمالیتا ہے، تو پھر اس ہلاکت کے گڑھے سے نکلنے اور صفائی قلب پیدا کرنے کے لئے ذکر خدا سے بہتر کوئی قلعی و صیقل نہیں ہے۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ: ”ہر چیز کی قلعی ہوا کرتی ہے، اور دلوں کی قلعی اللہ کی یاد ہے۔“ (رواہ البیہقی)

حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”انسان کے دل پر شیطان گھٹنے ٹیکے بیٹھا رہتا ہے، جب وہ اللہ کا ذکر کرتا ہے تو وہ پیچھے ہٹ جاتا ہے۔“ (رواہ البخاری)

حدیث قدسی میں وارد ہے اللہ پاک فرماتا ہے کہ: ”جب بندہ مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میری یاد سے ہلتے ہیں تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔“ (رواہ البخاری)

اور خدا کے ساتھ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انسان اس کے ذکر کے وقت دائرہ حیوانیت اور پستی بشریت سے ترقی کر کے زمرہ ملائکہ مقربین میں جا ملتا ہے، اس میں تقرب خداوندی کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب کوئی قوم خدا کا ذکر کرنے بیٹھتی ہے تو

فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں، اور رحمت خداوندی ان کو ڈھانپ لیتی ہے، اور اطمینان و سکینہ و رضائے خدا کا ان پر نزول ہوتا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ذکر کی مجلس میں بیٹھنے کی لوگوں کو ترغیب دلائی، اور مجلس ذکر کو جنت کے باغات سے تشبیہ دی ہے۔ اور جو شخص کسی مجلس سے خدا کا ذکر کئے بغیر اٹھ جائے اس پر غصہ فرمایا، اور مردار لاش سے اس کی تشبیہ دی ہے۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ: ”جب جنت کے باغوں پر تمہارا گذر ہوا کرے تو کچھ کھایا پیا کرو، صحابہ نے عرض کیا کہ جنت کے باغات کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا ”ذکر الہی کے حلقے“۔ (رواہ الترمذی)

اور فرمایا کہ: ”جو لوگ مجلس سے خدا کو یاد کئے بغیر کھڑے ہو جاتے ہیں وہ گویا مردار گدھے کی لاش پر سے کھڑے ہو جاتے ہیں، ایک وقت ایسا آئے گا کہ اس کا افسوس کریں گے۔“ (رواہ ابوداؤد)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”اہل جنت کو جنت میں کسی چیز کا حسرت اور غم نہ ہوگا، مگر اس وقت کا جو دنیا میں بے یاد الہی کے گذرا ہے۔“ (رواہ الطبرانی)

بے غم عشق تو صد حیف ز عمرے کہ گذشت پیش ازیں کاش گرفتار غمت می بودم رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”جو شخص خدا کو یاد کرتا ہے اور جو شخص نہیں کرتا ان کی مثال زندے اور مردے کی سی ہے۔“ (رواہ الطبرانی)

قرآن پاک کی متعدد آیات و احادیث کثیرہ ذکر کی عظمت و فضیلت میں وارد ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ نے ”احیاء العلوم“ میں فرمایا ہے کہ: قرآن مجید کی تلاوت کے بعد کوئی عبادت جو زبان سے ادا کی جاتی ہے خدا کے ذکر سے افضل نہیں۔

الہی تو اپنے ذکر سے مجھے مانوس کر دے، اور میرے دل میں بجز اپنی یاد کے کوئی اور چیز

باقی مت چھوڑ، اور اس بات کی حقیقت سمجھا دے کہ قبر میں نہ کنبہ نہ مال نہ اولاد کوئی چیز تیرے ذکر کے سوا ساتھ دینے والی نہیں، فقط تیرا ذکر انیس ورفیق رہے گا۔

جزیاد دوست ہرچہ کنی عمر ضائع است      جز سرعشق ہرچہ بخوانی بطلالت است  
سعدی بشوی لوح دل از نقش غیر حق      علمے کہ راہ حق نماید جہالت است  
مفتی صاحب عالم باعمل تھے، ذکر اللہ کے متعلق جو آپ نے لکھا اس پر خود بھی عامل تھے۔ دعا بھی کیسی مانگی ”الہی ذکر سے مجھے مانوس کر دے“ مطالعہ وغیرہ سے فارغ اوقات میں تسبیح ہاتھ میں ہوتی اور زبان یاد الہی میں مشغول رہتی۔ مولانا بشیر احمد صاحب لاچپوری لکھتے ہیں:

”ذکر والی زبان اور شکر والادل اللہ رب العزت نے عطا فرمایا تھا۔ زندگی کے آخری ایام میں جب کبھی اس عاجز کو حاضری نصیب ہوئی تو تسبیح ہاتھ میں دیکھی۔“

مولانا اسماعیل حاجی واڑی صاحب لاچپوری سے میں نے سنا کہ: ”میں نے اپنے بزرگوں میں جنہیں ذکر اور شغل یعنی ہر وقت یاد الہی میں مصروف دیکھا ان میں مولانا مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کا کوئی ثانی نہیں۔“

### درود شریف کی کثرت

درود و سلام دراصل بارگاہ الہی میں مؤمن کی ایک دعا ہے جو رسول اللہ ﷺ کے لئے آپ سے دلی تعلق آپ کے احسانات اور آپ سے وفاداری کی وجہ سے کی جاتی ہے، امت مسلمہ پر نبی پاک ﷺ کے جو احسانات ہیں، ان کا بدلہ کون دے سکتا ہے؟ گویا اللہ تعالیٰ سے امتی درخواست کرتا ہے کہ ان احسانات کے بدلے آپ ہی نبی پاک ﷺ پر رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں۔

درود پاک کی اہمیت کے لئے یہ ارشاد ربانی کافی ہے: ﴿ان الله وملائكته يصلون على النبي يا ايها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليما﴾۔ (احزاب، آیت نمبر: ۵۶)

ہے کوئی ٹھکانہ نبی پاک ﷺ کے اعزاز کا کہ آپ پر اللہ تعالیٰ رحمت بھیجتا ہے اور فرشتے بھی۔ اور امتی کے لئے بھی یہ مقام مسرت ہے کہ ہمیں ایسے عمل کا حکم ملا جس میں خدا تعالیٰ اور اس کے فرشتے شریک ہیں۔ اور احادیث میں تو درود شریف کے اس کثرت سے فضائل بیان فرمائے گئے ہیں کہ ان کا احصاء بھی ناممکن ہے۔

ایک مرتبہ درود پڑھنے پر دس مرتبہ رحمتوں کا وعدہ، بعض روایات میں ستر تک کا عدد بیان فرمایا گیا ہے۔ اور آپ ﷺ کا یہ فرمانا جو مجھ پر درود بھیجتا ہے میں بھی اس پر درود بھیجتا ہوں (یعنی رحمت و مغفرت کی دعا کرتا ہوں)۔ اور درود شریف کی کثرت پر قیامت میں قرب نبوی کا وعدہ ہے۔ ان روایات کو پڑھ کر کوئی محروم ہی ہوگا جسے یہ توفیق نہ ملے۔

(یہ روایات ”الترغیب والترہیب“ میں ہیں)

ایک روایت میں تو یہ مضمون بھی آیا ہے کہ جو شخص مجھ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے وہ نہیں مرے گا یہاں تک کہ اپنا ٹھکانا جنت میں دیکھ لے۔

اور ایک روایت میں ہے جو مجھ پر دس مرتبہ درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس پر سو مرتبہ رحمت بھیجتے ہیں، اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے اس کی آنکھ کے درمیان نفاق اور جہنم سے براءت لکھ دی جاتی ہے، اور قیامت کے دن وہ شہداء کے ساتھ ہوگا۔

حکم ربانی اور ترغیبی احادیث اور محبت نبوی ﷺ کی خاطر ہمارے اسلاف کا ہمیشہ یہ معمول رہا کہ وہ درود شریف کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

میں نے اپنے خاندانی بزرگوں میں میرے نانا مولانا ابراہیم صاحب کو کثرت سے



اور بہت ہی ادب و احترام سے درود پڑھتے دیکھا۔ کبھی دن میں اگر معمول رہ گیا تو رات کو سوتے نہیں تھے، جب تک کہ وہ مقدار پوری نہ کر لیں، اللہم ارزقنا اتباعہ۔

حضرت مفتی صاحب کے متعلق اپنے بزرگوں سے سنا، اور میرے والد صاحب مدظلہ العالی نے بھی لکھا کہ: درود شریف کثرت سے پڑھتے رہتے تھے۔

آپ کے بکثرت ذکر و درود ہی کی برکت تھی کہ آپ کو متعدد مرتبہ خواب میں نبی پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی۔

### نماز باجماعت کا اہتمام

اسلام میں فرض نماز جماعت کے ساتھ ادا کرنے کا حکم ہے۔ فرمایا:

﴿وَارْكَعُوا مَعَ الرَّاكِعِينَ﴾۔ (بقرہ: ۴۳)

رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جماعت پر اس طرح مداومت فرماتے رہے کہ گویا وہ بھی نماز کا جز اور نماز کے اندر داخل ہے۔ (ارکان اربعہ)

نماز باجماعت کی فضیلت اور تارک جماعت پر آپ ﷺ کی ناراضگی، اور جماعت کی حکمتوں پر صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب کی ایک تحریر پڑھئے، آپ ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“ میں تحریر فرماتے ہیں:

### نماز باجماعت کی فضیلت

عن ابن عمر قال: قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم: صلاة الجماعة

تفضل صلاة الفذ بسبع وعشرين درجة۔ (متفق علیہ)

ترجمہ..... بخاری و مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ: تنہا نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں

ستائیس درجہ زیادہ فضیلت ہے۔

ف: ..... جماعت سے نماز پڑھنا سنت مؤکدہ ہے، اور بعض نے واجب کہا ہے۔ جماعت سے نماز پڑھنے کی تاکید اور فضیلت میں بہت کثرت سے صحیح احادیث وارد ہوئی ہیں، جن میں غور کرنے سے یقیناً یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ نماز کی تکمیل میں جماعت کو بہت بڑا دخل ہے، بغیر جماعت کے نماز کامل نہیں ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے کبھی اس کو ترک نہ فرمایا، یہاں تک کہ حالت مرض میں جب آپ کو بوجہ شدت ضعف کے خود بخود چلنے کی قوت نہ تھی دو آدمیوں کے سہارے سے مسجد میں تشریف لے گئے اور جماعت سے نماز ادا فرمائی۔

### تارک جماعت پر آپ ﷺ کا غصہ

نماز جماعت سے نہ پڑھنے والے پر آپ ﷺ کو بہت سخت غصہ آتا تھا اور سخت سے سخت سزا دینے کو آپ ﷺ کا جی چاہتا تھا۔ ”مسلم شریف“ میں وارد ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ: ”اگر مجھے چھوٹے بچوں اور عورتوں کا خیال نہ ہوتا تو میں عشاء کی نماز میں مشغول ہوتا اور خادموں کو حکم دیتا کہ جماعت سے نماز نہ پڑھنے والوں کو مع ان کے گھر و مال و اسباب کے جلادیں۔“

### جماعت کی حکمتیں

جماعت کے اہتمام میں بڑی حکمتیں ہیں۔

(۱) ..... مسلمانوں میں ہر قسم کے لوگ ہیں، جاہل بھی عالم بھی، لہذا یہ بڑی مصلحت کی بات ہے کہ سب مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر ایک دوسرے کے سامنے عبادت ادا کریں کہ اگر کسی سے کچھ غلطی ہو جاوے تو دوسرا مسلمان اسے تعلیم کر دے۔

(۲) ..... تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کے حال پر اطلاع ہوتی رہے گی اور ایک دوسرے

کے درد و مصیبت میں شریک ہو سکے گا، جس سے دینی اخوت ایمانی اور محبت کا رشتہ بہت مضبوط ہوگا جو اس شریعت کا مقصود اعظم ہے۔

(۳)..... جو لوگ بے نمازی ہوں گے ان کا حال بھی اس سے کھل جائے گا۔

(۴)..... چند مسلمانوں کا مل کر اللہ کی عبادت کرنا اور اس سے دعاء مانگنا نزول رحمت اور

قبولیت دعا کے لئے ایک عجیب اثر رکھتا ہے۔ (جمع الاربعین۔ تالیفات مرغوب ص ۱۸۷)

حضرت مفتی صاحب کو بھی جماعت کا بے حد اہتمام تھا، صحت تک جماعت کے پابند رہے۔ حالت مرض میں مسجد کی حاضری سے معذور ہو گئے اس پر اظہار افسوس فرمایا کرتے،

علماء و دوست و احباب سے دعا کی درخواست فرماتے۔ ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”فقیر کے بدن میں خون نہیں اور جسم میں قوت نہیں، اس لئے مرض میں افاقہ بہت ہی

آہستہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس قدر افاقہ جلدی نصیب فرمائے کہ

فقیر مسجد میں حاضری دے سکے۔“

ایک اور خط میں لکھتے ہیں: ”فقیر کے مرض میں گو نہ افاقہ ہے۔ اللہ سے دعا ہے کہ رمضان

شریف میں مسجد کی حاضری نصیب فرمائے آمین، دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔“

مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے نام ایک گرامی نامہ میں رقمطراز ہیں:

”مسجد کی حاضری و مجالس خیر کی حاضری سے محروم ہو گیا ہوں، اللہ تعالیٰ قوت دے آمین۔“

مولانا بشیر احمد صاحب لاچپوری دامت برکاتہم مولانا کے حالات میں تحریر فرماتے ہیں:

”حضرت مفتی صاحب اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگوں اور اہل اللہ کی صحبت سے

مشرف ہوئے تھے، اور سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی

سے بیعت بھی ہوئے تھے، اس لئے اوراد و وظائف کی بڑی پابندی تھی، نماز باجماعت

کا بڑا اہتمام تھا۔

## قیلولہ

اگر فرصت میسر ہو تو اتباع سنت کی نیت سے دوپہر کے کھانے کے بعد کچھ دیر لیٹ جائے اس کو قیلولہ کہتے ہیں۔ اس مسنون عمل کے لئے سونا بھی ضروری نہیں صرف لیٹ جانا ہی کافی ہے۔ (زاد المعاد، اسوہ: ۲۵۴)

امام غزالی رحمہ اللہ نے ”احیاء العلوم“ میں رات کو جاگنے کے بیان کے ساتھ وہ اسباب و وجوہ جن کے ذریعہ رات کو بیدار ہونے پر مدد ملتی ہیں بیان فرمائے ہیں۔ ان میں تحریر فرماتے ہیں:

”تیسرا یہ کہ دن کو سونا (قیلولہ) نہ چھوڑے کہ رات کے اٹھنے کے لئے یہ سونا سنت ہے۔“ (ص ۵۵۰ ج ۱)

## قیلولہ تہجد کے لئے مددگار ہے

دن میں قیلولہ ترک نہ کرے، کیونکہ یہ بھی قیام لیل میں مدد دیتا ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ: ”دن کو قیلولہ کر کے قیام لیل پر مدد حاصل کرو“۔

حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوا کہ ان کا ایک عامل دن میں قیلولہ نہیں کرتا، تو آپ نے اس کو اس مضمون کا خط لکھا، اما بعد: فقل فان الشيطان لا يقيل، یعنی قیلولہ کیا کرو، کیونکہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا۔ (ص ۱۰۶)

”فتاویٰ عالمگیری“ میں ہے: قیلولہ کر کے راحت حاصل کرنا مستحب ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ”تم لوگ قیلولہ کیا کرو کہ شیطان قیلولہ نہیں کرتا“۔

(کتاب الکراہیت، تیسواں باب متفرقات کے بیان میں)

تہجد ہمارے اسلاف کا محبوب مشغلہ تھا، اس لئے قیلولہ بھی ضروری تھا، بزرگوں کی سوانح میں ان کے جو معمولات بیان کئے گئے ان میں قیلولہ بھی ہے۔

مفتی صاحب کے جو مختصر معمولات میرے والد صاحب مدظلہ العالی نے تحریر فرمائے ہیں ان میں ایک معمول قیلولہ کا بھی ہے۔ آپ عامۃً دوپہر کا کھانا بارہ بجے تناول فرما کر ظہر تک آرام فرماتے۔

## قیام لیل

ہمارا کام ہے راتوں کو رو نایا دلبر میں ہماری نیند ہے محو خیال یا رہو جانا ہر دور میں امت کے اولیاء صلحاء علماء صلوٰۃ تہجد کا اہتمام فرماتے رہے۔ اور کیوں نہ ہو کہ تہجد کی پابندی نبی پاک ﷺ کی سنت مبارکہ تھی اور صحابہ کی معمول بہا تھی۔ قرآن کریم کی آیات اور نبی پاک ﷺ کے بے شمار ارشادات فضائل تہجد پر وارد ہوئے ہیں۔ اور خود نبی پاک ﷺ کا معمول تو اس حد تک تھا کہ عبد اللہ بن ابی قیس بیان کرتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا کہ: رات کی نماز نہ چھوڑا کرو، کیونکہ رسول اللہ ﷺ اسے کبھی نہیں ترک فرماتے تھے، اگر آپ ﷺ کو کوئی بیماری یا طبیعت میں کوئی سستی بھی ہوتی تب بھی بیٹھ کر تہجد ادا فرماتے۔ (ابوداؤد، باب قیام اللیل)

اور ممکن ہے آپ ﷺ کا یہ معمول اس لئے بھی ہو کہ تہجد آپ ﷺ پر فرض تھا اگرچہ علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تہجد کی نماز آپ پر فرض تھی یا نفل؟ بحر العلوم حضرت علامہ عبد العلی لکھنوی رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

و اختلفوا کان صلوٰۃ التہجد فرضاً علیہ ام تطوعاً؟ ذهب الی الاول جمع ومنہم

اصحاب الاصول من مذہبنا، وقال القسطلانی: الیہ ذهب اکثر الاصحاب یعنی

الشافعیہ، وذهب جمع الی الثانی۔ (رسائل الارکان: ص ۱۳۴ / فصل فی صلوة اللیل)  
یعنی علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ تہجد کی نماز آپ ﷺ پر فرض تھی یا نفل؟ ایک  
جماعت فرضیت کی قائل ہے، اور اصحاب اصول کا بھی یہی خیال ہے۔  
قسطلانی فرماتے ہیں کہ: اصحاب شافعیہ کا مسلک بھی یہی ہے۔ اور ایک جماعت عدم  
فرضیت کا رجحان رکھتی ہے۔

بہر حال آپ ﷺ کا عامۃً معمول تہجد ادا فرمانے کا تھا۔ یہ تو نہیں کہا جاسکتا کہ آپ  
ﷺ نے کبھی تہجد ناغہ نہیں فرمایا، بلکہ صحیح حدیث میں یہ بات آئی ہے کہ آپ نے سفر حج  
کے دوران مزدلفہ کی رات میں تہجد نہیں پڑھی، چنانچہ ”مسلم شریف“ حجتہ الوداع کے بیان  
میں حضرت جابرؓ کی طویل روایت میں ہے: ”حتی اتی المزدلفۃ فصلی بہا المغرب و  
العشاء باذان واحد واقامتین ولم یسبح بینہما شیئاً ثم اضطجع حتی طلع الفجر“۔  
یعنی آپ ﷺ عرفات سے فارغ ہو کر مزدلفہ تشریف لائے اور مغرب اور عشاء ایک  
اذان اور دو اقامتوں سے پڑھیں اور ان دونوں نمازوں کے درمیان کوئی نماز نہیں پڑھی،  
اس کے بعد آپ لیٹے رہے یہاں تک کہ صبح صادق ہوگئی۔

مولانا منظور نعمانی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں:  
”مزدلفہ کی اسی رات میں آپ ﷺ نے عشاء سے فارغ ہو کر فجر تک آرام فرمایا  
اور اسی رات تہجد یکسر ناغہ کیا، دو رکعتیں بھی نہیں پڑھیں، (حالانکہ تہجد آپ سفر میں بھی ناغہ  
نہیں کرتے تھے)۔ (معارف الحدیث: ص ۲۳۵، ج ۴، مطبوعہ دارالاشاعت کراچی)

ہاں اس میں کوئی شک نہیں آپ ﷺ کو تہجد کا بے حد اہتمام تھا، اور صحابہ کرام کے  
متعلق تو یہ مقولہ مشہور ہی ہے جو شاہ روم ہرقل کے سامنے صحابہ کرام کے تعارف میں بیان

کیا گیا ”رہبان باللیل فرسان بالنہار“ یعنی رات کے عبادت گزار اور دن کے شہسوار۔  
صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“ میں حدیث  
نمبر: ۱۸ کے ذیل میں (تالیفات مرغوب ص ۱۹۲) تحریر فرماتے ہیں:

”اخیر رات کا وقت نہایت خیر و برکت اور رحمت و قبولیت کا وقت ہے، اسی واسطے اس  
وقت کی عبادت اور گریہ و زاری اور مناجات و ذکر خدا و نماز تہجد فرضوں کے سوا سب نفلوں  
سے بہتر ہے۔ نماز تہجد حضور اکرم ﷺ کی بہترین سنتوں میں سے ایک اعلیٰ اور افضل  
سنت ہے۔ حضور اکرم ﷺ ہمیشہ اس کو پڑھا کرتے تھے، اور اپنے اصحاب کو اس کے  
پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔ احادیث نبویہ میں اس نماز کے بہت فضائل وارد ہوئے ہیں۔  
”بخاری“ اور ”مسلم“ میں روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ بعض وقت تہجد میں اتنی دیر قیام  
فرماتے تھے کہ آپ کے پائے مبارک ورم کر آتے تھے۔ ایک روایت میں اس کو انبیائے  
کرام علیہم السلام کا معمول فرمایا ہے۔

حضرات صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ: کوئی شخص بغیر تہجد کی نماز کے درجہ ولایت کو نہیں  
پہنچتا۔ حضرات صحابہ کرام سے لے کر اس وقت تک ہر زمانہ میں صلحاء امت اور خاصان خدا  
کا اس نماز پر پابندی سے عمل رہا ہے۔ افسوس ایسا عمدہ وقت ہر روز ہمارا خواب غفلت میں  
ہی میں کٹتا ہے۔

ہر شبے از بہر تو اے بوالفضل می کند از او ج جبارے نزول

تو ز جائے خود چومر دے ادب بر نگیری کام نہ روز و نہ شب

حضرت مفتی صاحب بھی تہجد کے عاشق و پابند تھے، آپ کا معمول تھا کہ صبح صادق سے  
ایک گھنٹہ پہلے بیدار ہو جاتے اور تہجد و دعاء کا اہتمام فرماتے، جیسا کہ آپ کے معمولات

کے ذیل میں درج ہے۔

## فجر کی سنت گھر میں پڑھنے کی عجیب فضیلت اور مفتی صاحب کا معمول

حدیث شریف میں ہے کہ: قال صلی اللہ علیہ وسلم: من صلی رکعتی الفجر ای

سننتہ فی بیتہ یوسع له فی رزقہ، ویقل المنازع بینہ و بین اہلہ، ویختتم له بالایمان۔

یعنی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: جو شخص فجر کی دو رکعت سنت اپنے گھر میں پڑھے تو اس کے رزق میں وسعت کردی جائے گی، اور اس کے اور اس کے گھر والوں میں منازعات کم ہو جائیں گے (کم کیا ختم ہی ہو جائیں گے) (اور تیسرا نفع یہ ہے کہ) اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا۔ (مراقی الفلاح ص ۲۴۶، باب ادراک الفریضۃ)

ہمارے اکابر کا معمول یہی دیکھا اور پڑھا کہ اکثر فجر کی سنت گھر پر ادا فرما کر مسجد شریف لے جاتے۔ حضرت مفتی صاحب کی عادت شریفہ بھی یہی تھی کہ تہجد کے بعد اپنے معمولات سے فراغت پر سنت ادا فرما کر مسجد شریف لے جاتے تھے۔

## نماز اشراق کا اہتمام

عبدیت کا فطری تقاضا یہ ہے کہ وہ حق تعالیٰ کے حضور میں اپنی فنایت و بندگی، محبت و شیفگی اور انتہائی عاجزی کا اظہار کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی منشاء بھی یہی ہے، اسی لئے رات دن میں پانچ مرتبہ اپنے دربار کی حاضری اور اس میں انتہائی ذلت کی ہیئت سجدہ کو فرض و ضروری قرار دیا۔

اگر اس حاضری میں کوئی طویل وقفہ آگیا تو نوافل رکھ دیں، جیسے فجر و عشاء کے درمیان کا وقت طوالت لئے ہوئے ہے تو تہجد کی ترغیب سے بندے کو قریب کیا گیا، فجر اور ظہر کے درمیان بھی کچھ نہ کچھ وقفہ لمبا ہی ہے تو ”صلوۃ الضحیٰ“ کے نام سے کچھ رکعتیں رکھی گئیں۔



حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے اس کی جو حکمت بیان فرمائی ہے اس کا حاصل یہ ہے کہ ”دن (جو اہل عرب کے نزدیک صبح سے یعنی فجر کے وقت سے شروع ہو جاتا ہے اور جو چار چوتھائیوں میں تقسیم ہے جن کو چار پہر کہتے ہیں) حکمت الہی کا تقاضا ہوا کہ ان چار پہروں میں سے کوئی پہر بھی نماز سے خالی نہ رہے، اس لئے پہلے پہر کے شروع میں نماز فجر فرض کی گئی، اور تیسرے اور چوتھے پہر میں ظہر و عصر، اور دوسرا پہر جو عوام الناس کی معاشی مشغولیتوں کی رعایت سے فرض نماز سے خالی رکھا گیا تھا، اس میں نفل اور مستحب کے طور پر یہ ”صلوۃ الضحیٰ“ مقرر کر دی گئی، اور اس کے فضائل و برکات بیان کر کے اس کی ترغیب دی گئی کہ بندگان خدا اپنے مشاغل سے وقت نکال کر اس وقت میں چند رکعتیں پڑھ سکیں اور وہ یہ سعادت حاصل کریں۔“ (حجۃ اللہ البالغہ، معارف القرآن: ص ۳۵۵ ج ۳)

روایات حدیث میں طلوع فجر سے زوال تک کی نوافل کا ذکر لفظ ”ضحیٰ“ سے آیا ہے، مگر الفاظ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ نوافل دن کے ابتدائی حصہ میں پڑھے جائیں۔ ہمارے عرف میں ان پر ”اشراق“ کا لفظ بولا جاتا ہے، اور اس کا اشارہ آیت قرآنی میں ملتا ہے: ”یسبحن بالعشی والاشراق“ (سورہ ص آیت: ۱۸) شام اور صبح تسبیح کیا کریں اور مفسر قرآن حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت سے صلوۃ ضحیٰ کے مشروع ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔ (معارف القرآن: ص ۴۹۷ ج ۷)

اور نماز اشراق کا وقت طلوع آفتاب کے بعد بارہ پندرہ منٹ پر شروع ہو جاتا ہے۔

(فتاویٰ رحیمیہ: ص ۲۸۶، ج ۴)

اور کچھ نوافل طلوع فجر کے دو تین گھنٹہ بعد پڑھے جانے کا ثبوت احادیث سے ملتا ہے،

جسے ہمارے عرف میں ”چاشت“ کہتے ہیں۔

احادیث مبارکہ میں اس نماز کے بے شمار فضائل بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک روایت میں ہے: ”جو شخص فجر کی نماز کے بعد اشراق کی نماز پڑھنے تک اسی جگہ بیٹھا رہے اور سوائے نیکی کے کوئی اور بات نہ کرے تو اس کی تمام خطائیں معاف ہو جائیں گی، خواہ وہ سمندر کے جھاگوں کے برابر کیوں نہ ہوں“۔ (احمد و ابوداؤد و الیہتی)

اور ایک حدیث میں ہے: ”جو شخص فجر کی نماز باجماعت ادا کرے پھر وہیں ٹھہرا رہے یہاں تک کہ اللہ کے لئے اشراق کی نماز پڑھے، تو اس کے لئے اس حج کرنے والے اور عمرہ کرنے والے کے برابر اجر و ثواب ہوگا جس کا حج و عمرہ مکمل ہو“۔ (طبرانی)

ایک حدیث میں ہے: ”اے ابن آدم! تو دن کے شروع حصہ میں میرے لئے چار رکعت پڑھ لے، میں دن بھر کے لئے تیرا کفیل اور ذمہ دار ہو جاؤں گا۔ (رواہ احمد)

”مسلم شریف“ کی ایک روایت میں ہے: ”تم میں سے ہر شخص کے ذمہ اس کے جسم کے ایک ایک جوڑے کے بدلے روزانہ صبح کو ایک صدقہ ہے، پس ایک دفعہ ”سبحان اللہ“ کہنا بھی صدقہ ہے، اور ”الحمد للہ“ کہنا بھی صدقہ ہے، اور ”اللہ اکبر“ کہنا بھی صدقہ ہے اور ”لا الہ الا اللہ“ کہنا بھی صدقہ ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صدقہ ہے، اور اس شکر کی ادائیگی کے لئے دو رکعتیں کافی ہیں جو آدمی دن چڑھے پڑھے۔ (ترغیب)

ان احادیث پر نظر رکھتے ہوئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ چند منٹ مذکورہ فضائل کے حصول پر صرف کرے۔

حضرت مفتی صاحب کا معمول تھا کہ نماز فجر کے بعد اپنے معمولات سے فارغ ہو کر نماز اشراق ادا فرماتے۔ حق تعالیٰ راقم و ناظرین کو ان معمولات کا اتباع کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

# پانچواں باب

## متفرقات

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا اہتمام

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ قرآن کریم نے مختلف مواقع پر اس کا حکم فرمایا ہے، احادیث میں اس کی تاکید آئی ہے، ترک پر سخت وعید بھی سنائی گئی ہے۔ ہمارے اسلاف کی زندگی اس عظیم دینی خدمات کے لئے وقف تھی۔

بغیر کسی لومۃ لائم کے حق بات ہر جگہ ہر وقت ہر کسی سے کر دیتے تھے۔ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اندھا دھند تبلیغ کرتے پھرتے تھے، موقع شناسی اور مردم شناسی ان میں بدرجہ اتم تھی۔

حضرت مفتی صاحب کو بھی اللہ تعالیٰ نے داعیانہ اور مبلغانہ صفت سے نوازا تھا، امت کی اصلاح کا درد و غم عطا فرمایا تھا۔

ضرورت پڑی تو ”افضل الجہاد من قال کلمۃ حق عند سلطان جائر“ اے پر بھی عمل کیا، اس کا ایک واقعہ ملاحظہ فرمائیں۔

حکومت وقت کے سامنے حق کہنے کا ایک واقعہ

راقم کے نانا مولانا ابراہیم صاحب ڈایلا چپوری نے بیان فرمایا کہ: رنگون میں میرے ماموں حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب مفتی اعظم کے عہدہ پر فائز تھے۔ ایک مرتبہ

اے..... بہترین جہاد اس شخص کا ہے جو ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہے۔ (ترمذی)

حکومت نے تحریک چلائی کہ حج کی فلم بنائی جائے، اور تمام مسلمانوں کی شرکت اس میں لازمی قرار دی جائے۔ مولانا مرغوب احمد صاحب نے یہ اعلان سنا تو اپنے چند معتمد تلامذہ کو لے کر پارلیمنٹ میں تشریف لے گئے، اور مختصر جامع و مانع احتجاجی تقریر فرمائی، دوران تقریر یہ جملہ فرمایا کہ: ”اگر ارباب حکومت نے ہمارے احتجاج کو نظر انداز کر دیا تو حکومت کو نقصان برداشت کرنا ہوگا، یا مرغوب احمد مع اپنے رفقاء کے دنیا سے ختم ہو جائے گا“۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشا لے لب بام ابھی

نانا جان کے فرمان کی تائید اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے جو مفتی صاحب نے اپنے قیام رنگون کے وقت تحریر فرمایا تھا، وہ فتویٰ قابل دید ہے، اس لئے اسے یہاں نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔

### حج فلم کی شرعی حیثیت

س:..... رنگون میں ایک فلم کمپنی عنقریب اسلامی حج کے مناظر، فلم حج کی صورت میں دکھانا چاہتی ہے، اور اخبارات میں یہ بھی شائع ہوا ہے کہ مختلف شہروں میں یہ حج کی فلم دکھائی گئی ہے، اور یہ فلم سلطان ابن سعود کے حکم سے کسی مصری فلم کمپنی نے تیار کی ہے۔ سوال یہ ہے کہ حج جیسے شعار اسلامی کو کھیل، تماشہ کی صورت میں متحرک تصاویر کے ساتھ فلم میں دکھانا اور مسلمانوں کا اس کو شوق سے دیکھنا، اور ترغیب دیکھنے کی کرنا شرعاً جائز ہے یا ممنوع ہے؟ اسلامی نقطہ نظر سے اس کا حکم ظاہر فرما کر ماجرہوں۔

ج:..... الجواب وهو الموفق للحق والصواب: علم وبصیرت اور ضابطہ شریعت کی روشنی میں بلا خوف لومۃ لائم، پوری بصیرت کے ساتھ یہ حکم ظاہر کیا جاتا ہے کہ حج اور دیگر شعائر دین کو لہو لعب اور کھیل تماشے کی صورت میں پیش کرنا دین کے ساتھ کھلا ہوا تلعب ہے،

چونکہ فلم و بائیسکوپ میں تصویر متحرک دکھائی جاتی ہیں، جو شرعاً ممنوع و ناجائز و حرام ہے۔ لہذا اسلامی حج کو جو اسلام کا ایک شعار عظیم ہے، کھیل تماشے کی صورت میں دیکھنا و دکھانا ناجائز و معصیت ہے۔ قرآن حکیم نے واضح لفظوں میں حکم دیا ہے کہ: ان لوگوں کو چھوڑ دو جنہوں نے اپنے دین کو کھیل تماشہ بنا رکھا ہے۔

اور ظاہر ہے، اور ہر شخص اس کا اعتراف کرے گا کہ حج کی فلم کو بطور ایک کھیل و تماشہ ہی کے پیش کیا جاتا ہے۔ فلموں کی غرض و غایت کھیل تماشہ کے سوا قطعاً اور کچھ نہیں۔ اس فلم کے ارباب بست و کشاء کے پیش نظر بھی تماشہ ہی دکھانا ہے، ان کو تبلیغ دین سے کیا نسبت اور کیا واسطہ؟ غیر مسلم بھی اس کو ایک کھیل ہی سمجھ کر دیکھتے ہیں، اگر غیر مسلموں کے دل میں اس کا وہم بھی گزر جاتا کہ اس فلم سے اسلام کی تبلیغ ہوتی ہے تو وہ ’ریالٹو‘ میں رونق محفل نہ بنتے، بلکہ وہ اس قدر شور برپا کرتے کہ فلم بنانے والوں کے ہوش و حواس گم ہو جاتے اور لینے کے دینے پڑتے۔

پھر یہ کہنا کہ یہ تبلیغی فلم ہے اور اس سے غیر مسلموں میں ایک جاذب قلوب جذبہ پیدا ہوتا ہے، صرف خوش فہمی ہی نہیں، بلکہ جہل مرکب کے ساتھ اپنے نفس کو اور عوام مسلمانوں کو دھوکہ دینے کے مرادف ہے۔ اور اگر بالفرض اس سے کچھ اثر پڑے بھی تو وہ اثر اسلامی نہیں، بلکہ درحقیقت یہ وہ تماشائی روح ہے، جس کو قرآن کریم مٹانے کا حکم دیتا ہے۔

پھر سوال یہ ہے کہ کیا فلم، شرعاً جائز ذریعہ تبلیغ ہے بھی یا نہیں؟ سونپا ہے کہ جاندار چیزوں کی تصویر بنانا بروئے شریعت اسلامیہ ممنوع و حرام ہے، جب سرے سے ہی یہ چیزیں ممنوع و حرام ہے تو یہ تبلیغ کا جائز ذریعہ ہی نہیں ہو سکتی، بلکہ اس کی مذمت اور زیادہ سخت ہو جاتی ہے، جبکہ فلموں کی غرض و غایت و تماشہ بینی اور تھیٹروں کے اخلاق سوز ماحول کو

پیش نظر رکھا جائے۔

اب اس فلم کا ماحول دیکھئے! (جو واقف کاروں سے معلوم ہوا ہے) تو حد درجہ شرمناک ہے کہ اس فلم کو ایک دوسری فلم کے درمیانی وقت میں دکھایا جاتا ہے، تاکہ ان مسلمانوں کو بھی جن کو اللہ تعالیٰ نے اب تک تھیٹروں اور سینماؤں کی صورت سے محفوظ رکھا ہے، مقامات مقدسہ و اماکین متبرکہ کی زیارت کا چکمہ دے کر انہیں بائیسکوپوں میں بلوا کر حج فلم کے ساتھ ساتھ دوسرا کھیل تماشہ بھی دکھایا جاسکے، اور اس طرح ان کو تھیٹروں اور سینماؤں میں آنے جانے کا عادی و خوگر بنایا جاسکے۔

جس پلیٹ فارم پر ایک رقاصہ اپنے رقص و سرور و نعمات سے لوگوں کے متاع ایمان و اخلاق پر ابھی ابھی کامیاب ڈاکہ ڈال چکی ہے، وہیں تھوڑی دیر کے بعد کعبۃ اللہ اور روضۃ اقدس (ﷺ) اور حج کے نظارے دکھانا، اگر تبلیغ اسلام ہے تو اس دور فتن میں پیشہ ور طوائفوں سے زیادہ کوئی تبلیغ کے کام نہیں آسکتا، استغفر اللہ۔

رہا ناواقف مسلمانوں کو گمراہی میں مبتلا کرنے کے لئے یہ پروپگنڈا کرنا کہ سلطان ابن سعود یا مصر کے علماء نے اس فلم کی اجازت دی ہے۔ اولاً تو یہ تحقیق و تصدیق طلب امر ہے، ثانیاً اگر یہ صحیح بھی ہو تو جواز کے لئے یہ چیز شرعی دلیل نہیں ہو سکتی۔ اسلام کے روشن احکام کی موجودگی میں شخصیتوں کو درمیان میں لانا کوئی وزن نہیں رکھتا۔ شرعی فیصلہ یہی ہے کہ شعائر اسلامی کو کھیل اور تماشہ کی صورت میں فلموں میں دکھانا اور دیکھنا شرعاً ناجائز و معصیت ہے۔ اس قسم کی فلم سے اسلام و شعائر اسلام کی صریح توہین ہوتی ہے۔ جب ایسی فلموں کے قبائح معلوم و واضح ہیں تو بااثر مسلمانوں پر اور اسلامی جرائد پر لازم و ضروری ہے کہ اپنی وسعت و قدرت اور ہمت کے مطابق مسلمانوں کو آگاہ و آمادہ کریں کہ ایسی باعث توہین

اسلامی فلموں پر باقاعدہ پرامن پکٹنگ کریں اور پکٹنگ میں فساد کا اندیشہ ہو تو حکومت کی امداد سے اس کی نمائش کا انسداد کیا جائے۔

بعض اسلامی جراند سے معلوم ہوتا ہے کہ لائل پور، پنجاب میں حج فلم کے خلاف مسلمانوں کی جدوجہد کامیاب ثابت ہوئی ہے اور مالکان سینما نے حج فلم کی نمائش موقوف کر دی ہے۔

غرض مسلمانوں کو اس کے انسداد میں سعی کرنا اور تماشہ دیکھنے والوں کو ان قبائح پر مطلع کر کے شرکت سے روکنا لازم و ضروری ہے۔ شہر کے بااثر معززین و بااثر مسلمانوں کو اس کی طرف فوری توجہ کرنی چاہئے ورنہ وبال اور عذاب خداوندی میں تمام مسلمان گرفتار ہوں گے۔ ”مشکوٰۃ شریف“ و ”ابوداؤد شریف“ میں حدیث ہے کہ ایسی حالت میں سائکتین کے لئے وعید ہے اور ترغیب دلانے والے شدید وعید کے مستحق ہیں۔ اعاذنا اللہ منہ۔

فقط، و اللہ تعالیٰ اعلم و علمہ اتم و احکم۔

کتبہ مرغوب احمد سورتی

پروفیسر مرتاض حسین قریشی نے صحیح لکھا ہے:

”مولانا مرغوب احمد صاحب بڑے صاف گواور حق گو بزرگ تھے۔“

مگر ظاہر ہے کہ وعظ و نصیحت میں ہر وقت غیظ و غضب مفید نہیں ہوتا نرمی اور مہربانی بھی ضروری ہے، بلکہ یہ زیادہ موثر ثابت ہوتی ہے۔

منقول ہے کہ کسی واعظ نے خلیفہ مامون کو نصیحت کی اور گفتگو میں سختی سے کام لیا، تو مامون نے کہا کہ اے شخص نرم لفظوں میں کہو، دیکھو حق تعالیٰ نے تم سے بہتر شخص کو مجھ سے بدتر شخص کی طرف بھیجا اور نرمی کا حکم فرمایا، چنانچہ قرآن کریم میں مذکور ہے: فقولا له قولا

لینا، الخ، اے موسیٰ! (علیہ السلام) فرعون کے ساتھ نرمی سے بات کی جیو کیا عجب ہے کہ نصیحت قبول کر لے یا ڈر جاوے۔ (البصائر: ص ۳۰ ج ۱)

مولانا کی عادت شریفہ تھی کہ حکمت اور نرمی سے نصیحت فرماتے، سمجھاتے اور منکرات کے ازالے کی کوشش فرماتے۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

### حکمت سے نصیحت کرنے کے چند واقعات

(۱)..... ایک مرتبہ جامع مسجد میں آپ تشریف فرما تھے ایک صاحب کو کھانسی آئی اور تھوکنے کی ضرورت پڑی، وہ صاحب قبلہ کی جانب دیوار کی طرف بڑھے، مولانا نے حکمت و نرمی سے سمجھایا کہ بھی قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔

(۲)..... ایک مرتبہ مولانا کی خدمت میں ایک دنیوی صاحب و جاہت آدمی حاضر ہوئے، مزاج پرسی کی، تھوڑی دیر بعد چائے آئی، ان صاحب نے بائیں ہاتھ سے پینی شروع کی، آپ نے بڑی شفقت سے چائے کا پیالہ ان سے لے کر داہنے ہاتھ میں دیا اور فرمایا: یہ سنت طریقہ ہے۔ اس طرح بائیں ہاتھ سے چائے پینے کے اور بھی کئی واقعات دوسرے حضرات کے ساتھ پیش آئے، مولانا سب کی اصلاح فرماتے رہے۔

(۳)..... ایک مرتبہ ٹھیک دوپہر کا وقت، گرمی اپنی شباب پر تھی کہ جنازہ لایا گیا، صفیں سیدھی کی جارہی تھی کہ اچانک کچھ حضرات نے شورغل شروع کر دیا جلدی صف بناؤ! جلدی صف بناؤ گرمی ہے، دھوپ بہت تیز ہے۔ حضرت امامت کی جگہ کھڑے تھے، حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

میرے بھائیوں! اس وقت ہمارا کیا حال ہوگا؟ جب آفتاب ایک بالشت کی مقدار اونچا ہوگا اور ہر شخص بقدر اعمال پسینے میں غرق ہوگا، یہ وقت ہمارے لئے درس عبرت ہے۔



ایسے ہی ایک مرتبہ رات کو عشاء کی نماز کے بعد مسجد میں لال ٹین بجھ گئی، اندھیری رات تھی، مسجد میں تاریکی چھا گئی، مولانا نے فوراً لوگوں سے مخاطب ہو کر فرمایا:

”میرے دوستو! غور کرو اس دنیا کے فانی و عارضی اندھیرے سے آدمی خوف و وحشت محسوس کرتا ہے، قبر میں کیا حال ہوگا؟ جہاں کوئی روشنی کا انتظام نہ ہوگا بجز اعمال صالحہ کے، لہذا اعمال صالحہ کا اہتمام کرو کہ قبر میں روشنی دے۔

مولانا کی یہ محنت احباب و دوستوں و عام مسلمانوں تک محدود نہ تھی بلکہ حکمت سے موقع پا کر ارباب حکومت و نواب صاحبان تک کو بھی نصیحت فرما دیتے یا ایسی مجالس خیر و مجالس وعظ میں حاضری کی دعوت دے دیتے۔

۶ دسمبر ۱۹۵۳ء میں لاہور میں ایک جلسہ تھا، جس میں اہل علم کی تشریف آوری متوقع تھی، مولانا نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر نواب صاحب کو بھی مدعو کیا، تاکہ ایسی مجالس کی شرکت ان کی اصلاح کا ذریعہ بن جائے۔ نواب صاحب کے نام درج ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا:

### نواب صاحب کے نام مفتی صاحب کا ایک مکتوب

بخدمت محترم المقام نواب زادہ سرور خان صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

معروض ایں کہ اہل لاہور کی خوش قسمتی سے حضرات علمائے کرام اہل لاہور کی دعوت پر: ۶ دسمبر کو لاہور تشریف لائیں گے۔ لاہور کے ایک باہمت شخص نے پورے مصارف اپنے ذمہ لئے ہیں، اور اصل داعی وہی شخص ہیں، لیکن برائے نام فقیر کے نام سے ان حضرات کو دعوت دی گئی ہے۔ داعی اور فقیر کی طرف سے آنجناب کو: ۶ تاریخ کی شام کی

دعوت طعام اور جلسہ میں شرکت کی دعوت ہے۔

ایسے متبرک مواقع کم نصیب ہوتے ہیں، آپ ایسے موقع پر خود تشریف لائیں اور ان مقدس و مشاہیر بزرگوں کی ملاقات اور جلسہ کی شرکت سے ظاہری باطنی اور روحانی فیوض حاصل کریں، یہ فقیر کی درخواست ہے، والسلام

دعا گو: مرغوب احمد غنی عنہ

مورخہ: ۲۸ نومبر ۵۳ء

حضرت مفتی سید عبدالرحیم دامت برکاتہم مولانا کے اس وصف کے متعلق تحریر فرماتے

ہیں:

”مولانا رحمہ اللہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے علمبردار تھے۔“

فرمان نبوی ﷺ: ”من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ وان لم یستطع فبلسانہ

فان لم یستطع فبقلبہ وذلك اضعف الایمان۔ (رواہ مسلم)

یعنی تم میں سے جو بھی کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا مانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف: ص ۴۳۱)

پر شدت سے عمل تھا، کیسا ہی موقعہ ہو امر بالمعروف ونہی عن المنکر سے باز نہیں رہتے تھے۔ مندرجہ ذیل ایک واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ صوفی صاحب لاچپوری کو عوام کی اصلاح کی بڑی فکر لاحق تھی۔ جمعہ کے بعد لوگ ٹھہرتے نہیں تھے، اس لئے خطبہ جمعہ کے بعد نماز سے پہلے بیان فرماتے اور عصر کے وقت بھی موقع نکال ہی لیتے، چنانچہ ایک روز عصر کی نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور

حضرت صوفی صاحب نے بیان شروع کیا، پھر مکبر سے اقامت کہنے کا حکم فرمایا، اقامت کے بعد پھر دوبارہ نمازیوں کے طرف متوجہ ہوئے اور نصیحت شروع کی، پھر تیسری بار اقامت کے لئے حکم دیا، تو حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب سے رہانہ گیا، بصد احترام و تواضع عرض کیا کہ: بنگرار اقامت مشروع نہیں ہے۔ حضرت صوفی صاحب کو غصہ آ گیا اور فرمایا کون ہے؟ عرض کیا مرغوب! فوراً یہ فرماتے ہوئے واپس لوٹے کہ وقفہ ہو گیا تھا اس لئے اعادہ کے لئے کہا۔ نماز کے بعد فرمانے لگے یہ مسئلہ کہاں لکھا ہے؟ عرض کیا حضرت! کتب فقہ میں موجود ہے، اور ”بہشتی گوہر“ میں بھی یہ مسئلہ ہے، چنانچہ ”بہشتی گوہر“ لائی گئی اور حضرت کو پوری تفصیل سنائی، تو بہت خوش ہوئے اور شکریہ ادا کیا اور بہت دعائیں دیں۔

### قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت اور مفتی صاحب کا تنبیہ کرنا

قبلہ کی طرف تھوکنے کی ممانعت حدیث میں آئی ہے۔ ”ابوداؤد شریف“ کی روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے قبلہ کی سمت بلغم دیکھا تو اس کو کھرچ ڈالا اور غصہ میں فرمایا: ”کیا تم میں سے کوئی اپنے منہ کی طرف تھوکنے کو پسند کرے گا؟“ الخ۔

ایک اور روایت میں تو یہاں تک آیا ہے ایک امام نے قبلہ کی جانب تھوک دیا تو آپ ﷺ نے ان مقتدیوں سے فرمایا کہ: آئندہ یہ تمہاری امامت نہ کرے۔ اس کے بعد انہوں نے پھر امامت کا ارادہ کیا، تو لوگوں نے منع کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے فرمان عالی سے مطلع کیا، چنانچہ وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں میں نے منع کیا تھا، بلکہ راوی فرماتے ہیں میرا گمان ہے کہ آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”تم نے اللہ اور اس کے رسول کو تکلیف پہنچائی ہے۔“

(ابوداؤد شریف، باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد)

اسی لئے فقہاء کرام نے بھی مکروہ لکھا ہے کہ کوئی قبلہ کی جانب تھو کے۔ اور مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے تو مکروہ تحریمی لکھا ہے۔ (امداد المفتین: ص: ۱۰۳۵، سوال نمبر: ۹۴۳)

اور مشائخ کا طرز عمل دیکھئے کہ قبلہ کی طرف تھوکنے والے سے ملاقات کے بغیر واپس آگئے۔ رسالہ قشیریہ: ص ۱۵ میں حضرت بایزید بسطامی رحمہ اللہ کے متعلق لکھا ہے کہ: آپ ایک بزرگ کی شہرت سن کر زیارت کے لئے گئے، وہ بزرگ اتفاق سے گھر سے مسجد آرہے تھے، ان کو قبلہ کی جانب تھوکتے ہوئے دیکھا، تو حضرت بایزید بسطامی ملاقات کئے بغیر ہی واپس چلے آئے، اور فرمایا کہ: ”جس کو رسول اللہ ﷺ کے آداب (قبلہ کی حرمت) کا پاس دلچاظ نہیں تو اس کی بزرگی کا کیا اعتبار“۔ (فتاویٰ رحیمیہ: ص ۷ ج ۴)

یہاں ایک اشکال یہ ہو سکتا ہے کہ حالت وضو میں جب کہ جانب قبلہ بیٹھا ہو، جیسا کہ مستحب ہے، تو قبلہ کی طرف تھوکنا بھی پڑے گا۔ تو اس کا حل یہ لکھا ہے کہ قبلہ کی طرف منہ ہو، مگر نیچے زمین کی طرف تھو کے تو اس میں کوئی کراہت نہیں۔ (احسن الفتاویٰ: ص ۷ ج ۲)

احادیث نبوی کی وجہ سے حضرت مفتی صاحب کو اس بات کا پورا اہتمام تھا کہ کوئی قبلہ کی طرف نہ تھو کے، اور کبھی ایسا واقعہ آپ دیکھتے تو اصلاح فرماتے۔

مولانا عبدالقدوس صاحب لاچپوری راوی ہیں کہ ایک مرتبہ نماز سے فراغت پر میں کچھ حضرات کے ساتھ جن میں حضرت مفتی صاحب بھی تھے، جامع مسجد میں تھا کہ یکا یک ایک صاحب کو کھانسی آئی اور بلغم آنے لگا وہ اٹھے اور قبلہ کی جانب کھڑکی کی طرف بڑھے، مفتی صاحب نے فوراً ان کو روکا اور نرمی سے سمجھایا کہ بھائی قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے اس واقعہ کے ضمن میں چند باتیں اس لئے لکھ دیں کہ ہمارے معاشرہ میں اس بارے میں بہت کوتاہی ہو رہی ہے، بلکہ شاید اس ممانعت کا علم ہی

نہیں۔ اہل علم کو چاہئے اس طرف خود توجہ دیں اور عوام کی بھی رہبری فرمائیں۔

### متفرق واقعات..... رقت قلبی

(۱)..... مفتی صاحب بڑے رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ تلاوت کلام پاک کے وقت آیات تعذیب پر اکثر گریہ کی سی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔

ایک مرتبہ نماز فجر کے وقت امام صاحب کی عدم موجودگی میں مولانا عبدالقدوس صاحب اور ان کے والد محترم مولانا محمد ابن یوسف صاحب وغیرہ نے آپ سے درخواست کی حضرت آپ نماز پڑھائیے! چونکہ مفتی صاحب قرآن پاک ایک خاص لہجہ اور بڑے درد سے پڑھتے تھے، حضرت نے نماز فجر پڑھائی اور سورہ نبا پڑھی۔ جب آیت شریفہ ﴿انّ جہنّم کانت مرصدا﴾ (بے شک دوزخ ایک گھات کی جگہ ہے) پر پہنچے تو گریہ و بکا کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مقتدی بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

(۲)..... ایسا ہی ایک واقعہ مولانا حکیم عبدالحی صاحب کی وفات پر پیش آیا۔ موصوف کی وفات شب جمعہ میں ہوئی، اس دن فجر کی نماز حضرت نے پڑھائی، اور اس میں ﴿یا ایہا الذین آمنوا استعینوا بالصبر والصلوة﴾ تلاوت فرماتے ہوئے جب ’الذین اذا اصابتهم مصیبة، الخ‘ پر پہنچے تو گریہ طاری ہو گیا، حتیٰ کہ مرحوم کے والد محترم بھی اس وقت قابو سے باہر ہو کر اپنے آنسوؤں پر قابو نہ پاسکے۔

راوی کا بیان ہے کہ موصوف اکثر موقع محل کی رعایت سے آیات کا انتخاب فرماتے۔

### ایک حکیمانہ فیصلہ

لاچپور نئی مسجد کے منصب امامت پر حضرت حافظ محمد صاحب (کاسوجی، پانکھاؤ) فائز تھے۔ کبرسنی کی وجہ سے قرآن کریم بعجلت پڑھنا دشوار تھا، تاہم تلاوت بہت عمدہ لب و لہجہ

سے کرتے تھے، منصب امامت کے ساتھ تراویح ہمیشہ خود ہی پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ چند حضرات نے یہ نازیبا حرکت کی کہ بغیر آپ کی اجازت و اطلاع کے ایک اور حافظ صاحب کو سورت سے بغرض تراویح مدعو کر لیا، رمضان المبارک کی پہلی شب میں نماز عشاء سے فراغت پر موصوف تراویح کے لئے آگے بڑھے، کچھ حضرات نے نو وارد حافظ صاحب کو آگے بڑھانا چاہا، مگر اکثریت اس پر آمادہ نہ ہوئی اس لئے تراویح تو حافظ صاحب ہی نے پڑھائی۔

مخالفین نے عین اسی وقت صحن مسجد میں دوسری جماعت کی۔ بعد تراویح کچھ چہ میگوئیاں ہوئیں، صبح والی سچین نواب صاحب تک واقعہ کی اطلاع پہنچی، نواب صاحب نے ایک فوجی افسر مع دور فقہاء کے حالات کی تحقیق و تفتیش کے لئے لاجپور بھیجے، لاجپور کے چودھری (پٹیل) صاحب کے یہاں افسر نے دونوں فریق کو جمع کیا، گاؤں کے لوگ بھی کثیر تعداد میں جمع ہو گئے، افسر نے اتفاق و اتحاد کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ صلح کی چند صورتیں ہیں؛ کسی پر دونوں فریق رضامند ہو جائیں، مثلاً دونوں حافظ صاحبان دس دس رکعت پڑھا دیں یا ایک دن ایک صاحب، دوسرے دن دوسرے صاحب پڑھائیں، یا نصف رمضان ایک صاحب بقیہ رمضان دوسرے صاحب کی باری بنادی جائے۔ عجیب بات کہ فریقین کسی پر رضامند نہ ہوئے، تو افسر نے غصہ و غضب میں آکر کہا اگر تم کسی صورت پر رضامند نہ ہوتے ہو تو کل مسجد کو تالا لگاتا ہوں، خبردار کوئی اسے کھول کر دیکھے، قید کر دیا جائے گا۔

جب یہ بات سنی تو مجمع میں سے دو صاحب فکر حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں آئے اور افسر کا فیصلہ سنایا۔ مفتی صاحب کورات کے واقعہ کی اطلاع تھی، مگر افسر کی آمد کی اطلاع نہ تھی، چنانچہ حسب معمول عصا لیا اور تشریف لائے، مجمع کی نظر دور سے حضرت پر پڑی،

حضرت کو دیکھتے ہی مجمع پر عجیب کیفیت کے ساتھ فیصلہ کی آس و امید بندھی۔ مفتی صاحب قریب تشریف لائے سلام کیا، مجمع و افسر نے جواب دیا، اور افسر نے اپنے قریب بٹھا کر تفصیل سنائی۔

حضرت مفتی صاحب نے یہ تفصیل سنی تو جذبات اور پوری قوت کے ساتھ قوم کو مخاطب ہو کر فرمایا: جس کا خلاصہ یہ ہے:

”حضرات! رمضان کا مبارک مہینہ جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، نفس کشی کے لئے روزہ مقرر کیا گیا، شیطان بند کر دیئے گئے، تو کیا آج ہم خود شیطان بن جائیں گے، اگر ہمارے اس کر توت سے مسجد کو تالا لگ گیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟ کہیں سنا کہ مسجد کو مسلمانوں نے آپس میں لڑ کر تالا لگایا ہو؟ رمضان کے اس مبارک مہینہ میں بجائے رحمت کے غضب الہی کے نزول کا ذریعہ بنو گے۔

پھر فرمایا مذکورہ صورتوں میں سے کسی پر اتفاق کرتے ہو یا نہیں؟ پورے مجمع پر سکتہ طاری تھا، کسی کو بولنے کی جرأت نہ ہوئی، پھر فرمایا اگر آپ حضرات راضی ہو تو میں ایک صلح کی صورت بتلاؤں، اس پر افسر صاحب نے فوراً کہا حضرت! جو فیصلہ آپ فرمائیں گے وہ نافذ قرار دیا جائے، نواب صاحب کے سامنے میں اسے پیش کر دوں گا۔ مفتی صاحب نے چند لمحہ کے لئے سر جھکایا، پھر فرمایا: حضرات غور سے سنیں! نہ حضرت حافظ محمد صاحب تراویح پڑھائیں گے، گرچہ یہ ہمارے بزرگ ہیں، پیش امام ہیں، متقی و مخلص ہیں، میں حضرت سے بہت مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ حضرت مجھے معاف فرمائیں۔ اور نہ یہ نو وارد حافظ صاحب تراویح پڑھائیں گے، اور آواز دی کہ کہاں ہے مولوی محمد سعید صوفی صاحب؟ تشریف لائیے! وہ قریب تشریف لائے تو فرمایا: آج سے آپ ”الم تر“ سے تراویح

پڑھائیں گے۔

پھر فرمایا: حاضرین میں جانتا ہوں کہ مولانا حافظ نہیں ہے مگر تراویح میں ختم قرآن سنت ہے اور اختلاف و فتنہ کا دفعیہ واجب ہے، اور واجب کا درجہ سنت سے بڑھا ہوا ہے۔ اس فیصلہ پر سب متفق ہو گئے، اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی برکت سے اختلاف ختم کر دیا۔

راوی واقعہ مولانا عبدالقدوس صاحب فرماتے ہیں کہ: پورے گاؤں میں یہ چرچا ہو گیا کہ اگر مفتی صاحب نہ ہوتے تو مسجد کو تالا لگ جاتا۔

مولانا موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ مفتی صاحب کا یہ فیصلہ آپ کی اعلیٰ فراست کا شاہد ہے کہ اگر آپ امام صاحب کے حق میں فیصلہ فرماتے جیسا کہ ان کا حق تھا، تو لوگ کہتے کہ اپنے خسر کی طرف داری کر گئے۔

### مفتی صاحب کے خلاف مقدمہ

لاچپور جامع مسجد کے قریب ایک ضعیفہ عورت رہتی تھی جو نابینا تھی۔ اس کے پاس ایک رہائشی مکان اور ایک بڑی رقم تھی۔ موصوف نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ میرا یہ مکان مسجد کے لئے وقف ہے، میرے مرنے کے بعد آپ اسے مسجد کی ملکیت میں کر دیں، اور یہ رقم ہے، یہ آپ کے پاس بطور امانت رکھئے، اور اس کی تحریر بھی لکھوادی۔

کچھ حاسدین نے ایک دوسری عورت کو بھڑکا کر یہ مقدمہ دائر کر دیا کہ مولانا نے ضعیفہ کی رقم پر ناجائز قبضہ کر لیا ہے، چنانچہ دوسرے روز سورت سے چند سرکاری افسران مولانا کے پاس آئے۔ میرے والد صاحب مدظلہ کا بیان ہے کہ میں ان کو دیکھ کر ڈر گیا، جلدی سے حضرت کو اطلاع دی، حضرت غسل فرما رہے تھے، مولانا نے فرمایا: ان کو بلاؤ، گھر میں بٹھاؤ، مولانا غسل سے فراغت پر ملل کا کرتہ زیب تن فرما کر ایک خاص شان سے تشریف



لائے، افسران سے بات چیت کی، ان کے سوال پر وہ تحریر دکھلائی، اور ضعیفہ کی ملاقات بھی کرادی۔ ضعیفہ نے مفتی صاحب کی زبانی واقعہ سنا تو ایک چیخ ماری اور کہا افسوس حاسدین پر کہ ایسے فرشتہ صفت انسان کو بھی نہ چھوڑا، پھر افسران کو بیان دیا کہ: یہ میرے بزرگ ہیں، امانت دار اور نیک و متقی ہیں، اور میں نے اپنی رقم ان کے پاس امانت رکھوائی ہے، اور مقدمہ کرنے والے نے یہ الزام لگایا ہے۔ افسران ضعیفہ کی بات سے اور مولانا کی ملاقات سے سمجھ گئے کہ واقعی یہ کسی خائن کی صورت نہیں ہو سکتی ”لیس هذا وجه کذاب“۔

بہر حال کچھ عرصہ مقدمہ کے بعد مولانا فتح یاب ہوئے۔ فیصلہ کے دن جج نے مخالفین سے کہا کہ: میں ان کی صورت دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ آدمی بے قصور ہیں، اور ان مخالفین کو ڈانٹ پلائی کہ آج کے بعد ایسی حرکت نہ کرنا، برباد ہو جاؤ گے۔

اس واقعہ کا کچھ ذکر حضرت نے، مولانا حکیم سلیمان صاحب کفایتی کے نام ایک گرامی نامی میں اس طرح کیا ہے: ”مارآستین بن کردوستی کے لباس میں مجھ فقیر کو مارا ہے، دل زخمی ہے۔ پرسوں دوشنبہ (۱۵/محرم ۷۲ھ مطابق ۶/اکتوبر ۱۹۵۲ء) کو مقدمہ ہے، دعا کیجئے اس ناگہانی آفت سے اپنے حبیب و مقبولان بارگاہ کے طفیل اس ضعیف کمزور کو چھڑائے اور جس کی امانت میرے پاس تھی اسے واپس مل جائے، آمین“۔

(ماخوذ از ”مکتوبات مرغوب“، دیکھئے! ص ۲۵۴)

اسی طرح حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے نام ایک گرامی نامہ میں بھی اس کی قدرے تفصیل لکھی ہے، اس میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”ایک مسماۃ شریفہ بی بی کا انتقال ہوا، یہ مسماۃ: ۳۵ سال سے بیوہ تھی، کچھ مال نہیں چھوڑا، لیکن مرحومہ کی بہن یاسین بی بی جو حیات ہے، وہ مالدار ہے، یاسین بی بی نے بہت

بڑی رقم میرے پاس امانت رکھ چھوڑی ہے، اس امانت کی رقم کا جب حال صاحب غرض لوگوں کو معلوم ہوا تو مجھ سے جماعت کے لوگوں نے یہ رقم اپنے قبضہ میں لینی چاہی، میں نے دینے سے انکار کیا، تو فوجدار کو لے آئے، فوجدار سمجھدار شخص ہے، وہ اصل معاملہ سمجھ گیا، تو ایسا کرنے والوں پر ناراض ہوا، جب یہاں بھی مخالفین نے منہ کی کھائی تو شریفہ مرحومہ کی سوتیلی لڑکی خدیجہ کو بطور وارث کے کھڑا کیا اور اس کی درخواست پر سرکار نے وہ بڑی امانت میرے پاس سے لے کر اپنی حفاظت میں رکھی، اب مقدمہ چل رہا ہے، ۱۶ اکتوبر کو پیشی ہے۔ (ماخوذ از ”مکتوبات مرغوب“ دیکھئے! ص ۴۵۱)

### امام المیت

حضرت مفتی صاحب کو اپنے علم و عمل، تقویٰ و طہارت، اخلاص و للہیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مقبولیت بھی اعلیٰ درجہ کی عطا فرمائی تھی، یہی وجہ ہے کہ قرب و جوار میں کہیں نماز جنازہ میں آپ حاضر ہوتے تو در ثاء آپ ہی سے نماز پڑھواتے، حتیٰ کہ اہل علم میں آپ ”امام المیت“ کے لقب ہی سے مشہور ہو گئے تھے۔ لاچپور جامع مسجد کے امام حضرت مولانا سید عبدالحی صاحب لاچپوری کی تمنا تھی کہ میری نماز جنازہ حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاچپوری پڑھائیں، جب موصوف انتقال فرما گئے اور نماز جنازہ کا وقت ہوا تو حضرت مفتی سید عبد الرحیم صاحب نے مفتی مرغوب احمد صاحب سے درخواست کی کہ آپ نماز جنازہ پڑھائیں، آپ نے فرمایا: آپ حقدار ہیں، آپ داماد بھی ہیں، اور موصوف کی تمنا بھی تھی، اس پر مفتی سید عبد الرحیم صاحب نے فرمایا: حضرت آپ میرے بڑے ہیں، میں اپنا حق آپ کو دیتا ہوں، لہذا آپ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ الغرض اکابر علماء کی موجودگی میں بھی لوگوں کی نظر آپ ہی کی طرف اٹھتی تھی۔

## بدعت کو مٹانے کا ایک واقعہ

چونکہ آپ اکثر نماز جنازہ پڑھاتے تو ایک مرتبہ یہ ہوا کہ ایک جنازہ اس حال میں لایا گیا کہ پورا پھولوں سے بھرا ہوا سجایا ہوا، پھولوں کے ہار لگے ہوئے تھے، حضرت سے نماز جنازہ کی درخواست کی گئی، آپ آگے بڑھے اور ہاروں کو جنازہ پر سے لے کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور نماز جنازہ پڑھائی، پھر فرمایا: پھول کا ہار تو زندوں کے لئے ہے نہ کہ مردوں کے لئے، اور آپ مجھ زندہ کو چھوڑ کر مردہ کو پہنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی شان کہ آپ کے اس عمل اور اس حکمت سے علاقہ کی وہ بدعت ہمیشہ کے لئے مٹ گئی۔

مولانا بشیر احمد صاحب لاچپوری مدظلہ العالی رقمطراز ہیں:

”ہمارے گاؤں میں جب کسی کا انتقال ہوتا اور جب جنازہ گاہ میں جنازہ لایا جاتا تو حضرت مفتی صاحب کی تلاش ہوتی، علم و تقویٰ اور بزرگیت کی وجہ سے لوگ آپ ہی سے نماز جنازہ پڑھواتے تھے، اکثر و بیشتر آپ ہی نماز جنازہ پڑھاتے، اس لئے اہل علم حضرات آپ کو ”امام المیت“ (مردوں کا امام) کہتے اور جامع مسجد کے امام کو امام الحی (زندوں کا امام) کہتے۔ مورخہ: ۲۳/ ذی الحجہ: ۱۳۷۵ھ یکم اگست: ۱۹۵۶ء کو بندہ کی والدہ مرحومہ کا انتقال ہوا (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے) نماز جنازہ میں حضرت مفتی صاحب بھی تشریف لائے۔ بندہ نے گزارش کی کہ حضرت آپ جنازہ پڑھادیں، آپ نے بڑی محبت و شفقت سے فرمایا: آپ عالم دین ہیں اور مرحومہ آپ کی والدہ ہیں، اس لئے آپ ہی کا زیادہ حق ہے، آپ ہی نماز پڑھائیں۔ نماز تو احقر نے ہی پڑھائی، لیکن آج سوچتا ہوں کہ مفتی صاحب کو اللہ رب العزت نے کتنے بلند اخلاق عطا فرمائے تھے، ”حق بحق دار رسید“ کا کتنا بڑا خیال فرماتے تھے۔

# چھٹا باب

## دینی خدمات

### صدقہ جاریہ

حدیث شریف میں ہے:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: اذا مات الانسان انقطع عنه عمله الا من ثلثة: الامن صدقة جاریہ، أو علم ینتفع به، أو ولد صالح یدعولہ۔ (مسلم شریف، کتاب الوصیۃ)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے: ایک صدقہ جاریہ کا، دوسرے علم کا جس سے لوگ فائدہ اٹھائے، تیسرے نیک و صالح بچے کا جو اس کے لئے دعا کرے۔

امام نووی رحمہ اللہ اس حدیث کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں ”مطلب اس کا یہ ہے جب آدمی مرجاتا ہے تو اس کا عمل موقوف ہو جاتا ہے اور اب نیا ثواب اس کو حاصل نہیں ہوتا، مگر ان تین چیزوں سے کیونکہ میت ان کا سبب بنا ہے۔

حسن اتفاق سے اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں نعمتیں مفتی صاحب کو عطا فرمائی تھیں جو حدیث بالا میں مذکور ہیں۔ مرحوم نے اپنے پیچھے لاجپور کی شاندار اور وسیع جامع مسجد اور مفید تصنیفات و فتاویٰ، اور ولد صالح میں راقم کے والد ماجد مظہر جوالحمد للہ ”الولد سرلابیہ“

کے صحیح مصداق ہیں، صدقہ جاریہ چھوڑے ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کا وصال ہو گیا ہے، مگر حضرت مرحوم کی دینی اور علمی خدمات اور مبارک تالیفات مولانا کی یادگار اور آثار حیات ہیں۔

موت التقی حیاة لا نفاذ لها قد مات قوم وهم فی الناس احياء

جو متقی اور پرہیزگار ہے، اس کی موت کے بعد اسے ایسی زندگی میسر ہوتی ہے جس کے لئے فنا نہیں ہے، ہاں ایک قوم ظاہر کے اعتبار سے مرچکی ہے، حالانکہ وہ لوگوں میں زندہ ہے۔

شہیدانِ محبت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا حیاتِ جاوداں ملتی ہے ان کو تو فنا ہو کر اگلے صفحات میں مولانا کی دینی خدمات اور تصنیفات و تالیفات وغیرہ کے متعلق کچھ باتیں درج ہیں۔

مولانا عبدالحی صاحب مدظلہ العالی نے حضرت کے متعلق صحیح فرمایا۔

بے مثل تھے حضرت مرغوب تو اطراف میں

تھے نمونہ سلف کا اخلاق میں اوصاف میں

کام کر کے سینکڑوں نادرِ رفاہ عام کے

نام پیدا کر گئے گجرات کے اسلاف میں

جامع مسجد لاہور

مسجد کی ضرورت مسلمانوں کے لئے ایسی ہی ہے جیسے مچھلی کے لئے پانی۔ یہی وجہ ہے

کہ حدیث پاک میں محلّہ محلّہ مسجد بنانے کا حکم دیا گیا ہے۔

”مشکوٰۃ شریف“ میں حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ: ہمیں رسول اللہ ﷺ نے محلّہ محلّہ مسجدیں بنانے اور ان کو پاک صاف رکھنے کا حکم فرمایا۔ (مشکوٰۃ ۶۹، باب المساجد) اور نبی پاک ﷺ نے اپنے عمل مبارک سے بھی اس کی تعلیم دی۔ ہجرت مدینہ منورہ کے موقع پر جب قباء میں چند روز قیام فرمایا، تو سب سے پہلے آپ نے جو کام کیا وہ مسجد کی تعمیر کا تھا۔ اسی مسجد کی شان میں ”لمسجد اسس علی التقوی“ آیت نازل ہوئی۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ جو شاعر تھے، مسجد کی مرمت میں مصروف تھے، اور زبان سے یہ شعر پڑھتے تھے۔

افلح من يعالج المساجدا      ويقرأ القرآن قائما وقاعدا

وہ کامیاب ہے جو مسجد تعمیر کرتا ہے، اور اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے۔

آنحضرت ﷺ بھی ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے۔

پھر مدینہ منورہ تشریف لائے، یہاں بھی سب سے پہلے ایک خانہ خدا کی تعمیر فرمائی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ آپ نے بنفس نفیس تعمیر مسجد میں حصہ لیا، یہاں بھی کچھ اشعار آپ کی زبان مبارک پر تھے، کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کی زبانوں پر۔  
الغرض اپنے عمل سے مسجد کی ضرورت کی تعلیم امت کو دی، اور فعل کے ساتھ قول سے بھی ترغیب سنائی۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جو شخص کوئی مسجد بنائے جس سے مقصود خدا تعالیٰ کی رضا ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لئے اسی کے مثل اس کا گھر جنت میں بنادے گا۔“

ایک روایت میں ہے: جو شخص حلال مال سے عبادت کے لئے کوئی عمارت (یعنی مسجد) بنائے، اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں موتی اور یاقوت کا گھر بنائے گا۔ (طبرانی)

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو بھی اس نعمت عظمیٰ سے سرفراز فرمایا کہ آپ کی ہمت و محنت اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور لاچپور کے عارف کامل حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کی دعاء و توجہ سے ایک شاندار مسجد وجود میں آئی۔

لاچپور کی پرانی مسجد چونکہ زیادہ بڑی نہیں تھی اور خستہ حال اور بہت زیادہ مرمت کی محتاج تھی، چنانچہ ۱۹۲۴ء میں کچھ اصحاب فکر و زعمائے لاچپور میں یہ مشورہ ہوا کہ مسجد کی مرمت کی جائے یا از سر نو تعمیر کی جائے؟ غور و فکر و قیل و قال کے بعد متفقہ طور پر سب اس بات پر جمع ہوئے کہ اس قدیم بوسیدہ عمارت کی مرمت پر بار بار پیسہ خرچ کرنے سے بہتر ہے کہ اسے شہید کر کے از سر نو تعمیر کی جائے۔ اہل مجلس کے اتفاق کے بعد حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کی خدمت میں اس تجویز کو رکھا گیا۔ حضرت نے اسے پسند فرمایا اور کامیابی کی دعاء کی۔

اب دو وجہ سے ضرورت تھی کہ نئی مسجد کی تعمیر بڑے پیمانہ پر ہو، ایک اس لئے کہ لاچپور قرب و جوار کے علاقوں اور بستیوں میں مسلمان آبادی کا بڑا قریہ ہے، اگر چھوٹی مسجد بنائی جائے تو آبادی کے اعتبار سے ناکافی۔

### شریعت کا منشاء یہ ہے کہ نماز جمعہ ایک جگہ ہو

اور دوسری وجہ منشاء شریعت کا اتمام کہ نماز جمعہ ایک جگہ ہو کہ علماء نے لکھا ہے کہ: شریعت مطہرہ نے ہفتہ میں ایک دن ایسا رکھا ہے کہ جس میں پورے شہر کے اور مختلف محلوں کے مسلمان شہر کی بڑی مسجد میں جمع ہو جایا کریں۔ مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ

نے صحیح لکھا ہے:

”شریعت میں جمعہ کی جو خاص نوعیت رکھی گئی ہے اور عہد نبوی ﷺ اور صحابہ و تابعین بلکہ اس کے بھی کافی بعد تک امت کا جو طرز عمل جمعہ کے بارے میں تھا، اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک شہر اور بستی میں جمعہ حتیٰ الوسع ایک ہی جگہ ہونا چاہئے..... یہ طریقہ کہ محلہ کی تمام مسجدوں میں الگ الگ جمعہ ہو، یقیناً شریعت کے مقصد و منشاء کے خلاف ہے۔“

(معارف الحدیث: ص ۶۷۳ ج ۳)

اور مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی رحمہ اللہ نماز جمعہ کی حکمت بیان فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”جمعہ کا مزاج اور اس کے مصالح و فوائد کا تقاضا یہ ہے کہ جمعہ شہر کی صرف ایک مسجد میں یا کم سے کم مساجد میں ہو، اور تمام مسلمان ہفتہ میں ایک بار ایک جگہ جمع ہوں، اس سے ایک طرف اتحاد و اخوت کے رشتہ کو مضبوط کرنے میں مدد ملے گی، دوسری طرف اس جماعت کی بدولت مسلمانوں کے عقائد و اعمال، تحریف و فساد سے محفوظ رہیں گے، لیکن مسلمانوں نے اس مسئلہ میں بہت سہل انگاری اور سستی و غفلت سے کام لیا ہے، اور اس کے نتیجہ میں جمعہ کی تاثیر و قوت، اہمیت و افادیت اور عظمت و شوکت خاصی حد تک کم ہو گئی ہے۔“

(ارکان اربعہ: ص ۹۱)

فتویٰ کی رو سے گرچہ شہر کی مختلف مساجد میں جمعہ صحیح ہے۔ صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

”اگرچہ بستی کی کل آبادی براہ مسلم کی دو ہزار سے زائد ہو، اور اس گاؤں میں انسانی ضرورت کی سب چیزیں مل جاتی ہوں، تو اس گاؤں میں جمعہ مختلف مساجد میں درست و صحیح



ہوگا، ایسی حالت میں بھی افضل یہی ہے کہ ایک ہی مسجد میں جمعہ ادا کیا جائے۔“

ایک دوسرے جواب میں رقمطراز ہیں:

”اگر سب مسلمان متفق ہو کر کسی ایک مسجد میں جمعہ ادا کریں، تو یہ فعل یقیناً افضل و بہتر ہے بوجہ تعداد مصلیوں کی وہاں ہونے کے..... حنفیہ کے نزدیک ایک ہی شہر میں متعدد جگہ جمعہ بلا کراہت درست ہے، لیکن جامع مسجد میں جمعہ پڑھنا افضل ہے۔“

(مرغوب الفتاویٰ ص ۷۱/۷۲ جلد ۳، باب الجمعة والعیدین)

الحمد للہ لاچپور کو یہ سعادت حاصل ہے کہ وہاں غالباً حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کے زمانے سے ایک ہی جگہ نماز جمعہ ادا کی جاتی ہے۔ اس لئے راقم کو یوم جمعہ کی جو رونق لاچپور میں نظر آئی وہ کہیں دیکھنے کو نہ ملی۔ ۱۔

یقیناً حضرت مفتی صاحب کے دل میں شریعت کی اس منشاء کے بقاء کا دوام ضرور ہوگا، اس وجہ سے بھی ضرورت تھی کہ نئی مسجد اتنی وسعت اپنے اندر لئے ہوئے ہو کہ بستی کے ہر مسلمان، بلکہ قرب و جوار کے وہ چھوٹے چھوٹے دیہات جہاں نماز جمعہ کی شرعاً گنجائش نہیں، وہاں کے مسلمان بھی یکجا جمع ہو کر نماز جمعہ ادا کریں۔ ظاہر ہے اس بڑے کام کے لئے معقول سرمایہ کی ضرورت تھی، مفتی صاحب اس کے لئے فکر مند تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کا انتظام اس طرح فرمایا کہ رنگون مدرسہ تعلیمیہ۔ جس کی ابتداء حضرت کی نگرانی میں ہوئی تھی، اور آپ ہی اس کے مدرس عربی و صدر مفتی تھے۔ میں کچھ انحطاط پیدا ہو جانے سے ناظم مدرسہ نے حضرت مفتی صاحب کو مدعو کیا کہ آپ تشریف لا کر مدرسہ کا انتظام سنبھالیں،

۱..... افسوس کہ لاچپور جامع مسجد کی شہادت سے اور کچھ حضرات کی بیجا ضد و ہٹ دھرمی سے ایک جگہ جمعہ کی رونق ختم ہو گئی اور اب دو جگہ جمعہ ہونے لگا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

چونکہ رنگون میں صوبہ گجرات کے ارباب تمول و تجارت کثیر تعداد میں تھے، اور اللہ تعالیٰ نے ان کو سخاوت کی صفت سے بھی نوازا تھا، مساجد و مدارس کی مالی امداد اپنا فریضہ سمجھتے تھے، مفتی صاحب نے اس دعوت کو نصرت غیبی محسوس فرما کر رنگون کا ارادہ فرمالیا۔ الحمد للہ آپ کا یہ سفر مفید رہا، مدرسہ کی ڈوہتی کشتی کو بھی کنارہ لگا دیا، اور مسجد کے لئے ایک معتد بہ رقم کا بھی انتظام ہو گیا۔ حضرت تحریر فرماتے ہیں:

”رنگون کے مدرسہ معلمیہ میں بوجہ انحطاط پیدا ہو جانے کے مدرسہ کے ناظم صاحب نے پھر مجھے مجبور کیا کہ میں رنگون پہنچ کر مدرسہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لوں۔ فقیر بھی لاچپور کی جامع مسجد کی تعمیر کی فکر ہی میں تھا کہ رنگون سے تار و خطوط طلبی کے پہنچے۔ فقیر نے مسجد کی تعمیر کے باب میں اس طلبی کو غیبی مدد سمجھ کر رنگون کا ارادہ کر لیا، اور اپریل: ۱۹۲۵ء میں رنگون پہنچ کر مدرسہ کی نظامت کا عہدہ سنبھالا اور ساتھ ہی ساتھ مسجد کے لئے بھی سرمایہ فراہم کرتا رہا۔“

ڈیڑھ سالہ قیام کے بعد آپ لاچپور تشریف لائے۔ حضرت مفتی صاحب کا اخلاص حضرت صوفی صاحب کی دعاء و توجہ اور اہل قریہ کی ایک خاص جماعت کے تعاون سے اللہ تعالیٰ نے اتنے بڑے کام کے عجیب اسباب پیدا فرمادیئے، چند حضرات کی طرف سے بڑی بڑی رقمیں موصول ہوئیں۔ سچین (بروزن: امین) کے نواب صاحب جناب ابراہیم محمد یاقوت خان صاحب نے پانچ ہزار روپیہ (جو اس زمانہ کے پانچ لاکھ سے کم نہیں) کی رقم عنایت فرمائی۔ الحمد للہ ایک سال کی مدت میں خوبصورت عالی شان مسجد: ۱۹۲۷ء میں تیار ہو گئی۔ اس پہلے مرحلہ میں جماعت خانہ اور برآمدہ مکمل ہوا، جس پر: ۳۲ ہزار روپے خرچ ہوئے۔ حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں:

”ڈیڑھ سالہ (رنگون) قیام کے بعد لاچپور پہنچ کر جامع مسجد کی جدید تعمیر کا کام اللہ کے بھروسہ پر اہل قریہ کی ایک خاص جماعت کے تعاون کے ساتھ شروع کر دیا، مختلف اور متعدد جگہوں سے مالی امداد ملنے پر اور نواب ابراہیم خان صاحب والی سچین کی خاص امداد اور حوصلہ افزائی سے: ۱۹۲۷ء میں (غالباً ۱۳۴۵ھ) ۳۲ ہزار کی لاگت سے ایک شاندار عمارت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تیار ہو گئی، جو جماعت خانہ اور برآمدہ پر مشتمل تھی۔“

ابھی صحن مسجد، حوض، بیت الخلاء و منارہ اور کچھ کمرے کا کام باقی تھا، اس لئے مفتی صاحب نے دوبارہ سفر فرمایا اور رنگون تشریف لے گئے اور سعی فرماتے رہے، افریقہ کا سفر بھی کیا۔

دوسرے مرحلہ میں حوض، صحن مسجد اور صدر دروازہ کے متصل کچھ کمرے تیار کروائے۔ اس دوران حضرت کی غیر موجودگی میں لاچپور کے ایک شخص جناب ہاشم محمد ڈوکرات صاحب نے حوض کے اوپر تخت اور ایک شاندار عمارت تعمیر کرائی۔ حضرت مفتی صاحب جب واپس تشریف لائے تو اس عمارت کو دیکھ کر فرمایا کہ غیر مناسب طرز کی بنائی گئی ہے، میرا ارادہ دوسری طرح بنانے کا تھا، مگر چونکہ وہ عمارت مکمل ہو چکی تھی، اس لئے اسے باقی رکھا گیا۔

پھر تیسرے مرحلہ میں مسجد کا آخری کام مینارہ تعمیر کروایا۔ ان تمام مراحل میں گیارہ سال کا عرصہ لگا اور: ۱۹۳۷ء میں یہ کام تکمیل کو پہنچا۔

مسجد کا افتتاح بروز جمعہ ہوا۔ عارف باللہ حضرت صوفی صاحب کے ایک مرید جناب غوث محمد صاحب نے جمعہ کی اذان دی، اور مفتی صاحب کے رفیق درس حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو دولت اخلاص سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا، اس عظیم تعمیری کام سے فراغت پر فخر تو کیا کرتے اور اپنی طرف تو کیا منسوب کرتے لکھتے ہیں:

”ہم خدام مسجد اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم کمترین و گنہگاروں سے یہ کام لیا۔ اس میں ہمارا کوئی کمال نہیں، جو کچھ ہوا اس کی عنایت، فضل و مہربانی سے ہوا ہے۔

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا

جو کچھ ہوا ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا تیرے کرم سے ہوگا

ابھی تعمیر مسجد کا سلسلہ جاری تھا، کچھ مراحل طے ہو چکے تھے کچھ باقی تھے کہ دل میں یہ فکر سوار ہوا کہ پتہ نہیں یہ کام عند اللہ مقبول بھی ہے یا نہیں؟ مخلصین چند روزہ دنیاوی نام و نمود کے لئے اپنی محنت کو رائیگاں نہیں کرتے۔ ان کے مطمح نظر تو اللہ کی رضا ہوتی ہے، چنانچہ آپ بھی اس شش و پنج میں تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی زیارت منامی نصیب فرمائی کہ آپ ﷺ مسجد کے برآمدے میں نماز ادا فرما رہے ہیں۔ اس واقعہ کے بعد دل کو اطمینان ہوا، مولانا اس خواب کا ذکر فرماتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

### ایک خواب اور قبولیت مسجد کی بشارت

الشکر لله والمنة لله کہ اس نے محض اپنے فضل و کرم سے اس عاصی کو لازوال نعمت سے نوازا۔ فالحمد لله حمداً کثیراً۔

۲۱ ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق ۵ ستمبر ۱۹۳۱ء بروز شنبہ بوقت صبح صادق آقائے نامدار محبوب رب العالمین حضرت سیدنا و شفیعنا و مولانا محمد ﷺ علی الہ و اصحابہ اجمعین کو لاچپور کی جامع مسجد کے برآمدے میں سنگ مرمر کے مصلیٰ پر داہنی جانب دو گانہ ادا فرماتے ہوئے اس عاصی نے دیکھا، فالحمد لله علی ذلک۔

اس واقعہ سے دل کو طمانیت ہوئی کہ انشاء اللہ عند اللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ وارد ہے اور مقبول مسجد قبا کے بارے میں ﴿أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ﴾ کا ارشاد ہے۔

اس واقعہ سے دل کو طمانیت ہوئی کہ انشاء اللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں ”لا تقم فیہ ابدًا“ وارد ہے، اور مقبول مسجد قبا کے بارے میں ”احق ان تقوم فیہ“ کا ارشاد ہے۔

اس خواب کے تذکرہ کے ساتھ دوشعر بھی لکھے ہیں، جو آپ کے جذبہ صادق کی ترجمانی کر رہے ہیں۔

سلامی یا نسیم الصبح قد بلغ      الی من قر فی صدري هواه  
فجسمی ظاهراً منه بعید      بعین باطن قلبی یراه  
اے نسیم صبح میرا سلام اس ذات اقدس کو پہنچا دے، جن کی محبت سینہ میں جمی ہوئی ہے۔  
جسم اگرچہ بظاہر ان سے دور ہے، لیکن دل کی آنکھ ان کے دیدار سے شرف یاب ہے۔  
علماء حق کے ہر زمانہ میں کچھ دشمن بھی رہے ہیں، حضرت مفتی صاحب کو اس سے بھی  
سابقہ پڑا، کچھ لوگ ہر وقت آپ کی دشمنی پر تلے ہوئے تھے، مگر آپ کا معاملہ دشمنوں کے  
ساتھ بھی حسن سلوک ہی کا ہوتا۔ جامع مسجد کی تعمیر کے وقت بھی دشمنوں نے آپ کو ایذا  
پہنچانے میں کوئی کمی نہیں کی، بہتان تراشیاں کیں، غلط باتیں منسوب کیں، کچھ واقعات راقم  
نے عمر رسیدہ حضرات سے سنے بھی، مگر ان کا تحریر میں لانا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔

حالانکہ حضرت مفتی صاحب اور آپ کے ساتھیوں نے مسجد کا پورا حساب و کتاب پوری  
احتیاط و امانت داری سے کیا، اور بعد میں اسے رپورٹ کی شکل میں شائع بھی کیا، اس میں

حضرت نے اس کی طرف کچھ اشارہ فرمایا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”مسجد کی آمدنی و خرچ کے حساب میں ہم نے کوئی لا پرواہی اور غفلت سے کام نہیں لیا، اسی طرح مسجد کے مال کو بدینتی و بے احتیاطی سے نہ تو ضائع کیا گیا نہ اس میں خیانت کی گئی تاہم اس رپورٹ میں کوئی غلطی نظر آئے تو ہمیں مطلع کریں تاکہ اس کی اصلاح ہو سکے۔ البتہ جن حضرات کی آنکھوں میں کسی کی خوبی و بھلائی بھی عیب ہی نظر آتی ہو، ایسی آنکھوں کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں، ہاں حضرت شیخ سعدی اپنی گلستان میں ایسی آنکھوں کا عمدہ علاج فرما گئے ہیں۔

چشم بداندیش کہ بر کندہ باد عیب نماید هنرش در نظر

اللہ تعالیٰ سے اس دعا کے علاوہ کہ اللہ تعالیٰ ایسی آنکھوں اور کینہ و ردلوں کو صاف فرمائے ہمارے پاس کوئی علاج نہیں، اور نہ کوئی تسلی بخش جواب ہے۔

جامع مسجد کی مرمت اور مولانا عبدالعزیز صاحب کا ایک خواب

جامع مسجد کی تعمیر ہوئے تقریباً: ۵۰ سال کا عرصہ ہو چکا تھا، اب ضرورت تھی کہ اس کی مرمت کی جائے، چنانچہ اہل قریہ و احباب کے تعاون سے مولانا عبدالعزیز دیوان صاحب لاچپوری نے اس کی مرمت کا بیڑا اٹھایا، اور الحمد للہ مرمت کا کام پورا ہوا۔

جب مسجد کی تعمیر جدید کا کام ہو رہا تھا، تو بانی مسجد مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کو نبی پاک ﷺ کی زیارت ہوئی، جس کا تذکرہ کیا جا چکا، اب مسجد کی مرمت کا کام ہوا تو مولانا عبدالعزیز صاحب کو بھی نبی پاک ﷺ کی خواب میں زیارت نصیب ہوئی۔

مولانا نے دیکھا کہ ایک بڑا مجمع مسجد میں موجود ہے، جس میں مولانا سید عبدالحی صاحب لاچپوری و مولانا مرغوب احمد صاحب بھی ہیں اور نبی پاک ﷺ مسجد میں تشریف

فرما ہیں، مجمع حوض پر وضو کے لئے بیٹھا ہے، نل لگے ہوئے ہیں، مگر حوض پانی سے خالی ہے، مولانا موصوف نے مجمع سے کہا: کوئی آپ ﷺ کی خدمت میں جا کر پانی کے لئے دعا کی درخواست کر دے، چنانچہ مجمع سے ایک عالم نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر دعا کی درخواست کی، آپ ﷺ نے ایک لوٹے میں پانی منگوایا اور اس میں انگشت مبارک رکھی کہ تمام نلوں سے پانی جاری ہو گیا، انتہی۔

### جناب یوسف علی قاضی صاحب کی نظم

لاچپور کے ایک شاعر جناب یوسف علی قاضی صاحب نے حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب و مولانا عبدالعزیز صاحب کے خوابوں کو اس طرح منظوم کیا ہے۔

ہو گیا صوفی سلیمان کی دعاؤں کا ظہور

تعمیر مسجد سے با برکت ہوا پھر لاچپور

تعمیر مسجد کے خادم مولوی مرغوب ہیں

جن کی نیکی کے نظارے خواب میں کیا خوب ہیں

مسجد جامع سے وابستہ مبارک خواب ہے

مفتی مرغوب احمد کا مبارک خواب ہے

یہ سنایا خواب لوگوں کو بصد عز و نیاز

کہ پڑھ رہے ہیں مصطفیٰ اس جامع مسجد میں نماز

دوسرا یہ خواب بھی وابستہ اس مسجد سے ہے

فیض انوار نبی وابستہ اس مسجد سے ہے

ہے یہ خواب مولوی عبدالعزیز نیک ہیں

کہ جلوہ گر ہیں مسجد جامع میں ختم المرسلین  
 زائرین مصطفیٰ کا اجتماع بھی خوب ہے  
 کہ شیخ عبداللہی وہاں اور مفتی مرغوب ہے  
 حوض پر موجود نل اور سب کی تھی ایک جستجو  
 حوض پورا خالی ہے کیسے کریں اب ہم وضو  
 صاحب رویانے تب خواب میں سب کو کہا  
 کوئی جا کر آپ سے پانی کی کردو التجا  
 تب کسی عالم نے جا کر التجا کی آپ سے  
 سن کے منگوا یا وہاں لوٹے میں پانی آپ نے  
 رکھتے ہی انگشت اس میں حکم باری ہو گیا  
 حوض کے ان سب نلوں سے آب جاری ہو گیا  
 شاہ صوفی سلیمان کی عبادت کی قسم  
 مولوی لیاقت علی کی اس شجاعت کی قسم  
 سرور عالم کی ہم پر یہ عنایت کی قسم  
 روز محشر آپ کی واجب شفاعت کی قسم  
 معجزہ آپ کا کوئی مٹا سکتا نہیں  
 فیض کا دریا رواں کوئی ہٹا سکتا نہیں  
 خواب کا یہ معجزہ بھی آج ہم پر ہے عیاں  
 ان نلوں سے ہو رہا ہے آج یہ پانی رواں



## عید گاہ کی تعمیر

عیدین کی حقیقت امت مسلمہ کے لئے ایک جشن اور تہوار کی سی ہے، اس لئے بمقتضاء جشن ہمارا یہ اجتماع جس میں عیدین کی نماز مشروع ہے وہ بھی بجائے مسجد کے باہر میدان میں ہو، اسی لئے نبی پاک ﷺ نے قیام مدینہ منورہ کے دوران صرف ایک مرتبہ بارش کی وجہ سے نماز عید مسجد نبوی میں پڑھی، ورنہ آپ کا دائمی معمول عید گاہ میں نماز عید ادا فرمانے کا تھا، یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے عید گاہ میں نماز عید کی ادائیگی کو سنت مؤکدہ فرمایا۔ صاحب سوانح حضرت مفتی صاحب ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:

عید کی نماز عید گاہ میں سنت مؤکدہ ہے۔ مفتی صاحب کا ایک فتویٰ

”عیدین کی نماز عید گاہ میں پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ بلا عذر شہر کی مسجد میں عیدین کی نماز پڑھنا اور عید گاہ میں نہ جانا خلاف سنت متوارثہ ہے۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ کے دس سالہ قیام میں ہمیشہ عیدین کی نماز باوجود مسجد نبوی کی فضیلت مشہورہ کے عید گاہ میں ادا فرمائی، ہجرا ایک وقت کے کہ بارش کی وجہ سے مسجد نبوی میں ادا فرمائی ہے، لہذا بلا عذر شرعی مسجدوں میں پڑھنا اور عید گاہ نہ جانا خلاف طریقہ سنت ہے۔ ہاں ضعفاء و کمزوروں کے لئے شہر میں ادا کرنا بلا خلاف جائز ہے، لیکن جوان و قوی لوگوں کا مسجد میں پڑھنے پر اصرار کرنا حضور اکرم ﷺ کی سنت سنیہ و طریقہ ماثورہ نبویہ و خلفاء راشدین کے تعامل کا مقابلہ کرنا ہے، جو ایک مسلم کی شان نہیں، یہ اصرار شرعاً معیوب ہے، اور سنت مؤکدہ کے ترک سے گنہگار ہونا ہے، اور بلا عذر طبعی و شرعی عید گاہ سے روکنے والا خاطی و عاصی ہے۔ (مرغوب الفتاوی: ص ۱۳۰ ج ۳، باب الجمعة والعیدین)

اس سنت مؤکدہ کی ادائیگی کے لئے لاجپور میں پہلے سے عید گاہ کا انتظام تھا، مگر وہ

نا کافی تھا، جگہ بھی تنگ تھی اور بہت بوسیدہ ہو چکی تھی۔ حضرت مفتی صاحب کی ملکیت میں ایک زمین پرانی عید گاہ کے بالکل متصل تھی، حضرت نے اس کا اکثر حصہ جو عید گاہ کی ضرورت کے لئے کافی تھا وقف کر دیا اور بنفس نفیس ایک معقول رقم کا انتظام فرمایا۔ اس وقت آپ کا قیام رنگون میں تھا، اس لئے متولی مسجد و ذمہ دار حضرات کی نگرانی میں ایک بڑی عید گاہ تعمیر کروائی۔

جب حضرت رنگون سے تشریف لائے اور عید گاہ کا معائنہ کیا، تو اول نظر ہی میں محسوس فرمایا کہ قبلہ کی جانب کی دیوار صحیح رخ پر نہیں، اپنے احباب سے اس کا اظہار فرمایا اور معماران جامع مسجد کو لاچپور بلایا۔ علاقہ کے تجربہ کار لوگوں نے اس کو دیکھا تو اقرار کیا کہ سمت قبلہ صحیح نہیں، اس کا حل یہ نکالا کہ ممبر کے قریب صحیح سمت قبلہ پر ایک چھوٹی سی لمبی دیوار بنادی گئی تاکہ اس کے موافق صفیں بچھائی جائیں۔

مولانا عبدالقدوس صاحب اس واقعہ کے راوی ہیں، وہ فرماتے ہیں مولانا نے لاچپور کے علماء سے یہ بات فرمائی، چنانچہ مولانا سید عبدالحی صاحب، مولانا محمد یوسف صاحب، مولانا سلیمان صاحب اور میں بھی ان معائنہ کرنے والوں میں شریک تھا۔

الحمد للہ اس عید گاہ میں برسوں سے نماز عید پڑھی جاتی ہے، اور لاچپور و اطراف کے دیہات کے مسلمانوں کی بڑی تعداد اس میں شرکت کرتی ہے۔ یہ عظیم صدقہ جاریہ بھی مولانا کے رفع درجات کا سبب ہوگا، انشاء اللہ تعالیٰ۔

### مدرسہ اسلامیہ لاچپور کی تجدید

عین اس سال جس میں دارالعلوم دیوبند کی بناء رکھی گئی، یعنی ۱۲۸۳ھ (۱۵/محرم الحرام ۱۲۸۳ھ مطابق ۳۰/مئی ۱۸۶۶ء) میں لاچپور میں حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب نے

حضرت مولانا لیاقت علی صاحب رحمہ اللہ کی معیت میں ایک ادارہ بنام ”مدرسہ اسلامیہ لاجپور“ قائم فرمایا۔ چند سال کے بعد تعلیم کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔

پھر ۱۲۹۵ھ میں حضرت صوفی صاحبؒ نے دوبارہ اس کا اجراء فرمایا، کئی سال تک یہ مدرسہ جاری رہا، مگر اللہ تعالیٰ کی مشیت کہ پھر اس میں انقطاع پیدا ہو گیا۔

۱۳۱۵ھ مطابق ۱۸۹۵ء میں حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ کے خلف الصدق مولانا احمد میاں صاحب نے ازسرنو اس کا افتتاح کیا۔ چار سال اس کا فیض جاری رہا۔ ۱۳۱۸ھ میں کچھ تعطل پیدا ہو گیا۔

حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب نے فراغت کے چند سال بعد: ۱۳۲۷ھ میں باقاعدہ درس و تدریس کا انتظام فرمایا، اور مدرسہ کو ازسرنو جاری کیا، مولانا رقمطراز ہیں:

”۱۳۲۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں کچھ عرصہ کے تعطل کے بعد پھر درس و تدریس کا سلسلہ باقاعدہ جاری کیا، جس میں عربی، فارسی، اردو کے ساتھ باقاعدہ قراءت و تجوید کا خاص اہتمام کیا، ساتھ ہی گجراتی تعلیم کا بھی انتظام کیا کہ طلبہ کو مدرسہ چھوڑ کر اردو سرکاری اسکول میں جانے کی ضرورت نہ رہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے: ۳۳ھ تک مدرسہ اچھی طرح چلتا رہا، اس کے بعد بعض وجوہات کی بناء پر پھر تعطل پیدا ہو گیا۔“

مدرسہ کے متعلق قدرے تفصیل اساتذہ کے اسماء، فیض یافتگان کی فہرست وغیرہ ”تاریخ لاجپور“ میں راقم نے لکھ دی ہے۔

حضرت مفتی صاحب نے اپنے دور اہتمام کی دو سالہ روداد بھی گجراتی زبان میں شائع کی تھی، وہ میرے پاس محفوظ ہے۔ اس میں طلبہ کی تعداد اساتذہ کے اسماء سالانہ خرچ کی تفصیل وغیرہ درج ہے۔

## جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل گجرات کی عظیم دینی درس گاہ ہے۔ مدارس گجرات میں اس ادارہ کو گونا گوں خصوصیات حاصل ہیں۔ الحمد للہ اس کا روحانی و علمی فیض گجرات و ہندوستان ہی نہیں، ممالک اسلامیہ اور یورپ و امریکہ تک پہنچا۔

جامعہ کی ترقی کے وجوہ متعددہ میں ایک بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ اس عظیم ادارہ کے منصب اہتمام پر ہمیشہ ہی (عرصہ قلیل کے استثناء کے ساتھ) ارباب علم کی ایسی جماعت فائز رہی جن کی علمی قابلیت، عملی قوت، انتظامی صلاحیت مسلم تھی، مثلاً:

بانی جامعہ حضرت مولانا احمد حسن بھام، حضرت مولانا احمد بزرگ، فقیہ وقت مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب، حضرت مولانا عبدالحی صاحب بسم اللہ اور مولانا محمد سعید بزرگ، یہ وہ نفوس تھے جن پر گجرات بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان کہ اہتمام کی یہ سعادت مختصر وقت کے لئے حضرت مفتی صاحب کے حصہ میں بھی آئی، اور ایسے وقت مفتی صاحب کو یہ ذمہ داری سنبھالنی پڑی جب جامعہ کو ایک دردمند اور مخلص عالم دین اور منصب اہتمام کے لائق ذی قابلیت و صاحب وجاہت فرد کی تلاش و جستجو تھی۔

ہوایہ کہ گجرات کی اس خالص دینی تربیت گاہ کو دینیوی تعلیم گاہ بنانے کا منصوبہ ہونے لگا، اس منصوبہ نے علم دوست مسلمانوں اور علماء کے دلوں پر زخم کاری لگایا، اور اس منصوبہ بد نے اہل گجرات کو آزمائش میں ڈال دیا۔ ارباب فکر نے اس پریشان کن وقت میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب سیوہاروی رحمہ اللہ کو مدعو کیا اور جامعہ کے حالات سے باخبر کیا، چنانچہ حضرت نے وقت کی نزاکت کو محسوس فرماتے ہوئے طویل مشقت سفر

برداشت کر کے جامعہ کو شرف حاضری بخشا۔

حضرت کی توجہ و محنت اور وعظ و نصیحت نفع بخش ثابت ہوئی، اور کارکنان جامعہ نے اپنا ارادہ منسوخ کر دیا۔ اس موقع پر بہت شدت سے یہ بات محسوس کی گئی کہ فوری طور پر ایک قابل شخصیت کا تقرر منصب اہتمام کے لئے کر دیا جائے، چنانچہ سب کی نظر انتخاب حضرت مفتی صاحب پر پڑی اور آپ سے درخواست کی گئی، حضرت مفتی صاحب نے باوجود ضعف و نقاہت کے عارضی طور پر اس خدمت کو قبول فرمالیا۔ اس واقعہ کی تفصیل مولانا بشیر احمد صاحب لاچپوری مدظلہ نے اس طرح تحریر فرمائی ہے:

”گجرات کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے دینی، علمی اور روحانی مقام کے اعتبار سے عالم اسلام میں مشہور و معروف ہے۔ جامعہ اسلامیہ کی یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کی مایہ ناز ہستیاں: علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ التفسیر مولانا بشیر احمد صاحب عثمانی اور دیگر علماء کرام کی ایک خاص جماعت دیوبند سے جامعہ ڈابھیل میں تشریف لائی، اس سے جامعہ کو چار چاند لگ گئے، اور پورے عالم اسلام میں اس کی شہرت ہو گئی، جامعہ کا مقام بہت بلند ہو گیا۔

پھر جامعہ پر ایک نازک وقت بھی آیا جس سے عموماً پورے ہندوستان اور خصوصاً پورے گجرات میں ہل چل مچ گئی۔ ارباب جامعہ نے جامعہ اسلامیہ کو دنیوی درس گاہ بنانے کا ارادہ کیا، یہ فیصلہ ایک عظیم الشان دینی درس گاہ کی زندگی و موت کا فیصلہ تھا، دنیا کو کھلم کھلا دین پر ترجیح دینا تھا۔ علماء کرام اور بزرگان ملت اور دین سے محبت رکھنے والے مسلمانوں پر امتحان و آزمائش کی نازک گھڑی آ گئی تھی۔ حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے دل پر بھی اس کا بہت بڑا اثر تھا، بے چین تھے، پریشان تھے، دعائیں کرتے تھے۔

دینی و علمی بصیرت و بصارت رکھنے والے حضرات نے اس نازک موقع پر مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی کو خاص دعوت دے کر بلایا، حضرت مجاہد ملت اپنی بے حد مصروفیتوں و مشغولیتوں کے باوجود تشریف لائے۔

اس موقع پر ارباب جامعہ و فکر مند علمائے کرام نے مجاہد ملت سے کھل کر گفتگو کی۔ اس موقع پر جامعہ کے احاطہ میں ایک عام جلسہ بھی رکھا گیا تھا، اس عظیم الشان جلسہ میں حضرت مجاہد ملت نے بڑی پر جوش تقریر کی، دوران تقریر بڑے پر جوش جذبہ میں آپ نے موجودہ دور میں دینی مدارس کی سخت ضرورت و اہمیت کو بے نظیر دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کیا۔ دینی مدارس کو اسلامی قلع بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا: ”امت اسلامیہ کے دین و ایمان کی بقا و حفاظت کا ذریعہ یہی مدارس ہیں“ آپ نے تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ: ”کوئلے کی کان سے کوئلے ہی نکلتے ہیں، اور علم کے معدن سے علماء ہی نکلتے ہیں، دارالعلوم دیوبند نہ ہوتا تو علامہ انور شاہ کشمیری کہاں پیدا ہوتے؟ علامہ انور شاہ صاحب اپنے رفقاء کرام کے ساتھ آپ کے جامعہ میں تشریف لائے، جامعہ کو چار چاند لگ گئے، جامعہ کی شہرت و عزت پورے ملک میں پھیل گئی۔“

حضرت مجاہد ملت کی تقریر کے بعد ارباب جامعہ نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ایسے نازک وقت میں جامعہ اسلامیہ کو ایک اعلیٰ علمی قابلیت رکھنے والے مہتمم کی سخت ضرورت تھی، سب کی نظر حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب ہی پر آ کر ٹھہری، حضرت نے عارضی طور پر اہتمام کی ذمہ داری قبول فرمائی، اس طرح جامعہ کی گرتی ہوئی دیوار کو آپ نے تھوڑا سا سہارا دیدیا۔ آج جامعہ اسلامیہ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ چل رہا ہے، یہ آپ اور آپ جیسے اہل دل کی خاص دعا و توجہ ہی کا اثر ہے۔ اللہ رب العزت قبول فرمائے، آمین۔

حضرت مفتی صاحب نے جامعہ کے صدر مہتمم کی حیثیت سے صرف چار مہینہ خدمت انجام دی۔ ڈابھیل جامعہ کی تاریخ میں ہے۔

”۱۳۷۴ھ: اس سال صدر مہتمم کی حیثیت سے مولانا مرغوب احمد صاحب لاہپوری نے ماہ جمادی الاولیٰ سے شعبان تک کام کیا۔“

مولانا نے اپنے اس دور اہتمام کے سالانہ جلسہ میں جو: ۹ شعبان کو ہوا، گجرات کے مشہور و معروف عالم دین، فکر مند داعی و مبلغ، عارف باللہ حضرت مولانا ذریا احمد صاحب لاہپوری کو مدعو کیا۔ حضرت مولانا نے اولاً تو ضعف کی بنا پر مجبوری کا اظہار فرمایا، لیکن موصوف مفتی صاحب کے ہم درس و بے تکلف دوستوں میں تھے، لہذا دوست کے اصرار پر ڈابھیل تشریف لائے۔ یہ جلسہ حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب کی صدارت میں ہوا تھا۔ اولاً مولانا مرغوب احمد صاحب نے طلبہ کو نصیحت فرمائی، پھر مولانا ذریا احمد صاحب نے ڈیڑھ گھنٹہ بیان فرمایا۔ (سوانح نذیری: ص ۲۵۳۔ و تاریخ جامعہ: ص ۱۳۲)

### جامعہ اسلامیہ ڈابھیل سے تعلق

حضرت مفتی صاحب کو تمام ہی مدارس سے لگاؤ و تعلق تھا، مگر راقم کے سامنے جو حالات آسکے یا جو تحریرات راقم کی نظر سے گذریں، اس میں جامعہ سے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔ مولانا بشیر احمد صاحب مدظلہ کے لکھنے کے مطابق ناظرین کو اندازہ ہوا ہوگا کہ جامعہ سے کیسا تعلق تھا۔

۱۳۳۸ھ میں مہتمم جامعہ مولانا احمد بزرگ صاحب نے سرمایہ کی فراہمی کے لئے رنگون کا سفر فرمایا۔ اس وقت مفتی صاحب رنگون میں قیام فرماتھے۔ حضرت نے جامعہ کی ہمدردی کے خاطر دیگر علمائے گجرات کے ساتھ غیر معمولی جدوجہد سے چندہ کی فراہمی میں مولانا

بزرگ صاحب کا تعاون فرمایا، اور ایک معقول رقم کا انتظام ہو گیا، اس سے جامعہ کے ساتھ مولانا کے تعلق کا پتہ چلتا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی وفات پر جامعہ کی روداد میں اظہار افسوس کرتے ہوئے اس بات کا بھی ذکر کیا گیا ہے کہ:

”جامعہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا، آپ نے جامعہ کے صدر مہتمم کی حیثیت سے خدمت بھی کی، نیز ہمیشہ جامعہ کے کاموں میں خلوص دل سے حصہ لیا کرتے تھے۔“

(تاریخ جامعہ: ص ۱۲۵)

حضرت مفتی صاحب کو اپنی کتابوں کا فکر خوب تھا، بہت حفاظت فرماتے، گو مطالعہ کے لئے عنایت فرماتے مگر واپسی تک فکر مند رہتے اور گاہے گاہے یاد دہانی فرماتے، مگر جامعہ کی محبت میں عمدہ کارآمد کتابیں جامعہ میں وقف فرمائیں۔

۱۳۵۲ھ کی روداد میں ارباب جامعہ اس کا ذکر فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اسی سال جناب مولانا الحاج مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے جامعہ کے لئے تینتیس (۳۳) مفید و کارآمد درسی کتابیں وقف فرمائیں، اس طرح ایک بہترین سنت کی بنیاد ڈال کر ہمیشہ کے لئے مستحق ثواب ہوئے۔“ (تاریخ جامعہ: ص ۷۲)

جامعہ ڈابھیل نے آپ کی وفات پر ایک تعزیتی جلسہ بھی رکھا، اس وقت اساتذہ کی خدمت میں ارباب اہتمام کی طرف سے اعلان کا جو خط بھیجا گیا وہ ص ۲۵۰ پر درج ہے۔

### قیام رنگون اور وہاں دینی خدمات

حضرت مفتی صاحب نے کچھ عرصہ شہر کلکتہ میں تجارت کی، اس کی صحیح تفصیل معلوم نہ ہو سکی کہ تجارت کس طرح کی تھی؟ کلکتہ میں کہاں کی تھی؟ کتنے عرصہ یہ مشغلہ رہا؟ ہاں اتنا



یقینی ہے کہ بہت مختصر زمانہ تک تجارت کا شغل رہا۔

اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ دادا کی یہ وراثت والد صاحب مدظلہ اور راقم کو بھی ملی۔ میرے والد صاحب کا لاچپور میں چند سالوں تک تجارتی مشغلہ رہا۔ راقم الحروف نے برطانیہ میں تین مہینہ ایک دکان کی مصروفیت میں گزارا، مگر یہاں کے ایمان سوز ماحول نے اس سے تشغیر پیدا کر دیا، ساتھ ہی میرے مخلص و ہمدرد استاذ مولانا ثمیر الدین صاحب کی مؤثر ترغیب سے بھی تجارت بند کرنی پڑی۔

رنگون میں مقیم حضرت مولانا حکیم ابراہیم صاحب راندیری کی طلبی پر مولانا کا سفر رنگون ہوا، وہاں آپ نے تدریسی، انتظامی اور افتاء کی خدمات انجام دیں۔ وعظ و تقریر کے ذریعہ بھی آپ نے وہاں کے معاشرہ کی اصلاح میں خوب کام کیا۔ آپ کے قیام رنگون کا حال خود آپ کی تحریر سے نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

”۱۹۱۵ء میں مولانا ابراہیم صاحب راندیری نے رنگون پہنچنے پر مجبور کیا، فقیر: ۱۹۱۵ء کے اخیر میں رنگون پہنچا۔ مولانا مرحوم نے جناب مرحوم عارف معلم صاحب کے بزرگوں کے اوقاف سے ”مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ“ کا افتتاح کرایا اور فقیر کو مدرس عربی بنا کر مدرسہ کا کام شروع کرایا۔ علاوہ عربی و فارسی تعلیم کے دارالافتاء کا ایک شعبہ قائم کیا، اور یہ خدمت بھی فقیر کے ذمہ رہی۔“

اس پہلی مرتبہ کے سفر رنگون کے موقع پر مولانا نے اکتوبر: ۱۹۱۹ء تک رنگون میں قیام فرمایا۔ ادھر مولانا کے بڑے بھائی: ۱۹ء میں افریقہ چلے گئے، اور گھر پر کوئی مرد نہ رہا، اس لئے وطن تشریف لے آئے۔

دوسرا سفر: ۱۹۲۵ء میں ہوا جیسا کہ جامع مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں گذرا۔ اس سفر

کا خاص مقصد مدرسہ معلمیہ کی نظامت کا بھی تھا اور تعمیر مسجد کے سلسلہ میں سرمایہ کی فراہمی کا بھی۔ الحمد للہ آپ کے اس سفر سے دونوں مقصد بخوبی پورے ہوئے۔ اس مرتبہ آپ کا قیام رنگون میں ڈیڑھ سال رہا۔

ان دوسفروں کے علاوہ پھر رنگون آمد و رفت کی تاریخ کا علم نہ ہو سکا۔

آپ کی آخری آمد رنگون سے: ۱۹۴۱ء میں ہوئی، اس کے بعد غالباً آپ دوبارہ رنگون تشریف نہیں لے گئے۔

### سفر افریقہ

مولانا کے اسفار میں رنگون، اور سفر حج کے علاوہ ایک مرتبہ افریقہ کا سفر ہے۔ افریقہ کے سفر کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ آپ جامع مسجد لاجپور کی تعمیر کے وقت: ۱۹۳۵ء میں افریقہ تشریف لے گئے۔

ہمارے یہاں یہ قصہ مشہور ہے کہ مولانا جامع مسجد کے سرمایہ کی فراہمی کے لئے افریقہ جانے کا ارادہ فرما چکے تھے اور اسی دوران آپ نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری سے پوچھی۔ موصوف نے تعبیر یہ دی کہ آپ کا سفر افریقہ بالکل ناکام رہے گا، چنانچہ ایسا ہی ہوا آپ افریقہ تشریف لے گئے، مگر وہاں باوجود محنت و کوشش کے ایک پیسہ بھی جمع نہ کر سکے۔ یہ قصہ لوگوں میں مشہور بھی ہے اور رفیق محترم مولانا عبدالحی سیدات صاحب نے ”باغ عارف“ گجراتی میں مولانا اسماعیل صاحب (حاجی واڑی) لاجپوری کی روایت سے اس قصہ کو نقل بھی فرمایا ہے۔

مگر یہ قصہ اس لئے صحیح معلوم نہیں ہوتا کہ مفتی صاحب نے جامع مسجد کی روداد میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ میں نے افریقہ میں سرمایہ کی فراہمی کے لئے محنت کی اور رقم

وصول ہوئی آپ لکھتے ہیں:

”سلیمان احمد صاحب لاچپوری اور مرغوب احمد نے: ۱۹۳۵ء میں ٹرانسوال سے چندہ کر کے اتنی رقم ارسال کی جس کی تفصیل درجہ ذیل ہے“۔ (جامع مسجد لاچپور: ص ۱۲)

پھر مولانا نے رقم کی تفصیل چندہ دہنگان کے اسماء وغیرہ تحریر فرمائے ہیں، اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ افریقہ کا سفر ناکام نہیں ہوا، ممکن ہے زیادہ تعاون وہاں سے نہ ہوا ہو، لیکن یہ کہنا کہ ایک پیسہ بھی وہاں سے نہ مل سکا، صحیح نہیں ہے۔

اور یہ بات عقل کے بھی خلاف ہے کہ ایک ملک میں کوئی آدمی چلا جائے اور محنت کے بعد ایک پیسہ بھی نہ ملے، پھر حضرت کی شخصیت اور لاچپور کے مقیمین کی ایک اچھی خاصی تعداد اور ایک پیسہ بھی اللہ کے گھر کے لئے کوئی نہ دے، یہ بات قطعاً قابل تسلیم نہیں ہو سکتی، واللہ اعلم۔

اخبار ”مسلم گجرات“ کے تراشے سے اسی بات کی مزید تائید مل گئی کہ مفتی صاحب کو افریقہ سے ناکامی کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوا، تراشے کا مضمون یہ ہے:

”مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری: ۱۶ فروری ۱۹۳۵ء کو ٹرانسوال تشریف لے آئے ہیں، مولانا کے ساتھ جوہانسبرگ کے مولانا محمد میاں صاحب (جو افریقہ کے بڑے تاجروں میں ہیں) بھی تشریف لائے ہیں۔ مولانا مرغوب احمد صاحب کا تعاون مسلمانوں کی طرف سے قابل تعریف رہا ہے“۔ (مسلم گجرات: جس ۱۶-۱۵، مارچ ۱۹۳۵ء)

# ساتواں باب

## تصنیفات وتالیفات

”سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات“

حضرت مفتی صاحب کی تصنیفات میں سب سے معرکہ الآرا کتاب ”سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات“ ہے، جس میں حضرت نے بڑی عمدگی سے اہل بیت کے فضائل و مناقب کو بیان فرمایا ہے۔

اہل بیت کی محبت کا حکم خود قرآن کریم نے دیا، فرمایا:

﴿قُلْ لَا اسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمُوَدَّةَ فِي الْقُرْبٰی﴾۔ (سورہ شوریٰ)

اے محمد ﷺ! کہہ دو میں تم سے تبلیغ احکام پر اجرت نہیں مانگتا ہوں بجز اس کے کہ تم میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

اس حکم الہی کی ترجمانی دوسری صدی کے مجدد حضرت امام شافعی رحمہ اللہ نے اس شعر میں خوب فرمائی ہے۔

یا اہل بیت رسول اللہ حکم فرض من اللہ فی القرآن انزلہ

اے رسول اللہ کے اہل بیت! تمہاری محبت اللہ کی طرف سے فرض ہے کہ اس کو قرآن میں نازل فرمایا ہے۔

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کو اہل بیت سے محبت اس درجہ تھی کہ بعض مخالفین نے آپ پر شیعہ ہونے کی تہمت لگا دی، اس پر امام شافعی نے درج ذیل اشعار ارشاد فرمائے۔

یا را کبا قف بالمحصب من منی و اهتف بساکن خیفها والناھض

سحر اذا فاض الحجيج الى منی فیضا کما تلطم الفرات الناض

ان کان رفضا حب آل محمد فلیشهد الشقلان انی رافض

اے سوار! محصب میں (کہ حدود منی میں ہے) ٹھہر جا اور اس وادی میں بسنے والوں اور وہاں سے اٹھ کر جانے والوں سے پکار کر کہہ دے۔

اور ان حاجیوں سے بھی کہہ دے جو علی الصباح دریائے فرات کی طرح موج در موج منی میں وارد ہوتے ہیں کہ۔

اگر آل محمد ﷺ کی محبت کا نام رفض ہے، تو جن و انس گواہ رہیں کہ میں یقیناً رافضی ہوں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک امت کے اکابر کا عمل اس معاملہ میں قابل رشک رہا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اہل بیت کی بہت عظمت کیا کرتے تھے، اور ان کی مالی خدمت بھی فرماتے۔ حضرت شاہ عبدالقادر دہلوی رحمہ اللہ کے متعلق تو یہاں تک لکھا ہے کہ سید چاہے شیعہ ہی ہو اس کی بھی تعظیم فرماتے۔

حضرت مفتی صاحب بھی سادات کے قدردان تھے، ان کا بے حد احترام فرماتے۔ مالی تعاون بھی فرماتے۔ مولانا ابراہیم ڈایا صاحب نے صحیح فرمایا:۔

سفینہ سے ہے ظاہرِ آل سرور عالم فدائے سرور عالم نثارِ آل نوری تھے

فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری تحریر فرماتے ہیں:

”مولانا کو عشق رسول کے ساتھ اہل بیت اور آل رسول سے والہانہ محبت تھی۔ سادات

کی بڑی تکریم و تعظیم فرماتے۔

اسی جذبہٴ محبت نے حضرت کے قلم سے اس موضوع پر ایک عمدہ تصنیف لکھوا دی۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یقیناً اہل بیت کی محبت دل میں پیدا ہوگی۔

یہ کتاب دراصل رنگون کے ایک بزرگ مولانا سید عبدالحئی یمنی (م ۱۳۴۹ھ) کے حکم کی تعمیل میں وجود میں آئی۔ موصوف نے مفتی صاحب سے یہ درخواست کی کہ علامہ جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ کا رسالہ ”احیاء المیت بفضائل اہل البیت“ کا اردو میں ترجمہ فرمادیں، اس رسالہ میں علامہ سیوطی رحمہ اللہ نے فضائل اہل بیت پر ساٹھ احادیث جمع فرمائی ہیں، چنانچہ مفتی صاحب نے اس کا ترجمہ مکمل فرمایا، مگر ساتھ ہی یہ خیال دامن گیر ہوا کہ اس موضوع پر کچھ تفصیل لکھ دوں۔

اللہ کی شان مفتی صاحب کی اس تمنا کے مطابق مولانا عبدالحئی صاحب یمنی اور دوسرے کچھ احباب کا اصرار بھی ہونے لگا، اس اصرار کی تکمیل پر مفتی صاحب نے ایک مقدمہ اور دس فصلیں اور ایک خاتمہ کے عنوان سے یہ کتاب مکمل فرمائی۔

مقدمہ میں ”اہل بیت“ کی لفظی و معنوی تحقیق اور ”قربانی“ کا مصداق اور لفظ ”سید“ کا ماخذ اور ”ال“ و ”ذریت“ و ”عترت“ وغیرہ الفاظ کا مفہوم بیان کیا گیا ہے۔

فصل اول میں اہل بیت کے فضائل قرآن کریم سے بیان فرما کر کچھ بزرگان دین کے مجربات اور درود شریف کے وہ صیغے نقل کئے گئے ہیں جن کے پڑھنے سے نبی پاک ﷺ کی زیارت منامی نصیب ہوتی ہے۔

فصل ثانی میں ”احیاء المیت بفضائل اہل البیت“ کا ترجمہ مع متن عربی کے وجود حقیقت اس تالیف کا واسطہ و ذریعہ ہے۔

فصل ثالث میں چھ مضامین: (۱) خصوصیات بنی فاطمہ، (۲): شرافت نسبی، (۳): حرمت صدقہ واجبہ، (۴): شکایات اہل زمانہ و چند کلمات خیر خواہانہ، (۵): وجوب محبت اہل بیت، (۶): محبت صحابہ قابل دید ہے۔

فصل رابع میں اہل بیت کے احترام کے متعلق حضرات صحابہ و صلحائے امت کے: ۳۱: نظر قابل مطالعہ ہیں۔

فصل خامس میں اہل بیت و مجین اہل بیت کے ساتھ حسن سلوک پر نبی کریم ﷺ کی زیارت و مبشرات منامیہ کی: ۱۷: عجیب حکایات مرقوم ہیں۔

فصل سادس میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے مناقب و فضائل قابل رشک انداز میں بیان کئے گئے ہیں۔

فصل ہفتم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علمی و عملی کمالات، آپ کے عجیب حالات، دلچسپ ذہانت کے فیصلے اور کرامات و ملفوظات وغیرہ بڑے ہی پر لطف طریقے سے لکھے گئے ہیں۔

فصل ہشتم حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے حالات و واقعات اور عجیب و غریب کمالات و فضائل پر ہے۔

فصل نہم میں حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے مناقب و حالات اور کربلا کے واقعہ شہادت کا پردہ اور رلا دینے والا منظر بیان کیا گیا ہے۔

فصل دہم میں دیگر حضرات اہل بیت کا مختصر و جامع تذکرہ اور ان کے علمی و عملی کمالات و واقعات بڑے احسن طریقے سے بیان کئے گئے ہیں۔

خاتمہ میں خاتمۃ الائمہ حضرت سیدنا مہدی رضی اللہ عنہ کا ذکر قابل دید ہے۔

مصنف نے اس کتاب کی تالیف میں ”صحاح ستہ مشکوٰۃ المصابیح“ کنز العمال، تاریخ الخلفاء، صواعق محرقة، نور الابصار، البصائر فی تذکیر العشائر، اسعاف الراغبین، شرف الموبد، اخبار الاخیار، سعادت الکوین، الفرع النامی، تکریم المؤمنین، تشریف البشر، اسوۃ صحابہ، تاریخ الامت، رحمۃ للعالمین، تفریح الاذکیا، مناقب فاطمہ اور الصالحات، وغیرہ کتب سے استفادہ فرمایا ہے۔

مولف دیباچہ میں ان تفصیلات کے بعد رقم طراز ہیں:

”خداوند جل و علی سے عاجزانہ دعا ہے کہ اس مختصر دینی خدمت کو محض اپنے فضل و کرم و نکتہ نوازی سے قبول فرماوے، اور اس کشتی نجات کو میرے اور میرے والدین کے لئے سرمایہ سعادت اخروی و ذخیرہ نجات دائمی و وسیلہ عفو و عافیت و ذریعہ مغفرتِ ذنوب ظاہری و باطنی بنائے۔“

مفتی صاحب کی اس بے مثال تالیف کے چند مفید اقتباسات و واقعات ناظرین کے لئے نقل کرتا ہوں تاکہ اس کتاب کی اہمیت کا اندازہ ہو سکے۔

### چند اقتباسات

چند احادیث فضائل اہل بیت کے متعلق:

(۱)..... قسم خدا پاک کی کسی مرد مسلمان کے دل میں ایمان داخل نہ ہوگا، جب تک کہ وہ اے اہل بیت! تم کو اللہ کے لئے اور میری رشتہ داری کے خیال سے دوست نہ رکھے۔

(تالیفات مرغوب ص ۲۸۵)

(۲)..... اے عبدالمطلب کی اولاد! میں نے خداوند کریم سے تمہارے لئے تین باتوں کی دعاء کی کہ: اللہ تعالیٰ تمہارے دل کو مصیبتوں اور تکلیفوں میں ثابت قدم اور مضبوط اور مستقیم



رکھے، اور تمہارے ان پڑھوں کو خدا علم نصیب کرے، اور تم میں سے بے راہوں کو ہدایت نصیب فرمائے، اور تم کو سختی بہادر اور رحم دل بنائے، تو اگر کوئی شخص اتنا بڑا عبادت گزار ہو جائے کہ ہر وقت حرم کعبہ میں چمٹا ہوا رکن یمانی اور مقام ابراہیم میں روزہ رکھے اور نماز پڑھا کرے، پھر ایسی حالت میں وہ مرجائے کہ اہل بیت سے بغض و عناد رکھتا ہو وہ دوزخی ہوگا۔ (تالیفات مرغوب ص ۲۸۸)

- (۳)..... جو ہمارے اہل بیت سے بغض رکھے وہ منافق ہے۔ (تالیفات مرغوب ص ۲۸۹)
- (۴)..... میرے اہل بیت کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی جیسی ہے، جو اس میں سوار ہو گیا اس نے تو نجات پائی اور جو اس سے علیحدہ رہا وہ ڈوبا رہا۔ (تالیفات مرغوب ص ۲۹۵)
- (۵)..... ہر چیز کے لئے پایا اور جڑ ہوتی ہے اور اسلام کی جڑ بنیاد اصحاب رسول اللہ ﷺ اور اہل بیت کی محبت ہے۔ (تالیفات مرغوب ص ۲۹۶)
- (۶)..... میری شفاعت میری امت کے لئے ہے اور خاص کر اس شخص کے لئے جو میرے اہل بیت کو دوست رکھتا ہو۔ (تالیفات مرغوب ص ۳۰۱)
- (۷)..... اللہ تعالیٰ کا غضب اس ظالم پر بہت سخت ہوا اور ہوگا جس نے میری اولاد اور اہل بیت کے بارے میں مجھے ستایا اور ایذا دی یا جو ستاؤے گا اور ایذا دے گا۔

(تالیفات مرغوب ص ۳۰۴)

- (۸)..... جو شخص میرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ احسان اور سلوک کرے تو میں اس کو قیامت کے دن پورا بدلہ دوں گا۔ (تالیفات مرغوب ص ۳۰۶)

تیسری فصل میں خصوصیات فاطمہ کا ذکر فرمایا، اور نسبى شرافت پر کلام کے دوران شاید یہ خیال بھی آیا ہو کہ کچھ لوگ محض دعویٰ کر کے خاندان سادات سے اپنا رشتہ جوڑنا چاہیں

اور خود کو سید شمار کرنے لگیں، اس پر یہ احادیث ثلاثہ:

(۱)..... جو شخص اپنے باپ کے سوا اور کسی کو باپ بنائے اور وہ جانتا ہے کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

(۲)..... اپنے اصل باپ دادوں سے انحراف نہ کرو اور دوسروں کو اپنا باپ نہ بناؤ، جو شخص اپنے باپ کو چھوڑ کر دوسروں کو باپ بنائے تو اس نے کفر کیا۔

(۳)..... جو اپنے نسب کو چھوڑ کر دوسرے کو باپ بنائے اس نے کفر کیا۔  
نقل فرما کر یہ فقہی مسئلہ لکھا:

”حضرت امام مالک رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: جو شخص سیادت و شرافت کا جھوٹا دعویٰ کرے اسے سخت سزا دینی چاہئے، اور موت تک قید رکھنا چاہئے، یہاں تک کہ توبہ کرے“ الخ۔ (تالیفات مرغوب ص ۳۱۳)

### وجوب محبت اہل بیت پر ایک قابل غور تحریر

اہل بیت کی محبت کے وجوب پر احادیث، غدیر خم پر خستی خطبہ اور امام شافعی رحمہ اللہ کی مشہور رباعی نقل فرما کر تحریر فرماتے ہیں: (تالیفات مرغوب ص ۳۲۱)

غور کرنے کا مقام ہے کہ جب موئے مبارک کی تعظیم و شرف ہر سچے اور فدائی مسلمان کے دل میں جذبات محبت پیدا کر دیتی ہے کہ ہمارے آقا ﷺ کی یہ نشانی اور مبارک بال ہے، تو پھر اہل بیت رسول (ﷺ) اور اولاد بتول تو آپ کی محترم کھال ہیں، ان کو اور قرآن کو دنیا میں ایک دوسرے کے ساتھ کیا ہے، دونوں حوض کوثر پر ساتھ ساتھ آئیں گے، لہذا آپ کی اولاد سے محبت کرنا ایمان کا جزو اعظم ہے۔ ہر سید صحیح النسب کو غیر سید پر شرف عظیم حاصل ہے۔ قیامت میں ہر نسب و سبب منقطع ہو جائے گا، بجز رشتہ و نسب محمد ﷺ کے

اور یہ شرف و بزرگی و خصوصیت خاص اہل بیت کے لئے ہے، کوئی غیر اس فضیلت میں ان کا شریک نہیں۔

جو ہر جام جم از طینت کان دگر است تو توقع ز گل کوزہ گراں میداری

سادات کو بھی اعمال خیر کا اہتمام کرنا چاہئے

سادات کے فضائل و مناقب کو پڑھ کر کسی سید کے دل میں یہ خیال آجائے میری شرافت نسبی کے بعد مجھے اعمال خیر کا زیادہ اہتمام کرنے کی ضرورت نہیں، اس پر تنبیہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں: (تالیفات مرغوب ص ۳۲۳)

”ہاں اس سعادت عظمیٰ و فضیلت کبریٰ کے حصول کے لئے حسن عقیدہ، اتباع سنت سنہ اور اجتناب بدعات سیدہ نامرضیہ ضروری ہے، ورنہ نوح (علیہ السلام) کا بیٹا عمل غیر صالح کی وجہ سے ان کی فرزندگی سے علیحدہ کر دیا گیا۔ خلعت ابراہیمی آذر کے کچھ کام نہ آئی۔ آنحضرت ﷺ نے خود اپنی پیاری صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمادیا: پیاری بیٹی فاطمہ! میرے پاس جو کچھ بھی مال ہو تم مانگو (میں دے دوں گا) لیکن خدا (کے عذاب سے بدوں اجازت خداوندی) میں تمہیں کچھ نفع نہیں پہنچا سکتا۔ بہر حال بزرگی سادات کی اسی میں ہے کہ یہ حضرات مصداق ”عادات السادات سادات العادات“ ہوں۔“

امت محمدیہ سے ایک شکایت اور قابل توجہ ہدایت

مفتی صاحب نے اپنی تصنیف میں آیات کریمہ احادیث شریفہ اور بزرگان دین کے اقوال مبارکہ سے سادات کی عظمت کو خوب اجاگر فرمایا، پھر اس بات پر افسوس کا اظہار فرمایا کہ آج تک ان مبارکہ نفوس کی اعانت کے لئے تعجب ہے کہ کوئی جماعت کوئی انجمن کوئی

سوسائٹی وجود میں نہیں۔ مولانا کی یہ درد بھری دلی آواز مولانا کے ہی قلم سے پڑھئے:

### شکایات اہل زمانہ و چند کلمات خیر خواہانہ

افسوس! مسلمانوں نے ان جگر پارہ رسول اللہ ﷺ یعنی سادات اہل بیت کی دینی و دنیوی ترقی و بہبودی کی طرف سے حد درجہ سرد مہری اور بے حد تغافل برتا ہے۔ اس قدر طویل و عریض برا عظم ہندوستان میں جہاں سیکڑوں انجمنیں و اسلامی سوسائٹیاں موجود ہیں، اور آئے دن درجنوں قائم ہوتی رہتی ہیں، لیکن میری نظر قاصر میں کوئی ایک انجمن بھی خالص ایسی وجود میں نہ آئی جو ان مفلوک الحال، تہ روزگار بے علم سادات اہل رسول کی دینی و دنیوی ضرورتوں کی متکفل ہوتی۔

آج ان شریف النسب سیدزادوں کی نونہال پیاری اولاد بڑی تعداد میں بوجہ غربت و تنگدستی دینی و دنیوی علوم و فنون سے یک لخت محروم ہو رہی ہے۔ اے کاش نام لیوایان محمد رسول اللہ ﷺ کو اپنے آقا و محسن اعظم ﷺ کے حقوق اور احسان کا کچھ پاس ہو، اور بصیرت کی آنکھوں سے آپ کے فرمان واجب الاذعان کو دیکھیں، اور غور کریں کہ آل رسول (ﷺ) کے باب میں امت کو آپ کی کیا وصیت ہے، اور امت اس وصیت کو کس طرح پورا کر رہی ہے۔

آج ہزاروں مسلمان عاشورہ بارہویں اور گیارہویں کی رسمی مجالس میں صرف نام و نمود و شہرت کے لئے حضرت سید عالم ﷺ کی ولادت کی تقریب میں شہید ملت حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ مظلوم کربلا کے ماتم میں، حضرت غوث الاعظم سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کی مجالس وفات میں ہر سال لاکھوں روپیہ غیر محتاج، بلکہ زیادہ تر مالدار مسلمانوں کے کھلانے اور شیرینی تقسیم کرنے، اور منڈپ کی فضول آرائش و زیب و زینت میں صرف

کرتے ہیں، اور سمجھتے ہیں کہ ہم نے حقوق مصطفویٰ ایک مجلس پڑھا کر ادا کر دیئے۔ عاشورہ میں پانی کی پرتکلف سبیل لگا کر اور گیارہویں کا کھانا کھلا کر اہل بیت کی محبت کا پورا حق ادا کر دیا۔

مسلمانو! اپنے اس من مانے فیصلے پر نظر ثانی کرو اور غور کرو کہ یہ کونسا انصاف ہے؟ یہ کہاں کی عقل مندی ہے کہ آل رسول ﷺ بھوکے مر رہے ہوں، اولاد بتول فاقہ مست ہوں، ذریات حضرت حسین جہالت اور آوارگی کی حالت میں زمانہ کے ہاتھوں پامال ہو رہے ہوں، حضرت غوث پاک کے جگر پارے غربت اور ناداری کی بدولت اپنے جدا مجد کے علوم و فیوض سے بے گانہ ہو رہے ہوں، لیکن تمہیں ان کی فاقہ مستی، ان کی تباہ حالی، ان کی جہالت، ان کی پریشان حالی اور آوارہ گردی پر مطلق ترس نہیں آتا، ان کی فاقہ مستی دور کرنے کی تمہیں فکر نہیں، تعاون و احسان کا ہاتھ بڑھا کر ان کو زیور علم و عمل سے مزین کرنے کی توفیق نہیں ہوتی، اگر توفیق ہوئی تو یہی ہوئی کہ رسمی اور غیر شرعی مجالس کرو۔ ہزاروں روپیہ نہایت بے دردی سے تقسیم شیرینی میں صرف کر دو، بہت بڑی رقم پیاسے اور مظلوم شہید کے نام کی سبیلوں میں لگا دو، بارہویں اور گیارہویں کے لٹھی کھانوں میں مالداروں کی خوب خوب آؤ بھگت کرو، اور غرباء و فقراء کو دھکے دے کر نکال باہر کرو، کیا عاشقان محمد و جبین آل رسول کا یہی شیوہ ہونا چاہیئے کہ رسم ادا کرنے کی خاطر ان ہی بزرگوں کے نام پر لاکھوں روپیہ صرف کریں، اور ان حضرات کے جگر گوشوں کی دینی و دنیوی ضرورتوں کو نظر انداز کر دیں، یہ کہاں کی محبت ہے؟ اور اہل بیت کی خبر گیری میں حضور کے حقوق ادا کرنے کا یہ کونسا صحیح طریقہ ہے؟ کیا صرف مجالس رسمہ ادا کرنے میں آپ کی رضامندی کے خواہاں ہو، حاشا و کلا! یہ رضامندی کے حصول کا طریق نہیں۔ آپ کی رضامندی کے خواہاں ہو تو آپ کا اتباع

واسوۂ حسنہ اختیار کرو، آپ کی اولاد و ذریات کے ساتھ حسن سلوک کرو، ان کو پامالی اور بربادی سے بچاؤ، ان کی حسۂ حالی دور کرو، ان کی ہونہار اولاد کو اپنی نگرانی میں لو، ان کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرو اور ان کو لکھا پڑھا کر ان کے جد امجد ﷺ کی میراث یعنی علوم نبویہ کا سچا وارث بنادو، بے شک ان باتوں سے حضور اکرم ﷺ کی روح پر فتوح ضرور شادماں ہوگی۔

مالدار اور صاحب اوقاف مسلمان! اپنی نیک کمائی اور اپنے مرحوم بزرگوں کے اوقاف سے صحیح النسب غریب ساداتوں کی خبر گیری کرو، شریف زادوں کے لئے اسکا لرشپ اور وظائف مقرر کرو کہ آل رسول ﷺ کے نونہال اپنے جد امجد محمد رسول اللہ ﷺ کی علمی میراث بے فکری سے حاصل کر سکیں۔ اور تم قیامت کے رست خیز اور ہولناک دارو گیر میں جہاں بجز لطف و کرم احمدی کے نجات کا کوئی ذریعہ وسیلہ نہیں، منہ دکھلانے کے قابل ہو سکو، (تالیفات مرغوب ص ۳۱۸)

### سادات کوزکوة

سادات کوزکوة دینا ہر حال میں ہر زمانہ میں ائمہ اربعہ اور جمہور امت کے نزدیک ناجائز ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے ایک روایت جواز کی منقول ہے۔ اسی بناء پر امام طحاوی رحمہ اللہ اس مسئلہ میں جمہور سے منفرد رائے رکھتے ہیں اور وہ جواز کے قائل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب کا فتویٰ اور رجحان عدم جواز ہی کا ہے۔ موصوف اپنے فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”سادات بنی ہاشم پر زکوة حرام ہونے کی علت یہ نہیں کہ خمس الخمس مقرر تھا، بلکہ حرمت کی علت حسب تصریحات احادیث صحیحہ اوساخ الناس اور غسالۃ الایدی ہے، اور یہ علت

ہر زمانہ میں باقی رہی اور رہے گی، لہذا مفتیؒ بہ قول یہ ہے کہ سادات کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔

(مرغوب الفتاویٰ ص ۳۱۴ ج ۳، کتاب الزکوٰۃ)

مولانا نے ”سفینہ“ میں بھی اس مسئلہ پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور ”حرمت صدقہ واجبہ“ کے عنوان سے علماء کا مسلک اور اوساخ الناس والی روایت وغیرہ کو نقل فرمایا، اور مفتیؒ بہ قول عدم جواز ہی کا لکھا۔ مگر سخت مجبوری کی صورت میں آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ جواز کا رجحان رکھتے ہیں۔ موصوف اپنے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں:

”لیکن بعض علماء متاخرین نے جواز کا فتویٰ دیا ہے“

اور کتاب ”سفینہ“ میں اس مسئلہ پر بحث کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

”علامہ شعرانی نے میزان کبریٰ میں لکھا ہے کہ: سادات پر حرمت زکوٰۃ بوجہ نجابت ذاتی اور شرافت نسبی کے ہے، لیکن اگر ان حضرات کو فقر وفاقہ و تنگدستی سے زکوٰۃ لینے کی شدید احتیاج ہو تو زکوٰۃ ان کو دی جائے، چنانچہ علامہ سبکی اور ایک جماعت علماء شوافع نے اس کا فتویٰ دیا ہے، حدیث ”ان لکم فی خمس الخمس ما یکفیکم“ کے مفہوم سے امام سبکی کے فتوے کی تائید ہوتی ہے کہ جب سادات کو ہدایا، عطایا، آمدنی اوقاف وغیرہ سے نہ ملتا ہو یا اتنا قلیل ملتا ہو کہ کافی نہ ہوتا ہو تو زکوٰۃ لینا جائز ہے۔

میرے شیخ قطب الوقت حضرت علی خواص بھی احتیاج شدیدہ کی صورت میں سادات کو زکوٰۃ لینا دینا جائز فرماتے تھے، انتہی۔

(مرتب عرض کرتا ہے کہ) ہمارے علماء دیوبند میں حضرت کشمیری کا رجحان یہ ہے کہ: سید کو زکوٰۃ کا مال لینا سوال کرنے سے بہتر ہے۔ حضرت فرماتے تھے کہ: امام رازی و طحاوی بروایت امام ابو حنیفہ قائل جواز ہوئے ہیں، اور امام رازی کو فقہ فی النفس حاصل ہے، اس

لئے میں جواز کا فتویٰ دیتا ہوں۔ (ملفوظات محدث کشمیری ص ۲۶۶)

افسوس آج مسلمانوں کے اموال کی کثیر مقدار، مواضع ریاء و شہرت میں، مکانات و محلات کی زائد از ضرورت تعمیرات میں، نکاح و شادی کی بیجا دعوت میں، اور ان سے بڑھ کر کھلم کھلا خدا کی معصیت میں صرف ہو رہی ہے۔ کاش ہماری یہ قوم نبی کریم ﷺ کی اولاد کی اعانت و مدد میں صرف ہوتی، اللہم وفقنا لما یحب و یرضی۔

### ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“

حدیث پاک میں ہے: ”من حفظ علی امتی اربعین حدیثاً فی امر دینہا بعثہ اللہ فقیہاً“ و کتب لہ یوم القیامۃ شافعاً و شہیداً۔ (مشکوٰۃ، کتاب العلم، الفصل الثالث)

یعنی جو شخص میری امت کے فائدہ کی خاطر امر دین کی چالیس حدیثیں یاد کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو فقیہ اٹھائے گا اور قیامت کے دن میں اس کا شفیق اور گواہ ہوں گا۔

علقمی رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں فرماتے ہیں: حفظ سے مراد کسی چیز کا ضبط کرنا اور ضیاع سے بچانا ہے، اور کبھی حفظ بغیر کتابت کے قلب سے ہوتا ہے اور کبھی بغیر قلب کے کتاب سے ہوتا ہے، تو اگر کوئی شخص لکھ کر نقل کر دے وہ بھی اس وعدے میں شامل ہے۔

اس حدیث کی وجہ سے محدثین و علماء کی ایک بڑی جماعت نے اربعین لکھی۔ حضرت مفتی صاحب کو دینی علوم میں دستگاہ کامل حاصل تھی، مگر فقہ اور حدیث میں خاص مہارت تھی۔ مولانا ازہر شاہ قیصر نے حضرت مفتی صاحب کی وفات پر ہانامہ ”دارالعلوم“ دیوبند اگست: ۱۹۶۲ء میں جو تاشرک لکھا تھا اس میں ہے:

۱.....وفی رواية: فی زمرۃ الفقہاء والعلماء، وفی رواية: کتب فی زمرۃ العلماء وحشر

فی زمرۃ الشہداء۔ (فیض القدیر، رقم الحدیث: ۸۶۳۹)



”خصوصاً حدیث وفقہ میں آپ کی استعداد مسلم تھی۔“

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جہاں آپ سے فقہ کی عظیم خدمت لی، وہاں حدیث شریف کی خدمت سے بھی محروم نہیں رکھا۔ حدیث شریف کے درس و تدریس کے ساتھ ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“ کے نام سے حدیث کا بھی کام لے لیا۔

ویسے تو یہ اربعین ہیں کہ اس میں چالیس احادیث کا انتخاب کیا گیا ہے، مگر اس کی تشریح میں مفتی صاحب نے تقریباً نوے احادیث ذکر فرمائی ہیں۔

احادیث کے انتخاب سے مفتی صاحب کے ذوق سلیم کا پتہ چلتا ہے۔ ہر حدیث کا با محاورہ ترجمہ، پھر اس کی تشریح اور آخر میں اکثر مواقع پر اردو فارسی یا عربی شعر سے اس کی دلچسپی میں اضافہ فرما دیا۔ بعض احادیث کی تشریح میں علم کا ایک مشکل باب حل کر کے رکھ دیا ہے، مثلاً ایک حدیث کی تشریح میں تقدیر جیسے لائیکل مسئلہ کو عجیب انداز میں سمجھایا ہے ”مشتے نمونہ از خروارے“ تین احادیث مع تشریحات کے نقل کی جاتی ہیں۔

### مسئلہ تقدیر پر عام فہم تحریر

#### تقدیر کا بیان

(۱)..... عن علی قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ما منکم من احد الا وقد کتب مقعده من النار و مقعده من الجنة ، قالوا : یا رسول اللہ ! افلا نتکل علی کتابنا و ندع العمل ؟ قال : اعملوا فکل ميسر لما خلق له ، اما من کان من اهل السعادة فَييسرُ له لعمل السعادة ، واما من کان من اهل الشقاوة فَييسرُ له لعمل الشقاوة ، ثم قرأ ﴿ فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَاتَّقٰى وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰى ﴾ الآية۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:..... بخاری اور مسلم میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول

مقبول ﷺ نے فرمایا کہ: تم میں سے کوئی ایسا نہیں مگر اس کا مکان جنت اور دوزخ سے لکھ دیا گیا ہے، صحابہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! جب یہی بات ہے تو ہم عمل کرنا چھوڑ دیں اور تقدیر پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھیں رہیں؟ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ: عمل کئے جاؤ، اس لئے کہ ہر شخص کو وہی کام آسان معلوم ہوگا جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے، جو سعادت مند اور نیک بخت لوگ ہیں انہیں نیک کام کرنے آسان ہیں، اور جو بد نصیب لوگ ہیں ان کے لئے برے کام میں آسانی رکھی گئی ہے، پھر حضور ﷺ نے قرآن شریف کی آیت پڑھی کہ: جس نے خیرات کی اور تقویٰ اختیار کیا اور دین اسلام کو سچا جانا اس پر ہم نیکی کی راہ آسان کر دیں گے، اور جس نے بخل کیا اور بے پرواہی کی اور دین اسلام کو اس نے جھوٹا سمجھا تو اس پر ہم کفر کی سخت راہ آسان کر دیں گے۔

ف: ..... صحابہ رضی اللہ عنہم یہ سمجھتے تھے کہ تقدیر کے لکھے ہوئے کے مقابلہ میں عمل کرنا بیکار ہے، جو کچھ نوشتہ تقدیر ہے وہی ہو کر رہے گا۔ حضور ﷺ نے جواب میں فرمایا کہ: یہ تمہاری غلط فہمی ہے، عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں، اس واسطے کہ خدا نے عالم اور عالم کی ساری چیزوں کو پیدا کیا اور اپنے علم کے موافق ہر چیز کا ایک اندازہ اور وقت مقرر کر دیا اور موافق اپنی حکمت کے بعضے چیز کو بعضے چیز کا سبب ٹھہرایا، جیسے آنکھ بینائی کا سبب ہے اور کان شنوائی کا سبب ہے اور ہر موت کا سبب ہے، ایسے ہی رزق علم الہی میں مقدر اور مقرر ہے، لیکن محنت کرنا اور کمانا اس کا سبب ہے، ایسے ہی نیک عمل بہشت میں جانے کا سبب ہے اور بد عمل دوزخ میں جانے کا سبب ہے۔ غرض عمل کرنا تقدیر کے مخالف نہیں۔

### تقدیر پر چند سوالات اور ان کے جوابات

آج کل عموماً لوگ تقدیر کے مسئلہ میں نا سمجھی سے کج بحثی کرتے رہتے ہیں، اور

بالخصوص جدت پسند اور سائنس پرست نو خیز جہلمیوں اور نئی روشنی کے دلدادہ اور عقل کی آنکھوں پر یورپ کی عینک لگا کر دیکھنے والے حضرت کا گروہ اس مسئلہ میں نہایت بے باکانہ گفتگو کرتا رہتا ہے، اس لئے مختصر طور پر عام لوگوں کو سمجھانے کی غرض سے دو تین سوال جواب عام فہم لکھے جاتے ہیں، بشرط انصاف اس میں غور کرنے سے تردد و خلبان دور ہو کر اطمینان پیدا ہونے کی امید ہے، ورنہ اس پر آشوب زمانہ میں کسی کا اسکات محض ممکن نہیں۔

و اللہ یہدی السبیل۔

سوال اوّل:..... صحیح حدیث میں آیا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: کوئی شخص عمل کے زور سے جنت میں نہ جائے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اعمال کا کوئی دخل دخول جنت اور نعمائے اخروی میں نہیں ہے۔

جواب:..... حضور ﷺ کے فرمانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ عمل کو جنت میں جانے کے لئے کوئی دخل ہی نہیں، بلکہ مقصود یہ ہے کہ اعمال پر مغرور ہو کر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائے، بلکہ فضل خداوندی پر بھروسہ رکھے، گویا دخول کی علتِ تامہ جزوِ اخیر فضل خدا ہے۔ ﴿إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ﴾ کی بنا پر یہ فضل بھی اعمال نیک ہی سے نصیب ہوتا ہے، تو عمل کو بھی فی الجملہ دخول جنت میں دخل ہوا۔

سوال دوم:..... صحیح حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی جنت ایک بالشت رہ جاتی ہے اور تقدیر غالب آ جاتی ہے اور یہ شخص دوزخی ہو جاتا ہے، ایسے ہی کبھی دوزخ ایک بالشت رہ جاتی ہے اور تقدیر غالب آ جاتی ہے تو آدمی جنتی ہو جاتا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عمل کو کچھ دخل نہیں۔

جواب:..... یہ غلبہ تقدیر کا تمام امور اختیار یہ میں واقع ہوا کرتا ہے، بعض وقت مرض کے

لئے خوب علاج کرتے ہیں لیکن غلبہٴ تقدیر سے مریض مر جاتا ہے، مگر پھر بھی صحت کو علاج پر مرتب سمجھ کر اس میں خوب اہتمام اور دوڑ دھوپ کرتے ہیں، بڑے بڑے ماہر طبیبوں اور ڈاکٹروں کو ایسے وقت ایک ذرا سی امید پر بلاتے ہیں کہ مریض کی طرف سے قریب قریب مایوسی ہو جاتی ہے، تاہم خفیف سی امید کے سہارے پر بھی مجبوری سمجھ کر چھوڑ نہیں دیتے، تو اصل وجہ یہ ہے کہ اعتبار اکثری واقعات کا ہوتا ہے، اتفاقِ شاذہ پر حکم نہیں لگایا جاتا، لہذا سوال میں جو صورت بیان کی گئی ہے وہ اتفاقی ہے، ورنہ اکثر جنتی سے جنت کے اعمال اور دوزخی سے دوزخ کے اعمال سرزد ہوتے رہتے ہیں، پس نعمائے اخروی اور دخول جنت کا اکثری سبب اعمالِ صالحہ ہیں، جو کہ کبھی یہ امید نہیں ہوتی کہ گیہوں پیدا ہوگا، ایسے ہی۔

گندم از گندم بروید جوز جو از مکافاتِ عمل غافل مشو

گیہوں سے گیہوں اُگتا ہے اور جو سے جو (اس لئے) عمل کے بدلہ سے غافل مت رہو۔ سوال سوم:..... بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اگر قسمت میں جنت لکھی ہے تو جنت میں جائیں گے، اور اگر دوزخ لکھی ہے تو دوزخ میں جائیں گے، محنت و مشقت، طاعات و عبادات سب بیکار ہیں۔

جواب:..... اگر یہی بات ہے تو دنیوی معاملات میں کیوں تدبیریں اور کوششیں کی جاتی ہیں؟ کھانے کے لئے اس قدر اہتمام کرنا کہ بونا، جوتنا، کاٹنا، پیسنا، چھاننا، گوندھنا، پکانا، لقمہ بنا کر منہ میں لے جانا، چھاننا، نگلنا وغیرہ سب فضول تکلیفیں ہیں، کچھ بھی نہ کرو، قسمت میں ہے تو آپ ہی آپ بن کر پیٹ میں اتر جاوے گا، نوکری کیوں کرتے ہو؟ تجارت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ کھیتی کی مصیبتیں کیوں جھیلے ہو؟ سفر کی تکالیف کیوں برداشت کرتے ہو؟ یہ شعر کیوں پڑھ دیا کرتے ہو؟

رزق ہر چند بے گمان برسد      لیک شرط است جستن از در ہا  
رزق اگر چہ بغیر گمان کے (من حیث لا یحتسب) پہنچتی ہے، لیکن دروازوں سے اس کو  
تلاش کرنا ضروری ہے۔

اگر اولاد کی تمنا ہوتی ہے تو نکاح کرتے ہیں، پس جس طرح باوجود ثبوت تقدیر کے  
ان مسببات کے لئے تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، اسباب خاصہ جمع کئے جاتے ہیں، اسی طرح  
حصول درجات و دخول جنت کے لئے بھی اسباب یعنی اعمال صالحہ جمع کرنا ضرور ہے، ہاں  
اسباب کو اختیار کر کے مسبب (حصول جنت) کے مرتب ہونے کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے  
منتظر رہے، اپنے اعمال پر بھروسہ کر کے مغرور نہ بیٹھے، اور بغیر اسباب (اعمال صالحہ)  
اختیار کئے ہوئے فضل خدا کا منتظر رہنا غرور اور شیطانی دھوکہ ہے، جیسے زمین میں تخم پاشی  
کر کے اگر انتظار ہو کہ اب خدا کے فضل سے غلہ پیدا ہوگا تو یہ امید ہے، اور اگر تخم پاشی ہی نہ  
کرے اور اس ہوس میں ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھا رہے کہ اب غلہ پیدا ہوگا تو دیوانگی اور  
مستخرہ پن ہے، جس کا انجام حسرت اور افسوس کے سوا اور کچھ نہیں۔

سوال چہارم: ..... اور یہ اعتراض بہت ہی ارزاں ہے کہ ہر کس و ناکس اس سے منفع ہوتا  
ہے کہ صاحب ہم کیا کریں؟ ہماری تقدیر ہی میں یوں لکھا ہے، اگر نیکی تقدیر میں لکھی ہوتی  
تو ہم نیکی کرتے، ہم تقدیر کے لکھے ہوئے پر مجبور ہیں۔

جواب: ..... صاحبو! ذرا انصاف کرنا چاہئے کہ ہم لوگ جس وقت گناہ کرتے ہیں کیا اسی  
ارادہ سے کرتے ہیں کہ چونکہ ہماری تقدیر میں لکھا ہوا ہے، لاؤ تقدیر کی موافقت کر لیں۔ ہر  
گز نہیں، بلکہ خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر گناہ کرتے ہیں، اس وقت تو گناہ کی  
مدد ہوشی میں اس مسئلہ تقدیر کا ہوش بھی نہیں رہتا، جب شہوات اور خواہشات نفسانی کا نشہ سر

سے اتر جاتا ہے اور گناہ سے فراغت ہوتی ہے تو فرصت میں ایسی تاویلیں سوچتی ہیں، پھر اگر تقدیر کے نوشتہ پر ایسا ہی بھروسہ ہے تو دنیوی معاملات میں اس مسئلہ پر کیوں اعتماد نہیں ہوتا ہے؟ جب کوئی شخص ہمارا جانی یا مالی نقصان کرتا ہے تو ہم کیوں مارنے مرنے کو تیار ہو جاتے ہیں؟ یہی سمجھ لیا کریں کہ اس کا کیا قصور ہے، اس کی تقدیر میں مارنا لکھا تھا ہماری تقدیر میں مار کھانا لکھا تھا چلو چھٹی ہو گئی۔ نہیں کوئی ایسا نہیں کرتا، بلکہ جس طرح ہو سکے انتقام لیا جاتا ہے۔ تو معلوم ہوا کہ امور دنیوی اور مفاد ذاتی میں نوشتہ تقدیر کا خیال بھی نہیں آنے دیتے، بلکہ منکر تقدیر بن جاتے ہیں اور دینی کاموں میں شامت نفس سے اعمال صالحہ چھوڑ کر سبب سے بڑھ کر تقدیر پر ہمارا ہی ایمان ہوتا ہے، یہ صریح دھوکہ شیطانی ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ تقدیر حق ہے۔ خداوند کریم نے اپنے وسعت علم سے معلوم فرما کر ہر چیز کا وقت اور ہر کام کا ایک انداز مقرر فرما دیا ہے، نیکی اور بدی سب کچھ لکھ دی گئی ہے، لیکن انسان کو اس نوشتہ کا علم نہیں دیا۔ کیا اب انسان جو کچھ نیکی بدی کرتا ہے اپنے اختیار سے دیدہ و دانستہ کرتا ہے، تقدیر کے نوشتہ سے مجبور ہو کر نہیں کرتا؟ اسی بنا پر نیکی کر کے ثواب کا امیدوار رہتا ہے۔ ملازمت کے بعد تنخواہ پانے کا مستحق سمجھتا ہے۔ خون کرنے سے پھانسی دیا جاتا ہے۔ چوری ڈکیتی وغیرہ جرائم کا ارتکاب کرنے سے اس کے موافق حکام دنیا کی طرف سے اپنے کیفر کردار کو پہنچایا جاتا ہے، یہ سارے قوانین آسمانی یا عقول انسانی کے مقرر کردہ ہیں، مجرم بھی اسے ظلم حکام نہیں سمجھتا، بلکہ انصاف ٹھہراتا ہے۔ ان کے مقابلہ میں عدالت میں کوئی مجرم نوشتہ تقدیر کو پیش نہیں کر سکتا، بلکہ جرم با اختیار خود کرنے کی وجہ سے سر تسلیم خم کرتا ہے، حالانکہ یہ ساری باتیں بھی اس کی تقدیر میں لکھی ہوتی ہیں، لیکن جرم کا ارتکاب اپنے ارادہ اور پورے اختیار سے کیا ہے، اس لئے قوانین شرعی اور آئین ملکی کی رو

سے وہ سزا کا مستحق ٹھہرایا گیا۔ یہی حال تقدیر کا ہے۔ خوب غور کرو، اس سے زیادہ تقدیر کی بار کی سمجھنے کی فکر کرنا اور اس کی کنہ کی ٹوہ میں لگا رہنا اپنے آپ کو ورطہ ہلاکت میں پھنسانا ہے، اس واسطے کہ تقدیر کی بار کی دریافت کرنا عقول انسانی سے خارج ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کسی نے تقدیر کے بارے میں سوال کیا، تو آپ نے فرمایا کہ: اندھیری رات میں سمندر میں مت گھس، یعنی یہ بحث ایک دریائے ناپیدا کنار ہے، انسان کی عقل نا رسا اس کا بھید نہیں پاسکتی۔

دریں ورطہ کشتی فروشد ہزار کہ پیدا شد تختہ برکنار

اس بھنور میں ہزاروں کشتیاں اس طرح غرق ہوئیں کہ کوئی تختہ باہر نہیں آیا۔

(تالیفات مرغوب ص ۱۷۰)

### رحمت و عذاب یہ خدا کی دو صفتیں ہیں

(۲)..... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: لَوْ يَعْلَمُ الْمُؤْمِنُ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الْعُقُوبَةِ مَا طَمَعَ بِجَنَّتِهِ أَحَدٌ، وَلَوْ يَعْلَمُ الْكَافِرُ مَا عِنْدَ اللَّهِ مِنَ الرَّحْمَةِ مَا قَنَطَ مِنْ جَنَّتِهِ أَحَدٌ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ:..... بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ: اگر ایمان دار جان لیتا جتنا کہ خدا کے پاس عذاب ہے تو اس کی جنت کی کوئی امید بھی نہ کرتا، اور اگر کافر جانتا جتنی خدا کے پاس رحمت ہے تو اس کی جنت سے کوئی ناامید نہ ہوتا۔

ف:..... رحمت و عذاب یہ خدا کی دو صفتیں ہیں، اور خداوند کریم کی ذات جیسی کامل ہے، ویسے ہی اس کی صفت بھی کامل ہے، اس بنا پر اگر کافر کو خدا کی ساری رحمت کا حال معلوم ہو

جائے کہ وہ اس قدر وسیع اور بے انتہا رحمت کا مالک ہے تو باوجود کفر کے اس کی جنت سے نا امید نہ ہو، ایسے ہی اگر ایمان دار پر خداوند قہار کے قہر و غضب و عذاب کا حال کھل جائے تو جنت مانگنا بھی بھول جائے اور عذاب دوزخ سے بھی بے خوف نہ ہو۔

بہ تہدید گر بر کشد تیغ حکم بمانند کر و بیاں صم و بکم  
وگر در دہد یک صلای کرم عزایل گوید نصیب برم  
اللہ تعالیٰ اگر وعید کا حکم دیتے ہیں تو فرشتے بھی گونگے ہو جاتے ہیں۔  
اور اگر بخشش کے لئے آواز دیں تو شیطان بھی کہے گا مجھے بھی حصہ ملے۔

(تالیفات مرغوب ص ۲۳۳)

### یوم جمعہ کی ایک ساعت قبولیت

(۳)..... عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ : قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : إِنَّ فِي الْجُمُعَةِ لَسَاعَةً لَا يُؤَافِقُهَا عَبْدٌ مُسْلِمٌ يَسْأَلُ اللَّهَ فِيهَا خَيْرًا إِلَّا أَعْطَاهُ۔ (متفق علیہ)  
ترجمہ:..... بخاری اور مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: بے شک جمعہ میں ایک ساعت ایسی ہے کہ کوئی مسلمان اس وقت اللہ تعالیٰ سے اپنی بہتری کے لئے دعا کرے تو ضرور اس کی دعا قبول ہو اور اسے بھلائی نصیب ہو۔  
ف:..... جمعہ میں یہ ساعت کونسی ہے اور کس وقت ہے؟ اس میں علماء کے اقوال مختلف ہیں

جمعہ کے دن ساعت قبولیت کونسی ہے؟

شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے ”شرح سفر السعاده“ میں چالیس قول نقل کئے ہیں مگر ان سب میں دو قولوں کو ترجیح دی ہے: ایک یہ کہ وہ ساعت امام کے منبر بیٹھنے کے وقت سے نماز کے ختم ہونے تک ہے۔ بہت سے علماء اس قول کے قائل ہیں۔ اور مسلم شریف



میں ابی موسیٰ رضی اللہ عنہ کی روایت سے اسی قول کی تائید ہوتی ہے۔  
دوسرا قول یہ ہے کہ وہ قبولیت کی ساعت دن کے اخیر حصہ میں ہے۔ اس قول کو ایک  
جماعت کثیرہ نے اختیار کیا ہے اور بہت سی احادیث صحیحہ اس کی مؤید ہیں۔

### حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا معمول

چنانچہ صحیح روایت سے یہ ثابت ہے کہ: حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے دن کسی  
خادمہ کو حکم دیتی تھیں کہ جب جمعہ کا دن ختم ہونے لگے تو ان کو خبر دے تاکہ اس وقت ذکر اور  
دعا میں مشغول ہو جائیں۔

### ساعت قبولیت کے مخفی رکھنے کا راز

اور قبولیت کی ساعت کو مخفی رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ لوگ اس دن کو قبولیت کی امید  
میں دعا اور عبادت میں گزاریں۔

خطبہ کے وقت سکوت کا حکم ہے، پھر اس وقت قبولیت دعا کے کیا معنی؟  
امام بلقینی رحمہ اللہ سے دریافت کیا گیا کہ خطبہ کی حالت میں کیوں کر دعا کرے؟ کہ  
اس وقت تو چپ رہنے کا حکم ہے۔ امام ممدوح نے جواب دیا کہ دعا کرنے کے لئے یہ کوئی  
شرط نہیں ہے کہ زبان سے الفاظ کہے جاویں، بلکہ اپنے مقصود اور مطلوب کو دل میں حاضر  
کرنا کافی ہے۔

اور دعا قبول ہو جانے کے بعد اس کا نتیجہ فوراً ظاہر ہونا ضروری نہیں، بعض وقت فوراً  
بھی ظاہر ہو جاتا ہے اور بعض وقت کسی مصلحت سے اس کا نتیجہ دیر میں ظاہر ہوتا ہے، ورنہ  
ذخیرۂ اخروی بنالیا جاتا ہے، جو درحقیقت کارآمد ذخیرہ ہے۔ (تالیفات مرغوب ص ۱۹۱)

## توحید الاسلام

علم کلام: وہ علم ہے جس سے تفصیلی دلائل کے ساتھ دینی عقائد اور اسلامی نظریات کے اثبات اور شکوک و شبہات کے جواب دینے پر قدرت حاصل ہو۔

## علم کلام کے متعلق علماء کے مذاہب

اس علم کے حصول اور اس میں صرف وقت کے متعلق علماء میں بہت اختلاف ہے۔ اہل علم میں سے بعض نے تو علم کلام کا درس و تدریس بدعت یا حرام قرار دیا ہے، اور بھی اہل علم کے عجیب اقوال مذکور ہیں۔

بعض حضرات کا مذہب یہ ہے کہ علم کلام کا حصول واجب ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔ علماء کے اقوال کی تفصیل اور ان کے دلائل نقل کرنے کے بعد علامہ دمیری تحریر فرماتے ہیں:

”سب سے بہتر یہ ہے کہ علم کلام میں تشفی بخش تفصیل کریں اور یہ کہے کہ علم کلام میں نقصان بھی ہے اور فائدہ بھی، اس لئے علم کلام کے فوائد کو سامنے رکھتے ہوئے استفادہ کے وقت اسے ضروریات کے پیش نظر حلال یا مندوب یا واجب قرار دیا جائے گا، اگر علم کلام سے نقصان یا مضرت کا خطرہ ہو تو پھر وہ اس وقت حرام ہو جاتا ہے۔“

(آگے علم کلام کا فائدہ بتلاتے ہیں) علم کلام کا فائدہ یہ ہے اس میں حقائق کا وضاحت کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے، اور جن پر حقائق کی بنیاد ہوتی ہے ان کی معرفت ہو جاتی ہے، اور دیگر فوائد یہ ہیں کہ عوام کے عقائد کی حفاظت اور مبتدعین کے شکوک و شبہات اور انہیں ہر گمراہ موڑ سے بچانا مقصود ہوتا ہے۔ (حیوة الحیوان ص ۸۷ ج ۱/ اردو)

اس علم کی اولیت کا شرف امام اعظم ابوحنیفہ کو حاصل ہے، آپ کی کتاب ”الفقہ الاکبر“ اس سلسلے میں بنیاد کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس موضوع پر علمائے متقدمین و متاخرین کی

تصنیفات کثیر مقدار میں موجود ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے رنگون (برما) کے دوران قیام اشاعت اسلام کی خاطر وجود میں آنے والی اسلامی انجمن کی فرمائش پر توحید کے موضوع پر چند مضامین لکھے، بعد میں وہی مضامین اس کتاب کی اشاعت کا محرک و باعث ثابت ہوئے اور ”توحید الاسلام“ کے نام سے ایک مفید رسالہ منصہ شہود پر آ گیا۔

اس رسالہ میں موصوف نے اسلام کی حقیقت، مذہب فطرت اور صحیح مذہب کی معرفت، انسان کی پیدائش کی غرض و غایت، وجود باری تعالیٰ پر پچیس دلائل عقلیہ اور ایک مسلمان اور دہریہ کا فرضی دلچسپ مناظرہ، توحید کے دس براہین اور قرآن سے واجب الوجود کی ہستی کے دس دلائل اور خاتمہ میں دین و ملت کی تحقیق وغیرہ مضامین کو مرتب کیا ہے۔

ناظرین کی خدمت میں ”اسلام کی حقیقت“ اور ”دین و ملت کی تحقیق“ اور وجود باری تعالیٰ کے دلائل عقلیہ میں سے تین عقلی دلیلیں جن کا تعلق ائمہ ثلاثہ امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام شافعی رحمہم اللہ سے ہیں، کو نقل کرتا ہوں۔

## فصل دوم

### اسلام

دیکھئے کہ یہ ایک مختصر سالفظ ہے، لیکن معنی کے اعتبار سے ہر ایک چھوٹی بڑی خوبی کا جامع ہے۔ اسلام ایک نعمت غیر مترقبہ ہے، اور ایک ایسا سایہ دار پھلا پھولا درخت ہے کہ جس کے زیر سایہ عالم کا عالم نہایت عافیت کی زندگی بسر کر رہا ہے۔ صفحہ ہستی پر اگر کوئی سچا دین ہے تو وہ صرف دین اسلام ہے۔ اپنے مقصود حقیقی تک پہنچنے کی دنیا میں اگر کوئی صراط مستقیم ہے تو وہ دین اسلام ہے۔ انسانی نجات اور فلاح و بہبودی کا اگر کوئی کفیل ہے تو وہ اسلام ہے۔

انسانی دنیا میں تہذیب اخلاق اور تدبیر منزل اور سیاست مدن کے حقیقی برکات اگر کسی دین نے ظاہر کئے تو وہ صرف ایک دین اسلام ہی ہے۔ دنیا میں راست بازی اور اخلاق حسنہ کے لحاظ سے کامل مکمل اگر کوئی مذہب ہے تو وہ اسلام ہے۔ منزل مقصود اور مطلوب اصلی تک پہنچنے کا کوئی صحیح راستہ اگر ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔ اس عالم انسانی میں کوئی ملت کوئی مذہب سوائے دین اسلام کے ایسا نہیں کہ جس میں عقائد کی ناقابل معافی اور سنگین غلطیوں نے انسان کو صراط مستقیم سے کوسوں دور نہ پھینک دیا ہو۔ دین اسلام نے ایک عالم کے سامنے اپنے پاکیزہ اور لطیف اصول ایسے پیش کئے ہیں کہ جس کی لطافت اور پاکیزگی اور صداقت کا عشر عشر بھی دنیا کے چھوٹے بڑے مذاہب میں سے کسی ایک میں بھی نہیں پایا جاتا۔ اگر دنیا میں طبائع سلیمہ اور فطرت انسانی کے موافق کوئی دین ہے تو وہ صرف اسلام ہے۔

خالق عالم نے اپنے بندوں کی ہدایت اور ہمنمائی کے لئے اگر کوئی عام اور مفید قانون بھیجا ہے تو وہ آج سواتیرہ سو برس سے موجودہ دنیا میں اسلام کے سوا کوئی قانون نہیں، اس قانون میں علاوہ پاکیزہ اصولوں کے وہ علوم مفیدہ پائے جاتے ہیں کہ جن کی نظیر کوئی مذہب کوئی دین پیش نہیں کر سکتا۔

اسلام: وہ اسلام ہے کہ جس نے نوع انسان کو علمی اور عملی کمال کی حد تک پہنچا دیا۔ انسان کو اس جامع العلوم معلم نے وہ اسرار اور حواس ظاہری اور باطنی سے چھپے ہوئے ایسے ایسے مخفی امور بتلائے کہ وہاں تک نہ عقول انسانی کی رسائی ہو سکتی تھی، اور نہ کسی فیلسوف کا فلسفہ کام دے سکتا تھا، اور نہ کسی ماہر طبیعیات حکیم کا سائنس پہنچ سکتا تھا۔ احکام عملیہ بھی طہارت سے لے کر تزکیہ روح تک وہ بیان فرمائے جن کے بغیر انسانی زندگی بالکل

نامہذب اور وحشیانہ بہائم کی زندگی سمجھی جاتی تھی۔ نہ صرف عالم محسوس یعنی عالم اجسام بلکہ اس نے عالم غیر محسوس یعنی عالم روحانی اور عالم جاودانی میں بھی روح، ملائکہ، جنت، دوزخ، اور وہاں کے نعمائے باقیہ اور عقوبات دائمہ وغیرہ وغیرہ باریک مقاصد میں وہ وہ موشگافیاں کی ہیں کہ جو عقل انسانی کی حد سے بالاتر ہیں۔ عالم جاودانی کے برکات موجودہ مذاہب عالم میں سے صحیح طور پر مجرذہب اسلام کے کوئی بتلا نہیں سکتا۔ جب فیلسوف اور سائنسدان کا سمندرناز عالم اجسام کی چار دیواری سے ایک انچ بھی آگے نہیں جاسکتا، اس نے عالم ارواح کے وہ مخفی اور سر بستہ راز انبیاء کی پاک تعلیم سے ظاہر فرمائے کہ جس نے اہل سائنس کے دماغ کو حیرت میں ڈال دیا۔

موجودہ مذہب عالم میں سے مجرذہب اسلام، کوئی مذہب ایسا نہیں کہ جس نے حفاظت دین کے ساتھ حکومت کا بھی ہر طرح ساتھ دیا ہو۔ اطاعت حاکم حقیقی کے ساتھ اطاعت حاکم مجازی کے بھی قوانین سکھلائے ہوں۔

جہاں حاکم حقیقی کے متعلق اعلیٰ مقاصد تعلیم فرمائے، وہاں ساتھ ہی بادشاہ وقت کی فرمانبرداری کے لئے ضروری قوانین سکھلائے۔ غرض کوئی دین اپنی ذات میں اسلام کے سے محاسن اور خوبیاں نہیں بتلا سکتا۔

مذہب اسلام نے وجود میں قدم رکھتے ہی جس سرعت اور تیزی کے ساتھ عالم میں اپنی صداقت کا سکہ بٹھلایا، اس کی نظیر دوسرا کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا۔

ہمارے سامنے صداقت اسلام کے دو قوی اور پائدار سلسلے موجود ہیں: ایک ملکی فتوحات کا، دوسرا مذہب کی اشاعت کا۔ دونوں پر ایک منصف اور حق شناس آدمی جب غائر نظر ڈالتا ہے تو حقانیت اسلام کے اعتراف کے سوا اسے کوئی چارہ معلوم نہیں ہوتا۔ فتوحات ملکی نے

چند ہی سالوں میں سیلاب عظیم کی طرح قدیم اور زبردست سلسلوں کو تہ و بالا کر کے تہذیب و تمدن کا نیا دور دنیا میں پھیلا دیا۔ اشاعت مذہب کو خیال کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ نور آفتاب کی طرح ایک دم اس نے تمام عالم کو منور کر دیا، حقانیت اسلام کا اثربجلی کی روکی طرح پتھر سے زیادہ سخت دلوں میں بھی سرایت کرتا چلا گیا۔

موجودہ دنیا میں بے شک و شبہ سائنس نے ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ اس کی حیرت انگیز ایجادوں اور تعجب خیز صنعتوں اور متحیر العقول مادی ترقیوں نے ایک عالم کی نظروں میں چکا چوند پیدا کر دی، اور مذاہب عالم کے توازن قوت کو درہم و برہم کر دیا ہے، مع ہذا سائنس کی اس روز افزوں ترقی کے دنگل میں اگر کوئی دین ثبات قدمی کے ساتھ اس کی ناقابل برداشت زد میں ٹھہرے گا بلکہ خم ٹھوک کر اگر مقابل کھڑا ہو سکا ہے تو وہ صرف اکیلا اسلام ہے۔

سائنس کی موجودہ ترقی نے اگر ایک طرف اسلام کے سوا جملہ مذاہب عالم کو بالکل بیکار اور ردی ثابت کر دیا ہے، تو دوسری طرف اسلام کے خوبصورت چہرے نے سائنس اور علوم طبعیہ کے صد ہا ماہروں کو اپنے ظاہری اور باطنی حسن کی جھلک دکھا کر اپنا گرویدہ اور حلقہ بگوش بنا لیا ہے، جس کی صد ہا مثالیں موجودہ یورپ کی ترقی یافتہ دنیا میں اس وقت موجود ہیں کہ جہاں نہ کوئی داعی اسلام پہنچا، اور نہ کوئی واعظ وہاں گیا، بلکہ صرف ایک ظاہری اور باطنی خوبیوں نے اپنا دلفریب اور قدرتی خداداد حسن دکھلا کر علوم طبعیہ کے ان ماہرین کو اپنا کشتہ ناز بنا لیا کہ جن کی عمر کا معتد بہ حصہ اور قیمتی زمانہ سائنس کے دقائق حل کرنے میں گزرا تھا۔ یہ اسلام کے حق اور فطری دین ہونے کا بین ثبوت ہے۔

عالم کے موجودہ مذاہب میں سے کوئی مذہب ایسے صحیح اصول اور پاکیزہ قوانین کی

بنا پر اگر بجا فخر کر سکتا ہے تو وہ صرف اکیلا مذہب اسلام ہے، جو صرف اپنے اصول کی پاکیزگی اور نفاست کی وجہ سے تھوڑے عرصہ میں ایک عالم پر حاوی ہو گیا، اور جس نے دنیا کے سامنے انسانی فطرت کے حسب منشاء وہ روشن اصول پیش کئے کہ جن کی تیز شعاعوں سے اکناف عالم کے تمام ذرات چمک اٹھے۔

اسلام کے اصول مسلمہ سے ایک اصل توحید ہے، جو اسلام کی اصل اول اور رکن رکن اور اس کی جان ہے۔ اور دوسری اصل رسالت ہے۔ انہیں دو اصولوں پر دین کی بنا ہے، اس کے سوا جو کچھ ہے وہ سب ان کی تمہید اور تفریع ہے اور اس اجمال کی تفصیل ہے۔

اسلام جس بات میں موجودہ مذاہب عالم پر فخر کرتا ہے، اور درحقیقت اس کا یہ فخر بجا ہے، وہ توحید ہے۔ یہ توحید ہی اسلام اور خاص اہل اسلام کا طغرائے امتیازی ہے کہ جس نے اس کو جملہ مذاہب عالم سے ہر طرح ممتاز کر دیا، اور جس نے اس کے ماننے والوں کو مادی اور روحانی ترقی کرنے والوں کی صف اولیٰ میں ممتاز جگہ کھڑا کر دیا۔

اسلام دنیا میں ایسے وقت آیا جب کہ جہالت کی گھنگھور گھٹا ہر چہار جانب عالم پر محیط ہو چکی تھی، اہل عالم نیک و بد، خیر و شر کی تمیز کھو بیٹھے تھے، ایک تنفس بھی صفحہ عالم پر اس سچے معبود کا نام لینے والا باقی نہ تھا۔ خدا کے وجود اور اس کی ذات و صفات کے متعلق تمام عالم نہایت سنگین اور ناقابل معافی غلطیوں میں مبتلا ہو چکا تھا۔ عیسائی تین خدا مانتے تھے، اور تین کو ایک اور ایک کو تین کہتے تھے۔ مصری کئی کروڑ خداؤں کے قائل تھے۔ پارسیوں کو یہ حیرت تھی کہ نیکی اور بدی دونوں کا ایک خدا کیسے ہو سکتا ہے؟ اسی لئے انہوں نے خیر و شر کے لئے الگ الگ خدا قرار دے رکھے تھے۔ ہندوؤں کے ہاں کم سے کم تین خدا تھے۔ برہما، بشن، مہادیو، اور اتاروں کی تو کوئی انتہا نہ تھی۔ یہود ایک خدا کے ضرور قائل تھے، لیکن

اس کے لئے انہوں نے اوصاف ایسے ایسے تراش رکھے تھے کہ وہ ایک معمولی انسان کی حیثیت سے بڑھ کر نہ تھا۔

دنیا اس عالمگیر تاریکی اور جہاں سوز جہالت میں ٹھکرا رہی تھی کہ دفعتاً آفتاب اسلام چمکا اور اس کی نورانی شعاعوں نے عالم کو منور کر دیا، اور ان تمام غلط خیالات اور ضلالت آمیز معتقدات کا پردہ چاک کر دیا، اور بتا دیا کہ خدائے قدوس واحد محض ہے۔ زمین و زمان، لیکن و مکان، جہت و اشارہ، تحت و فوق، ہر قسم کی قیود و خصوصیات سے مبرا ہے۔ یہی وہ تقدیس و تنزیہ تھی جو اسلام نے خدا کے وجود کے متعلق عالم کے سامنے پیش کی، اور اسی تقدیس کے بل بوتہ پر اسلام نے ہر قسم کی بت پرستی کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا۔

یہ اسی تنزیہ کا نتیجہ ہے کہ تیرہ سو برس سے زائد ہو جانے پر و نیز اسلام میں سینکڑوں فرقے پیدا ہو جانے کے باوجود کسی فرقے کو آج تک بت پرستی کا مذموم خیال کبھی بھی نہ آسکا۔ آج دنیا میں ہندو، عیسائی، پارسی وغیرہ و غیرہ جس قدر روشن ضمیر اور بلند حوصلہ اور عالی خیال لوگ پیدا ہوتے جاتے ہیں، تو حید خالص کے قریب قریب آتے جاتے ہیں۔

آج کل زمانے کے مذاق کی وجہ سے تمام اہل مذاہب اس بات کے مدعی ہیں کہ ہمارا مذہب عقل سے ثابت اور فطرت سلیمہ کے مطابق ہے، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ یہ خود ان کا دعویٰ ہے یا ان کے مذہب نے بھی ایسا دعویٰ کیا ہے۔ جہاں تک میرے ناقص خیال کی رسائی ہے، اس بنا پر میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ: اسلام کے سوا دنیا میں اور کسی مذہب اور دین نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عقل سے ثابت ہے اور فطرت سلیمہ کے موافق ہے، اور مذہب کو عقل کی بنا پر ماننا چاہئے۔ اور یہی وہ بین فرق ہے جو علانیہ اسلام کو دنیا کے تمام موجودہ مذاہب سے ممتاز کرتا ہے۔ (تالیفات مرغوب از: ص ۳۶ تا ۴۰)



## خاتمہ

مذکورہ بالا مضامین عقلیہ و نقلیہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ اس کارخانہ عالم کا کوئی موجود اور خالق ہے، اور ساتھ ہی اولہ قویہ اور براہین واضحہ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ وہ خالق صرف ایک ہی ذات واجب الوجود سچا واحد معبود اللہ تعالیٰ ہے۔

اب دیکھنا یہ باقی رہا کہ ایک خدا کو ایک ہستی کو ایک خالق کو ایک معبود کو ماننے والا ایک ہی معبود کی پرستش کرنے والا موجودہ مذاہب عالم میں موجودہ ادیان مروجہ میں کونسا دین اور کونسی ملت ہے؟

اس کا جواب یقیناً یہی ہوگا کہ جس دین میں خالص توحید پرستی ہوگی وہی دین سب ادیان میں سچا ہوگا، لہذا ایسے دین کی تحقیق ایسے مذہب کی جستجو ایسی ملت کی تلاش ضروری ہوئی تاکہ پتہ لگ جاوے کہ فی الحقیقت کونسا دین ماننے کے قابل ہے اور کونسا قانون دستور العمل بنانے کے لائق ہے اور کونسی ملت قابل ترک ہے، اس واسطے کہ کروڑ ہا انسان اپنے باپ دادا خویش واقارب پاس پڑوس کے آدمیوں کا طور و طریق رسم و رواج دیکھ کر بلا دلیل و حجت اور بلا غور و تأمل بدون سوچے سمجھے اس دین کو اختیار کر لیتے ہیں، جس میں پیدا ہوتے اور پرورش پاتے ہیں۔ جس سے انسانی پیدائش کی اصلی غرض اطاعت پروردگار کی شرافت اور بزرگی سے محروم رہ جاتے ہیں، جو کسی عاقل متلاشی حق کے لئے زیبا نہیں، بلکہ اپنی نجات کا سیدھا اور بہترین سچا راستہ تلاش کر کے نجات ابدی حاصل کرنا، مقصود اصلی اور عین سعادت انسانی ہے، لہذا بغور ملاحظہ فرمائیں۔

## تحقیق دین و ملت

اہل عقل پر مشل آفتاب نیم روز کے روشن ہے کہ روئے زمین پر جس قدر مذاہب متباہن

متغائر اس وقت موجود ہیں سب سچے نہیں ہو سکتے، اس واسطے کہ اجتماع ضدین واجتماع نقیضین ممتنع ومحال ہے، مثلاً تو حید یعنی خدائے تعالیٰ کو ایک جاننا، ایک ماننا، ایک ہی کی عبادت و پوجا کرنا اور عدم تو حید یعنی خدائے تعالیٰ کو بالکل نہ ماننا (نعوذ باللہ منها) یا اہرمن ویزدان دو خدا کو ماننا، یا تین خدا کے قائل ہونا، جیسے: باپ، بیٹا، روح القدس کے مجموعہ کو خدا ماننا، یا عناصر پرستوں کی طرح اربعہ عناصر کو چار خدا ماننا، یا ستارہ پرستوں کی طرح سب سے سیارہ کو خدا ماننا، یا بت پرستوں کی طرح گر کو خدا کا جز جاننا، یا اوتار پرستوں کے مانند جسم انسانی میں خدا کا حلول اور نزول سمجھنا، اور دیوتا پرستوں کی مانند تینتیس کروڑ دیوتاؤں کو معبود جاننا، یہ تمام مختلف امور سچے اور حق نہیں ہو سکتے۔ علیٰ ہذا القیاس یہ بھی بہت واضح اور ظاہر ہے کہ جس قدر مذاہب دنیا میں رائج موجود ہیں، وہ سب کے سب باطل بھی نہیں ہو سکتے، اس واسطے جس طرح اجتماع ضدین و نقیضین ممتنع ومحال ہے، اسی طرح ارتقاع ضدین و نقیضین بھی غیر ممکن ممتنع ومحال ہے، مثلاً جو عدد ہوگا وہ ہر حیثیت سے دو حال سے خالی نہ ہوگا، یا تو جوڑ ہوگا یا بے جوڑ ہوگا، ایک ہی عدد میں دونوں باتیں جمع ہونا محال ہے کہ جوڑ بھی ہو بے جوڑ بھی ہو، اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ عدد دو ہو اور وہ جوڑا ہونے سے بھی خالی ہو اور بے جوڑ ہونے سے بھی خالی ہو، بہر حال دونوں میں سے ایک بات ہونی ضروری ہے۔ اسی طرح یہ بھی نہیں ہو سکتا کہ تو حید و عدم تو حید دونوں حق ہوں، اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ تو حید اور عدم تو حید دونوں ناحق ہوں، بلکہ ضرور ان دونوں میں ایک حق ہوگا اور دوسرا ناحق اور باطل ہوگا۔

پس ہر عاقل کے نزدیک ضرور ہے کہ ایک مذہب، جملہ مذاہب سے حق اور سچا اور ماسوا اس کے جملہ مذاہب اور ملتیں باطل۔ عقلاً ہر انسان پر تین قسم کے حقوق ہیں:

اول حقوق خدا: ..... کیونکہ انسان اپنے وجود اور عدم اور نشوونما اور خورد و نوش اور تندرستی و مرض اور دیگر بیشمار امور اور بے انتہا نعمتوں میں خدائے تعالیٰ کا محتاج ہے۔

دوم حقوق نفس: ..... جو انسان کی ذات سے تعلق رکھتے ہیں، اور جن کی پہچان و قدر انسان کو ہوش سنبھالنے کے بعد ہوتی ہے۔

سوم حقوق عباد: ..... کہ ایک انسان کا حق دوسرے انسان پر کیا ہے، بنی نوع انسان کو آپس میں کس اخوت اور مساوات و ہمدردی سے رہنا اس کے لائق اور زیبا ہے۔

لہذا جس مذہب و ملت میں حقوق مذکورہ بالا کی رعایت تمام و کمال طور پر کی گئی ہوگی، اور جو دین ہر ایک قسم کی دینی و دنیوی بہبودی کا انسان کے لئے حامی و مددگار ہوگا، یقیناً وہی مذہب حق اور سچا ہوگا، اور باقی جملہ مذاہب و ادیان باطل اور قابل ترک ہوں گے۔

اول حقوق خدا کے دیکھئے کہ جن مذاہب میں سرے سے خدا کا وجود ہی نہ مانا جاوے یا بجائے ایک خدا کے دو جیسے یزدان و اہرمن یا تین جیسے اقنوم باپ، بیٹے، روح القدس کے مجموعہ کا نام خدا ہو، یا چار ریاسات یا تینتیس کروڑ دیوتا بلکہ ہر انجوبہ چیز خدا ہو تو ایسے مذاہب کے لوگوں سے حقوق خداوندی کا ادا ہونا عقلمندوں پر روشن ہے، محتاج بیان نہیں۔

پھر حقوق نفس و جسم کو ملاحظہ فرمائیں! جن مذاہب میں ہاتھ سکھانے اور کھڑے کے کھڑے ہی رہنے یا ناخن اور پریشان بال بڑھا کر حیوانی بہائم شکل بنانے یا رہبانیت (ترک نکاح و قطع تعلق کرنا) اختیار کرنے یا نن (عورت کا بے نکاح رہنا) بننے کی تعلیم ہو، ایسے مذہب و دین کے ماننے والوں نے اپنی جان کے کیا حقوق ادا کئے اور کر سکیں گے، اسے ہر فہمیدہ شخص خوب سمجھ سکتا ہے۔

پھر حقوق العباد کو خیال فرمائیے کہ جن مذاہب میں بعض قوم باوجود گناہ کرنے کے

پاک اور بعض بیچارے باوجود پر میثور بھگتی اور نیکی کرنے کے ناپاک یا اپنے کو پاک اور دوسرے ہم قوم اور ہم مذہب کو ناپاک جاننا، یا تمام قوم کے گناہوں کا ایک معصوم شخص کا کفارہ ہو جانا، یا اپنے آپ کو مقبول اور دوسروں کو مردود و جاہل سمجھ کر ان کے مال کو ہر طرح اپنے لئے مباح جاننا، مذہبی تعلیم ہو تو اس مذہب نے انسانی حقوق کی کہاں تک حفاظت کی یہ امر بہت واضح ہے۔

حاصل یہ کہ جو مذہب، جو ملت، جو دین، ان عیوب و دیگر ہر قسم کی آلائش سے پاک و صاف ہو گا وہ البتہ حق کہلانے کا مستحق ہے، اور ایسا مذہب روئے زمین پر صرف ایک اسلام ہے کہ جس کے شیریں و لذیذ چشمہ کا ایک ایک قطرہ آب حیات کا حکم رکھتا ہے، جس کے خزانہ سے علم و معرفت کے بے بہا لعل و جواہر مفت تقسیم ہوتے ہیں، جس کی فیض رسانی ہر خاص و عام ہر عالم و جاہل ہر امیر و غریب ہر بادشاہ و فقیر کے لئے ہے، جس کے اسرار و فیوض عامہ کسی شخص واحد پر ختم ہونے والے نہیں، جس کی عالمگیر روشنی سے اقتضائے عالم کا ہر ذرہ چمک اٹھا ہے۔

صاحبو! اس زمانے کے جدید علوم و فنون اور تجربات اور مشاہدات کے مقابلے میں کوئی باطل یا ناقص مذہب قائم نہیں رہ سکتا، اور گو وہ مذہب بالکل معدوم نہیں ہو گا، مگر بنی نوع انسان پر اس کے تصرف کی قوت معطل و بیکار ہو جاتی ہے۔ ہمارا دعویٰ ہے کہ فقط مذہب اسلام ہی بنی نوع انسان کو ہدایت کے واسطے سچا اور کافی مذہب ہے۔ اس دعوے کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ جوں جوں علوم جدیدہ و فنون عدیدہ کی عام اشاعت و روز افزوں ترقی سے دیگر مذاہب کی جڑیں کھوکھلی ہو رہی ہیں، دین اسلام روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔

اس روشنی کے زمانہ میں غیر مذاہب کے بڑے بڑے عالم و فاضل مذہب اسلام میں جوق جوق داخل ہو رہے ہیں۔ یورپ و امریکہ کے صد ہا پروفیسروں نے کھلم کھلا اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کر دیا ہے۔ درجنوں پادریوں نے مجمع عام میں اسلام کے محاسن و خوبیوں پر پُر زور لکچر دیئے۔ بیسیوں جادو نگاروں نے اسلام کے برکات پر بہترین مضامین اور رسالے لکھے چنانچہ ہندوستان، چین، سیلون، انگلستان، امریکہ، افریقہ کے موجودہ واقعات اس دعوے کے عمدہ شاہد ہیں۔

ڈاکٹر لیوان وغیرہ محققین یورپ کو اس کے محاسن دیکھ کر بے ساختہ یہ کہنا پڑا کہ: ”اسلام جس قدر طویل ہے اسی قدر مختصر بھی ہے، جتنا دشوار ہے اتنا ہی آسان بھی ہے، جیسا اس سے ایک دانشمند فیلسوف اور ارسطو جیسا حکیم وقت اور افلاطون جیسا طبیب زماں فائدہ اٹھا سکتا ہے ایسے ہی ایک عامی اور افریقہ کا ایک وحشی بھی اپنا کام نکال لیتا ہے“۔

مسلمانوں کی مالی و ملکی کمزوری تو مشہور رہی ہے، اس پر بے توجہی دیکھنے کے باوجود اس کے کہ اشاعت اسلام کا کوئی خاص اہتمام نہیں، کوئی مشنری نہیں، حکومت کا ہاتھ نہیں، باوجود ان مخالف اسباب کے دنیا کی مردم شماری میں اہل اسلام کی تعداد میں لاکھوں کی بیشی اس مستحکم تصرف و اقتدار کا پورا ثبوت دیتی ہے جو مذہب اسلام دنیا پر حاصل کر رہا ہے، اور بھی اس کے سچے اور انسانی فطرت کے مطابق ہونے کی کافی دلیل ہے۔ اور انشاء اللہ امید ہے کہ ایک زمانہ عنقریب ایسا آتا ہے کہ تمام دنیا کا مذہب اسلام ہی ہو جائے گا۔ (خدا بخشنیں کند)

بیشک اسلام نے بڑے زور سے اپنے من جانب اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ اس کے پاکیزہ اصول و قوانین و احکام ایک پُر جلال ہستی کے تجویز کردہ ہیں، کسی انسانی کمیٹی کے

خانہ ساز اور گھڑے ہوئے نہیں۔ ونیز اسلام نے اپنی صداقت پر استدلال کرنے والوں کے لئے ایک عظیم دروازہ کھول دیا ہے کہ جو قیامت تک بند نہ ہوگا۔ اسلام نے اپنے پاکیزہ اصول اور فطری قوانین کو عیب کی طرح چھپایا نہیں، بلکہ ہر تحقیق کرنے والے کے لئے مجمع عام میں کھلم کھلا پیش کر دیا ہے، جو شخص اسلام اور پیغمبر اسلام کے بعد دنیا میں کتنا ہی زمانہ گزارنے کے بعد کیوں نہ آئے لیکن پھر بھی وہ صداقت اسلام پر انہیں لوگوں کی طرح استدلال کر سکتا ہے جس طرح کہ اس کے ماننے والے کر سکتے ہیں، اس واسطے کہ جو شخص اسلام کے عمیق دریا میں غوطہ لگائے گا اور تعصب مذہبی سے تھوڑی دیر کے لئے الگ ہو کر اس کے واضح اور روشن اصول کو دیکھے گا اور اپنی عقل سے آزادانہ طور پر بلا رو و رعایت کام لے گا، ممکن نہیں کہ اس کی حقانیت کا اسے یقین واثق نہ ہو جائے۔

یہ اسلام باوجود اتنی مدت گزرنے کے بھی ہمیشہ تغیر و تبدل سے محفوظ رہا، اس کے قواعد ہمیشہ عام رہے، کسی قاعدے کے توڑنے کی کبھی ضرورت نہ پڑی، بلکہ اس کے قواعد ہر زمانہ کے مناسب رہے۔ اس کے فوائد و برکات ہمیشہ ہر طالب خیر کو حاصل ہوتے رہے، اور جسے اس عاجز کی بات کا یقین نہ ہو وہ امتحان کر کے دیکھ لے، کیونکہ امتحان کرنا اور کسوٹی پر پرکھنا سب سے قوی دلیل ہے۔ پس بے شک و شبہ اگر اس کے قوانین انسانی کمیٹی کے تجویز کردہ ہوتے تو ضرور اس قدر طویل زمانہ گزرنے پر اس میں خلل عظیم پڑ جاتا اور اس کا نظام فاسد ہو جاتا، چنانچہ یورپ کی متمدن دنیا میں پالینسٹری قوانین میں آئے دن زمانہ اور وقت کے بدلنے سے کمیٹی کے تجویز کردہ قوانین میں تغیر و تبدل کی ہمیشہ ضرورت پڑتی رہتی، میرے مدعا پر کافی دلیل ہے کہ اسلام کے قوانین کسی انسانی دماغ کا نتیجہ نہیں، بلکہ خالق عالم کا مستحکم نظام عمل ہے جس میں اصلاً تغیر نہیں:

﴿ان الدين عند الله الاسلام﴾ ، ﴿ومن يبتغ غير الاسلام ديناً فلن يقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين﴾ ، والله ولي التوفيق ويبيده ازمنة التحقيق ، و آخر دعوانا

ان الحمد لله رب العالمين“

مرغوب احمد لاچپوری، سورتی غفر اللہ لہ والوالدیہ للجمع المسلمین

مدرس مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ (رنگون)

(تالیفات مرغوب ص ۱۴۱ تا ۱۴۷)

### مدیر تحفہ کا تاثر

حضرت مفتی صاحب کی کتاب سے ”تحقیق دین ملت“ والا مضمون ماہنامہ ”تحفہ“ رنگون نے قسط وار شائع کیا۔ اس پر مدیر نے درج ذیل نوٹ لکھا:

”ذیل کا مضمون حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب مدظلہ لاچپوری کی جنبش قلم کا نتیجہ ہے، جنہیں دنیائے تصانیف کی اقلیم استدلال و حکمت میں نمایاں امتیاز حاصل ہے۔ ہم جناب مولانا کے مدوح کے شکر گزار ہیں کہ ان کے اس نادر علمی مضمون سے ”تحفہ“ کو سرفرازی حاصل ہوئی، امید کہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔“

وجود باری تعالیٰ کے دلائل عقلیہ..... بغیر ملاح کے کشتی نہیں چلتی تو

اسلام کے محترم بزرگ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ قوم دہریہ کے لئے شمشیر برہنہ تھے، اس لئے یہ گروہ آپ سے سخت عداوت رکھتا تھا اور ہمیشہ امام صاحب مدوح کے قتل کی تاک میں لگا رہتا تھا، اتفاق سے امام صاحب کو کسی دن مسجد میں تنہا پا کر دہریوں کی ایک جماعت ننگی تلواریں لئے ہوئے آپ کے قتل کے ارادہ سے مسجد میں گھس آئی۔ امام صاحب نے فرمایا کہ: پہلے میری ایک بات کا جواب دیدو، پھر تمہارا جو جی چاہے

کرو، انہوں نے کہا کہ اچھا فرمائیے وہ کیا بات ہے؟  
 آپ نے فرمایا کہ: تم ایسے شخص کے بارے میں کیا کہتے ہو جو یہ کہے کہ میں نے وسط  
 دریا میں مال و اسباب سے بھری ہوئی ایک ایسی کشتی دیکھی ہے کہ جس پر دریا کی موجوں  
 کے تھپیڑے اور مختلف ہواؤں کے صدمے پڑ رہے تھے، اور اس پر لطف یہ کہ وہ کشتی بغیر  
 ملاح کے برابر سیدھی بے کھٹکے چلی جا رہی تھی، کیا یہ بات عقل کے نزدیک ممکن ہے؟ انہوں  
 نے جواب یا کہ نہیں، عقل اس بات کو تسلیم نہیں کرتی۔

پھر امام صاحب نے فرمایا کہ: سبحان اللہ! جب ایک کشتی عقل کے نزدیک بغیر ملاح  
 کے برابر سیدھی نہیں چل سکتی تو کیوں کر عقل اس بات کو قبول کر لیتی ہے، کہ اتنی بڑی دنیا  
 جس کے احوال مختلف، اعمال متفرق، اطراف وسیع اور کنارے الگ الگ ہیں، بلا صانع،  
 قادر، حافظ، مدبر کے کیسے قائم رہ سکتی ہے؟ آپ کی یہ عمدہ مثال اور پاکیزہ استدلال سن کر وہ  
 لوگ دنگ رہ گئے، اور تلواریں نیام میں رکھ لیں، اور رو کر کہنے لگے کہ آپ نے بہت سچا  
 مضمون بیان فرمایا۔ پھر سب کے سب صدق دل سے تائب ہو کر آپ کے ہاتھ پر مشرف  
 باسلام ہوئے۔

دہری نے کیا دہر سے تعبیر تھے انکار کسی سے بن نہ آیا تیرا

(تالیفات مرغوب ص ۶۹)

ہر انسان کی شکل و صورت علیحدہ ہے

امام مالک رحمہ اللہ سے کسی نے صانع عالم کی دلیل پوچھی۔ آپ نے فرمایا کہ:  
 ”دیکھو آدمی کا چہرہ بہت چھوٹا ہوتا ہے اور اس میں آنکھ، کان، ناک، منہ، رخسار، ہونٹ  
 وغیرہ چیزیں موجود ہیں، لیکن ہر ایک کا مقام محل جدا جدا ہے، باوجود اس کے مشرق سے



مغرب تک اور جنوب سے شمال تک جس شخص کو دیکھو، کسی ایک کی بھی شکل و صورت، اوضاع و اطوار، رفتار و گفتار، آپس میں یکساں نہیں، ایک کی آواز دوسرے سے نہیں ملتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ضرور صانع اور خالق ان سب کا کوئی اور ہے، اور وہ بڑا ہی کاریگر ہے، جس نے ہر ایک کو ایک ایسی خاص چیز عنایت فرمائی کہ جو دوسرے میں نہیں پائی جاتی۔

(تالیفات مرغوب ص ۷۰)

توٹ کے پتے سے شہد ریشم کستوری بنانے والا کون ہیں؟

حضرت امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی دہریے نے ثبوت صانع کی دلیل چاہی، آپ نے فرمایا کہ: توٹ کے پتوں کو دیکھو کہ ان میں مزہ رنگ، بو، طبیعت، ذات، سب کی ایک ہے، مگر اس کے پتے کو ریشم کا کیڑا کھاتا ہے، تو اس سے ریشم پیدا ہوتا ہے، اور اس کو شہد کی مکھی کھاتی ہے تو اس سے شہد نکلتا ہے، اور بکری کھاتی ہے مینگنی نکلتی ہے، لیکن اگر اسی پتے کو آہوئے تاتار کھاتا ہے تو اس کے نافہ میں کستوری یعنی مشک خالص پیدا ہوتی ہے، پس کون ہے جو ان مختلف چیزوں کو پیدا کرتا ہے، باوجود اس کے کہ غذا ان سب کی ایک اور غذا کی طبیعت بھی ایک، کوئی نہیں پیدا کر سکتا سوائے اللہ تعالیٰ کے۔

امام ممدوح کی اس پاکیزہ تقریر کو سن کر اس وقت جتنے دہریے اس جگہ موجود تھے، سب کے سب مسلمان ہو گئے، خدا کی وحدانیت پر ایمان لائے۔ (تالیفات مرغوب ص ۷۱)

## ارکان اسلام

اسلام میں بچوں کی دینی تربیت بڑی اہمیت رکھتی ہے، علماء نے اس موضوع پر مستقل کتابیں لکھیں۔ تربیت کا رکن اعظم کہئے کہ اسے دینی تعلیم سے آراستہ کیا جائے اور بچپن ہی سے اسے تعلیمی مشغلہ میں مشغول کر دیا جائے۔ ابتدائی عمر میں جبکہ بچہ خالی الذہن ہوتا ہے جو چیز حاصل کرتا ہے وہ نقش کا لچر ہوتی ہیں۔

اور ظاہر ہے کہ ہر بچہ مکمل درس نظامی پڑھ کر عالم نہیں بنتا، اس لئے ضروری ہے کہ تمام بچوں کو ایمان کے بڑے بڑے عقائد اور ارکان اربعہ اور (نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج) سے واقف کر دیا جائے تو انشاء اللہ ثم انشاء اللہ وہ اسلام و ایمان کے تقاضے کے مطابق زندگی گزار سکیں گے۔ علمائے امت کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے کہ کوئی شعبہ نہیں جس کی طرف ان کی توجہ نہ گئی ہو، بچوں کی ذہنیت کو سامنے رکھ کر مختلف انداز میں رسائل تیار کئے، جو اس مقصد کو پورا کر سکیں۔

فقہ حنفی میں سوال و جواب کے طرز پر آسان انداز میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کی ”تعلیم الاسلام“ مشہور و معروف کتاب ہے۔

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب چونکہ برما میں قیام پذیر تھے اور وہاں شافعی مسلک کے متبع بڑی تعداد میں آباد تھے، اس لئے ضرورت تھی کہ آسان پیرایہ میں ان بچوں کی تعلیم کے لئے شافعی مسلک کے پر مشتمل کوئی رسالہ تیار کیا جاوے، اس ضرورت شدیدہ کا احساس شیخ العرب مولانا شیخ محمد بن عبد اللہ العلوی المسقطی کو سب سے پہلے ہوا، موصوف نے علامہ یحییٰ البیرونی الشافعی کا ایک مختصر رسالہ فقہ شافعی پر ”الاساس“ کا انتخاب اسی غرض کے لئے کیا تھا۔ ایک مرتبہ موصوف نے حضرت مفتی صاحب سے اس رسالہ کا اردو ترجمہ

کرنے کی فرمائش کی، حضرت نے ان کی درخواست قبول فرما کر بہت احسن طریقہ سے اس رسالہ کا ترجمہ مکمل کر دیا۔

مفتی صاحب چونکہ حنفی المسلك تھے اور رسالہ مسلک شافعیہ کا تھا، اس لئے بہت احتیاط سے ترجمہ فرمایا، اور ترجمہ پر بس نہیں کیا، بلکہ کچھ ایسے مسائل ضروریہ جو اصل رسالہ میں نہ تھے ان مسائل کا فقہ شافعی کی معتبر و متداول کتابوں سے اضافہ کیا۔

رسالہ چونکہ بچوں کی تعلیم کے لئے لکھا گیا تھا، اس لئے چند مواقع میں یہ تغیر بھی کرنا پڑا کہ بچوں کے ذوق و مزاج کے مطابق کچھ اختلافی ابحاث جو اصل رسالہ میں چند سطروں میں متبعاً آگئی تھیں، یکسر نظر انداز نہ کیا گیا، بلکہ ان کا خلاصہ حاشیہ میں لکھ دیا گیا۔

ایک اہم مضمون یہ بڑھایا گیا کہ اصل رسالہ میں عقائد کا بیان نہیں تھا، جو ایمان کا ایک اہم ستون ہے، اس لئے مفتی صاحب نے اپنی طرف سے کچھ نئی ترتیب پر عقائد کے بیان کو مرتب کرنے کے بجائے حضرت مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کی ”تعلیم الاسلام“ سے عقائد کا ضروری حصہ معمولی تغیر و اضافہ کے ساتھ شامل کر دیا۔

اسی ترتیب و محنت کی وجہ سے یہ نرا ترجمہ ہی نہ رہا، بلکہ فقہ شافعی پر بچوں کی دینی ضرورت کے لئے ایک مستقل کتاب تیار ہو گئی۔

”ارکان اسلام“ کے چند اقتباسات

س: ..... قلتین (دو قلعے) کسے کہتے ہیں، اور قلتین کتنا پانی ہوتا ہے؟

ج: ..... جو حوض یا گڑھ یا برتن پانی سے بھرا ہوا لمبائی، چوڑائی، گہرائی میں سوا سو ہاتھ ہو، وہ قلتین کہلاتا ہے۔

اور دو قلعے پانی کا وزن پانچ سو رطل یعنی ملک برہما کے وزن سے تقریباً ایک سو پچیس

پیسہ (انگریزی تولہ کے حساب سے ایک سو چالیس تولہ کا وزن ایک پیسہ ہوتا ہے) پانی ہوتا ہے، اس میں وضو غسل کرنا درست ہے۔

س:..... وضو میں کتنے فرض ہیں؟

ج:..... وضو میں چھ فرض ہیں: پہلا:..... دل سے نیت کرنا۔

دوسر:..... اپیشانی کے بال اگنے کی جگہ سے تھوڑی کے نیچے تک، اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک منہ دھونا۔

تیسرا:..... دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا۔

چوتھا:..... کچھ حصہ سر کا مسح کرنا، خواہ چند بال ہی سہی۔

پانچواں:..... دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

چھٹا:..... ترتیب سے وضو کرنا، یعنی پہلے منہ دھو یا جاوے، پھر ہاتھ، پھر سر کا مسح اور پھر پیر دھوئے جاویں۔

س:..... نماز میں کتنی چیزیں فرض ہیں؟

ج:..... اٹھارہ چیزیں فرض ہیں: نیت کرنا۔ تکبیر تحریمہ کہنا۔ قیام کرنا۔ (کھڑا ہونا قیام کی

قدرت رکھنے والے کے لئے) ہر رکعت میں سورۃ الحمد مع بسم اللہ پڑھنا۔ رکوع کرنا۔ رکوع

میں بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا۔ دو سجدے کرنا۔ دو سجدے میں بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا۔ دونوں

سجدوں کے درمیان ”اللہ اکبر“ کہتے ہوئے بیٹھنا۔ دونوں سجدوں کے بیچ میں بقدر ایک

تسبیح کے ٹھہرنا۔ قعدۂ اخیرہ یعنی نماز کے اخیر میں التحیات پڑھنے کی مقدار بیٹھنا۔ التحیات

پڑھنا۔ قعدۂ اخیرہ میں بعد التحیات کے درود شریف پڑھنا۔ پہلا سلام کہنا۔ نماز سے فارغ

ہونے کی نیت کرنا۔ ترتیب یعنی سب فرضوں کو ترتیب وار ادا کرنا، آگے پیچھے نہ کر دینا۔

## علمائے گجرات

اللہ تعالیٰ نے سرزمین گجرات کو علوم و فنون کا سرچشمہ اور علماء و فضلاء کا مسکن بنایا تھا۔ علامہ طاہر پٹنی صاحب مجمع بحار الانوار علامہ شیخ علی متقی صاحب کنز العمال جیسے یگانہ روزگار گجرات ہی کے باکمال افراد تھے۔

صرف احمد آباد کے مشائخ کا اندازہ اس سے لگائیے کہ حال ہی میں حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ نے ”مشائخ احمد آباد“ کے نام سے دو ضخیم جلدیں مرتب فرمائیں اور طبع ہوئیں، جزاکم اللہ عنا احسن الجزاء۔

متاخرین میں بھی الحمد للہ ایسے افراد کی ایک جماعت رہی جن کے اوصاف و کمالات قابل رشک و قابل اتباع ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان حضرات پر مفصل یا مختصر مقالات و مضامین لکھے جائیں۔

حضرت مفتی صاحب کو اس بات کا ہمیشہ خیال رہا کہ علمائے گجرات پر کچھ کام ہو اور ان کی سوانح حیات ان کے اوصاف و کمالات کو جمع کیا جائے۔ حضرت مولانا عبدالحی بسم اللہ صاحب ڈابھیلی سے ہمیشہ فرماتے رہے کہ وہ علمائے گجرات کی تاریخ لکھے، مگر موصوف اپنے مشاغل کی وجہ سے اس حکم کی تعمیل نہ کر سکے۔ کاش کوئی صاحب قلم اٹھتا اور مولانا کی تمنا پوری ہوتی۔

ابھی ماضی قریب میں مولانا عبدالحی صاحب کفایتیوی نے اچھی محنت کر کے علمائے گجرات پر خوب مواد جمع فرمادیا، جن کی پانچ (۵) ضخیم جلدیں طبع ہو چکی ہیں۔ اللہ کرے اس کا ترجمہ اردو میں بھی ہو جائے تاکہ اس کا فائدہ گجرات اور اہل گجرات تک محدود نہ رہے۔

حضرت مفتی صاحب کی تمنا تھی اور اہل قلم سے فرمائش بھی کی اور خود بھی اس کی طرف توجہ فرمائی کہ علمائے گجرات پر کچھ کام ہو، چنانچہ آپ نے ماہنامہ دارالعلوم وغیرہ میں اس سلسلہ کو جاری فرمایا، اس طرح نواکابرین گجرات کے حالات جمع ہو گئے، جسے راقم الحروف نے نئی ترتیب اور عنوانات سے مزین کر کے اور ان پر حواشی کے اضافہ کے ساتھ ”اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات“ کے نام سے شائع کیا ہے۔ اس میں درج ذیل مشائخ کا تذکرہ ہے:

- (۱)..... شیخ فقیہ مخدوم علی مہاشمی۔ ”البلاغ“ بمبئی بابت دسمبر ۱۹۵۷ء۔
- (۲)..... شیخ محمد طاہر پٹنی۔ ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ۔
- (۳)..... مولانا صوفی احمد میاں صاحب لاچپوری۔ ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ۔
- (۴)..... مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب راندیری۔ ”دارالعلوم دیوبند“ رمضان ۱۳۷۳ھ۔
- (۵)..... مولانا عبدالحی صاحب کفالتیوی۔ ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ ذوالحجہ ۱۳۷۲ھ۔
- (۶)..... مولانا غلام صاحب راندیری۔ ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ۔
- (۷)..... مولانا احمد حسن بھام صاحب سملکی۔ ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ محرم ۱۳۷۳ھ۔
- (۸)..... مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی۔ ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ جمادی الثانی ۱۳۷۱ھ۔
- (۹)..... مولانا محمد ابراہیم صاحب راندیری۔ ماہنامہ ”دارالعلوم دیوبند“ جمادی الثانی ۱۳۷۴ھ۔

## کتب و رسائل پر حضرت مفتی صاحب کی تقاریظ

کتب و رسائل پر تقریظ لکھنے کا رواج کب سے شروع ہوا، اس کا علم نہیں، البتہ بزرگان دین کا یہ معمول ضرور رہا کہ شاگردوں یا اصاغرا و بعض اوقات ہم عصر کی کتابوں یا رسائل پر مختصر یا مفصل تقریظ مصنف کی درخواست پر تحریر فرمادیتے۔ کام کرنے والوں کی حوصلہ افزائی و ہمت افزائی ہمارے بزرگوں کا شیوہ رہا ہے، ممکن ہے تقریظ کا ایک مقصود یہ بھی ہو۔ بعض مرتبہ بڑوں کی کوئی تحریر پڑھ کر قاری بے ساختہ چند جملے یا کچھ تعریفی و توصیفی کلمات لکھنے پر اپنے کو مجبور پاتا ہے، بعد میں یہی تحریر تقریظ کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ تقریظ کا ایک مقصد یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ گمنام مصنف کی تصنیف پر کسی شہرت یافتہ شخصیت کا تاثر قارئین کے لئے کتاب پر اعتماد کا ذریعہ بنتا ہے۔

تقریظ کا ایک مقصد یہ بھی ہو سکتا ہے کہ: تقریظ لکھنے والا مطالعہ کے بعد مصنف کی کسی غلطی پر توجہ دلائے اور اس کی اصلاح ہو سکے، اس طرح کتاب غلطی سے محفوظ رہے۔

حضرت مفتی صاحب ایک تقریظ میں تحریر فرماتے ہیں:

”لیکن قابل مؤلف کی حسن کارگزاری و خالصاً مخلصاً خدمت دینی کی داد دینا درحقیقت

کام کرنے والوں کا حوصلہ بڑھانا اور اپنے معاصر مصنف و نیز آئندہ خدمت دینی کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنا ہے۔“

بہر حال کوئی بھی غرض ہو، حضرت مفتی صاحب نے چند کتابوں پر تقریظیں تحریر فرمائیں اس جگہ اردو تقریظات نقل کرتا ہوں۔

عربی تقریظات ”عربی ادب میں مفتی صاحب کی مہارت“ کے ذیل میں ص: ۶۰ پر گزر چکی ہیں۔

## تقریظ بر ”بستان العارفين“

رائے بیضائے ناظم و ناشر، نکتہ سنخ ماہر، عمدہ ادبائی اولی الابصار، قد وہ فصحاء  
جاد و نگار عالم علوم عربیہ، واقف فنون فارسیہ عالی جناب مولانا مرغوب احمد

## صاحب لاچپوری

حامدا و مصلیا و مسلما

اما بعد! الحمد للہ علی نوالہ و احسانہ کہ ایک مطبوعہ کتاب (کہ جس کا کاغذ نہایت نفیس و دیدہ  
زیب ہے) مسملی بہ ”بستان العارفين“ مؤلفہ جناب مشیخت مآب، فضیلت انتساب و اعظ  
عذب البیان، طوطی شکر مقام مولوی صوفی محمد عابد میاں صاحب عثمانی ڈابھیلی، مقیم حال  
افریقہ (ٹرانسول) بغرض ریویو (تقریظ) میرے قدیمی عنایت فرما محترم مکرّم جناب مولوی  
منشی محمد عبداللہ خان صاحب بڑودوی مدرس مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل کے توسط سے میری  
نظر سے گذری، جس کو مختلف اوقات میں میں نے مجملّ نصف کے قریب مطالعہ کیا۔  
کتاب کا حسن ظاہری نہایت زیبا اور حسن باطنی بغایت دل فریب، جا بجا صوفیانہ حقائق اور  
عارفانہ رموز نے حسن صوری و معنوی میں اضافہ کر دیا ہے۔

بہار عالم حسنش دل و جان تازہ می دارد برنگ اصحاب صورت را بہ بوار باب معنی را  
چونکہ مؤلف و مؤلف و مصنف و مصنف ہر دو مستغنی عن الاوصاف ہیں، اس اعتبار سے  
مؤلف کی تعریف و تعارف و تصنیف کی ثناء و صفت بظاہر تحصیل حاصل ہے، لیکن قابل مؤلف  
کی حسن کارگزاری و خالصاً مخلصاً خدمت کی داد دینا در حقیقت کام کرنے والوں کا حوصلہ  
بڑھانا اور اپنے معاصر مصنف و نیز آئندہ خدمت دینی کرنے والوں کی ہمت افزائی کرنا



ہے، بایں وجہ سچا مضمون بیان کرنے سے باز رہنا بھی انصاف سے بعید سمجھ کر کتاب کے محاسن و محامد کے متعلق اس قدر کہنا ضروری ہے کہ اس دینی اور خالص دینی کتاب میں مؤلف نے صد ہا معتبر و مستند کتب سے چیدہ چیدہ مفید مضامین ناظرین کے تطفن طبع کے لئے مختلف عنوانات میں ایسے عمدہ عمدہ اور دلچسپ جمع کر دیئے ہیں کہ عنوان بجائے خود ایک مستقل کتاب اور مفید رسالہ ہے۔

کتاب نصیحت خیز اور کارآمد اور قابل دستور العمل مضامین کا مجموعہ ہے۔ مسلمانوں کی اصلاح ظاہری و باطنی کے باب میں ایک طویل اور زبردست ولولہ انگیز و ہنگامہ خیز تقریر ہے۔ جس عنوان کو دیکھئے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ تصوف کا بحرِ خار موجیں مار رہا ہے، جس کے جملہ جملہ سے حقائق و معارف کی نہریں بہ رہی ہیں۔

کتاب کیا ہے؟ گویا طالبانِ مولیٰ کے لئے کیمیائے سعادت اور سالکانِ طریقت کے لیے گنجینہ معرفت ہے۔ اولیائے دین اور بزرگانِ ملت کے علومِ حقہ کا ایسا نفیس انتخاب ہے جو اسرارِ شریعت و معرفت و طریقت و حقیقت کے مضامینِ عالیہ سے پُر اور نکاتِ صوفیانہ اور رموزِ محققانہ اہل سلوک سے مملو ہے۔ بزرگانِ دین و اولیائے امت و اساطینِ ملت کے عارفانہ اقوال اور جاذبانہ امثال نہایت خوبی و خوش اسلوبی سے ایسے جمع کئے گئے ہیں جو دینی و دنیوی اخلاقی فوائد اور حقیقی و مجازی بے خودی کی کیفیتوں سے لبریز ہیں۔ ہر ہر عنوان اہل دل کے نزدیک جان سے زیادہ محبوب ہے، اور ہر ہر ورق زہدِ اتقا، ترکِ دنیا، رجوعِ الی اللہ کا مفید اور کافی سبق ہے کہ جس سے طالبانِ حقیقت کو عشقِ مجازی و عشقِ حقیقی و عقل و معاد و ترغیبِ اخلاق حمیدہ و اوصافِ پسندیدہ و تنبیہِ صفاتِ ذمیمہ و عبرتِ افعالِ قبیحہ کی سچی تعلیم ہوتی ہے۔ اور علمِ ایمان، احسان، عرفان، فنا، بقا، زہد و تقویٰ، اخلاص، تزکیہ ظاہری و باطنی،

تخلیہ، مشاہدہ، مکاشفہ، توحید، تجرید و علم تجلی، ذات و صفات اور فہم قطع ماسوی اللہ و وصول الی اللہ و جمال و جلال و غیبت و اتحاد و حضور و شہود و ذوق و جدائی و روحانی، اس کے مطالعہ سے حاصل ہوتے ہیں۔

اس کتاب میں قرآن بھی ہے، حدیث بھی، قصص الانبیاء بھی ہے، تذکرہ الاولیاء بھی ہے، کیمیائے سعادت بھی ہے، تفسیر عزیزی بھی ہے، روض الریاحین بھی ہیں، قصیدہ بردہ بھی ہے، مثنوی مولانا رومی اور اس کی شروحات بھی ہیں، حالاتِ سلف بھی ہیں، قصے بھی ہیں، امثال بھی ہیں، تواریخ بھی ہیں، اور روایات بھی ہیں، فلسفہ الہی بھی ہے، اور قانون الہی بھی ہے، اور قانون دینی بھی ہے، اخلاق بھی ہیں، معاملات بھی ہیں، عشق الہی میں نعرہ مستانہ پیدا کرنے والے جذبات بھی ہیں، محبت نبوی ﷺ میں ہیجان و شورش افزا اشعار بھی ہیں، ان جملہ محامد و محاسن مزید طرفہ عبارت کی رنگینی، اشعار کی دل آویزی، مقاصد کے تنوعات اور مضامین کے تفننات گونا گوں کا خیال کرتے ہوئے اور موقع بہ موقع مثنوی مولانا رومی کے دلچسپ اشعار کے بوقلموں مقالات کا لحاظ کرتے ہوئے گویا یہ کتاب بجائے خود ایک مختصر سا کتب خانہ ہے۔

اب حیرت میں ہوں کہ اس کتاب کے متعلق کیا القاب لکھوں؟ ”جام جہاں نما“ کہوں؟ یا ”آئینہ سکندری“ کہوں؟۔ ”تصوف کا فتاویٰ“ کہوں؟ یا ”کشکول عابدی“ کا خطاب دوں؟ بہر حال کتاب نہایت عمدہ ہے۔

عام اہل اسلام کو ایسی دینی اور خالص دینی کتاب کی دل سے قدر کرنی چاہئے۔ آج جب کہ مسلمان کا مذاق بدلا ہوا ہے، جدت پسندیاں مطبوع طابع ہیں، آزاد نشی اور خود رائی کا دور دورہ ہے، ہمارے حال و قال، طرز و انداز بود و باش سے ظاہر ہے کہ ہم یورپ کے

آزاد منشوں کے نقش قدم پر پڑ کر اپنے اصلی اور صحیح راستہ سے کوسوں دور پڑ گئے ہیں، اور بجائے اتباع سلف کے یورپ کے مطلق العنان بے دینوں اور دہریوں کے خلف کاربقہ اتباع ہماری گردن میں ہے۔ اپنا گھر برباد کر کے ہم دوسروں کی آغوش تربیت میں زندگی بسر کرنے پر نازاں ہیں، اور قیامت ہے کہ ہم کو اپنی بربادی اور جہالت اور اسلاف کے صحیح اور سیدھے راستہ سے دور پڑ جانے کا بھی علم نہیں۔

افسوس! مذاق بدلا، احساس بدلا، حال بدلا، قال بدلا۔ اب مسلمانوں کی صلاح و فلاح کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہیں کہ علماء دین و سلف کے اقوال، اعمال، احوال، عقائد، احکام قرآنی، ارشادات نبوی، مسائل فقہی اور اسلامی سچی تعلیم کے مضامین سیدھے سادے طرز سے مسلمانوں کو تحریر اور تقریر پر پہنچا دیا کریں۔

خدائے تعالیٰ جزائے خیر دے مولوی صوفی عابد میاں صاحب کو، آپ سرزمین افریقہ میں کہ جہاں آفتاب علم کسی زمانہ میں بھی پر تو اُگلن نہ ہوا، کس قدر مقدس اور متبرک اور ضروری و مفید اور سراسر مفید اخروی کام میں مصروف ہیں۔ مولوی عابد میاں صاحب نے اس نظریہ کو ثابت کر دکھایا کہ کام کرنے والا چاہئے۔ میدان بہت وسیع ہے۔ اللہ کے نیک اور کام کرنے والے بندے جنگلوں اور پہاڑوں اور دریا پار، دور و دست ممالک سے جنوبی گوشوں میں بیٹھ کر بھی اپنے انفاس طیبہ و اوقات عزیزہ کا ایک لمحہ بھی ضائع نہیں ہونے دیتے۔ آپ نے پاس انفاس سفر و وطن و خلوت و درنہم کے صوفیانہ لائیکل مسائل کو اپنے انفاس کی حفاظت اور دینی مشاغل اور اپنے طرز عمل سے حل کر دکھایا، جزاء اللہ تعالیٰ خیر الجزاء۔

اللہ تعالیٰ آپ کی ہمت میں قوت اور استقلال عطا فرمادے، اور آپ کی دینی خدمت

کو مقبول فرما کر توشیح عاقبت گردانے، اور آپ کی سعی کو مشکور فرما کر کتاب کو مقبول انام کرے، اور مسلمانوں کو آپ کا شکر گزار رکھے۔

### تشکر و امتنان

اس دورِ اخیر میں جبکہ عام طور پر علوم اسلامیہ اور کتب دینیہ اور اعمال اخرویہ کی طرف سے بے اعتنائی بے توجہی اور بے رخی برتی جا رہی ہے، ایک عالم اپنے مال و دولت کو صرف خاہشات نفسانی اور عیش پرستی میں صرف کر رہا ہو۔ اہل ثروت اور مالدار طبقہ کا بڑا حصہ اپنی دولت سے دینیوی جاہ و نمود و نمائشی عزت حاصل کرنے کے ساتھ لہو و لعب اور فضول خرچی پر تلا پڑا ہو۔

جناب ایم، ایم، آموذ صاحب و جناب احمد قاسم ملا صاحب جیسے نیک دل خیال خیر حضرات قوم میں موجود ہیں کہ جو دینی کتابوں کی اشاعت میں زور کثیر صرف فرما رہے ہیں۔ ہر دو حضرات ممدوحین نے ایک بڑی رقم ”بستان العارفین“ کے وقف کرنے میں صرف فرما کر قوم میں عمدہ مثال قائم کر دی۔ اللہ تعالیٰ ان کی دولت اور اعمال صالحہ میں ترقی نصیب فرمادے۔

جزاهم اللہ تعالیٰ خیر الجزاء ، و کثر اللہ فی القوم امثالہم۔

راقم: مرغوب احمد صاحب لاچپوری سورتی

غفر اللہ لہ و لوالدیہ و للاحیہ و لاساتذتہ الکرام

مؤرخہ: ۲۵ شعبان المعظم ۱۳۴۱

یوم الجمعہ

## تقریظ بر کتاب ”فردوسِ فاطمہ“

تقریظ و رائے سامی، صدر آرائے بزمِ خوش بیانی، علامہ علوم عربیہ و فہمائے

فنون فارسیہ، جناب مولانا مولوی مرغوب احمد صاحب لاچپوری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً۔ اما بعد:

بندہ نے کتاب ”فردوسِ فاطمہ“ مولفہ واعظِ خوش بیان جناب مشیخت مآب صوفی محمد عابد میاں صاحب عثمانی سلمہ ربہ کے چند اجزاء مطبوعہ بغور دیکھے۔ میرے محترم دوست جناب صوفی ممدوح نے افریقہ کے کفرستان میں بیٹھ کر جہاں عموماً یورپ کی عیش پرستی و مغربی بادہ نوشی کا نقشہ ہر وقت آنکھوں کے سامنے رہتا ہے، عام اہل اسلام کی فائدہ رسانی کی غرض سے نہایت مفید کتاب تالیف فرمائی۔ ممدوح نے اس کتاب میں ذیل کے مضامین نہایت خوشی اسلوبی و خوبی سے لکھے ہیں:

(۱)..... دنیا کی مذمت اور بے ثباتی پر کئی ایک عمدہ عمدہ تمثیلات و خاص خاص احادیث و مخصوص بزرگانِ دین کے اقوال لطیفہ۔

(۲)..... حضرت سید عالم محمد ﷺ کی تعظیم و تکریم و توقیر کا مضمون نہایت دل آویز اور آپ کی محبت پیدا کرنے والا ہے۔

(۳)..... درود و شریف کے فضائل، احادیث اور بزرگانِ دین کے اقوال نہایت بسط و تفصیل و وضاحت و وضاحت سے لکھے ہیں۔

(۴)..... عالم برزخ کے حالات، نہایت عمدہ پیرایہ میں ظاہر فرمائے ہیں۔

(۵)..... کتاب کو جا بجا عربی، فارسی اور اردو نصیحت آمیز اشعار سے مزین کیا ہے، اس پر موقع بہ موقع مثنوی مولوی روم علیہ الرحمہ نے کتاب کی زینت کو دوبالا کر دیا ہے۔  
اثنائے مضامین میں حسب حال مفید مفید و عمدہ عمدہ حکایات و تمثیلات درج فرمائی ہیں۔

کتاب کیا ہے؟ گویا ذکر ابرار و اخبار کا بیش بہا خزانہ۔ عبرتوں کا آئینہ، نصیحتوں کا گنجینہ ہے۔ اس کے نادر مضامین حقیقت میں ہدایت و ارشاد کے ذرّۃ التاج اور الفاظ و معانی سر اسر معرفت و حقیقت کے گراں بہا موتی ہیں۔

میں اپنی ان سطور میں یہ عرض کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ کتاب کس قدر مفید ہے اور ایسے کفر و زندقہ و الحاد جیسے ملک میں ایسی کتاب کس قدر ضروری تھی، کیونکہ میرے ناقص خیال میں موجودہ زمانہ الحاد و نیچر پرستی میں جس قدر بھی آخرت کا ولولہ اور شوق پیدا کرنے والی مذہبی کتابوں کی اشاعت ہو وہ فائدہ سے خالی نہیں۔ ایسی کتابیں عموماً اخلاق پر نیک اثر ڈالنے کا خاصا سامان اپنی ذات میں رکھتی ہیں۔ سچی بات یہ ہے کہ کتاب خوب بلکہ بہت خوب لکھی۔ مؤلف ممدوح کی محنت و کاوش دیدہ ریزی لائق ستائش و داد ہے۔ خدا پاک مؤلف کی سعی کو مشکوریت کا جامہ پہنائے۔

فجزی اللہ تعالیٰ لمؤلفہ خیر الجزاء ، ووفقنا وایاہ لما یحب ربنا تعالیٰ  
ویرضی ، وجمعنا وایاہ علی التقویٰ ، بجاہ ختم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ  
وصبحہ اجمعین ، وارجو من المؤلف لدعاء بحسن الخاتمة والتوفیق لما فیہ النجاة

حررہ الراجی عفور بہ الصمد الفقیر

فی الآخرة

مرغوب احمد لاچپوری عنہ

## تقریظ بر ”تخذیر الناس“

بعد الحمد والصلوة!

آج میرے محترم مہربان جناب حافظ فضل الرحمان صاحب دہلوی، سوداگر کلکتہ نے رسالہ ”تخذیر الناس“ مجھے بغرض دیکھنے کے عنایت فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ بعد دیکھنے کے اگر اس کے مضمون سے تمہیں موافقت ہو تو اس پر تصدیق لکھ دوں، چنانچہ میں نے یہ رسالہ طالب العلمانہ، تحقیقی نظر سے بغور کامل دیکھا۔

الحمد للہ کہ مصنف مدوح نے پاکیزہ لب لہجہ میں، بغایت خوش اسلوبی اور نہایت مہذبانہ پیرایہ میں ان ناعاقبت اندیش معترضین کے رکیک اعتراضوں کا مدلل اور واضح جواب دیا ہے، جنہوں نے عموماً علمائے حقائق پر لعن اور سب و شتم کرنا اپنا زبوں ترین شیوہ بنالیا ہے، اور خصوصاً سراج الامت افتخار الملت مولانا شہید دہلوی جیسے ان پاک نفس بزرگ کو خواہ مخواہ دائرہ اسلام سے خارج کرنا اپنا فرض ضروری اور جز و مذہب بنالیا ہے کہ جن کے انفس طیبہ کی برکت سے سینکڑوں بلکہ ہزاروں لاکھوں بددین دائرہ کفر و شرک سے نکل کر اسلام کے وسیع دائرہ میں داخل ہو کر ابدی نجات کے مستحق ہو گئے۔

جن بزرگ نے اپنی ساری عمر تاریکی کفر مٹانے میں اور نور اسلام چمکانے میں گزاری ہو، حتیٰ کہ خدمت اسلام اعلاء کلمۃ اللہ ہی میں اپنی جان قربان کر کے حیات جاودانی کا خلعت بارگاہ ایزدی سے پالیا ہو۔ ہائے افسوس ایسے سرفروش اسلام کو اس تاریک زمانہ کے نفس پرور نام نہاد مولوی کا فر بنا رہے ہیں۔

باللہ العظیم مولانا شہید جیسے حجۃ الاسلام مسلمان اگر کافر سمجھے جایا کریں تو دنیا میں بجز چند معاندین معترضین کے کوئی بھی مسلمان باقی نہ رہے گا۔

مصنف ممدوح نے شروع رسالہ میں چند احادیث صحیحہ مع حوالہ کتب نقل فرمائی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مسلم کو کافر کہنے سے کفر اسی کہنے والے کی طرف عود کرتا ہے، اس بنا پر ان معاندین طاعنین کے جواب میں ایک بزرگ ملت کا وہ لطیف شعر لکھ دینا نہایت مناسب ہے جو ایسے ہی خواہ مخواہ کافر بنانے والے معاند کے جواب میں آپ نے لکھ کر روانہ فرمایا تھا، وہو ہذا۔

مرا کافر اگر گفתי غمے نیست چراغ کذب را نبود فروغے

اگر تو مومنی فہما والا دروغے را جزا باشد دروغے

دعا ہے کہ خدائے پاک مصنف کی سعی کو مشکوریت کا جامہ پہنائے، اور مسلمانوں کو عاقبت اندیش دل اور چشم بصیرت نصیب فرمائے آمین۔

حررہ الراجی عفور بہ الصمد المسکین

مرغوب احمد لاچپوری سورتی

مدرس عربی مدرسہ تعلیم الدین رنگون

رونداد مجلس خدام الدین

تقریظ: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد الحمد والصلوٰۃ، سال گذشتہ نو جوان جو شیخ مخلص علماء کی ایک جماعت نے دینی و ملی خدمت کے جذبات کے ماتحت بنام ”مجلس خدام الدین“ ایک ادارہ قائم کیا۔ الحمد للہ کہ ادارہ نے سال بھر کی جدوجہد و پیہم سعی سے چند مفید کام انجام دیئے، جس کی تفصیل ناظرین کرام کو مجلس کی مطبوعہ سالانہ روئداد سے معلوم ہوگی، جس کا مجمل بیان حسب ذیل



ہے:

- (۱)..... دس مکاتب کی نگرانی۔ حسب ضرورت مالی اعانت۔
  - (۲)..... پچاس دینی مدارس کے طلبہ کو ماہنامہ وظائف۔
  - (۳)..... تقریباً پچیس تیس تبلیغی جلسے۔
  - (۴)..... متعدد دینی رسائل و مفید علمی اشتہارات کی مفت تقسیم۔
  - (۵)..... حضرت یادگار سلف حجتہ الخلف شیخ الاسلام والمسلمین مولانا مدنی مدظلہ کے زیر صدارت کڑو جیسے چھوٹے قصبہ میں ایک بے مثال مجلس کا سالانہ شاندار اجلاس کہ جس کی نظیر صوبہ بمبئی کے وسیع علاقہ میں گذشتہ زمانہ میں بھی تلاش کرنے سے ملنی متعذر و دشوار ہے، جس سے مجلس کی مقبولیت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔ میں یہی خواہان اسلام و ہمدردان ملت سے گزارش کروں گا کہ وہ اس پر فتن دور میں ”مجلس خدام الدین“ کی ہر طرح مالی امداد و اعانت فرمائیں، نیز مخلصین حضرات کو بھی اس طرف توجہ دلا کر مجلس کی مالی مشکلات کو دور فرمانے پر سعیٰ بلیغ کرتے ہوئے ثواب دارین حاصل فرمائیں۔
- آج کوئی ادارہ چھوٹا ہو یا بڑا، دینی ملی ہو یا قومی باہمی رواداری اور امداد و اعانت کے بغیر چل نہیں سکتا، اس لئے دیندار مخیرین کو ایسے ادارہ کے امداد کی طرف توجہ از حد ضروری ہے۔ دعا ہے کہ خداوند عالم مجلس کے مخلصین کارکنوں کی بے غرض خدمت کو قبول فرمائے، اور آپس میں اخلاص، اتحاد اور محبت سے کام جاری رکھنے کی مزید توفیق عنایت فرما کر ادارہ کو زیادہ سے زیادہ شرف قبولیت بخشے، آمین۔ راقم:

مرغوب احمد لاچپوری غفر اللہ لہ و لوالدیہ و لمشاخہ الکرام

مؤرخہ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ یکم فروری ۱۹۵۴ء

## آٹھواں باب

### مرض و وفات

مرض و وفات کے تفصیلی حالات وہ لکھ سکتا ہے جو بوقت وفات حاضر ہو، حضرت کی یہ سوانح آج ان کے وصال کے ۳۴۰ سال بعد لکھی جا رہی ہے، جبکہ یہ راقم ابھی دنیا کے پیٹ میں آیا بھی نہ تھا، اس لئے جو کچھ مل سکا اختصار کے ساتھ درج ہے۔

حضرت مفتی صاحب کی عمر تقریباً: ۷۷ سال کی تھی کہ: ۲۹ دسمبر ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۷ھ کو فاج لکھنؤ کا حملہ ہوا، اور یہی مرض بالآخر مرض وفات ثابت ہوا، علاج و معالجہ کرایا مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا، اس مرض نے مولانا کو صاحب فراش بنادیا، زبان میں بھی لکنت سی پیدا کر دی، مگر اللہ کا یہ محبوب بندہ صبر و استقامت کا پہاڑ بنا رہا۔

مختلف حضرات سے علاج کرایا گیا، مگر مشیت الہی کہ کوئی خاص افاقہ نہ ہوا۔ ایک خط قاری محمد یامین صاحب کو تحریر فرماتے ہیں:

”بوجہ ضعف و نقاہت و قلت خون میرے مرض میں کوئی بین افاقہ نہیں، دو مہینہ مسلسل ڈاکٹری اور ویدک علاج رہا، کوئی معتد بہ فائدہ نہیں ہونے سے علاج موقوف ہے، اب انشاء اللہ کسی ماہر طبیب سے علاج کرانے کا ارادہ ہے خدا شفا دے۔“

مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”مجھے بوجہ ضعف و نقاہت مرض میں افاقہ بہت آہستہ ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کامل صحت

عطا فرماوے۔ مسجد کی حاضری اور مجالس خیر کی حاضری سے محروم ہو گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قوت دے آمین۔“

آپ کے معالج حضرت مولانا حکیم فخر الدین صاحب بھی رہے۔ ایسا لگتا ہے کہ حکیم صاحب موصوف نے حضرت مفتی صاحب کو تبدیلی طبیب کی رائی دی، اس پر حکیم صاحب کو لکھتے ہیں:

”بعد سلام مسنون: واضح ہو کہ نیاز مند آپ کا اصولی باقاعدہ علاج چھوڑ کر کسی دوسری طرف دل کو مطمئن نہیں پاتا، اس لئے آپ ہی کا علاج جاری رہے گا۔ شفا اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ دیگر ایک جدید تکلیف یہ ہو گئی ہے کہ ورم میں درد شدید ہونے لگا ہے، جس کے سبب چلنے میں لنگڑاپن اور تکلیف ہوتی ہے، اور اٹھنے بیٹھنے میں ٹیس لگتی ہے۔“

اس بیماری کے زمانہ میں اکابر علماء ہند حضرت کی عیادت کے لئے تشریف لاتے رہے۔ روزنامچہ میں درج ذیل حضرات کے اسماء محفوظ ہیں:

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب، حضرت مولانا علی محمد تراجوی، حضرت مولانا منظور احمد نعمانی، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی میاں ندوی، حضرت مولانا شریف حسن صاحب دیوبندی، حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی، حضرت مولانا احمد رضا صاحب اجمیری، حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری، حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری، حضرت مولانا محمد حسن دوحی، حضرت مولانا احمد نور صاحب راندیری، مولانا عبدالحق میاں صاحب، مولانا سعید احمد بزرگ صاحب، حاجی ابراہیم میاں صاحب، مولانا حکیم سلیمان صاحب، مولانا غلام محمد کفالتیوی رحمہم اللہ۔

مدارس و مجالس وعظ وغیرہ میں حضرت کی صحت کے لئے دعائیں بھی کی گئیں۔ دار

العلوم اشرفیہ راندر کے ختم بخاری شریف کے جلسہ میں خصوصی اہتمام سے حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندری نے دعا فرمائی۔ مفتی صاحب ان کو شکریہ ادا کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”جناب مولانا عبدالقدوس صاحب سے معلوم ہوا کہ ”بخاری شریف“ کے ختم میں اور اس مبارک مجلس میں جناب محترم نے خصوصی توجہ سے اس عاصی کی صحت کے لئے دعا فرمائی۔ اللہ آپ مخلصوں کی دعا قبول فرمائیں، جزاکم اللہ فی الدارين خیر الجزاء۔“

### اخبارات میں دعائے صحت کی اپیل

اخبارات نے بھی دعائے صحت کی اپیل کی۔ اخبار ”الجمیۃ“، دہلی شیخ الاسلام نمبر ص ۱۶۴ میں درج ذیل خبر شائع ہوئی:

”مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری مدظلہ جو تقریباً اسی سالہ بزرگ ہیں، آج کل فالج میں مبتلا ہیں، گفتگو نہیں کر سکتے۔ ناظرین کرام مولانا مرغوب احمد صاحب کے لئے صمیم قلب سے دعاء خیر کریں۔“ محمد میاں

گجراتی ماہنامہ رسالہ ”الاصلاح“ نے کئی شماروں میں دعائے صحت کی اپیل کی۔ میرے پاس تین شماروں کی نقلیں موجود ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

”ہمارے عالم اکمل جناب مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری مدظلہ طویل عرصہ سے مرض میں مبتلا و صاحب فراش ہیں، ناظرین الاصلاح سے آپ کی صحت کے لئے دعا کی گزارش ہے۔“

”مجلس (خدام الدین) کے خیر خواہ سرپرست حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری مدظلہ لمبے زمانے سے فالج کے مرض میں گرفتار ہیں، اور صاحب فراش ہو چکے ہیں“

اللہ تعالیٰ ہمارے اس عالم اکمل کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ تمام ناظرین سے دعا کی عاجزانہ درخواست ہے۔“

”مجلس (خدام الدین) کے مخلص اور مشفق سرپرست حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجمی مدظلہ اور حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مدظلہ طویل عرصہ سے بیمار ہیں۔ ناظرین الاصلاح ملک وملت کے سرپرست علماء کے لئے خصوصی صحت کی دعاء فرمائیں۔“

### حضرت والد صاحب کا خدمت کرنا

مولانا کے اس زمانہ بیماری میں آپ کے صاحبزادے راقم الحروف کے والد محترم زید مجدہ نے اپنے والد صاحب کی خوب خوب خدمت کی حتیٰ کہ سلسلہ تعلیم بھی منقطع کرنا پڑا۔ اکابر علماء نے اس کی گواہی دی۔ حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجیری رحمہ اللہ تعزیتی مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

”آپ نے والد مرحوم کی خدمت نہایت خلوص اور انہماک سے انجام دینے کی پوری کوشش کی ہے۔ مجھے قوی امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور آپ کے دوسرے معاونین کو اپنی عنایت اور فضل سے بہرہ اندوز فرمائے گا۔“

حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”آپ کی سعادت مندی ہے کہ پدر بزرگوار کی خوب اچھی طرح خدمات انجام دیں، جس سے مرحوم ہمیشہ خوش تھے، اور دل سے دعا دیتے تھے، یہ آپ کی بڑی خوش نصیبی ہے، عظم اللہ اجرک۔“

حضرت مولانا عبدالحنان صاحب رحمہ اللہ مہتمم مدرسہ یتیم خانہ ہدایت الاسلام سانگلی

تحریر فرماتے ہیں:

”آپ نے حضرت کی خدمت کا کما حقہ حق ادا فرمایا، اس کا اجر آپ کو ملے گا۔“

### زمانہ مرض میں ایک عظیم امتحان

حدیث پاک میں ہے: ”أشد الناس بلاء الانبياء ، ثم الامثل فالأمثل“

سب سے زیادہ مصائب سے انبیاء علیہم السلام کو دوچار ہونا پڑتا ہے پھر جوان کے جتنا قریب ہوتا ہے۔

ہر زمانہ میں اسلاف پر ایسی آزمائش آتی ہے اور وہ ان کے لئے کفارۃ ذنوب و رفع درجات کا ذریعہ بنتی ہے۔

حضرت مفتی صاحب بھی اس طرح آزمائش میں مبتلا ہوئے کہ ایک طرف فالج کا مرض، چلنے پھرنے سے معذوری اور اسی حالت مرض میں محبوب بیٹی کے بیوہ ہونے کا حادثہ پیش آیا، اور آپ کے داماد حضرت مولانا ابراہیم صاحب ا کے حادثہ موت کا پیغام

.....! حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

آپ ضلع سورت کے صف اول کے علماء میں سے تھے۔ علمی استعداد بہت پختہ تھی۔ کتب بینی و کثرت مطالعہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا، خصوصاً فقہی کتب پر گہری نظر تھی۔ قوت حافظہ بھی اللہ تعالیٰ نے عجیب بخشی تھی۔ آپ کی حاضر جوابی ضرب المثل تھی۔ تمثیلات سے باتوں کو سمجھانے کا خدا داد ملکہ حاصل تھا۔

لاچپور میں ایک صاحب کا بیان ہوا، اس میں زکوٰۃ کی بحث بھی آگئی، بیان کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوئے اور واعظ صاحب سے پوچھا کوئی مالدار کسی فقیر کو زکوٰۃ دے اور وہ اس پیسے کو گناہ کے کام میں صرف کرے تو ایسے آدمی کو زکوٰۃ دینا کیسا ہے، ہمیں گناہ تو نہیں ہوگا؟ (راوی واقعہ کا بیان ہے کہ سائل زکوٰۃ دینا نہیں چاہتا تھا، سوال کا مقصد یہی تھا کہ مولانا کہہ دیں کہ ہاں ایسے کو زکوٰۃ نہ دو تو چھٹی

سننا پڑا، اور عجیب بات کہ عید الفطر کا دن جو کہ مسلمانوں کے لئے خوشی کا دن ہے حضرت پر ہوجائے گی) واعظ صاحب نے مولانا ابراہیم صاحب سے عرض کیا کہ مولانا آپ ان کو جواب دیں، مولانا چونکہ سائل کے حال سے واقف تھے فوراً فرمایا کہ: دیکھو بھی! کوئی صاحب دکان سے چھری خرید کر کسی کو مار دے تو دکاندار کو گناہ ہوگا یا مارنے والے کو؟ اس نے کہا مارنے والے کو، فرمایا ایسے ہی تجھے زکوٰۃ کا ثواب مل جائے گا، اب وہ چاہے تو گناہ میں صرف کرے چاہے کسی نیک کام میں۔

مولانا دارالعلوم دیوبند سے: ۱۹۲۱ء میں فارغ ہوئے۔ حضرت علامہ انور شاہ کشمیری سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ لاچپور کے مدرسہ اسلامیہ میں اور رگون میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ لاچپور کی جامع مسجد کے خطیب و امام بھی رہے۔ تنہائی پسند تھے۔ تقویٰ طہارت، سادگی، سنت اور شریعت کی پابندی جیسے اوصاف حمیدہ کے مالک تھے۔ لمبا کرت، عمامہ، ہاتھ میں عصا گویا آپ کی پہچان تھی۔

مولانا بارعب تھے۔ استغنا آپ کی طبیعت ثانیہ تھی۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ مسجد و مدرسہ کے منتظمین بھی مولانا کے سامنے بے بس رہتے تھے۔ ایک مرتبہ منتظمین مدرسہ نے افریقہ مدرسہ کی کمیٹی کے ذمہ داروں کو شکایتی خطوط لکھے اور کوشش کی کہ مولانا کو مدرسہ سے خارج کر دیا جائے، مگر افریقہ کے ذمہ داروں کا خط منتظمین کے نام پہنچا کہ مولانا کوئی بھی کام نہ کرے تب بھی ان کی تنخواہ جاری رکھی جائے۔ اس جواب سے منتظمین کی جو حالت ہوئی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ زندگی کے ایام غربت میں گزارے، مگر کبھی مالداروں کے سامنے جھکنا اور دست سوال دراز کرنا گوارہ نہ فرمایا۔ یکم شوال: ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹ مارچ: ۱۹۶۰ء بروز منگل رحلت فرمائی۔ ”انا للہ و انا الیہ راجعون“۔

ماہنامہ الاصلاح نے ان الفاظ سے تعزیت شائع کی:

”لاچپور کے عالم باعمل، مجلس (خدام الدین) کے ہمدرد، جناب مولانا ابراہیم صاحب عید الفطر کے دن انتقال فرما گئے ہیں ”انا للہ و انا الیہ راجعون“۔ مرحوم حق تعالیٰ کے بہت ہی بہت صابر و شاکر بندے تھے۔ حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب مدظلہ کے داماد تھے۔ رگون میں آپ نے جو خاموش دینی خدمت کی وہ ہم سے چھپی نہیں ہے۔ ہم مجلس کے سرپرست مولانا مرغوب احمد صاحب کے غم میں برابر کے شریک رہ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں آمین۔

غم کا پہاڑ لے کر آیا۔ اس عظیم حادثہ سے مولانا کے دل پر کیا گزری ہوگی؟ وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان خدمات کو آپ کے رفع درجات کا ذریعہ بنا دیں آمین۔

### ایک اور عظیم حادثہ

اس حادثہ سے قبل بھی مفتی صاحب ایک جانکاہ آزمائش میں مبتلا کئے گئے تھے۔ وہ حادثہ تھا آپ کے معصوم چھ سالہ صاحبزادے رشید احمد کی اچانک وفات کا۔ معصوم نماز کا بے حد شوقین تھا، ایک مرتبہ نماز کے لئے جامع مسجد میں گیا کہ وضو کرتے ہوئے حوض میں گر گیا، اور غرق ہو کر شہادت کی موت پائی۔

گرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا، بہت تلاش و جستجو کے بعد کوئی پتہ نہ لگا، تو مجبوراً مولانا کو اس واقعہ کی اطلاع دی گئی کہ رشید احمد غائب ہے، تلاش جاری ہے، مگر کوئی پتہ نہیں چلتا، اللہ اکبر مولانا کی فراست یا کرامت کہ فوراً فرمایا: حوض میں دیکھا؟ چنانچہ دو آدمی حوض میں اترے تو معصوم کی نعش ملی۔ ”انا لله وانا اليه راجعون“۔ اس آزمائش پر مولانا نے نہ جانے کیسے صبر کیا ہوگا، آپ پر کیا گزری ہوگی؟ اس کی ادنیٰ سی جھلک میرے والد محترم مدظلہ کے اس خط سے لگائی جاسکتی ہے جو آپ نے مولانا عبد الحمید صاحب کو تحریر فرمایا تھا۔ وہ خط یہ ہے:

### والد محترم کا ایک خط بنام مولانا عبد الحمید صاحب

محترم المقام مولانا عبد الحمید صاحب زیدت حسنا تکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو خیر و عافیت سے تادیر قائم رکھے، آمین۔

دیگر غمناک خبریں کہ معصوم بھائی رشید احمد گذشتہ: ۲۲/رمضان المبارک ۱۳۷۷ھ



مطابق: ۱۲/۱ اپریل ۱۹۵۸ء بروز شنبہ بوقت درمیان عصر و مغرب جامع مسجد کے حوض میں وضو کرتے ہوئے ڈوب گیا، اور خدا کی رحمت میں پہنچ چکا ہے۔ مرحوم برادر عزیز کی عمر چھ سال کی تھی، اور نماز کا بہت شوق تھا، جہاں پر کھیلتے ہوئے اذان کی آواز سنی کہ فوراً گھر آ کر اپنی ٹوپی لے کر مسجد کی طرف مجھ سے پہلے چل دیتا تھا۔ دوسرے الفاظ میں اپنی موت ان کو کشاں کشاں مسجد کی طرف لے جا رہی تھی۔ اس ناگہانی حادثہ سے والد صاحب کی کمزوری اور صدمہ میں زیادتی ہو چکی ہے۔ خیر قضا و قدر میں جو فیصلہ منظور ہو چکا تھا وہ ہو کر رہا، اور جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا، مگر ایک چلتا پھرتا روز تازہ پھول اس طرح اچانک مرجھا کر بے حس و حرکت ہو گیا، اور ہم لوگوں کو داغ مفارقت دیکر جنت کی طرف خراماں خراماں چل دیا ”انا لله وانا الیہ راجعون“، ربنا افرغ علینا صبراً، الخ“ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے۔

دور آخر بزم دنیا کا ہے جام خون دل کش اس محفل میں بن کر بادہ نوش آیا تو کیا اس روز والدین ماجدین کے دل پر جو کچھ گزری ہوگی اسے تو ہم ہی محسوس کر سکتے ہیں اس لئے کہ۔

وہی سہنتا ہے جس پر پڑتی ہے درد کوئی کسی کا کیا جانے  
آپ حضرات خصوصاً والدین ماجدین کے لئے اور عموماً جملہ رشتہ داروں کے لئے  
خاص دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہم لوگوں کو صبر جمیل عطا فرماوے اور صحت اور برداشت کی  
توفیق بخشے، اور ایسے ناگہانی حادثہ اور امتحان میں کامیابی عطا فرماوے، آمین۔

دعا جو: اسماعیل

۲۵/۱ اپریل ۱۹۵۸ھ، بروز جمعہ،

## وفات

مرض کا یہ سلسلہ تقریباً ساڑھے چھ سال رہا، اور دن بدن ضعف و نقاہت بڑھ رہا تھا۔ سفر آخرت سامنے تھا، حسن خاتمہ کا فکر ہر وقت دامن گیر تھا۔ بزرگوں کے نام خطوط میں دعائے حسن خاتمہ کی درخواست فرماتے۔ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں:

”فقیر پابہ رکاب ہے، وقت اخیر ہے، حسن خاتمہ اور مرتے دم تک اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق دے، یہ دعا فرمائیں،،۔

زمانہ مرض میں اکثر زبان پر ”فاطر السموت والارض“ کا ورد رہتا تھا۔ یہ دعا بھی عجیب دعا ہے اور مانگ رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے مقرب و مقبول بندے حضرت یوسف علیہ السلام کہ اے آسمانوں و زمین کے خالق آپ ہی دنیا و آخرت میں میرے کارساز ہیں، مجھ کو پوری فرمانبرداری کی حالت میں دنیا سے اٹھا لیجئے اور مجھ کو کامل نیک بندوں میں شامل رکھئے اور کامل اور نیک بندے انبیاء ہی ہو سکتے ہیں جو ہر گناہ سے معصوم ہیں۔ (مظہری)

اس دعا میں حسن خاتمہ کی دعا خاص طور پر قابل نظر ہے کہ کتنے ہی درجات عالیہ دنیا و آخرت کے ان کو نصیب ہوں، اور کتنے ہی جاہ و منصب ان کو قدموں میں ہوں، وہ کسی وقت ان پر مغرور نہیں ہوتے۔ (معارف القرآن ص ۱۳۷ ج ۵)

مولانا بشیر احمد صاحب لاچپوری مدظلہ فرماتے ہیں:

”آخری ایام میں جب کبھی اس عاجز کو حاضری نصیب ہوئی، تو تسبیح ہاتھ میں دیکھی

اور زبان پر حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام کی یہ مبارک دعائے یوسفی کا ورد سنا:

”فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنيا والآخرة توفنی مسلماً والحقنی

بالصالحین“۔ (سورہ یوسف آیت نمبر ۱۰۱)

یہ مبارک دعا بڑے ذوق و لذت کے ساتھ پڑھتے تھے۔

دعائے یوسفی کا ورد بکثرت تھا اور ذوق و لذت کہ عاشقان حق کا حال یہی ہوتا ہے کہ ملاقات محبوب جلد ہو اور اس کا وسیلہ موت ہے۔ صاحب سوانح خود ”من احب لقاء اللہ احب اللہ لقاءہ“ کی تشریح میں رقمطراز ہیں:

”اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مؤمن کو موت اور آخرت کا اشتیاق بالطبع مرغوب و مطلوب ہے، اور کافر کو طبعاً ناپسند و مکروہ ہے۔ وجہ یہ ہے کہ موت واسطہ اور ذریعہ ہے محبوب کی ملاقات کا“ الموت جسیر یوصل الحبيب الى الحبيب“ اور چونکہ مؤمن کا اصل گھر آخرت ہے جہاں پہنچے بغیر محبوب کی ملاقات اور اخروی نعمات حاصل نہیں ہو سکتیں۔

بے فنائے خود میسر نیست دیدار شما می فروشد خویش را اول خریدار شما

اپنی فنا نیت کے بغیر آپ کا دیدار نہیں ہو سکتا، آپ کا خریدار پہلے خود کو بیچتا ہے۔

اسی لئے خاصان خدا و عاشقان الہی موت کے مشتاق رہتے ہیں۔ ان حضرات کو ولولہ عشق میں کوئی چیز موت سے زیادہ مرغوب و محبوب نہیں ہوتی۔

کون کہتا ہے مؤمن مر گیا وہ تو دنیا چھوڑ کر اپنے گھر گیا

خداوند کریم نے اپنی ملاقات کے مشتاق بندوں کی قرآن پاک میں ”من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لات“ کے الفاظ سے تعزیت اور تسلی فرمائی ہے کہ اے میرے مشتاقو! تمہیں میری ملاقات کا اشتیاق بے چین کر رہا ہے، لیکن صبر کرو، ہم نے تمہارے لئے

..... جو شخص اللہ سے ملنے کی امید رکھتا ہو، سو اللہ تعالیٰ (سے ملنے) کا وہ معین وقت ضرور آنے والا ہے۔

(سورۃ عنکبوت آیت: ۵)

اپنی ملاقات کا ایک وقت (موت) مقرر کر دیا ہے جو عنقریب تمہیں ہم تک پہنچا دے گا۔

یا من شکا شوقه من طول فرقتہ اصبر لعلک تلفی من تحب غدا  
واقعی اس سے بڑھ کر کیا خوشی ہو سکتی ہے کہ ہم اپنے مولیٰ اور مالک کو دیکھیں اور وہ  
ہمیں قسم قسم کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔

یا اللہ! تو اپنے فضل و کرم سے مجھ خطا کار پر اپنی ملاقات آسان فرما دے، اور سب خوشی  
سے اپنی ملاقات کی خوشی کو زیادہ کر دے، بس قبر میں تو ہو اور میں ہوں۔

جہانی مختصر خواہم کہ آنجا ہمیں جائی من و جائی تو باشد  
مختصری دنیا چاہتا ہوں، اس لئے کہ وہاں (آخرت میں) میری اور تمہاری جگہ ہوگی۔  
خرم آں روز کزین منزل ویراں بروم راحت جاں طلسم وازپئے جاناں بروم  
نذر کردم کہ گر آید بسرای غم روزے تادر میکده شاداں وغزل خواں بروم  
وہ دن خوشی کا ہوگا جب کہ اس ویران جگہ سے چلا جاؤں گا، اپنی جان کی راحت تلاش  
کروں گا اور محبوب کے لئے جاؤں گا۔

میں نے نذر مانی ہے کہ جس دن غم ختم ہوگا، میکدے کے دروازے تک خوش و خرم اور  
شعر پڑھتے ہوئے جاؤں گا۔ (جمع الاربعین۔ تالیفات مرغوب از ص ۲۲۹ تا ۲۳۲)

اب محبوب کی ملاقات کا وقت بالکل قریب آ گیا، طویل زمانے کا مرض، عظیم حوادث،  
اور عجیب بات کہ نئے سال کی ابتداء۔ ابھی پہلا ہی دن آیا اور محبوب کا پیغام آ گیا۔ یکم محرم  
الحرام: ۱۳۸۲ مطابق: ۵ جون ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد ظہر اپنے مولیٰ کی آغوش رحمت میں  
منتقل ہو گئے، اور اہل خانہ اور متعلقین کے لئے وہ گھڑی آگئی جس کا خوف تھا۔

ایتھا النفس أجملی جزعا ان الذی تحذرين قد وقعا

انا لله وانا اليه راجعون

آہ اہل گجرات ایک عالم ربانی سے محروم ہو گئے۔ غسل و کفن سے فراغت ہوئی، اس کی تفصیل معلوم نہ ہو سکی۔ اطراف و اکناف میں موت کی خبر پھیل گئی، بڑی تعداد میں لوگوں کا ہجوم ہو گیا۔ اہل قریہ کے علاوہ علماء کی اچھی خاصی تعداد مدارس کے طلبہ کی بھی بڑی جماعت نے نماز جنازہ میں شرکت کی۔

### نماز جنازہ

عشاء کی نماز کے بعد حسب وصیت مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری نے نماز جنازہ پڑھائی، اور لاچپور کے پرانے قبرستان میں جسد خاکی کو سپرد خاک کیا گیا۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رقم طراز ہیں:

”حضرت مولانا موصوف (مفتی مرغوب احمد صاحب) کی وصیت تھی کہ نماز جنازہ احقر پڑھائے، میں اس وقت سفر حج میں تھا، حضرت کی وفات کے روز نو ساری آگیا، اور لاچپور سے اطلاع آئی کہ حضرت کا وصال ہو گیا۔ خدا کی شان دیکھئے اور مرحوم کی کرامت کہتے کہ حضرت کی خواہش پوری ہو گئی۔“

### حلیہ

راقم کو جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔ حضرت کی وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۵/ جون ۱۹۶۲ء میں ہوئی، اور راقم کی پیدائش ۴/ ربیع الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۵/ ستمبر ۱۹۶۳ء میں (نہ جانے پاسپورٹ میں غلطی سے کس طرح ۲۹/ مئی لکھ دی گئی ہے) حضرت کی وفات کے تقریباً سو سال بعد ہوئی، اس

لئے اپنے بزرگوں اور اہل خاندان سے جو سنا اس کا مختصر نقشہ یہ ہے:

مفتی صاحب بڑے حسین و جمیل تھے۔ رنگ سرخ و سفید، چہرہ کی تشبیہ گلاب کے پھول سے دی جاسکتی ہے۔ طویل قد۔ حق تعالیٰ نے آپ کی شخصیت میں خاص کشش رکھی تھی اور وجاہت عطا فرمائی تھی۔ جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے ممتاز و نمایاں معلوم ہوتے۔

## تعزیتی منظومات و قطعات، تاریخ وفات

حضرت مفتی صاحب کی شخصیت اپنے علم و عمل، تقویٰ و طہارت، صلہ رحمی و مہمان نوازی وغیرہ اوصاف کی وجہ سے ہر دل عزیز تھی۔ حضرت کی وفات سے متاثر ہو کر کچھ شعرا نے کرام نے زبان شعر میں تعزیت و اظہار محبت و عقیدت پیش کیا ہے، اور اپنے کلام میں حضرت کے اوصاف و کمالات بیان فرمائے ہیں۔ سوانح کی ترتیب کے وقت جو کچھ دستیاب ہو سکا اس کو درج کیا جاتا ہے۔

قطعات تاریخ وفات از: حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب  
(والد ماجد حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری مدظلہ)

تخم اپنی نیک نامی کا جہاں میں بو گئے  
زندگی میں مولوی مرغوب احمد ہو گئے  
سال رحلت آپ کا کہہ دیجئے عبدالکریم  
بعد رحلت آپ اب مغفور احمد ہو گئے

ایضا

جناب مولوی مرغوب احمد	جو اپنی قابلیت میں تھے مشہور
بصد افسوس رحلت پا گئے وہ	یہی تھی بات بس اب حق کو منظور
جو سال بکرمی کی اب غرض ہے	بحمد اللہ اس میں ہے وہ مشہور

## تعزیتی نظم از:

مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاچپوری

امام اہل حق مرغوب احمد لاچپوری تھے  
 کمالات آپ کی ہستی میں سب سری و صوری تھے  
 فنا فی اللہ فانی فی رسول اللہ بھی تھے آپ  
 محدث اور مفسر فقہ میں ثانی قدوری تھے  
 خوشا صل علی کیا موت تھی مرغوب والا کی  
 تبسم کلمہ توحید بر لب ہائے نوری تھے  
 کیا کرتے تھے خدمت آپ دل سے شاہ صوفی کی  
 قلم کش کاتب صوفی سلیمان لاچپوری تھے  
 سفینہ سے ہے ظاہر حب آل سرور عالم  
 فدائے سرور عالم ثار آل نوری تھے



از: مولانا سید عبدالاحد کوثر قادری

میری آنکھیں بن گئی ہیں آج دریا سے فرات  
 ہو گئی ہے مولوی مرغوب احمد کی وفات  
 مولوی مرغوب احمد صاحب علم و عمل  
 باعث برکات تھی ان حضرت والا کی ذات  
 آپ ہی کی ذات تھی گنجینہ علم و ہنر  
 آپ کی ہستی تھی ہم سب کے لئے آب حیات  
 آپ ہی کے دم سے تھا گجرات کا عز و وقار  
 آپ ہی کی ذات تھی گجرات کی اک کائنات  
 اہل سنت والجماعت کے تھے اک محکم ستون  
 بدعتوں کے توڑ کر سب رکھ دیئے لات و منات  
 عزم و استقلال کی اک جاگتی تصویر تھے  
 ڈمگا سکتا نہ تھا جن کا کبھی پائے ثبات  
 اور بھی گجرات میں کوثر ہیں اہل علم پر  
 حضرت والا اسی پیدا ہو نہیں سکتی ہے بات  
 میرا بس چلتا تو اپنی عمر بھی دیتا انہیں  
 پر خدا کے قبضہ قدرت میں ہے موت و حیات  
 ہے دعاب رحمتیں نازل ہوں روح پاک پر  
 صبر کی توفیق پائیں باقیات الصالحات

## از: حافظ محمود ڈایا صاحب لاچپوری

آج دنیا سے اٹھی وہ شخصیت مشہور عام  
کوچ دنیا سے ہوا کیا آپ کا ہے آہ آہ  
با حیا با آبرو تھے باشعور و با ادب  
آپ کی ہستی پے نازاں اور تھی بیجا نہیں  
دین حق سے وافر آپ کی تھی آگہی  
واقف اسرار قرآن اور حدیث پاک ہے  
ذی علم نباض تھے علم و ادب کے تذکرے  
آپ کی ہستی سراپا نفع بخش قوم تھی  
علم دین حق کا گویا چشمہ جاری تھے آپ  
خوب سادہ وضع تھے اور تھے حلیم و برو بار  
آپ گویا تھے سلف کی ایک صحیح یادگار  
قبر سے تا ابد سب منزلیں آسان ہوں  
بس دوا می جنت اعلیٰ میں بھی اعلیٰ جگہ  
ہے دعا محمود کی یارب خلف کو آپ کے

ہم عصر میں اپنے تھی جو مولوی مرغوب نام  
ہو گیا روپوش عالم علم کا ماہ تمام  
رحم پرور تھے سخی حق گوئی تھا شیوہ مدام  
صلہ رحمی صلہ جوئی اور خوش خلقی دوام  
دین حق کے جزو کل پر آپ کی نگاہ تمام  
دانا بینا دور بین تھے اور تھے شیریں کلام  
آپ کی محفل میں رہتے تھے برابر صبح و شام  
مستنضیٰ تھے آپ سے اپنے بیگانے تمام  
تشنہ گان علم ہوتے آپ سے تھے شاد کام  
تھے بہت خوش مزاج اور تھے بہت نیک نام  
اللہ کی مرضی ہوتی ہے اس صبح کی آج شام  
فضل ربانی میں طے ہو آپ کے درجے تمام  
مولوی مرغوب احمد کا الہی ہو قیام  
عیش دے آرام دے صبر جمیل وضبط تام

## اکابر و معاصرین کی نظر میں

حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کی نظر میں

حضرت مفتی صاحب نے ڈابھیل میں حضرت رائے پوری سے درخواست کی کہ کچھ نصیحت فرمائیں، اس پر حضرت رائے پوری نے فرمایا: ”آپ کے پاس کسی چیز کی کمی ہے کہ میں نصیحت کروں، آپ کو اللہ تعالیٰ نے ہر طرح سے کامل ہی نہیں اکمل بنایا ہے۔“

ایک مرتبہ حضرت مفتی صاحب نے بیعت کی درخواست کی اس پر فرمایا کہ: ”آپ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمالیجئے، میں آپ کو اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہوں۔“

حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ کی نظر میں

”حق تعالیٰ آپ کو صحت و قوت عطا فرمائے اور دارین میں فائز المرام اور خوش رکھے۔ آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں کو اپنے لئے ذخیرہ سمجھتا ہوں۔ حق تعالیٰ آپ کی پر خلوص دعاؤں کو قبول فرمائے۔“

مفتی اعظم ہند مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں

”میں تو یوں حیران ہوں کہ جب میرے جیسے ناکارہ ناقابل التفات شخص کے ساتھ آپ نے یہ لطف اور حسن سلوک فرمایا، تو مستحقین التفات کو کس قدر مورد افضال بے پایاں فرماتے ہوں گے۔ بہر حال آپ کی کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کی مکافات میں میری طرف سے کیا ہو سکتا ہے۔“

از دست گدائے بے توانا ید ہیچ جز آنکہ بصدق دل دعاء بکند

اللہ تعالیٰ آپ کو بایں لطف و کرم تادیر اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور دینی و دنیوی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین۔“

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں  
 ”موصوف اچھی شخصیت کے مالک تھے، مجھے قیام رنگون کے دوران ان سے ملاقاتوں  
 کا شرف و موقع حاصل رہا ہے۔“

حضرت مولانا محبوب الہی صاحب مہتمم مدرسہ عبدالرب دہلی رحمہ اللہ کی نظر میں  
 ”مولانا مرحوم کا جو داس زمانہ میں بہت ہی غنیمت تھا۔“

حضرت مولانا محمد میاں صاحب رحمہ اللہ شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی کی نظر میں  
 ”حضرت مولانا ان میں سے ہیں: ”منہم من قضی نحبه الخ“ کے مصداق۔ زندگی  
 اطاعت خداوندی اور خدمت علم میں گزاری۔“

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ کی نظر میں  
 ”حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری نور اللہ مرقدہ وسیع النظر عالم باعمل  
 تھے، قرآن و حدیث اور فقہ پر بڑی گہری نظر تھی، آپ کے فتاویٰ و مدلل اور فقہی بصیرت کے  
 حامل ہوتے تھے۔“

مولانا میں بڑی خوبیاں تھیں۔ علم و عمل میں بڑے پختہ تھے۔ سنت کی اتباع اور عشق  
 رسول کے ساتھ اہل بیت اور آل رسول سے والہانہ محبت تھی، سادات کی بڑی تکریم اور تعظیم  
 فرماتے۔

مولانا موصوف کو عربی ادب پر کافی عبور تھا، اردو زبان بڑی فصیح بولتے تھے، اور اعلیٰ  
 درجہ کے خوشی نویس تھے۔ تقریر و تحریر دونوں میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ آپ کا علمی ذوق  
 اور سنت کی پیروی کا جذبہ تادم حیات رہا۔“

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب اعظمی رحمہ اللہ کی نظر میں

”مرحوم ایک عالم باعمل اور صاحبِ نسبت بزرگ تھے۔“

حضرت مولانا سعید احمد صاحب راندیری رحمہ اللہ کی نظر میں  
”حضرت اقدس مولانا مرغوب احمد صاحب مرحوم کی وفات سے گجرات ایک تبحر عالم  
دین سے محروم ہو گیا۔“

حضرت مولانا ذریا احمد صاحب پالن پوری رحمہ اللہ کی نظر میں  
”مولانا کا اٹھ جانا قریب و بعید سب کے باعث رنج و الم ہے۔ مولانا بہت ذی ہوش  
اور دور اندیش اور صاحبِ التحریر و التقریر تھے۔“

حضرت مولانا انوار الحسن ہاشمی مبلغ دارالعلوم دیوبند رحمہ اللہ کی نظر میں  
”حضرت مرحوم کی شخصیت مغنمات سے تھی، جب بھی حضرت سے ملا ہوں ان کی قدر  
و عظمت کا اثر میرے قلب پر بڑھتا ہی گیا، واقعی گجرات سے برکات کا ایک خزانہ اٹھ گیا۔“  
حضرت مولانا منظور احمد نعمانی رحمہ اللہ کی نظر میں

”حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے حادثہ وفات کی اطلاع پا کر رنج و صدمہ  
ہوا۔ دنیا اللہ کے اچھے بندوں سے خالی ہوتی جاتی ہے۔ جس حد تک اپنا بشری علم ہے امید  
ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے ساتھ رحمت و کرم کا خاص معاملہ فرمائیں گے۔“

حضرت مولانا عبدالحی صاحب بسم اللہ رحمہ اللہ کی نظر میں  
”مولانا بہت پرانے اور اونچے طبقے کے علماء میں سے تھے اور پاکیزہ علماء کی زندہ یادگار  
تھے۔ پرانے وقعات اور وہ بھی سن اور تاریخ و آواز برتھے، اہل علم کے قدردان تھے۔“

حضرت مولانا شمس الدین صاحب بڑودری رحمہ اللہ کی نظر میں  
”اس وقت گجرات میں چوٹی کے تین عالم ہیں: حضرت مولانا ذریا احمد صاحب

پالنپوری، حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری، حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی۔

حضرت مولانا مفتی مہدی حسن صاحب رحمہ اللہ کی نظر میں  
 ”گجرات میں اعلیٰ درجہ کے پانچ عالم ہیں: مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری، مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری، مولانا محمد علی میاں صاحب تراجوی، مولانا مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہ ڈابھلی، مولانا ابراہیم صاحب راندیری۔“ (تذکرہ فخر گجرات ص ۱۶۶)

صدائے بازگشت: رسائل و اخبارات میں  
 بلا کسی خاص اہتمام کے جن رسائل میں تعزیتی ٹاٹل سکا وہ درج ہے۔

”ماہنامہ دارالعلوم دیوبند“

بسم اللہ الرحمن الرحیم

”لاچپور ضلع سورت سے مولانا مرغوب احمد صاحب کے انتقال کی خبر آئی۔ موصوف گجرات کے ایک نامور اور سن رسیدہ عالم تھے۔ اپنی زندگی کا بڑا حصہ انہوں نے رنگون میں گزارا اور وہاں بڑی محنت اور للہیت کے ساتھ علمی و دینی خدمات انجام دیتے رہے اور اب سالہا سال سے اپنے وطن لاچپور ضلع سورت میں مقیم تھے۔

مولانا مرحوم خود بھی بزرگ تھے اور بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے۔ دینی علوم میں آپ کی بڑی اچھی دستگاہ تھی، خصوصاً حدیث و فقہ میں آپ کی استعداد مسلم تھی۔ بڑے عالم ہونے کے ساتھ بہت متواضع، شریف اور متوکل انسان تھے۔ افسوس ہے کہ ان کے انتقال سے گجرات سے بزرگان قدیم کی ایک نشانی ختم ہو گئی۔“ (دارالعلوم دیوبند، اگست ۱۹۶۲ء)

## روداد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

”حادثات وفات: اس سال جامعہ اپنے تین تخلصین سے محروم ہوا:

(۱)..... مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری۔ (آپ کی وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۵ جون ۱۹۶۲ء کو ہوئی)۔ مولانا مرحوم گجرات کے تجربہ کار عالم و فاضل تھے۔ جامعہ کے ساتھ آپ کا خصوصی تعلق تھا۔ آپ نے جامعہ کی (صدر مہتمم کی حیثیت سے) خدمت بھی کی، نیز ہمیشہ جامعہ کے کاموں میں خلوص دل سے حصہ لیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس مخلص ہمدرد کے ساتھ بھی اپنی خصوصی نوازش کا معاملہ کرے، اور جنت الفردوس میں اونچا مقام عطا کرے۔“ (روداد: ۱۹۶۲ء، از: تاریخ جامعہ ص ۱۴۵)

## مسلم گجرات..... مولانا مرغوب احمد صاحب کی وفات

ضلع سورت بلکہ پورے گجرات کے بزرگوں کی آخری یادگار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی اپنے وطن لاجپور میں طویل بیماری کے بعد بروز منگل شام کو چار بجے وفات کی اطلاع دیتے ہوئے ہم قلبی غم محسوس کر رہے ہیں۔ ملک و بیرون ملک پاکستان، برما، میں آپ کے احباب کو یقیناً اس اطلاع سے غم ہوگا۔ آپ کی علمی شخصیت کا کچھ تعارف انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں دیا جائے گا۔ حق تعالیٰ مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے آمین۔“

(۴/محرم ۱۳۸۲ھ مطابق: ۸/جون ۱۹۶۲ء ص ۱۳)

”گجرات کے معروف و مشہور مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری مورخہ: ۶۲/۵ء جون کو اپنے وطن لاجپور میں اسی (۸۰) سال کی عمر میں انتقال فرما گئے، ﴿انا لله وانا الیہ راجعون﴾، رات کے گیارہ بجے تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ میں بڑے مجمع نے شرکت کی۔ مولانا کی شخصیت مشہور و مسلم تھی۔ ملک و بیرون ملک علم و فضل میں آپ کا نام نامی سر

فہرست تھا۔ گجرات کے اکابرین علماء کی جماعت میں مولانا کی وفات سے ناقابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرما کر جنت میں اعلیٰ مقام نوازے، آمین۔  
مولانا مرغوب احمد صاحب کی وفات کی خبر غناک و افسوسناک ہے۔ فضلاء گجرات میں آپ کی وفات سے اور ایک جگہ خالی ہو گئی۔

مولانا مرحوم کی شخصیت اپنے علم و فضل سے کامیاب استاذ ہونے کی حیثیت سے، فقیہ و مفتی کی حیثیت سے، مصنف کی حیثیت سے قابل وقارت تھی۔

۱۸۵۷ء کے جنگ آزادی کے سال راقاقلہ مولانا لیاقت علی صاحب جولا جپور میں کچھ عرصہ مقیم تھے، مولانا مرغوب احمد صاحب ان کے واقعات بہت مزے سے سناتے تھے، اس زمانہ کی تاریخ کے گویا آپ حافظ تھے۔ آپ کی تصنیفات سے آپ کی علمی قابلیت کا پتہ چلتا ہے۔ حنفی المسلك ہونے کے باوجود حنبلی، مالکی اور شافعی مسلک پر بھی عبور تھا۔ عربی و فارسی اور گجراتی کتابت موتی کے دانوں کے مانند خوبصورت ہوتی تھی۔ برما میں مفتی اعظم کی حیثیت سے برسوں خدمت انجام دی۔ حق تعالیٰ مغفرت فرما کر اپنی نعمتوں سے نوازے آمین۔ (مسلم گجرات: ۱۸/۱۳۸۲ھ مطابق: ۲۲/جون ۱۹۶۲ء، ص ۵)

### موت العالم موت العالم

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لا جپوری کی خبر وفات دینی تعلق رکھنے والوں کے لئے باعث غم ہے۔ ﴿انا لله وانا اليه راجعون﴾۔ مولانا مرحوم اپنی ذات سے بحیثیت انجمن کے مرغوب تھے، بحیثیت تبلیغی تحریک مرغوب تھے، بحیثیت مصنف مرغوب تھے۔ رنگون (برما) و گجرات میں بحیثیت دعوت دین کے بھی مرغوب تھے۔ درویش صفت، اہل دل بزرگ تھے۔ (ان دو تراشے کے حوالے نمل سکے کہ کس اخبار کا یہ مضمون ہے)



حضرت کی وفات پر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تعزیتی جلسہ منعقد ہوا، اس وقت جو اعلان اساتذہ کی خدمت میں بھیجا گیا وہ درج ذیل ہے:

### اعلان برائے تعزیتی اجلاس

جمع اساتذہ جامعہ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ گذشتہ کل یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ کی شام کہ جس نے آفتاب علم و عمل (یعنی حضرت العلامة مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری نور اللہ مرقدہ) کو ہمیشہ کے لئے غروب کر دیا۔ عالم کے لئے نہایت ہی حزن و ملال، رنج و الم کی شام تھی، خصوصاً جامعہ کے لئے کہ جس کی ترقی کے لئے مولانا کی شخصیت یوم بنیاد ہی سے سرگرم عمل رہی اور جس نے آج سے چند سالوں پہلے جامعہ کے عہدہ اہتمام کی خدمات کو بھی نہایت حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیا اور آخر وقت تک جامعہ کے ایک مخلص مشیر اور سرپرست سے رہے۔ گجرات کے چیدہ نامور شخصیتوں میں سے ایک شخصیت کا طویل علالت کے بعد عالم جاودانی کی طرف رحلت فرمانا واقعی ہم لوگوں کے لئے ایک بہت بڑے صدمہ کا باعث ہے، لہذا ان کی روح پر فتوح کے ایصال ثواب کے لئے آج دو پہر پانچویں گھنٹہ میں فوقانی درس گاہوں میں ختم قرآن شریف رکھا گیا ہے، اس کے بعد جلسہ تعزیت حضرت مولانا شریف حسن صاحب مدظلہ کی زیر صدارت ہوگا۔ تمام اساتذہ بروقت شرکت ختم اور جلسہ میں شرکت فرمائیں اور مولانا نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجعہ کے لئے دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی پوری پوری مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے اور ان کی مخلصانہ خدمات کا صلہ عطا فرمائے، اور پس مندگاں کو صبر جمیل عطا فرمائے، آمین ثم آمین۔ فقط: محمد سعید عفا اللہ عنہ

مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل

## نکاح و اولاد

مفتی صاحب نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں، آپ کی اولاد کی تعداد: ۱۶/ ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(پہلی اہلیہ)..... کا نام خدیجہ بنت موسیٰ ہے۔ ان کے بطن سے چار صاحبزادیاں ہوئیں:  
(۱): فاطمہ، (۲): عائشہ، (۳): امینہ، (۴): رقیہ۔

ان میں عائشہ کا نکاح مولانا ابراہیم صاحب لاچپوری سے ہوا تھا۔ آپ کا انتقال عید الفطر کے دن ہوا۔ مولانا کے حالت ص ۲۳۱ پر گزر چکے ہیں۔

(دوسری اہلیہ)..... امینہ بنت حافظ محمد کا سوجی ہیں۔ ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔  
(تیسری اہلیہ)..... خدیجہ بنت محمد۔ ان کے بطن سے چار صاحبزادے: (۱): یوسف،  
(۲): سعید احمد، (۳): رشید احمد، (۴): اور اسماعیل ہوئے۔ اور چار صاحبزادیاں: (۱):  
رابعہ، (۲): زبیدہ، (۳): سارہ، (۴): ہاجرہ تولد ہوئیں۔

(چوتھی اہلیہ)..... امینہ بنت موسیٰ ہیں۔ ان کے بطن سے: (۱): فاطمہ، (۲): رشیدہ، (۳):  
حفصہ، تین صاحبزادیاں ہوئیں۔ اور ایک صاحبزادہ رشید احمد ہوا، جو حوض میں غرق ہو کر  
غرق رحمت ہوا۔ مولانا کے مرض کے بیان میں اس کا تذکرہ گزر چکا ہے۔

اس وقت مولانا کی آخری اہلیہ اور ایک صاحبزادے الحاج اسماعیل صاحب زید مجدہ  
(راقم کے والد ماجد) ۱۔ اور چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو صحت  
وعافیت نصیب فرمائیں اور اپنی مرضی پر چلائیں، آمین۔

۱..... الحمد للہ والد ماجد رحمہ اللہ کے تفصیلی حالات ”میرے والد بزرگوار“ کے نام سے راقم نے مرتب  
کئے ہیں، اور شائع ہو چکے ہیں۔ اس مجموعہ یعنی ”ذکر صالحین“ کی جلد چھ (۶) میں شامل ہیں۔

## صاحبزادہ محترم حضرت والد صاحب مدظلہم

آپ کی ولادت: ۱۹۴۰ء میں رنگون (برما) میں ہوئی، یہ وہ وقت تھا کہ حضرت مفتی صاحب مفتی اعظم برما کے منصب جلیلہ پر فائز تھے۔ ابھی تقریباً سال بھر کے تھے کہ وطن لاچپور آ گئے۔ ابتدائی تعلیم لاچپور میں ہوئی۔ کچھ زمانہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں بھی بغرض حصول تعلیم گزرا۔

والد صاحب کی خصوصی توجہ و نگرانی میں تربیت پائی۔ حضرت والد صاحب کے زمانہ مرض میں خوب خوب خدمت کی اور بہت دعائیں لیں۔

آپ ”الولد سرلابیہ“ کے صحیح مصداق ہیں۔ مہمان نوازی، تواضع، عبدیت، اخلاص و للہیت جیسے اوصاف سے متصف ہیں۔ کتب دینیہ کے مطالعہ کا خوب ذوق رکھتے ہیں۔ صلہ رحمی، محتاجوں کی امداد و اعانت اور نرم مزاجی کی وجہ سے ہر دل عزیز ہیں۔ تقویٰ و طہارت کی وجہ سے اہل علم تک آپ کے مداح و قدرداں ہیں۔ تلاوت کلام پاک و نوافل کا اہتمام قابل رشک ہے۔ ہر سال رمضان میں اعتکاف کا معمول برسوں سے ناغہ نہیں ہوا۔ تین مرتبہ حج بیت اللہ کی دولت سے مالا مال ہوئے۔ ایک مرتبہ پورا رمضان المبارک بھی حرمین شریفین میں گذارا۔ وہاں بھی آپ کی عبادت اور مجاہدہ قابل رشک دیکھا۔ تقریباً صبح گیارہ بجے وضو فرما کر حرم شریف میں تشریف لے جاتے اور اسی وضو سے عشاء و تراویح ادا فرما کر واپس تشریف لاتے۔ اس درمیان ایک لمحہ کے لئے بھی سوتے نہیں دیکھا، برابر بیٹھے بیٹھے تلاوت، تسبیح اور دعا میں مصروف رہتے۔ باوجود یہ ہے آپ کو شوگر کی بیماری ہے، مگر اس درمیان کبھی بھی وضو تک کا تقاضہ نہ ہوا۔ حق تعالیٰ صحت و قوت کے ساتھ آپ کے سایہ عاطفت کو تادیر قائم رکھے، آمین۔

## تعزیتی مکتوبات

تعزیت نامہ: مولانا اسعد اللہ صاحب (خلیفہ حضرت تھانوی)

وحضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہم اللہ

دفتر مظاہر العلوم سہارنپور، ۸ محرم ۱۳۸۲ھ: ۱۳ جون ۱۹۶۲ء

محترم و مکرم زید مجدکم السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کے والد بزرگوار جناب مفتی مرغوب احمد صاحب کے انتقال کی خبر وحشت اثر معلوم ہو کر افسوس اور رنج ہوا ”انا لله وانا الیہ راجعون“۔

موصوف اچھی شخصیت کے مالک تھے۔ مجھے قیام رنگون کے دوران ان سے ملاقات کا شرف حاصل رہا ہے۔ والد صاحب کے سایہ عاطفت کا سر سے اٹھ جانا ایک ایسا نقصان عظیم ہے جس کی کوئی تلافی نہیں ہو سکتی۔ اس اندوہ ناک موقع پر آپ کا شدید تاثر بالکل قدرتی ہے، مگر غور فرمائیے! موت کی اس شاہراہ سے تو ہر ایک ہی کو گزرنا ہے، بجز صبر کے کوئی چارہ نہیں اور صبر کرنے والوں کے لئے قرآنی بشارت ہے ”ان الله مع الصابرين“۔

ارباب مدرسہ بھی آپ کے اس غم میں برابر کے شریک ہیں، تعزیت و اظہار ہمدردی کرتے ہیں، اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ عطا فرمائیں۔ مدرسہ میں حضرت موصوف کے لئے قرآن شریف کا ختم کرا کے ایصال ثواب کرایا گیا ہے اور دعائے مغفرت کی گئی ہے۔ حضرت شیخ الحدیث (مولانا زکریا صاحب نور اللہ مرقدہ) کی جانب سے بھی بعد سلام مضمون واحد ہے۔ محمد اسعد اللہ

ناظم جامعہ مظاہر العلوم سہارنپور

## تعزیت نامہ: حضرت مولانا محمد منظور نعمانی صاحب قدس سرہ

برادر مکرم و محترم جناب مولوی اسماعیل صاحب      وفقنا الله وایا کم لما یحب ویرضی  
سلام مسنون! گرامی نامہ سے جناب کے والد ماجد اور اس عاجز کے عنایت فرما  
حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے حادثہ وفات کی اطلاع پا کر رنج و صدمہ ہوا۔

انا لله وانا الیہ راجعون ، اللهم اغفره وارحمه واعف عنه واکرم نزلہ ووسع مدخلہ  
دنیا اللہ کے اچھے بندوں سے خالی ہوتی جاتی ہے۔ جس حد تک اپنا بشری علم ہے امید  
ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے ساتھ رحمت و کرم کا خاص معاملہ فرمائیں گے۔

آپ کے لئے آپ کی والدہ ماجدہ اور بہنوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے صبر و اجر کی دعا  
کرتا ہوں، اور خود آپ کی دعائے خیر کا محتاج ہوں۔ (یہ خط جواب طلب نہیں ہے)  
و علیکم السلام ورحمة الله وبرکاته ،      محمد منظور نعمانی

۱۲ جون ۱۹۶۲ء

## تعزیت نامہ: مولانا محبوب صاحب

مکرمی صاحبزادہ صاحب میاں اسماعیل سلمہ۔      السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته  
حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے انتقال کی خبر معلوم کر کے انتہائی افسوس  
ہوا۔ مولانا مرحوم کا وجود اس زمانہ میں بہت غنیمت تھا، افسوس کہ زمانہ عالم باعمل حضرات  
سے خالی ہوتا جا رہا ہے۔ حق تعالیٰ اپنی رحمت سے مولانا کو اپنے جو اررحمت میں درجات  
عالیہ عطا فرمائے اور آپ کو مولانا کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق بخشے۔

اسی وقت تلاوت قرآن کے بعد مولانا کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت طلباء  
کے مجمع میں کرائی گئی، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔  
مورخہ: ۱۷ جولائی ۱۹۶۲ء

تعزیت نامہ:

حضرت مولانا سید محمد مبارک علی صاحب نگینوی

دارالعلوم دیوبند

محترمی زاد مجدم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

گرامی نامہ موسومہ مولانا انوار الحسن صاحب کے ذریعہ حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر معلوم ہو کر دلی رنج و قلق ہوا، ”اِنَّا لِلّٰہ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ“ اللہ تعالیٰ مفتی صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائیں، اور ان کی قبر کو اپنی بے پایاں رحمتوں سے نوازیں، اور متعلقین کے غمگین قلوب کو صبر و استقامت عطا فرمائیں۔

تمام متعلقین دارالعلوم دیوبند اس صدمہ میں آپ کے ساتھ شریک ہیں۔ مفتی صاحب کو دارالعلوم دیوبند اور اس کے اکابر سے جو الہانہ تعلق تھا اس سے قدرتی طور پر ان کی جدائی متعلقین دارالعلوم کے لئے رنج و افسوس کا باعث ہے۔

دارالعلوم میں اطلاع موصول ہوتے ہی فوراً مفتی صاحب کے لئے ایصال ثواب کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور مفتی صاحب کے درجات بلند فرمائیں۔ حضرت مہتمم صاحب آج کل سفر میں ہیں۔ والسلام

محمد مبارک علی

نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

۱۷ محرم ۱۳۸۲ھ

تعزیت نامہ: مولانا محمد میاں صاحب: شیخ الحدیث مدرسہ امینیہ دہلی

الجمعیۃ علماء ہند، دہلی

محترم و مکرم زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

مولانا عبدالحفیظ صاحب صوفی کے خط سے حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے حادثہ وفات کا علم ہو کر صدمہ ہوا۔ حضرت مولانا ”منہم من قضی نحبہ“ کے مصداق ہیں، زندگی اطاعت خداوندی میں اور خدمت علم میں گذاردی۔ آخری عمر میں معذور ہو کر صبر و شکر اور تسلیم و رضا کے مراتب حاصل کئے اور اب رحمت خداوندی سے ہمکنار ہو گئے انشاء اللہ، اللہ تعالیٰ مرحوم کے مراتب بڑھائے اور آپ سب صاحبان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔

نیا زمند محمد میاں

تعزیت نامہ: مولانا عبد الجبار صاحب اعظمی شیخ الحدیث مدرسہ شاہی

مراد آباد (خلیفہ حضرت شیخ الحدیث صاحب)

عزیز محترم سلمکم اللہ و عافاکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جناب والد محترم حضرت علامہ مفتی مرغوب احمد صاحب مرحوم کے انتقال پر ملال کی خبر سے بے حد صدمہ ہوا۔ علامہ مرحوم اس سیاہ کار پر بہت شفقت فرماتے تھے، ناکارہ کے لئے بہت دعا فرماتے تھے۔ آپ حضرات کو بھی یقیناً بہت صدمہ ہوا ہوگا، لیکن ایک مؤمن کے لئے صبر و رضا کے علاوہ چارہ کار ہی کیا؟ مؤمن کا شیوہ یہی ہے اور اسی پر نعم الجزاء و نعم المولیٰ کی بشارت ہے۔ مرحوم ایک عالم باعمل صاحب نسبت بزرگ تھے۔

نور اللہ مرقدہ وبردمضجہ وجعل الجنة مثواه واعلیٰ درجته فی علیین

اللہ تعالیٰ ہم سب کو صبر جمیل کی توفیق نصیب فرمائے اور ہم سب کی مغفرت کا ذریعہ بنائے۔ مدرسہ میں اجتماعی نیز انفرادی طور پر ایصالِ ثواب کیا گیا، دعائے مغفرت کی گئی۔ احباب و اکابر کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔ عبد الجبار اعظمی غفرلہ

تغزیت نامہ: مولانا محمد رضا جمیری صاحب دامت برکاتہم

شیخ الحدیث مدرسہ اشرفیہ راندیر

منجانب محمد رضا جمیری (مورخہ) ۳/۱۲/۱۳۸۲ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

از: راندیر مدرسہ اشرفیہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

جناب محترم اسماعیل سلمہ اللہ

مولانا مرحوم کے انتقال سے نہ صرف مجھ کو بلکہ اکثر اہل علم کو نیز دیگر بہت سے متعلقین کو ایک بہت بڑا عظیم اور ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نیز تمام متعلقین کو صبر جمیل کے اجر جلیل سے محفوظ اور سرور فرمائے، مولانا مرحوم کو اپنی عنایت سے جنت الفردوس کے درجاتِ علیا سے سرفراز فرمائے۔ حاضر نہ ہو سکنے کا بڑا صدمہ رہا۔

آپ نے مرحوم والد کی خدمت نہایت خلوص اور انہماک سے انجام دینے کی پوری کوشش کی ہے۔ مجھے قوی امید ہے اللہ تعالیٰ آپ کو نیز آپ کے دوسرے معاونین کو اپنی عنایت اور فضل سے بہرہ اندوز فرمائے گا۔

بخاری کے درس میں مرحوم کے لئے دعائیں کی گئیں، اور سلسلہ جاری رہے گا۔ مرحوم کو اس ناچیز سے بہت بڑی محبت تھی۔ مجھے تو حد سے زیادہ صدمہ ہوا، مگر چونکہ یہاں کی سب چیزیں فانی ہیں، لہذا سب کو یہ مراحل برداشت کرنا ہی ضروری ہے۔



## تعزیت نامہ: حضرت مولانا محمد نذیر صاحب پالنپوری

برخوردار مولوی اسماعیل ابن مرحوم مولانا مرغوب احمد صاحب طول عمرہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

تمہارا خط تمہارے والد کے سانحہ ارتحال کی خبر لے کر پہنچا، نہایت ہی صدمہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرماویں، آمین۔  
اللہ تعالیٰ تم لوگوں کا بھی نگہبان و کفیل وکیل ہے، اسی پر بھروسہ رکھنا اور اسی سے مدد مانگنا چاہیئے۔

مولانا کا اٹھ جانا قریب و بعید سب کے لئے باعث صدرنخ و الم ہے۔ مولانا بہت ہی ذی ہوش اور دور اندیش اور صاحب التحریر و التقریر تھے۔ مولانا کی جدائی صرف خویش و اقارب کے لئے نہیں بلکہ پورے لاجپور بلکہ ضلع سورت کے لئے باعث صدرنخ و الم ہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تم کو عالم کامل بناوے، اور عمل میں برکت عطا فرمادے، اور اپنے والد مرحوم کی حقیقی جانشینی سے مشرف فرما کر تم سے دینی خدمت لے۔

آج زمانہ بہت نازک ہے، بہت سوچ سمجھ کر ہوشیاری سے رہنا چاہئے اور کفایت شعاری کو مدنظر رکھنا چاہئے، اور تحصیل علم میں بھی پوری طرح کوشش کرتے رہنا چاہئے۔  
فقط المرسل:

مولانا محمد نذیر صاحب

بقلم محمد اکبر، از: پالن پور

گجرات، دہلی دروازہ مسجد

۷/ محرم ۱۳۸۲ھ، دوشنبہ

تعزیت نامہ: حضرت مولانا احمد نور صاحب

سابق شیخ الحدیث جامعہ حسینہ راندر

برادر مولوی بھائی میاں صاحب زید مجدکم

سلام مسنون ودعائے خیر کے بعد واضح ہو کہ مولانا مرحوم کی خبر وفات سے صدمہ ہوا،

”انا لله وانا الیہ راجعون“

اللہ تعالیٰ مرحوم کو مغفرت و رحمت کاملہ سے نوازے، قبر وسیع و منور فرمائے، جنت الفردوس عطا فرمائے آمین۔ آپ حضرات کو اور جملہ متوسلین و متعلقین کو صبر جمیل و اجر جزیل مرحمت فرمائے، آمین۔

حسب دستور مولانا کو سورۃ اخلاص سہ مرتبہ اور درود شریف پڑھ کر ایصال ثواب کیا، اور حاضرین مجلس سے بھی۔ اور اب ہمیشہ بہ دستور امر مذکور جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمادے، آمین۔

حاضر ہوتا، مگر ضعف اور دوسرے آپ کے پاس اس وقت متوسلین و اعزہ کا انبوه ہوگا، اسی تصور سے رک گیا۔

میری طرف سے آپ کے جملہ اعزہ کو مضمون واحد ہے۔ گھر میں اماں صاحبہ کو سلام مسنونہ و تسلی شرعی ہے۔

آپ خدمت برابر جاری رکھنا پہلے سے بھی زیادہ۔ بچوں کو دعا و سلام و تسلی عرض ہے۔ فقط والسلام۔ لڑکے کو مدرسہ جلال آباد لکھ دیا ہے، وہاں ختم کلام پاک و ایصال ثواب کریں گے۔ فقط والسلام۔ مولوی احمد نور، جامع مسجد بازار، شہر سورت

تعزیت نامہ: حضرت مولانا انوار الحسن صاحب ہاشمی

مبلغ دارالعلوم دیوبند

مورخہ ۱۰/۱۱/۱۳۸۲ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

مکرمی و محترمی جناب بھائی میاں صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بعد سلام مسنون حادثہ جانکاہ سے متعلق آپ کا خط موصول ہوا، حضرت مرحوم کی شخصیت مغنمات سے تھی، جب بھی حضرت سے ملا ان کی قدر و عظمت کا اثر میرے قلب پر بڑھتا ہی گیا۔

واقعی گجرات سے برکات کا ایک خزانہ اٹھ گیا۔ آپ تو بے شک یتیم ہوئے، لیکن اگر دیکھا جائے تو ”موت العالم موت العالم“ کے تحت تمام اہل گجرات یتیم ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔

مرحوم نے جو طویل علالت کی تکلیف صبر و شکر کے ساتھ برداشت کی ہے، وہ یقیناً ان کے لئے ذریعہ مغفرت ہے۔

اور آپ نے جو حق خدمت ادا کیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عظیم عطا فرمائے۔ مدرسہ میں ختم قرآن اور دعاء مغفرت کا انتظام کرا دیا گیا ہے، والدہ صاحبہ سے سلام عرض کر دیں۔ احباب سے سلام مسنون۔

انوار الحسن ہاشمی

دارالعلوم دیوبند

تعزیت نامہ: مولانا موسیٰ صاحب سامرودی مدظلہ

حال مقیم مرکز نظام الدین نئی دہلی

بسم الله الرحمن الرحيم

بندہ موسیٰ سامرودی از: بمبئی

مکرم و محترم جناب بھائی میاں صاحب و جمیع اہل خانہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

مزاج گرامی! حضرت قبلہ والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے وصال کی خبر موصول ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کے درجات عالیہ میں زیادہ ترقیات فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان کی مبارک قبر کو انوارات سے منور فرمائیں، اللہ تعالیٰ ان کے فیوض و علوم سے ہمیں مستفیض فرمائیں اور جمیع متعلقین کو صبر جمیل فرمائیں۔

اس میں شک نہیں کہ ہر ایک انسان کو ایک دن موت کے گھاٹ اترنا ہے، لیکن ایک کلمہ گو کی برکت سے جب یہ عالم قائم ہے، تو ایسی ہستیوں کا وجود عالم کے لئے کتنی برکات و خیر کا ذریعہ ہوں گے۔ حضرت کی مجلس، محبت اور توجہ یاد آ کر بے اختیار آنسو آرہے ہیں۔ آپ کے لئے بھی بڑا امتحان ہے، لیکن میرا دل مطمئن ہے، اللہ تعالیٰ کی ذات باقی ہے اور وہ ہر ایک کا نگہبان ہے، مخلوق ساری اس کی محتاج ہے، وہ سخی اور داتا ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کی داریں میں ہر طرح مدد فرمادیں۔

ملک شام سے دو عرب حضرات تشریف لا کر جماعت کے ساتھ حیدرآباد کی طرف تشریف لے گئے ہیں، اتوار کو مالیگاؤں پہنچ رہے ہیں، میں ان کے پاس آج ہی مالیگاؤں پہنچ کر ان کے ساتھ بھوپال ہو کر ہم سب دہلی انشاء اللہ جاویں گے۔

مولوی محمد عمر صاحب پالن پوری بغداد پہنچ گئے ہیں۔ بصرہ کے راستہ سے انشاء اللہ ۴ جولائی کو بمبئی پہنچ جاویں گے۔ مجھ ناکارہ اور گنہگار کو دعا میں یاد فرمائیں، آپ کا دل ٹوٹا ہوگا۔ ”انا عند المنکسرة قلوبہم“ کے مصداق آپ کی دعا زیادہ قبول ہوگی۔ بچوں کو پیار، گھر میں سلام عرض ہے۔

۵ محرم الحرام ۱۴۲۲ھ شنبہ

تعزیت نامہ: مولانا ابراہیم صاحب دیولوی مدظلہ

حال مقیم مرکز نظام الدین نئی دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عزیز جناب اسماعیل صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

مزاج شریف بخیر

دوستوں کے خطوط اور اخباروں کے ذریعہ حضرت والد صاحب کے سانحہ ارتحال کی خبر ہوئی۔ حضرت مولانا کا وصال نہ صرف ان کے متعلقین کے لئے بلکہ پورے گجرات کے لئے المیہ ہے۔ ہماری طرف سے تعزیت مسنون قبول فرمائیں۔

ہم خدام حضرت مرحوم کے لئے، نیز حضرت کے متعلقین کے لئے دست بدعا ہیں۔ حضرت مرحوم کے درجات کی بلندی کے ساتھ متعلقین کو صبر جمیل عطا فرماوے۔ آمین!

محتاج دعا

بندہ ابراہیم غفرلہ

دیولا، ضلع بھروچ

تعزیت نامہ: مولانا اسماعیل مجادری مدظلہ ناظم تعلیمات جامعہ عربیہ آنند  
جامعہ عربیہ تعلیم الاسلام آنند

مکرمی مولوی اسماعیل صاحب زید مجدرہ السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته  
جواباً عرض ایں کہ ”کُل من علیہا فان“ بایں وجہ صبر ہی کرنا ایک مرد مومن کا کام ہے۔  
ہم جملہ متعلقین مدرسہ آپ کے ساتھ غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ  
اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس عطا فرمائیں، آمین۔ نیز مورخہ: ۹/ محرم کو ختم قرآن کر کے  
ایصال ثواب کیا گیا۔ باقی خیریت۔ والسلام۔ حسب ارشاد حضرت مہتمم صاحب  
اسماعیل عفی عنہ مجادری، ناظم تعلیمات ۲۸/۱/۹ھ

تعزیت نامہ: جناب منشی عیسیٰ بھائی ابراہیم صاحب  
ایڈیٹر ماہنامہ ”پیغام“ گجراتی

از: کاوی مورخہ ۱۳/ جون ۱۹۶۲ء

بسم الله الرحمن الرحيم  
عزیزی و مکرمی جناب اسماعیل بھائی میاں صاحب زید مجدر کم  
بعد از سلام مسنون عنایت نامہ موصول ہوا تھا۔ حضرت مفتی صاحب کے انتقال سے  
بہت صدمہ ہوا، آپ صبر فرمائیں۔ اور متعلقین کو صبر کی تلقین فرماتے رہیں۔  
پیغام میں اس وقت اجمالی اطلاع دی ہے، اگر ممکن ہو تو حضرت کے مختصر حالات قلمبند  
فرما کر ارسال فرما دیں عنایت ہوگی۔ امید کہ مزاج عالی بخیر ہوں گے۔

نیاز مند

عیسیٰ بھائی ابراہیم (مدیر پیغام کاوی)

## تعزیت نامہ: مولانا عبدالحق میاں صاحب

مہتمم مدرسہ اصلاح البنات سملک

محترم عزیز القدر جناب بھائی میاں صاحب - السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ  
والا نامہ حادثہ جانکاہ کی خبر لے کر پہنچا۔ اس سے قبل ترکیسر میں ہی والد مرحوم کے  
انتقال کی خبر ملی تھی۔ حقیقت میں دل کو دھچکا پہنچا۔ خدا غریق رحمت کرے۔

مرحوم اپنے پیچھے اچھی علمی یادگار اور گجراتی علماء کے لئے صحیح عالم باعمل ہونے کی  
بزرگانہ دلیل چھوڑ گئے۔ سخت افسوس کہ آخری دیدار سے محرومی رہی۔

مجھے پہلے لکھنا چاہئے تھا، مگر مصروفیت رہی اور ترکیسر میں حاضری نہ رہی، کل رات ہی  
گھر پہنچا، اور والا نامہ پڑھا، سخت احساس ہوا کہ بجائے تعزیت نامہ ارسال کرنے کے اس  
مکرم نے خط لکھا، اور آپ کے دست کرم کا تحریر کردہ والا نامہ زیرِ بصر کرنا پڑا۔

قبلہ والد صاحب بھی مرحوم کے کھرے مداحوں میں سے ہیں۔ قلبی رنج ہوا خدا غریق  
رحمت کرے، اور اعلیٰ علیین میں بہتر سے بہتر درجات نصیب کرے، اور اولاد صالح کو  
ہمارے لئے یادگار نہ ماحول میں بانام باعمل رکھے۔ دنیا کے چہرے پر فنائیت کا لیبل  
لگا ہوا ہے۔ بشر کے لئے داعی اجل کو لبیک کہنا ضروری جو ٹھہرا۔ ہزار آہ و گریہ بے سود ہے۔

آپ دلدار یادگار ہو، ہمارے لئے رہبر ہو، آپ سے صبر کی تلقین کرنا آپ کی عزیمت  
کو چیلنج کرنا ہے، مجھے امید ہے کہ مرحوم کی علمی، عملی استقامت کو اپنی روح سے وابستہ رکھ کر  
مرحوم کی روح کو زندہ رکھیں گے۔ احقر اور قبلہ والد صاحب صدمہ جانکاہ میں شریک غم ہیں  
اللہم اغفرہ وارحمہ وسکنہ فی الجنة۔ مولانا یوسف صاحب، دیگر علمائے کرام کی  
خدمت میں سلام مسنون۔

احقر عبدالحق

تعزیت نامہ: حضرت مولانا حفیظ الرحمن واصف صاحب

(ابن حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب)

۱۶ جون ۱۹۶۲ء دہلی

(مدرسہ امینیہ دہلی)

برادر عزیز مولوی بھائی میاں سلمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کا: ۷/ محرم ۸۲ھ کا لکھا ہوا خط ملا۔ حضرت مفتی صاحب کی خبر وفات صبح اخبار الجمعیتہ کے سنڈے ایڈیشن میں بھی پڑھی، صدمہ اور رنج ہوا۔

اس میں شک نہیں کہ آپ بہت بڑی بابرکت ہستی سے محروم ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو آپ کے بہن بھائیوں کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے اور مفتی صاحب مرحوم کی روح پاک کو درجات علیا عطا فرمائے۔

ہمارے مدرسے کے تمام مدرسین و طلباء دعائے مغفرت کر رہے ہیں۔ اپنی والدہ محترمہ کو سلام اور بہن بھائیوں کو دعا کہہ دیجئے۔ فقط والسلام۔

دعا گو حفیظ الرحمن واصف

تمنا کو قرار آئے نہ آئے

پلٹ کر پھر بہار آئے نہ آئے

یوں ہی جینا ہے اس دنیا میں واصف

یہ دنیا سازگار آئے نہ آئے



تعزیت نامہ: مولانا محمد سعید صاحب راندیری، مہتمم جامعہ حسینہ راندیر  
جامعہ حسینہ محمدیہ عربیہ اسلامیہ راندیر

بسم الله الرحمن الرحيم

برادر عزیز جناب بھائی میاں صاحب زاد مجددہ و شرفہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

حضرت اقدس مولانا مرغوب احمد صاحب مرحوم کی وفات سے گجرات ایک تبحر عالم  
دین سے محروم ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات عالیہ بلند سے بلند تر کرے اور آپ  
پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرماوے، آمین۔

آپ کی سعادت مندی ہے کہ پدر بزرگوار کی خوب اچھی طرح خدمات انجام دیں جس  
سے مرحوم ہمیشہ خوش تھے، اور دل سے دعا دیتے تھے، یہ آپ کی بڑی خوش نصیبی ہے۔ عَظَمَ  
اللہُ اَجْرَک۔ والسلام خیر ختام۔ ناچیز: محمد سعید راندیری

خادم جامعہ حسینہ۔ راندیر، سورت

تعزیت نامہ: مولانا عبدالحکیم صاحب

مہتمم مدرسہ ویتیم خانہ ہدایت الاسلام سانگلی

از: دفتر مدرسہ ویتیم خانہ ہدایت الاسلام سانگلی، ۱۵/ جون ۱۹۶۲ء

بسم الله الرحمن الرحيم

محبت مکرم مولوی اسماعیل صاحب دام محبتہ وعلیکم السلام

نامہ غم ملا پڑھ کر بے حد صدمہ اور رنج ہوا۔ خدائے تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے حضرت  
کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ مرحمت فرمائے، اور آپ کو اور جملہ پسماندگان کو

صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

آپ نے حضرت کی خدمات کا کما حقہ حق ادا فرمایا ہے، اس کا اجر آپ کو ملے گا۔  
حضرت علیہ الرحمہ کی شخصیت مقبول بارگاہ ہے۔  
مدرسہ میں تعزیت کی ہے، اور ایصال ثواب کیا گیا ہے، ہر وقت دعا ہے کہ خدا آپ  
کو صبر عطا فرمائے، آمین۔ پر غم بندہ:

محمد عبد الحنان غفرلہ

مہتمم مدرسہ یتیم خانہ

تعزیت نامہ: مولانا محمد سورتی صاحب، صدر جمعیۃ علمائے سورت

مورخہ ۶/۶/۱۹۶۲ء

بسم الله الرحمن الرحيم

برادر محترم بھائی میاں صاحب السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته  
بعد سلام معلوم ہو کہ آج آپ کے والد کے انتقال پر ملال کی خبر سنی، از حد افسوس ہوا کہ  
حاضر نہ ہو سکا۔

اور اس قحط الرجال کے دور میں آپ کے والد مرحوم کی کمی جس قدر محسوس کی جائے گی  
اس کا اندازہ آئندہ کا وقت بتائے گا۔ اور تو کیا لکھوں بندے کے لئے کوئی کام کاج  
ہو تو تحریر فرمائیں۔ میری دلی دعا ہے کہ خداوند قدوس آپ کو اور حضرت مرحوم کے متوسلین  
و متعلقین کو صبر جزیل عطا فرمائیں۔ آمین والسلام۔ سب کا سلام سب کو سلام۔

آپ کا بھائی: محمد سورتی غفرلہ

خادم جمعیۃ علماء گجرات

# نواں باب

## متفرق مضامین و تحریرات

یہ باب حضرت صاحبِ سوانح کے مضامین و تحریرات پر مشتمل ہے

---

# مختصر آپ بیتی

از: مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری

---

## فہرست مضامین

۲۷۱	ولادت و نام.....
۲۷۱	تعلیم.....
۲۷۲	جامع العلوم کانپور میں.....
۲۷۲	حضرت عثمانی کی ذہانت.....
۲۷۳	فراغت و دستار فضیلت.....
۲۷۳	حضرت شاہ ابوالخیر مجددی کی خدمت میں.....
۲۷۳	حضرت مولانا لطف اللہ علی گڑھی کی خدمت میں.....
۲۷۴	حضرت قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں.....
۲۷۴	محدث کبیر علامہ شیخ حسین یمنی کی خدمت میں.....
۲۷۴	حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی سے بیعت.....
۲۷۵	مدرسہ اسلامیہ لاچپور کی تجدید.....
۲۷۵	کلکتہ میں تجارت.....
۲۷۵	سفر رنگون اور دینی خدمات.....
۲۷۶	وطن واپسی.....
۲۷۶	دوسرا سفر رنگون.....
۲۷۶	جامع مسجد لاچپور کی تعمیر.....

بسم الله الرحمن الرحيم

راقم الحروف مرغوب احمد لاچپوری غفر اللہ له ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کے طالب علمی کے زمانے اور بعد کے مختصر حالات، بعض مخلص حضرات کے اصرار و ارشاد پر لکھے ہیں تاکہ احباب کے لئے اور میری اولاد کے لئے بطور یادگار رہے۔

## ولادت و نام

اس عاصی کی ولادت: ۳/ ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ مطابق: ۱۳/ ستمبر ۱۸۸۳ء بروز جمعرات بوقت صبح ہوئی۔ احمد میاں نام رکھا گیا۔

## تعلیم

قرآن کریم ناظرہ حافظ احمد مالویہ صاحب مرحوم سے پڑھا، اور حفظ شروع کیا۔ پانچ پارے یاد کرنے کے بعد شہر سورت میں حافظ عبداللہ صاحب مرحوم کے صاحبزادے حافظ محمد فاضل صاحب کی خدمت میں چھ پارے اور یاد کرنے کے بعد بوجہ فطری ضعف و کمزوری حفظ کا سلسلہ ملتوی کر دیا، اور لاچپور میں ۱۳۱۳ھ میں حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب سے ”آمدن سی لفظی“ اور ”مصدر فیوض“ پڑھی، اس کے بعد کریم، پندنامہ، قواعد فارسی، گلستاں، بوستاں، مرحوم مولانا احمد میاں صاحب سے پڑھنے کے بعد: ۱۳۱۵ھ کی محرم سے عربی کا سلسلہ شروع کیا۔

اللہ کے فضل و کرم اور شفیق استاذ کی تعلیمی برکات سے: ۱۳۱۸ھ کی ذی الحجہ تک چار سال مسلسل تعلیم سے صرف، نحو، فقہ، اصول، فقہ، اصول حدیث، اور ”مشکوٰۃ شریف“ اور ”صغریٰ“ لے کر ”شرح تہذیب“ تک کتابیں پڑھیں۔

## جامع العلوم کانپور ودہلی میں

راقم الحروف: ۱۳۱۹ھ کے اوائل میں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں داخل ہوا۔ ۱۳۲۰ھ کے شعبان میں کانپور میں بہت زوروں کا طاعون پھیلنے سے مدرسہ میں تعطل ہو جانے سے راقم الحروف دہلی چلا آیا۔ رمضان المبارک دہلی میں گزرنے کے بعد شروع شوال میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے: ”شرح جامی‘ شرح تہذیب‘ قطبی‘ میرقطبی‘ شرح وقایہ‘ اور ”نور الانوار“ میں داخلہ کا امتحان لیا، اور آئندہ سال کے لئے ”مشکوٰۃ شریف‘ جلالین شریف‘ ملا حسن‘ میبذی‘ مختصر المعانی‘ اور ”مقامات حریری“ کے اسباق متعدد اساتذہ سے پڑھنے شروع کئے۔

## حضرت عثمانی کی ذہانت

حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی ہم جماعت تھے، اور انصاف سے عرض کرتا ہوں کہ قریب قریب ہماری پوری جماعت اسباق کے تکرار میں حضرت علامہ عثمانی سے مستفید ہوتی تھی۔ بوجہ خرابی صحت فقیر بہت عرصہ تک دارالعلوم میں قیام نہ کر سکا، اور حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امر وہی کی خدمت میں جانے کے لئے دیوبند سے دہلی آیا، اور بعض سورتی احباب کے پاس مدرسہ ”مولوی عبدالرب صاحب“ میں کچھ روز قیام کرنے سے دہلی کی علمی فضا زیادہ پسند آئی، اور حضرت قاسم العلوم کے عاشق زار و تلمیذ رشید حضرت مولانا عبد العلی صاحب صدر مدرس و شیخ الحدیث مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم کی شفقت و نظر نے گھائل کر دیا، اس لئے بجائے امر وہہ کے دہلی ہی میں مقیم ہو گیا۔

۱۳۱۹ھ سے: ۱۳۲۳ھ تک دو وقت کانپور اور دو وقت دہلی کے قیام میں پانچ سال کا زمانہ گزارا، شرح تہذیب‘ قطبی‘ میرقطبی‘ شرح جامی‘ نور الانوار‘ الطریف الادیب الظریف‘

مختصر المعانی، مطول، جلالین شریف، میبذی، ہدایہ آخرین، کانپور جامع العلوم کے مختلف و متعدد اساتذہ سے پڑھیں، اور فتویٰ نویسی کی مشق بھی یہیں نصیب ہوئی۔

مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب دہلی میں حسامی، توضیح و تلویح، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، زواہد ثلاثہ، شرح عقائد نسفی، خیالی، حاشیہ عبدالحکیم، تصریح شرح پغمینی، خلاصۃ الحساب، سراجی مع شریفیہ، رسالہ اقلیدس، بیضاوی شریف، تا سورہ بقرہ، اور صدر اشمس بازغہ کا کچھ حصہ اور صحاح ستہ یعنی دورہ حدیث متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔

### فراغت و دستار فضیلت

۱۳۲۳ھ کے شعبان کے سالانہ اجلاس میں حضرۃ الاستاذ کی فرمائش پر مجمع عام میں تقریر کا موقع فقیر کو نصیب ہوا۔ حضرت زبدۃ العارفین مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی رحمہ اللہ کے دست مبارک سے سند حدیث ملی۔

### حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں

حضرت شاہ صاحب کو خاص علمی خدمت کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی۔ حضرت شاہ صاحب نے حضرۃ الاستاذ سے فرمائش کی اور حضرت استاذ کے ارشاد کی بناء پر فقیر کچھ روز کے لئے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں حاضری دیتا رہا۔ چند روزہ حاضری میں حضرت شاہ صاحب فقیر سے بہت خوش رہے، اور بہت بہت دعائیں دیتے رہے، قدس اللہ سرہ۔

### حضرت مولانا لطف اللہ صاحب علی گڑھی رحمہ اللہ کی خدمت میں

شوال ۱۳۲۳ھ میں حضرت استاذ الاساتذہ مولانا لطف اللہ علی گڑھی کی خاص زیارت



کے لئے علی گڑھ کا سفر کیا۔

حضرت مولانا قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں اسی ماہ میں تجوید کے شوق میں حضرت قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں حاضر ہوا، ابھی ہفتہ بھر بھی نہیں گذر پایا تھا کہ وطن سے برادر معظم کا طلبی کا تار پہنچا، بادل ناخواستہ تعلیمی سلسلہ چھوڑ کر مکان چلا آیا۔

محدث کبیر علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ کی خدمت میں

۱۳۲۲ھ میں ایک مخلص محب کی شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا۔ بھوپال میں ہر علم و فن کے جامع علماء کی موجودگی سے شہر بہت بابرکت نظر آیا۔

حضرت علامہ شیخ حسین صاحب یمنی محدث وقاضی شہر بھوپال کی خدمت میں چند مرتبہ حاضر ہوا اور مختلف متعدد علمی باتیں آپ سے دریافت کرتا رہا۔ فقیر جب حاضر ہوا اس وقت حضرت کی عمر اناسی (۷۹) سال کی تھی۔ کسی سائل کے علمی سوال کا جواب منٹوں میں صفحہ بھر کر تحریر فرمادیتے تھے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی سے بیعت

حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی کی خدمت میں دو ماہ مستقل قیام کیا، مولانا ممدوح حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی کے خلفاء میں سے تھے، نہایت خاضع، خاشع، متقی، متورع، پابند شرع، متبع سنت بزرگ تھے۔ فقیر ممدوح سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوا، اور ادو وظائف واذکار کی تعلیم کے ساتھ مراقبہ و محاسبہ کی تعلیم و تلقین فرمائی۔ بڑی سخت شرطوں کے ساتھ ہفتہ بھر کا چلہ کرایا۔ ۱۹۱۵ء میں مدینہ طیبہ میں مولانا

انتقال فرما گئے۔ نہایت بابرکت بزرگ تھے۔ اہل مدینہ مرحوم کا بہت ادب کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ ادب اس ہندی سے سیکھو ”قدس اللہ سرہ ، اللهم ارفع درجته“

### مدرسہ اسلامیہ لاچپور کی تجدید

۱۳۲۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ لاچپور میں کچھ عرصہ کے تعطل کے بعد پھر درس و تدریس کا سلسلہ باقاعدہ جاری کیا۔ جس میں عربی فارسی اردو کے ساتھ باقاعدہ قراءت و تجوید کا خاص اہتمام کیا۔ ساتھ ہی گجراتی تعلیم کا انتظام کیا کہ طلبہ کو مدرسہ چھوڑ کر اردو سرکاری اسکول میں جانے کی ضرورت نہ رہے۔ خدا کے فضل سے ۱۹۳۳ھ تک مدرسہ اچھی طرح چلتا رہا، اس کے بعد بعض وجوہات کی بنا پر تعطل پیدا ہو گیا۔

### کلکتہ میں تجارت

۱۹۱۴ء میں فقیر نے شہر کلکتہ میں تجارت شروع کی جو بوجہ جنگ عظیم کے ختم ہو گئی، چند ماہ کے بعد دکان اٹھا کر وطن چلا آیا۔

### سفر رنگون اور دینی خدمت

۱۹۱۵ء میں مولانا ابراہیم صاحب راندیری نے رنگون پہنچنے پر مجبور کیا۔ فقیر ۱۹۱۵ء کے اخیر میں رنگون پہنچا۔ مولانا مرحوم نے جناب مرحوم عارف معلم صاحب کے بزرگوں کے اوقاف سے ”مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ“ کا افتتاح کرایا اور فقیر کو مدرس عربی بنا کر مدرسہ کا کام شروع کرایا۔ علاوہ عربی فارسی کی تعلیم کے دارالافتاء کا ایک شعبہ قائم کیا، اور یہ خدمت بھی فقیر کے ذمہ رہی، مقامی اور بیرونی طلبہ کا خاصہ مجمع ہو گیا، باقاعدہ بورڈنگ کا انتظام کیا، کئی ایک مدرس و حفاظ دینی خدمت میں لگے رہے۔

## وطن واپسی

اس کے بعد میرے برادر معظم: ۱۹۱۹ء میں افریقہ چلے گئے اور مکان پر کوئی مرد رہا نہیں، اس لئے مدرسہ سے تعلق قطع کر کے: ۱۹۱۹ء کی اکتوبر میں وطن چلا آیا۔ مسلسل ۱۹۲۴ء تک مکان ہی پر رہا۔

## دوسرا سفر رنگون

اسی اثناء میں رنگون کے مدرسہ معلمیہ میں بوجہ انحطاط پیدا ہو جانے کے مدرسہ کے ناظم صاحب نے پھر مجھے مجبور کیا کہ میں رنگون پہنچ کر مدرسہ کی باگ اپنے ہاتھ میں لوں۔ فقیر بھی لاچپور کی جامع مسجد کی تعمیر کی فکر ہی میں تھا کہ رنگون سے تار و خطوط طلبی کے پہنچے۔ فقیر نے مسجد کی تعمیر کے باب میں اس طلبی کو غیبی مدد سمجھ کر رنگون کا ارادہ کر لیا، اور اپریل: ۱۹۲۵ء میں رنگون پہنچ کر مدرسہ کی نظامت کا عہدہ سنبھالا اور ساتھ ہی ساتھ مسجد کے لئے سرمایہ فراہم کرتا رہا۔

## جامع مسجد لاچپور کی تعمیر

ڈیڑھ سالہ قیام کے بعد لاچپور پہنچ کر جامع مسجد کی جدید تعمیر کا کام اللہ کے بھروسہ پر اہل قریہ کی ایک خاص جماعت کے تعاون کے ساتھ شروع کر دیا، مختلف اور متعدد جگہ سے مالی امداد ملنے پر اور نواب ابراہیم خان صاحب والی سچین کی خاص امداد اور حوصلہ افزائی سے ۲۷ء میں: ۳۲ ہزار کی لاگت سے ایک شاندار عمارت اللہ کے فضل و کرم سے تیار ہو گئی، جو جماعت خانہ اور برآمدہ پر مشتمل تھی، بقیہ عمارت کے لئے پھر رنگون اپنی اصلی جگہ پر پہنچا۔ مدرسہ کے ضروری انتظام کے ساتھ ساتھ فراہمی سرمایہ کی سعی بھی کرتا رہا۔

# خطبہ استقبالیہ

دھمی سورتی سنی و ہورا مسلم ایجوکیشن سوسائٹی کے جلسہ پر لاجپور میں پڑھا  
گیا خطبہ استقبالیہ

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب

فہرست مضامین

۲۷۹	لاچپور.....
۲۷۹	حضرت میر سید فقیر اللہ صاحب.....
۲۷۹	مولانا سید لیاقت علی الہ آبادی.....
۲۸۱	لاچپور کا تعلیمی حال.....
۲۸۱	حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری.....
۲۸۲	قطعہ.....
۲۸۳	مسلمان کی پستی کا باعث.....

## خطبہ استقبالیہ

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم ، وعلی آلہ واصحابہ اجمعین  
حضرات ممبران دہی سورتی سنی و ہوراسلم ایجوکیشن سوسائٹی، و معزز مہمان کرام و جملہ  
حاضرین جلسہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ  
مجلس استقبالیہ کی جانب سے خصوصاً اور باشندگان لاجپور کی جانب سے عموماً میں مصیم  
قلب اور مسرتانہ جذبات کے ساتھ آپ محترم و معزز (حاضرین کا) جو ضلع سورت کے  
مختلف مقامات اور ”راج پیلا“ اسٹیٹ سے یہاں تشریف لائے ہیں، خیر مقدم کرتے  
ہوئے ”اھلا وسھلا ومرحبا“ عرض کرتا ہوں۔

آپ حضرات نے جس ہمدردی و شفقت اور مسلمانوں کی دینی و دنیوی ضروریات کی  
خاطر سخت گرمی کے زمانہ میں تکلیف برداشت کر کے اور اپنے ضروری مشاغل اور کاروبار  
چھوڑ کر ہماری اس بستی میں، جس کو کبھی ”معدن علم و عمل و مخزن فضل و کمال“ کہا جاتا تھا،  
تشریف لانے کی زحمت گوارا فرمائی، اس کے لئے ہمارے دلی جذبات منت سے لبریز  
ہیں۔

میں نے ابھی اس بستی کو ”معدن علم و عمل و مخزن فضل و کمال“ کہا ہے۔ کہیں ناواقف  
حضرات اس کو مبالغہ سمجھیں، اس لئے میں ادب و احتیاط کے ساتھ اس کے متعلق کچھ تھوڑی  
سی تفصیل بیان کر دوں بقول مرزا غالب ے

مقطع میں آپڑی ہے سخن گسترانہ بات

چہ وانہ مدح و ثنا حاجت نیست

### لاچپور

لاچپور اسلامی ریاست میں ہونے کی وجہ سے تقریباً ڈیڑھ سو سال سے اس بستی میں ریاست کی فرمان روائی کی وجہ سے حضرات علم و عمل و فضل و کمال و بزرگان دین علماء و فضلاء و شعرائے باکمال و قفا و قفا میہاں آتے رہے ہیں اور اپنے فیض ظاہری و باطنی سے لوگوں کو فائدہ پہنچاتے رہے اور شعرائے باکمال اپنے جوشیلے اشعاروں سے اہل بستی کے دلوں کو گرماتے رہے ہیں جن سے اس بستی کے دلوں میں علمی و ادبی کلامی ذوق کی چاشنی پیدا ہوتی رہی۔

### حضرت میر سید فقیر اللہ صاحب رحمہ اللہ

اس بستی کو خوش قسمتی سے آج سے ایک سو برس پہلے ایک شریف سید بزرگ حضرت میر فقیر اللہ نامی نے بوجہ تعلق خاص و رشتہ دامادی نواب صاحب لاچپور کو اپنا وطن بنالیا تھا۔ یہ عمر رسیدہ شریف بزرگ علم ظاہری و باطنی کے جامع تھے، اور فارسی کے مسلم استاذ تھے۔ ان کی ذات ستودہ صفات سے بہت لوگوں کو فائدہ پہنچا۔ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاچپوری، حضرت سید طہ صاحب لاچپوری، اور مولانا محمد سامرودی یہ سب حضرات انہیں بزرگ کے شاگرد تھے۔

### مولانا سید لیاقت علی الہ آبادی رحمہ اللہ

ان کے بعد ۱۸۵۷ء کے نامور مجاہد حضرت مولانا لیاقت علی صاحب الہ آبادی جنہوں نے غدر میں بہت بڑا حصہ اپنے وطن عزیز کو انگریزوں سے چھڑانے میں جنگ میں گذارا تھا اور جنہوں نے نہایت بہادری اور شجاعت سے لڑ کر الہ آباد انگریزوں سے لے لیا

تھا، اور خاندان تیموریہ کے آخری تاجدار نے مولانا کو الہ آباد کا نواب مقرر کر دیا تھا۔ کوئی چھ ماہ حکومت کے بعد انگریزوں نے بڑی فوج سے الہ آباد پر حملہ کر دیا، مولانا کی جماعت اور ان کا لشکر مقابلہ نہ کر سکا، بہت کچھ جنگ و جدال کے بعد الہ آباد پر انگریز کا قبضہ ہو گیا، مولانا اپنی مٹھی بھر جماعت کے ساتھ اپنا بچاؤ کرتے ہوئے قلعہ سے باہر نکل آئے، اور روپوشی کی حالت میں نوساری پہنچے اور لاچپور والوں سے ملنے پر لاچپور کے چند حضرات مولانا کو لاچپور لے آئے۔

نواب سچین ابراہیم خان مولانا کا بہت معتقد ہو گیا، اور مولانا کے حسب مرضی ایک مکان جامع مسجد کے پیچھے قبرستان کے متصل بنوا دیا۔ مولانا اپنے بال بچوں کے ساتھ دس سال سے کچھ زیادہ لاچپور میں رہے۔ مولانا کی ذات بابرکت سے مسلمانوں کو بہت فائدہ ہوا۔

حضرت مولانا لیاقت علی صاحب، سید شریف خاندان کے نہایت مقدس متقی اور پرہیز گار جامع کمالات ظاہری و باطنی بزرگ اور مجاہد اعظم تھے۔ ان کی طویل صحبت کی وجہ سے مسلمانوں میں دینداری، خدا ترسی، علم و عمل کا شوق پیدا ہو گیا۔

سب سے پہلی اصلاح مولانا نے مسلمان عورتوں کے ہندوانہ طرز کے لباس میں کی۔ عموماً گجرات کی مسلم عورتوں کا لباس لہنگا اور کرتی تھی، مولانا نے مسلمانوں سے اس لباس کے ترک کا عہد کرایا، اس روز سے مسلم عورتوں نے گگھر اور لہنگا اور کرتی پہننا چھوڑ دیا، اور نیچا کرتہ پوری آستین کا اور پاجامہ، سر بند اور اوڑھنی کا لباس اختیار کیا۔ رفتہ رفتہ گجرات کے اکثر علاقوں میں یہ بہتر اور سادہ لباس کا رواج شروع ہو گیا۔ الحمد للہ اس نیک کام کی ابتدا لاچپور ہی سے ہوئی۔

## لاچپور کا تعلیمی حال

تعلیم کا حال یہ تھا کہ دیوبند کے مدرسہ کی ابتداء ۱۸۶۶ء (مطابق ۱۲۸۳ھ) میں ہوئی، اس کے بعد لاچپور میں مدرسہ اسلامیہ کا افتتاح ہوا، جس میں جناب مولانا شمس الحق صاحب کابلی اور مولانا خدا بخش صاحب پنجابی تھے۔

یہ مدرسہ مولانا لیاقت علی صاحب کی برکت کا نتیجہ تھا۔ اس کے بعد حضرت مولانا غالباً ۱۲۸۹ھ مطابق ۱۸۷۲ء میں گرفتار کر کے جزیرہ انڈمان بھیج دیئے گئے، اور ۱۲۹۰ھ مطابق ۱۸۷۳ء میں انتقال کر گئے۔

کئی سال مدرسہ بند رہا۔ اس کے بعد حضرت صوفی صاحب اور لاچپور کے بااثر اور دیندار لوگوں کی کوشش سے پھر سے یہی مدرسہ ۱۲۹۴ھ مطابق ۱۸۷۷ء میں جاری ہوا، جس میں قابل قدر علماء جناب مولانا عبدالہادی صاحب اور جناب مولانا احمد علی بھمڑی والے درس و تدریس کی خدمت انجام دیتے رہے۔ یہ مدرسہ کئی سال تک جاری رہا۔ ۱۲۹۴ھ کی مطبوعہ رپورٹ میرے پاس موجود ہے۔

زمانہ کی رفتار کے مطابق ایک عرصہ کے بعد یہ مدرسہ موقوف ہو گیا۔ اس کے بعد ۱۳۱۴ھ مطابق ۱۸۹۶ء میں حضرت مولانا احمد میاں صاحب خلف الصدق حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب نے للہ فی اللہ مدرسہ اسلامیہ کو روشن کیا۔

## حضرت مولانا احمد میاں صاحب رحمہ اللہ

مولانا مرحوم بڑے عالم جامع معقول و منقول تھے۔ آپ نے نہایت شوق سے درس نظامیہ کے موافق باقاعدہ تعلیم کا سلسلہ شروع کیا، جس سے اطراف و اکناف بلکہ دور دراز کے تشنہ علوم طلبہ نے آپ سے ایک معتد بہ حد تک علوم عربیہ حاصل کئے، اور ایسی باقاعدہ



تعلیم کا عمدہ نتیجہ اور اثر یہ ہوا کہ آپ کے شاگردوں میں سے تقریباً پندرہ حضرات نے ہندوستان کے مختلف مدارس میں پہنچ کر درس نظامیہ کی تکمیل و علوم عربیہ شریعہ تفسیر و احادیث و فقہ اور علوم عقلیہ میں فلسفہ منطق و ریاضی میں مہارت تامہ حاصل کی۔

جس سے یہ کہنا صحیح ہے کہ درس نظامیہ مروجہ مدارس اسلامیہ ہند کے طرز پر باقاعدہ ترتیب وار علوم عربیہ کی تعلیم میں آپ کا درس: ۱۳۲۰ھ کے قبل خصوصیت سے ممتاز تھا، چنانچہ ضلع کے اکثر علماء اس وقت آپ ہی کے شاگرد تھے، مثلاً:

جناب مولانا احمد حسن بھام مرحوم بانی مدرسہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، اور سابق مہتمم جامعہ ڈابھیل مولانا احمد بزرگ صاحب، اور مولانا احمد درویش مرحوم، اور حاجی ابراہیم میاں سملکی صاحب، اور مولوی ابراہیم کفالتیوی، مولوی یوسف صاحب لاچپوری مرحوم، مولوی سید عمر مرحوم، مولوی سید عبدالحی صاحب مرحوم اور جناب مولوی حافظ عبدالرحمن صاحب بھوپالی مرحوم، جناب مولوی وزیر خاں صاحب حیدر آبادی، جناب مولوی الہی بخش صاحب پنجابی، اور راقم الحروف یہ جملہ حضرات آپ کے درس سے مستفیض ہوئے۔

مولانا احمد میاں صاحب کے: ۱۳۲۷ھ مطابق: ۱۹۰۹ء میں انتقال پر ملال پر مرحوم مولانا تجل حسین بھروچی نے ایک مرثیہ فارسی میں لکھا تھا جس کے دو شعر آپ حضرات کو سنا کر اس کہانی کو ختم کرتا ہوں، اور بے وقت کی شمع خراشی سے آپ حضرات کا قیمتی وقت ضائع کیا، اس کی معافی چاہتا ہوں۔

### قطعہ

مولد وہم مرقدش یک موضع دارالسرور      جائے مردم خیز و دلکش لاچپور آمدنشاں  
از توابع ہائے سورت تحت نواب سچین      شد مدورائے رود بار خزش داز پہلورواں

## مسلمان کی پستی کا باعث

آج مسلمان جس دور سے گزر رہا ہے اور جن آفات و بلاؤں میں مبتلا اور جن حوادث کا شکار ہو رہا ہے، اگر اس کے متعلق یہ کہا جائے کہ اس کی بے عملی اور مذہبی امور سے بے پروائی اور خدا اور رسول اللہ ﷺ کے احکام سے اعراض اور نافرمانی کے نتیجے میں ہو رہا ہے تو بیجا نہ ہوگا۔

اہل اسلام کا یہ متفقہ مسئلہ اور مسلمہ نظریہ ہے کہ ہر ترقی اور کامیابی اور فوز و فلاح قانون خداوندی پر عمل کرنے کے بعد حاصل ہو سکتی ہے، اور اس کے بغیر اگر کوئی آدمی کامراں بھی ہو تو وہ کامرائی اور کامیابی فانی اور چند روزہ ہے اس دور کی پریشانیوں سے چھٹکارہ کا علاج صرف جناب رسول اللہ ﷺ کے ارشاد فرمودہ احکام پر عمل پیرا ہو کر کامل مسلمان ہونے کی صورت میں ہی ممکن اور منحصر ہے، بس اس کے سوا کوئی راہ نہیں۔ قرآن پاک نے انجمن اور سوسائٹی وغیرہ مجلسوں میں اجتماعی طور پر کام کرنے والوں کے لئے مختصر جملوں میں ایک قانون بتلادیا ہے کہ مسلمان اس پر چلیں تو دونوں جہاں میں اچھے رہیں، دنیا کی دولت اور آخرت کی عزت ہاتھ آوے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ:

﴿لَا خَيْرَ فِي كَثِيرٍ مِّنْ نَّجْوَاهُمْ إِلَّا مَنْ أَمَرَ بِصَدَقَةٍ أَوْ مَعْرُوفٍ أَوْ إِصْلَاحٍ مَّ بَيْنَ النَّاسِ﴾  
عام لوگوں کی اکثر سرگوشیوں میں خیر نہیں ہوتی، ہاں مگر جو لوگ ایسے ہیں کہ خیرات کی یا اور کسی نیک کام کی یا لوگوں میں باہم اصلاح کر دینے کی ترغیب دیتے ہیں۔

(سورۃ نساء، آیت نمبر ۱۱۴)

یعنی مسلمانوں کو چاہئے کہ صلاح و مشورہ کے لئے اگر مجلس اور سوسائٹی قائم کریں تو تین قسم کے کام کئے جاویں: ایک خیرات و صدقات جمع کرنے کا کام تاکہ ان میں یتیموں،

بیواؤں، محتاجوں، اور بیماروں کی پرورش اور خبر گیری کی جاوے اور طالبین علم کی امداد کی جاوے، محتاج خانے، بیت المعذورین اور بیت الشفاء اور مدارس قائم کئے جاویں۔  
 دوسرا: اچھے کام اور عمدہ پیشے اور کارآمد ہنروں کو جلدی جاری کرنے کے لئے زراعت، تجارت، صنعت و حرفت کی تکمیل کے لئے ادارے قائم کئے جاویں۔  
 تیسرا: مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد قائم کرنے کے لئے آپس کے جھگڑوں کو شرع کے موافق جماعت میں فیصلہ کئے جاویں۔

الحمد للہ کہ آپ کی سوسائٹی کے مقاصد میں قرآنی تعلیم کے دینی و دنیوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے وظائف مقرر کر کے ہندو بیرون ہند کی تعلیم کا ہوں میں بھیج کر طلبہ کو اعلیٰ تعلیم دلانا اور صنعت و حرفت کی تعلیم دلا کر طلبہ کو آزادانہ طور پر معاش پیدا کرنے کے قابل بنانا داخل ہے اور یہ سوسائٹی کا خاص مقصد ہے۔

آخر میں مکرر آپ حضرات کا خیر مقدم کرتے ہوئے آپ حضرات کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان ارادوں میں آپ کو کامیاب کرے اور سوسائٹی کو اتنی برکت نصیب ہو کہ کسی مشہور مقام پر دارالاقامہ یعنی بورڈنگ قائم کر کے غریب طلبہ کو کم خرچ میں زیادہ مستفید ہونے کا موقع نصیب کرے۔ اللہ تعالیٰ آپ کے نیک ارادوں اور حوصلوں میں قوت دے اور اخلاص کے ساتھ کام کرنے کی مزید توفیق دے آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین و الصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین و علی آلہ و اصحابہ اجمعین۔

مرغوب احمد لاہوری

مورخہ ۲۷ اکتوبر ۱۹۵۱ء

# پیغام و معائنہ جات

از: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد

صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

---

مجلس خدام الدین کے افتتاح پر مبارک بادی اور مفید نصائح پر مشتمل اہم

## پیغام

بسم الله الرحمن الرحيم

حامدا و مصلیٰ و مسلما، اما بعد! راقم الحروف کو یہ خبر سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ ہماری قوم کے ہمارے عزیز نوجوان جو شیلے علماء نے (جن میں اللہ عزوجل نے اپنے فضل سے دینی و ملی خدمت کا شوق و ولولہ جذبہ اور تڑپ پیدا فرمائی ہے) ”خدام الدین“ نام کی ایک مجلس قائم کی ہے، جس کا بنیادی پتھر مورخہ: ۷ نومبر ۱۹۵۲ء کو صوفی باغ سورت میں رکھا گیا ہے، جس کے اغراض و مقاصد کی روح دینی و ملی خدمت ہے۔ اغراض و مقاصد کو مد نظر رکھتے ہوئے صاف و صریح طور پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ مبارک جماعت، یہ بابرکت انجمن و مجلس کے جو شیلے ارکان مسلمانوں کی دینی و ملی خدمت کسی نہ کسی طرح کرنے کا جذبہ اور شوق لے کر میدان عمل میں اتری ہے۔ مجھے اللہ رب العزت کی بے نیاز ذات سے بھجوائے قرآن حکیم و کلام ربانی: ﴿و انا لہ لحافظون﴾ کا مل امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور انشاء اللہ ضرور کرے گا۔

لیکن اس مادی دنیا یعنی اس عالم اسباب میں ہر کام کے لئے کوئی نہ کوئی سبب اور ذریعہ اللہ نے اپنی حکمت بالغہ سے پیدا و مقرر فرما دیا ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہر زمانہ میں اپنے دین کی حفاظت کے لئے اپنی مخلوق میں سے چند بابرکت نفوس کی جماعتوں کو اس دینی خدمت کے لئے آمادہ و مستعد فرما کر اپنے دین کی خدمت لیتا رہا ہے اور تا قیام قیامت لیتا رہے گا۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ ہر زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے رجال پیدا فرمائے کہ وہ دینی خدمت کا جذبہ اخلاص کے ساتھ لے کر اٹھے اور انہوں نے اپنی ہمت کے موافق کام کیا۔

اور آئندہ بھی ہمیشہ کے لئے یہی سلسلہ دینی خداموں کے ذریعہ قائم رہے گا، جیسا کہ ارشاد نبوی ﷺ: ”لا یزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق“ الخ سے ظاہر ہے، لیکن ہم کو اتنی ضرورت ہے کہ اس دینی خدمت میں ہماری بھی کچھ نہ کچھ ٹانگ اڑ جائے۔ ہماری سعی، ہماری دوڑ دھوپ، ہمارا قول، ہمارا فعل، ہمارا حال، ہماری جان کسی کو بھی خدمت دین میں دخل ہو جائے، تو کل قیامت کے دن منہ دکھانے کو جگہ ہوگی، اور ہم قیامت میں اللہ رب العزت کے سامنے اور حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے آگے یہ تو کہہ سکیں کہ یا اللہ! ہم ناکارہ گنہگاروں نے تیرے دین کی حفاظت و اشاعت میں اپنی طاقت کے موافق کام کیا، اور اے اللہ! اگر ہم سعی میں خاطر خواہ کامیاب نہ ہوئے، لیکن تیرے دین کے خداموں کی فہرست میں یہ کہہ کر کہ: ع ”ہم بھی تیرے خریداروں میں ہیں“ اپنا نام تو لکھوا دیا ہے۔

ہمیں بس گرچہ من کا سد قماشم کہ درسلک خریدارانش باشم

برادرانِ اسلام! یہ تو ظاہر ہے کہ انفرادی حیثیت سے اجتماعی حیثیت زیادہ کارآمد اور مفید ہے۔ اور اجتماع بھی مخلص علماء کا نہایت بابرکت اجتماع ہے، اس لئے کہ قومی جسم کی روح علماء کی جماعت ہے، اور یہی علماء کی جماعت حقیقۃً مسلمانوں کی مذہبی قائد ہے، اس لئے نوجوان اخلاص شعار علماء کی یہ سعی گجرات کے علماء، حفاظ و ہمدردان ملت و بہی خواہان اسلام کی ایک مشترکہ جماعت دینی، ملی و معاشرتی، اصلاحی، منتشر قوت کو ایک مرکز پر جمع کرنے کی بہترین سعی ہے، جس کا راز حضور اکرم ﷺ نے اپنے ارشاد ہدایت بنیاد: ”ید اللہ علی الجماعۃ“ میں کھول دیا ہے، اس لئے یہ جماعت، یہ مجلس قابل مبارک باد اور لائق صد تحسین ہے، اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے، اور اس جماعت کو اپنے دینی مقاصد میں کامیاب

فرماوے، آمین۔

غالباً میری اس تبریک اور تحسین سے اور چند بھڑکتے ہوئے تعریفی جملوں سے عارضی طور پر مجلس کے ارکان محظوظ ہو سکتے ہیں، لیکن اس قسم کی وقتی اور عارضی مسرت ان کے ولولے اور درد کی دوا نہیں ہو سکتی۔ ضرورت ہے اس جماعت کے کارکنوں میں قائم و دائم جوش کی نہایت صابرانہ ثبات قدمی کی، دلیرانہ مگر عاقلانہ طریق عمل کی، اخلاص کی، اپنے نفس پر پورا قابو رکھنے کی، لومۃ لائم کی ملامت سے بے خوفی کی۔ غرض صادق مسلم اور مؤمن کامل کی شان پیدا کرنے کی۔ ضرورت ہے آپ کے نہاں خانہ دل میں سعی جمیل کا سچا جذبہ اور صحیح تڑپ، آپ کے اخلاق و کردار میں دلیرانہ استقامت و ایثار، آپ کے جوارح میں قوت عمل اور ارادوں میں پختگی کی، ورنہ یہ جلسے اور پر جوش تقریریں کھٹن اور بلند پایہ مقصد میں آپ کو کامیاب نہیں کر سکتیں۔

كيف الوصول الى سعاد و دونها قلل الجبال و دونهن حتوف

آپ حضرات خوب جانتے ہیں کہ جس اہم مقصد کو لے کر آپ اٹھے ہیں، اور اس کی تکمیل کے لئے جس وادی پر خار کو آپ برہنہ پا ہو کر عبور کرنا چاہتے ہیں، وہ مشکلات، صعوبات اور تکالیف کا جنگل ہے۔ قدم قدم پر مشکلات کا سامنا ہے، طرح طرح کی مصیبتیں اور قسم قسم کے عوائق و موانع آپ کے دامن استقلال کو الجھائیں گے۔ غیروں کو چھوڑیئے، اپنوں کی صبر آزما اور حوصلہ شکن مخالفتیں درپیش ہوں گی، اور سب کچھ بدنی، مالی، جاہی اور جانی مشکلات پیش آئیں گی، اور آپ کے استقلال اور ثبات قدمی کو چیلنج دیں گی، لیکن یقین رکھئے کہ جس صحرائے پر خار میں آپ برہنہ پا چلنے کا ارادہ رکھتے ہیں اس کے راستہ سے جنت کا دروازہ بہت ہی قریب ہے۔ حضور صادق مصدوق ﷺ کے ارشاد

گرامی: ”حفت الجنة بالمكاره“ میں اسی کامیابی کی طرف لطیف اشارہ ہے۔ اس کے لئے محنت و جفاکشی، اس کی راہ میں جان توڑ کوشش اور جدوجہد آپ ہی حضرات کو کرنی ہوگی کیوں؟ اس لئے کہ ایسے اہم کام کا بار مجبوں اور دینداری کے مدعیوں پر ہی ڈالا جاتا ہے اور وہی اس کے اٹھانے کے لئے تیار ہو سکتے ہیں۔

مکتب عشق کا دیکھا یہ زلال دستور اس کو چھٹی نہ ملی جس کو سبق یاد ہوا  
یہ اللہ تعالیٰ شانہ کی سنت مستمرہ ہے، جس میں کسی قسم کی تبدیلی اور تغیر ممکن نہیں۔ کوئی قوم اللہ جل شانہ کی محبت اور اس کے راستہ پر چلنے کی مدعی نہیں ہوئی جس کو امتحان و آزمائش کی کسوٹی پر کسانہ گیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ رسولوں کا پاک زمرہ جن سے زیادہ پیاری اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں کوئی ہستی نہیں، وہ بھی مستثنیٰ نہیں رہے، بے شک ان کو مظفر و منصور کیا گیا، مگر کب؟ سخت ابتلا اور زلزال شدید کے بعد، جس پر قرآن حکیم ناطق ہے: ﴿حتی اذا استیئس الرسل وظنوا انهم قد کذبوا جاءهم نصرنا فنجی من نشاء﴾ الآیہ۔

غرض ہر حال میں دین کے خادموں کو انبیاء و مرسلین اور ان کے سچے وارثوں کے طور و طریق پر اور ان کے نقش قدم پر نظر رکھ کر اپنی رفتار کو جاری رکھتے ہوئے کام کرنا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جماعت کو ان کا سچا اتباع نصیب فرماوے، آمین۔

برادران اسلام! ایسے ہر اجتماعی و جماعتی نظام کو چلانے کے لئے تین چیزوں کی ضرورت ہے:

(۱)..... اخلاص: جو ہر دینی کام کی روح ہے، یعنی کام کرنے والوں کی نظر میں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی مقصود ہو، کوئی بھی عمل اگرچہ وہ بظاہر کتنا ہی نیک ہو، لیکن جب تک نیت میں اخلاص نہ ہو وہ عمل بے سود ہے، جب روح ہی نہ ہو تو قالب بے روح کس مصرف کا۔



بدون اخلاص کے کسی بڑے سے بڑے عمل کی کچھ حقیقت نہیں، اگر وہ کام محض اللہ تعالیٰ کی رضا مندی کے لئے ہے تو موجب اجر عظیم ہے، اور اگر نام و نمود کے لئے، شہرت و جاہ طلبی کے لئے ہے تو ایسا عمل قالب بے روح ہے۔ فساد نیت سے کام میں برکت نہیں ہوتی اور کام ناپائدار رہتا ہے۔

(۲)..... کارکنوں میں حقیقی جذبہ دینی خدمت کا شوق، ولوہ اور تڑپ۔

(۳)..... سرمایہ: اول کے دو کام کارکنوں کے ذمے ہیں، اور تیسرا کام یعنی فراہمی چندہ یہ بھی خواہاں اسلام و ہمدردان ملت کا ہے۔

آج کوئی ادارہ چھوٹا ہو یا بڑا، دینی و ملی ہو یا قومی ہو، یا قومی ہو، یا قومی ہو، امداد و تعاون کے بغیر چل نہیں سکتا، اس لئے دین دار اہل ثروت، مخیرین کو ایسے ادارہ کی امداد کی طرف توجہ بہت ضروری ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس نیک کام کو باحسن وجوہ مسلمانوں کے لئے مفید اور پورا فرماوے  
آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین، والصلوة والسلام علی رسولہ  
محمد وآلہ وصحبہ اجمعین، نگ طلبہ ناچیز

مرغوب احمد لاچپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ الکرام  
۱۲ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ مطابق ۳ دسمبر ۱۹۵۲ء، چہار شنبہ

بعد الحمد والصلوة! سال گذشتہ جو شیلے مخلص علماء کی ایک جماعت نے دینی و ملی خدمات کے جذبات کے ماتحت بنام ”مجلس خدام الدین“ ایک ادارہ قائم کیا، الحمد للہ کہ ادارہ نے سال بھر کی جدوجہد و پیہم سعی سے چند مفید کام انجام دیئے، جس کی تفصیل ناظرین کو مجلس کی مطبوعہ سالانہ روداد سے معلوم ہوگی، جس کا مجمل بیان حسب ذیل ہے:

- (۱)..... دس مکاتیب کی نگرانی، حسب ضرورت مالی اعانت۔
  - (۲)..... پچاس دینی مدارس کے طلباء کو ماہانہ وظائف۔
  - (۳)..... تقریباً پچیس، تیس تبلیغی جلسے۔
  - (۴)..... متعدد دینی رسائل و مفید علمی اشتہارات کی مفت تقسیم۔
  - (۵)..... حضرت یادگار سلف، حجۃ الخلف، شیخ الاسلام و المسلمین، مولانا مدنی مدظلہ کی زیر صدارت کڑو جیسے چھوٹے قصبہ میں ایک بے مثال مجلس کا سالانہ شاندار اجلاس، کہ جس کی نظیر صوبہ بمبئی کے وسیع علاقہ میں گذشتہ زمانہ میں بھی تلاش کرنے سے ملنی متعذر و دشوار ہے، جس سے مجلس کی مقبولیت کا اندازہ لگ سکتا ہے۔
- میں بھی خواہان اسلام اور ہمدردان ملت سے گزارش کروں گا کہ: وہ اس پر فتن دور میں ”مجلس خدام الدین“ کو ہر طرح مالی امداد و اعانت فرمائیں، نیز مخلص حضرات کو بھی اس طرف توجہ دلا کر مجلس کی مالی مشکلات کو دور فرمانے پر سعی بلیغ کرتے ہوئے ثواب دارین حاصل فرمائیں۔
- آج کوئی ادارہ چھوٹا یا بڑا، دینی، ملی ہو یا قومی، باہمی رواداری، امداد و اعانت کے بغیر چل نہیں سکتا، اس لئے دین دار مخیرین کو ایسے ادارہ کی امداد کی طرف توجہ از حد ضروری ہے۔
- دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجلس کے مخلص کارگزاروں کی بے غرض خدمت کو قبول فرمائے اور آپس میں اخلاص و اتحاد و محبت سے کام جاری رکھنے کی مزید توفیق عنایت فرما کر ادارہ کو زیادہ سے زیادہ شرف قبولیت بخشے، آمین۔

راقم: مرغوب احمد غفرلہ و لوالدیہ و لمشاخہ الکرام

مؤرخہ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ مطابق یکم فروری ۱۹۵۴ء

## چند معاینہ جات برائے جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، سملک

بسم الله الرحمن الرحيم

(۱)..... مدرسہ تعلیم الدین واقع ڈابھیل سملک کا سالانہ امتحان مورخہ: ۲۱/۲۲ شعبان ۱۳۲۷ھ بروز شنبہ و چہار شنبہ کولیا گیا، گو مدرسہ میں میری حاضری ایسے وقت ہوئی کہ طلباء عربی، فارسی و اردو کے امتحان سے فارغ ہو چکے تھے، بلکہ مجھے طبعی رنج ہے کہ میں ان طلباء کی اس لیاقت کو جو ان سے بروقت امتحان ظہور میں آئی نہ دیکھ سکا، تاہم میرے ان دوستوں نے جو مدرسہ کے متحن تجویز کئے گئے تھے ان سے جو حالات میں نے طلباء کے سنے، اس سے مجھے نہایت مسرت ہوئی کہ اردو، فارسی و عربی کم سن لڑکوں نے اس خوبی سے برسر مجلس برجستہ الفاظ میں نہایت آسانی سے کتابی سوالات کے جوابات دیئے کہ اہل مجلس خوش ہو جایا کرتے تھے۔

گجراتی و انگریزی کا امتحان میری موجودگی میں طلباء نے نہایت عمدہ طور پر دیا۔ انگریزی میں مشکل لغات کے ترجمے طلباء نہایت آسانی سے بتلا دیا کرتے تھے۔ اس کیفیت نے میرے قلب پر ایک نہایت گہرا اثر کیا۔

بلار یا یہ میری ذاتی رائے ہے کہ مدرسین مدرسہ نے نہایت جانکاہی و تندہی سے اپنے گرامی اوقات کو طلباء کی علمی و ادبی لیاقت بڑھانے میں صرف کئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ معلمین کی اس سعی کو مشکوریت کا جامہ پہنائے۔

علاوہ ازیں مدرسہ کے دیگر کاروبار کو بھی میں نے غور و تأمل اور طالب علمانہ نظر سے دیکھا، گو مدرسہ کی ابتدائی حالت ہونے کی وجہ سے بعض امور میں بے انتظامی ظہور میں آئی، لیکن اس کی وجہ صرف کمی سرمایہ و عدم توجہی معلمین کہی جائے اور کچھ نہیں۔

مدرسہ کے حسابات نہایت صاف ہیں۔ قریب قریب تمام روز آٹھ جمع خرچ کو میں نے نہایت تامل سے دیکھا۔ الحمد للہ مجھے مسرت ہوئی کہ ناظم مدرسہ جناب مولوی احمد حسن صاحب، محرر مدرسہ مولوی عبدالحی صاحب، نہایت صفائی و دیانت داری سے مدرسہ کے انتظامات میں سرگرم ہیں، لیکن تہذیب کا خیال خصوصیت سے اس مدرسہ کے منتظمین کو ہے، جس سے طلباء کے اخلاق نہایت عمدہ نظر آتے ہیں۔ باوجود بے سروسامانی و قلت آمدنی کے توکل علی اللہ قلیل مدت میں اس مدرسہ کے طلباء نے جو غیر معمولی لیاقت پیدا کی، اس کی وجہ وجیہ منتظمین و مدرسین مدرسہ کی خلوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے۔

مدرسہ تعلیم الدین ضلع سورت، بلکہ ملک گجرات میں اپنی جامعیت و خوبی کے اعتبار سے ایک نرالا مدرسہ ہے۔ اب اس کی ترقی قوم کی توجہ پر موقوف ہے، اگر قوم دامِ درم سے اس کی ترقی میں بدل و جان سعی کرے تو مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مدرسہ چند روز میں بہت زیادہ کام مفید قوم کر لے گا۔

اخیر میں قوم کے معززین حضرات و اہل دل سے میری یہ خواہش و درخواست ہے کہ وہ اس مدرسہ کو اپنا ذاتی مدرسہ سمجھ کر اس کی ترقی میں اپنی عالی حوصلگی سے حصہ لیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو ضلع سورت میں فیض کا موجب بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاچپوری، بقلم خود

مؤرخہ: ۲۳ شعبان ۱۳۲۷ھ، پنجشنبہ (نقوش بزرگاں ص ۶۸ ج ۱)

(۲)..... بعد الحمد والصلوۃ بندہ ناچیز مرغوب احمد لاچپوری سورتی عارض مدعا ہے کہ بندہ نے مؤرخہ: ۷ شعبان کو مثل سالہائے ماسبق طلبائے مدرسہ تعلیم الدین کا تقریری امتحان لیا۔ الحمد للہ کہ طلباء کی تعلیمی حالت قابل اطمینان و لائق تعریف نظر آئی۔ سال رواں میں

نسبہ سنین ماضیہ سے اب کے سال عربی طلبہ مقدار میں کم ہے، جس کی وجہ سے مدرسین کی تعداد بھی کم رہی، تاہم بلا مبالغہ کہنا پڑتا ہے کہ جناب مولوی احمد درویش صاحب و جناب منشی عبداللہ خان صاحب نے اپنے فرائض مذہبی کو باحسن وجوہ انجام دیا، جزا اہم اللہ تعالیٰ۔  
راقم: مرغوب احمد لاچپوری غفری عنہ

۱۷/شعبان ۱۳۳۹ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

(۳)..... بعد الحمد والصلوۃ! احقر مرغوب احمد لاچپوری عارض مدعا ہے کہ آج مؤرخہ: ۲۳ شعبان المعظم: ۱۳۳۶ھ بروز دوشنبہ کو بندہ نے بہ معیت جناب مولانا مولوی محمد یوسف لاچپوری، و جناب مولانا مولوی حافظ محمد اسماعیل اٹالوی، و جناب مولوی محمد امیر صاحب، و جناب مولوی حافظ اسماعیل صادق صاحب کفلیتیوی و جناب مولوی قاری عطاء اللہ صاحب ودیگر علماء و حفاظ مدرسہ تعلیم الدین کا سالانہ امتحان عربی فارسی اردو درجہ قرأت و قرآن کا لیا۔ الحمد للہ مدرسہ کی کاروائی دیکھ کر جی بہت خوش ہوا۔ جملہ اساتذہ و طلبہ نے پڑھنے اور پڑھانے میں خوب محنت کی ہے۔

بلا مبالغہ میں رائے دیتا ہوں کہ درجہ عربی میں بعض طلبہ نہایت ہونہار اور ایسے مستعد نظر آئے کہ جن سے آئندہ چل کر مدرسہ کو اپنی حسن سعی اور عمدہ کارگزاری کی بدولت بڑی نیک نامی اور شہرت کی امید رکھنا کسی طرح بیجا نہیں۔

گذشتہ چند برسوں کی متواتر کاروائیاں قوم کے سامنے برابر پیش ہوتی رہی ہیں، جن سے مدرسہ کا جزوی و کلی انتظام قوم کے اوپر ظاہر ہوتا رہا ہے۔ آئندہ مدرسہ کی ترقی قوم کی توجہ اور اعانت کی محتاج ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کو ہمارے ضلع کے باشندوں کے لئے رحمت کا باعث کر دے، آمین۔  
مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ

(۴)..... حامداً ومصلیاً و مسلماً:

بندہ مرغوب احمد لاچپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ الکرام عارض مدعا ہے کہ بندہ نے بتاریخ: ۱۸/۱۹ شعبان المعظم ۱۳۴۰ھ کو حسب معمول قدیم مدرسہ تعلیم الدین ڈابھیل، سملک کے طلباء عربی و فارسی کا امتحان لیا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مدرسہ کی حالت بہ نسبت سال گذشتہ عمدہ ہے۔ جناب مولانا احمد بزرگ صاحب نے مدرسہ کی باگ قوم کے اصرار سے جب سے اپنے ہاتھ میں لی ہے اس وقت سے دن بدن مدرسہ کی تعلیمی و انتظامی حالت ہر اعتبار سے رو باصلاح ہو رہی ہے۔  
اب ضرورت ہے کہ قوم کے متمولین اور با اثر حضرات اس مدرسہ کی مالی حالت درست کرنے میں ہر طرح توجہ کریں۔

مولانا احمد صاحب ونشی عبد اللہ صاحب ودیگر مدرسین کی حسن توجہ و انتظام و جفا کشی کی وجہ سے طلباء کی لیاقت اچھی ہے۔

جناب حاجی موسیٰ حسن منشی صاحب کی ہمت اور اخلاص میں اللہ برکت نصیب کرے کہ حاجی صاحب ممدوح نے اپنے آپ کو جملہ سارے گاؤں سے منقطع کر کے مدرسہ کے لئے وقف کر دیا ہے۔ طلبہ کے ساتھ جو محبت و ہمدردی حاجی صاحب موصوف کو ہے وہ قابل ستائش و لائق تعریف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب حضرات کو جزائے خیر دے اور ان کے اخلاص میں برکت نصیب کرے، آمین۔ بندہ مرغوب احمد قالہ بفمہ ورقمہ بقلمہ

مؤرخہ: ۱۹ شعبان ۱۳۴۰ھ (نقوش بزرگاں ص ۱۰۶ ج ۱)

(۵).....حامدا و مصلیا و مسلما

بندہ مرغوب احمد لاچپوری غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ الکرام  
خیر خواہان قوم وبہی خواہان ملک و ملت کی خدمت عالیہ میں عرض پرداز ہے کہ حسب  
دستور قدیم و مثل سالہائے ماسبق امتحان سالانہ طلبائے دارالعلوم تعلیم الدین میں راقم  
الحروف بھی شامل ہو گیا۔

جناب مولانا مولوی اسماعیل صاحب اٹالوی و جناب مولوی عبدالرحیم صاحب راندیری  
و جناب مولوی حافظ محمد اسماعیل کفلیتوی سابق مدرس مدرسہ ہذا، و جناب مولوی ابراہیم  
صاحب ڈابھیلی، و جناب مولوی محمد سعید صاحب عثمانی و دیگر حضرات نے عربی، فارسی، اردو  
و درجہ قرأت کا تقریری امتحان لیا۔

الحمد للہ علی احسانہ کہ مدرسہ کی تعلیمی و مالی و انتظامی حالت بنسبت سالہائے گذشتہ کے ہر  
طرح قابلِ اہتاج و لائق مسرت و موجب شکر الہی ہے۔ مدرسین نہایت توجہ و جفاکشی سے  
اپنے فرائض منصبی کو ادا فرما رہے ہیں۔

مجھے کئی سال سے متواتر اپنے احباب کے ساتھ سالانہ امتحان کے مواقع پر حاضری کا  
اتفاق رہا، لیکن اب کے سال مولانا احمد بزرگ صاحب کی حسن توجہ سے مدرسہ نے ہر مد  
میں خاطر خواہ اصلاح و ترقی حاصل کی ہے۔

درجہ قرأت کا امتحان ہمارے روبرو جناب مولوی قاری محمد یامین صاحب مدرس  
مدرسہ ہذا نے لیا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں نے مخارج حروف اور قواعد تجوید کو بہت تھوڑے  
زمانہ میں خوب ضبط کیا ہے۔ مدرسہ کی تعلیمی حالت نہایت اچھی ہے، اور قابلِ تعریف اور  
لائقِ صد شکر ہے۔

مدرسہ میں ایک خوشی اس امر سے ہوئی کہ مدرسہ کے موجودہ مدرسین و اراکین سب کے سب آپس میں یک دل و یک جان ہیں، جس سے مدرسہ کے بہت سے امور خوش اسلوبی سے طے ہو رہے ہیں۔

جناب منشی عبداللہ صاحب بڑودوی و مولوی محمد صدیق صاحب بڑودوی کی سعی کو اللہ تعالیٰ مشکوریت کا جامہ پہنائے کہ ہر دو بزرگوار علی الترتیب فارسی، عربی کی تعلیم میں بہت جانفشانی و تندہی فرما رہے ہیں۔

امتحان سے فارغ ہونے کے بعد مدرسہ کا مالی نظام، حسابات و روز میل وغیرہ کو مجملہ دیکھا۔ حساب بہت صاف اور نہایت کفایت شعاری اخراجات مدرسہ کو پورے سال بھر میں بنایا گیا ہے، جس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے سال بھر کے اخراجات کے بعد ایک معقول رقم پس انداز ہو گئی ہے۔

مدرسہ میں آئندہ کچھ اصلاحات کی ضرورت ہے، لیکن اس کے لئے متمول حضرات کے متوجہ ہونے کی خاص ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مدرسہ کے فیض کو ہمیشہ باقی و قائم رکھے، آمین۔ راقم الحروف  
مرغوب احمد غفرلہ

مؤرخہ: ۱۸ شعبان ۱۳۴۱ھ، یوم الجمعہ (نقوش بزرگاں ص ۱۰۷ ج ۱)

مولانا مولوی مرغوب احمد صاحب کی مذکورہ بالا تحریر سے ہم دستخط کنندگان متفق ہیں:

(۱)..... محمد اسماعیل کفلیٹیو۔ (۲)..... اسماعیل حسین اٹالوی۔ (۳)..... عبد الرحیم راندیری۔ (۴)..... محمد سعید عثمانی۔ (۵)..... محمد ابراہیم موٹا ڈابھیلی۔

نوٹ..... راقم مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی مدظلہ کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ موصوف کی محنت سے یہ معائنہ جات موصول ہوئے۔ طبع اول میں عدم اظہار پر معذرت۔



## کیفیت امتحان سالانہ مدرسہ تعلیم المسلمین بھروچ

الحمد للہ والممتۃ: آج بندہ ناچیز مرغوب احمد لاچپوری و جناب مولوی احمد حسن صاحب ناظم مدرسہ تعلیم الدین (ڈابھیل) نے مدرسہ تعلیم المسلمین قصبہ بھروچ کا سالانہ امتحان لیا۔ الحمد للہ کہ بالا جمال بنسبت دیگر ابتدائی مدارس اسلامیہ کے نتیجہ بہت عمدہ اور قابل تعریف رہا۔ فارسی، اردو، قرآن مجید امتحان میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اکثر بچوں نے ایسا امتحان دیا کہ آفریں کہنے کو جی چاہتا ہے۔

نتیجہ امتحان سے کارگزاران مدرسہ کی تعلیم و تربیت اطفال کے باب میں نہایت جدو جہد و تندہی و محنت کا پتہ چلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان مخلصین مدرسین و سرپرست مدرسہ کے اخلاص میں برکت دے۔

طلبہ کی تعلیمی حالت جو اس وقت ہے اگر ایسی ایک مدت تک رہی اور معلمین یعنی مدرسین کی محنت بحال رہی تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ تھوڑا عرصہ گزرنے کے بعد قوم میں ہونہار طلبہ کی ایک جماعت تیار ہو کر نکلے گی۔

میں مخلصانہ، مؤدبانہ ہی خواہاں حضرات معلمین و سرپرست مدرسہ کی خدمات میں عرض کرتا ہوں کہ امور مندرجہ ذیل کی رعایت ضرور فرماویں:

اولا:..... بہت سخت ضرورت اس امر کی ہے کہ قرآن خواہ طلبہ کے لب و لہجہ و درستی و صحت الفاظ و مخارج کو ہر طرح درست کیا جاوے۔

ثانیا:..... مدرسہ میں ضرورت اس امر کی ہے کہ ایک چپراسی ملازم رکھا جاوے جو ہر وقت مدرسہ میں حاضر باش رہ کر چھوٹے بچوں کی نگرانی و قفا فقا کرتا رہے۔

ثالثا:..... بروز جمعہ جو مسلمانوں کے لئے عید ہے، ضروری ہے کہ جمعہ اسلامی مدرسہ کو عین

تعطیل کا دن شمار ہو۔ مدرسین مدرسہ کی ضرورتوں کا خیال کر کے کہ نہانا، کپڑا دھونا، خط خطوط لکھنا وغیرہ ہے، ضرور ہے کہ مدرسہ ہذا میں بھی جمعہ کو پورے دن کی تعطیل ہوا کرے۔

جناب خیر مجسم سیٹھ ابراہیم صاحب و سیٹھ حسین صاحب جن کی علو ہمتی سے مدرسہ کو برابر معقول امداد پہنچتی ہے مدرسہ کو آئندہ بھی ان دونوں صاحبوں کی ذات سے ترقی کی بہت کچھ امید ہے۔ اللہ تعالیٰ ان صاحبوں کی ہمت میں برکت دے، آمین۔

راقم الحروف بندہ مرغوب احمد لاچپوری غفرلہ لوالدیہ

مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ

الاحقر احمد حسن عفی عنہ

مورخہ: ۱۹/ربیع الثانی ۱۳۲۸ھ مطابق: ۳۰/اپریل ۱۹۱۰ء

نقل معائنہ امتحان مدرسہ دارالعلوم تانبوئے رنگون

حامدا و مصلیا، اما بعد!

راقم الحروف بمعیت دیگر حضرات محنتین علماء کرام مورخہ ۷/شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ مطابق: ۱۳/اکتوبر: ۱۹۳۷ء حسب الطلب مہتمم و نگران تعلیم جناب مولانا محمود صاحب راندیری مظاہری بغرض امتحان طلباء مدرسہ دارالعلوم واقع سورتی سنی قبرستان تانبوئے روڈ رنگون حاضر ہوا۔ کتب مندرجہ ذیل: شرح جامی، دروس الادب، نحو میر، میزان منشعب وغیرہ کتابوں میں تحریری و تقریری امتحان لیا، بحمد اللہ نتیجہ امتحان قابل تعریف رہا۔

ناظم مدرسہ جناب مولانا محمود صاحب کے حسن انتظام و جناب مولانا فیض محمد صاحب بخاری و جناب مولانا حافظ مسیح الدین صاحب نے تندہی و جفاکشی سے بہت زیادہ توجہ فرما کر طلباء کی استعداد بڑھانے اور کتاب سے مناسبت پیدا کرنے میں خصوصیت سے سعی

بلغ فرمائی ہے۔ ناظم تعلیم ممدوح، علاوہ نگرانی کے روزانہ ایک گھنٹہ مدرسہ میں درس بھی دیتے ہیں۔ بفضلہ تعالیٰ اکثر طلباء نے امید سے زیادہ بہتر امتحان دیا۔ اللہ تعالیٰ حضرات اراکین و منتظمین و مدرسین مدرسہ کو جزائے خیر دے کہ یہ حضرات اپنی پوری توجہ مبذول فرما کر ملک برما میں دینی تعلیم کی بنیادوں کو مضبوط کر رہے ہیں، جو درحقیقت محافظین علوم دین و علوم سماویہ میں شمار ہو کر منشاء خداوندی و منشاء رسالت فخر دو عالم ﷺ کو پورا فرما رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ بایں توجہات و سعی منتظمین مدرسہ و مدرسین کے نیک ارادوں میں اخلاص و برکت عطا فرمائے، ع کار ہر سر نیست بار بار کتنی برداشتن

و آخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

کتبہ: مرغوب احمد لاچپوری

خادم دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون

### ایک اور معائنہ کا اقتباس

میرے متعلق ”نور الانوار“ کا امتحان تھا، جس کا پرچہ سوال دے دیا گیا تھا، لیکن جواب کو بوجہ خرابی صحت بغور نہ دیکھ سکا، لیکن جس ممتحن نے جواب کو دیکھا، انہوں نے آفریں و احسن کہا۔ اس کے علاوہ میری وہی رائے ہے جو حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ نے اپنے معائنہ میں تحریر فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس دینی و حقانی دارالعلوم کو ترقی عطا فرمائے۔

کتبہ: مرغوب احمد لاچپوری

خادم دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون

### ایک اور معائنہ کا اقتباس

بندہ نے ”ہدایہ“ جلد اول کا تحریری امتحان لیا، جوابات کے پرچے دیکھے گئے، جس سے

فی الجملہ مسرت ہوئی۔ جوابات کے دیکھنے سے طلبہ کی لیاقت کے ساتھ اس بات کا اعتراف کرنا ضروری ہے کہ استاذ نے ’ہدایہ‘ جیسی دقیق کتاب کے مشکل مقامات کو بہت حسن و خوبی سے سمجھانے کی سعی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ طلبہ کے علوم شوق میں برکت عطا فرمائے، اور اساتذہ کو بیش از بیش شوق و ذوق اخلاص کے ساتھ نصیب فرمائے، آمین۔

کتبہ: مرغوب احمد لاچپوری

خادم دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون

نقل معائنہ امتحان دارالعلوم تہائی، رنگون

بعد الحمد والصلوٰۃ!

مورخہ: ۱۲ شعبان المعظم ۱۳۵۶ھ مطابق: ۱۸ اکتوبر ۱۹۳۷ء کو علامہ عیش صاحب کی فرمائش پر دارالعلوم تہائی میں طلباء کے امتحان کے لئے حاضری ہوئی۔ کتب فقہ: نور الایضاح، والابند منہ پڑھنے والے طلباء کا امتحان لیا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی مسرت ہوئی کہ نور الایضاح پڑھنے والے طلباء نے بہت ہی قابلیت کے ساتھ امتحان دیا۔

مجھے یہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ مدرسہ مذکور کے اساتذہ جناب مولانا دین محمد صاحب و مولانا خلیل الرحمن صاحب نے طلباء کو کتاب سمجھانے میں خوب محنت اور پوری نگرانی سے کام لیا ہے۔ دوسرے متحن حضرات سے بھی نتیجہ امتحان معلوم کر کے اور جوابات کے پرچہ دیکھ کر خود دل کو بڑا اطمینان ہوا اور شادمانی حاصل ہوئی، خاص طور پر طلباء کے پڑھنے کا طریقہ عبارت پڑھ کر اس کو سمجھانے کی صلاحیت قابل تعریف ہے۔

بڑی مسرت اس سے بھی ہوئی کہ حضرت علامہ رشد کی صاحب تعلیمی نگرانی میں اپنا قیمتی وقت مرحمت فرما رہے ہیں۔ اور حضرت علامہ عیش صاحب باوجود کثرت مشاغل کے دار

العلوم کی ہر نوع کی نگرانی کے لئے اپنا کثیر وقت دے رہے ہیں۔  
اللہ تعالیٰ ان اصحاب کی کوششوں کو قبول فرماوے اور جمیع کارکنان دارالعلوم کے  
اخلاص اور حسن عمل میں برکت عطا فرمائے، آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

کتبہ: مرغوب احمد لاچپوری

### کیفیت امتحان مدرسہ محمدیہ نوساری

بعد الحمد والصلوة: آج مؤرخہ: ۵ ستمبر ۱۹۳۵ء میں ناچیز مرغوب احمد لاچپوری کو مدرسہ  
محمدیہ کے مختصر ہنگامی وقت میں امتحان لینے کا موقع ملا، اگرچہ مختصر وقت میں تمام طلبہ کا  
امتحان نہ لے سکا، لیکن دو مدرسوں کی درسگاہوں کے طلباء و طالبات کے قرآن شریف اور  
اردو مسائل دینیہ کا امتحان لے کر دل خوشہ ہوا۔ مجموعی طور پر طلباء کی لیاقت عمدہ نظر آئی۔  
دینی مسائل طلباء کو زبانی بخوب یاد ہیں۔

یہ دیکھ کر تسلی ہوئی کہ اساتذہ اور خاص کر منتظم مدرسہ جناب مولوی سید عبدالحی صاحب  
مدرسہ میں معیاری تعلیم جاری کرنے میں پوری سعی فرما رہے ہیں۔

طلباء کو مختصر وقت میں بہتر تعلیم ملے اس کے لئے مدرسہ میں جماعت بندی کی خاص  
ضرورت ہے، ہر طالب علم کو مختصر وقت میں جدا جدا تعلیم دینا از حد مشکل ہے۔

اللہ تعالیٰ مدرسین کو جزائے خیر عطا فرمائے اور کار صالحہ میں معاونین و ممبران مدرسہ کو  
اس سے زیادہ خدمت کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

کتبہ ناچیز:

مرغوب احمد لاچپوری

## ایڈریس من جانب مسلمانان لاجپور، علاقہ سچین

الحمد لله وكفى، والصلوة والسلام على من اصطفى

صاحب عزت، امیر ابن الامیر، نواب ابراہیم محمد یاقوت خان صاحب دام شمتہ وزاد اقبالہ

لہ الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست

آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

ع اے آمدنت باعث آبادی ما

حضور والا! ہم جملہ مسلمانان لاجپور عموماً، وٹریٹیان وکارگزاران جامع مسجد خصوصاً نہایت ادب وصدق دل سے آپ کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ آپ بحیثیت حاکم اسلام دوسری مرتبہ اپنی جامع مسجد میں ہماری درخواست کو شرف قبولیت بخشے ہوئے تشریف فرما ہوئے۔ جامع مسجد کی اس چہار دیواری میں آپ کی تشریف آوری خاص جامع مسجد کا سنگ بنیاد نصب فرمانے کے لئے ہم جملہ مسلمانوں کے لئے بے انتہا خوشی اور فخر کا باعث ہوتی ہے، اس لئے کہ آپ کی ذات والا کو ہم جملہ رعایائے سرکار سچی سرپرستی اور حقیقی ہمدردی کا مجموعہ پاتے ہیں۔

ایک عجیب خوش کن اتفاق ہے کہ آپ آج سے کامل دو سال پیشتر: ۲۰ جنوری ۱۹۲۵ء کو مسجد کے ملاحظہ کے لئے تشریف فرما ہوئے تھے۔ آج پھر کامل دو سال کے بعد وہی ۲۰ تاریخ جنوری کی واقع ہوئی ہے۔ دو سال کامل کے بعد ہماری دیرینہ آرزو کے سنگ بنیاد نصب کرنے کا بہتر اور مبارک موقع آپ کے دست مبارک اور آپ کے ارشاد سے حضرت مولانا سید ابوبکر العیدروس کے مبارک ہاتھوں سے ہمیں دستیاب ہوا۔

ہم صدق دل سے آپ کے شکر گزار ہیں کہ آپ کی دس ہزار روپیہ کی شاہانہ امداد سے

جامع مسجد کے کثیر المصارف کام کو بہت بڑی تقویت اور استحکام نصیب ہوا ہے۔ آپ نے ازراہ قدردانی اس ناچیز خادم دین کو ایک تحریری آرڈر انگریزی و گجراتی میں اپنے دستخط خاص سے مزین فرما کر بطور وثیقہ و سرٹیفکیٹ عنایت فرمایا، جس سے مسجد کے چندہ میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی، اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اب تک کامیابی ہو رہی ہے۔ اس شاہانہ عنایت اور دلی ہمدردی اور کامل توجہ سے ہم جملہ مسلمانان لاچپور آپ کے ممنون احسان ہیں۔

مزید شکرگذاری کا باعث یہ ہے کہ آپ نے: ۱۹۲۵ء سے اپنی مسجد کے امام کی پرورش کو ملحوظ فرماتے ہوئے ماہوار دس روپیہ کا دائمی وظیفہ مقرر فرما کر ہمیں گرویدہ احسان بنالیا ہے۔ قبل اس کے ایک عرصہ دراز سے اپنے دربار خاص کے چند قیمتی جھاڑ فائوسوں سے مسجد کو مزین فرمایا، اور روشنی کا انتظام بھی اپنے خزانہ عالی سے مہیا فرما کر ہمیشہ کے لئے مسجد کو روشن و منور فرمایا ہے۔

فی الحال مسجد کی تعمیر کے سلسلہ میں مال و اسباب ڈھونڈنے کے لئے خاص مہربانی فرما کر اپنے خرچ سے سرکاری موٹر لاری عنایت فرمائی، جس سے مسجد کے ضروری کام میں نہایت قیمتی مدد مل رہی ہے۔

اجرت و ہد خدائے کہ کردی تو یاورى با آں کساں کہ ناصر و یاورنداشتند  
آپ کوقسام ازل نے اپنے فضل و کرم سے جو اخلاق حسنہ، رحم دلی، فیاضی، طبیعت و مزاج کی نرمی، انسانی ہمدردی، رعایا کی دل سوزی اور عدل و انصاف کے ساتھ لطف و شفقت و مہربانی عطا فرمائی ہے، ان خاص نعمتوں پر ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایسا رحم دل اور منصف مزاج، فیاض اور عادل حاکم ہمیں نصیب فرمایا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

دور حال میں ارادۃ الہی و قضائے آسمانی سے..... بارانِ رحمت کی کمی وجہ سے زمین کی پیداوار میں نقصان واقع ہونے سے کاشتکاروں اور زمین داروں کو سرکاری مال گزاری میں جو کچھ دشواری اور تکلیف درپیش تھی، آپ نے اس تکلیف کو محسوس فرما کر ازراہ دوراندیشی و رحم دلی وصول قسط کی میعاد میں اضافہ فرما کر رعایا پر ایک خاص اور گراں بہا احسان فرمایا ہے جس کا تمام ہندو مسلمان و رعایا کے سرکار کی طرف سے ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

سرکار والا مدار کی طرف سے آپ کے بست سالہ دور حکومت میں وقتاً رعایا برابرا پر جو جو احسانات و عطیہ مراعات حقوق و ترقی ملازمین وغیرہ امور خیر ہوتے رہے ہیں، اس کے شکریہ کو ہمارے پاس کوئی قیمتی اور کافی الفاظ موجود نہیں، جس کو ہم ادا کر سکیں۔

پرو دگار عالم، حاکم حقیقی کے ہم پھر شکر گزار ہیں کہ ہم کو ایسے عالی دماغ، رعایا پرور، نواب والا جاہ کی رعایا ہونے کا شرف بخشا جو مثال میں اپنی آپ نظیر ہے۔

جامع مسجد لاچپو کی سنگ بنیاد اپنے خاص اہتمام سے قائم فرما کر آپ نے بنائے ابراہیمی یعنی تعمیر کعبۃ اللہ کی بنیاد کی یاد کو تازہ فرما دیا ہے۔ دہلی کی جامع مسجد کے سر بلند مینار صدیوں سے عہد شاہ جہاں کی یاد کو جس طرح زندہ کر رہے ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ حضرت بھیکن شاہ ولیؑ کی درگاہ کے مبارک روضہ کا چمکدار اور خوش نما

۱..... حضرت پیر بھیکن شاہ ولی رحمہ اللہ: ایک مجذوب قسم کے بزرگ تھے۔ موسم بارش کا ہو یا سرد و گرم برسوں آسمان کے چھت نیچے بیٹھے نظر آتے۔ عشق رسول اور یاد الہی میں مست رہتے۔ دنیا کے محبت اور راحت طلبی سے کوسوں دور تھے۔ معتقدین کا ہجوم آپ کے ارد گرد برابر رہتا، آپ عبادت کے شغل سے کچھ وقت فارغ کر کے ان کی طرف متوجہ ہوتے، فیض پہنچاتے، عبادت کی تلقین کرتے۔ کبھی اپنے جذب کی حالت میں ایسی بات کہہ دیتے جنہیں سامعین سمجھ نہ پاتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح کی کسی



گنبد اور لاچپور کی جامع مسجد کی پائندار اور خوبصورت عمارت آپ کے نام نامی واسم گرامی پر ملت ابراہیمی کا شعار بن کر ہمیشہ کے لئے زندہ یادگار رہے گی

ع خدا ہم چنیں کند

ع ایں دعا از من و ز جملہ جہاں آئین باد

آپ نے رعایا کی بہبودی و خلق خدا کی آسائش کی خاطر اپنی اسٹیٹ میں شفا خانے، مستورات کے لئے نرسین، اردو گجراتی کے مدارس و اسکول کھول کر اور ریاست کے انتظام کے لئے ادنیٰ و اعلیٰ حکام، ہر دل عزیز، منصف مزاج، ہمدرد ملازمین، بہم پہنچا کر ہم غریب رعایا کو آسائش بخشی ہے۔

و نیز اسٹیٹ میں ترقی تعلیم کے لئے لائق اور قابل مدرسین، گرل اسکول، انگلش کلاس وغیرہ کا اضافہ فرمانے کا آپ کا خاص ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس ارادہ میں آپ کو کامیاب فرما کر رعایا کو مستفید فرماوے۔

و نیز ہم مسلمانان لاچپور آپ کے خاص ایڈی سی صاحبزادہ سردار عبدالکریم خان صاحب زاد اقبالہ کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آپ کی ذات سے ریاست کے بہت سے

فرمائش پر لوگ مختلف چیزیں لے کر حاضر خدمت ہوئے، ایک صاحب لوٹے میں اس طرح کا مشروب لائے کہ جس میں کچھ نشہ کی سی کیفیت تھی۔ قریب کے ایک باشندے دیارام جوہری جو آپ سے ایک قسم کا بغض رکھتا تھا اور آپ کی حالت کو بناوٹ و دھوکہ سمجھتا تھا، نے دیکھا تو فوراً بولا: میاں صاحب یہ کیا ہے؟ ایک مسلمان اور ولی ہو کر نشہ آور چیز پی رہے ہو؟ بس اس بات کا سنا تھا کہ ایک کیفیت میں آپ نے ایک ہاتھ سے لوٹے کو پکڑا اور دوسرے ہاتھ سے اس کے ہاتھ کو اور فرمایا: کیا تو میرے اسلام و ایمان کا امتحان لے رہا ہے؟ پی یہ کیا ہے؟ اس نے پیا تو خالص عمدہ دودھ تھا، وہ قدموں میں گر گیا اور معتقد ہو گیا۔ آپ کی کئی کرامتیں بھی مشہور ہیں۔ ۳/ جمادی الاول ۱۲۶۶ھ سن وفات ہے۔

(اکابرین گجرات ص ۳۸ ج ۴)

امور میں اور خاص سرکار والا نام دار سے عرض و معروض کرنے میں ہم مسلمانوں کو ہر قسم کی سہولت اور امداد پہنچتی ہے اور مفید صلاح اور قیمتی مشورے ملتے رہتے ہیں۔

جامع مسجد کا سنگ بنیاد رکھنے کی مبارک رسم اور مسعود تقریب کا جلسہ ہماری قوم کے مشہور بزرگ اور اہل اللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب نور اللہ مرقدہ کے وجود سے خالی ہے؛ جس کا ہمیں از حد افسوس ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی میں ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے، اس تقریب کا وقت آنے سے پیشتر حضرت کا وصال ہو گیا، لیکن حضرت بزرگوار کو آپ سرکار نواب صاحب بہادر دام اقبالہ سے جو محبت تھی اور جامع مسجد کی ضروری تعمیر سے جو گہرا تعلق تھا، اس بنا پر حضرت مرحوم کی روح اس تقریب سے یقیناً شاداں و فرحاں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ حضرت کی روحانیت سے ہم کو فیض یاب کرے، اور اس مسجد کی ظاہری آبادی سے مرحوم کی روحانی زندگی کو خوش و معمور و آباد کرے۔

اخیر میں ہم جملہ مسلمانان لاچپور آپ کے صاحبزادگان والا مرتبت اور بالخصوص ولی عہد بہادر نواب زادہ حیدر خان صاحب کی ترقی علم عمل و زیادتی عمر و اقبال کے لئے دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان بلند اقبال نواب زادوں کو دونوں جہاں کی بہبودی نصیب فرماوے، خاتمہ کلام میں استاذ مرزا غالب کے دعائیہ شعر پر ہم اپنے ایڈریس کو ختم کرتے ہیں۔

تم سلامت رہو ہزار برس ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

ہم ہیں آپ کی وفادار رعایا، مسلمانان لاچپور، علاقہ سچین

۱۵/۱۱/۱۳۴۵ھ مطابق ۲۰/ جنوری ۱۹۲۷ء

یوم انجیس

# جامع مسجد لاچپور اور مدرسہ اسلامیہ لاچپور کی رپورٹ

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب نے لاچپور جامع مسجد کی تعمیر کے بعد ایک رپورٹ شائع کی تھی۔ اسی طرح آپ نے ”مدرسہ اسلامیہ لاچپور“ کا تیسری بار اجراء فرمایا، اس موقع پر آپ نے مدرسہ کی ایک رپورٹ بھی تیار کی تھی، وہ دونوں راقم کی فائل میں محفوظ تھیں، اور دونوں گجراتی زبان میں تھیں۔ راقم نے اپنی استطاعت کے موافق اردو میں ترجمہ کیا، اس کو یہاں حضرت کی تحریرات کے ساتھ شائع کیا جا رہا ہے۔ اس ترجمہ پر رفیق محترم مولانا عبدالحی سیدات صاحب مدظلہ نے نظر فرما کر جہاں مناسب سمجھا اصلاح فرمادی ہے۔ مرتب

## جامع مسجد لاچپور

بسم الله الرحمن الرحيم

حمد و صلوة کے بعد ناچیز مرغوب احمد لاچپوری، حال خادم دارالافتاء سورتی سنی جامع مسجد رنگون سلام مسنون!

عام اہل اسلام اور خاص کر ان نیک دل مسلمانوں کی خدمت میں جن کی پاکیزہ اور حلائی کمائی کی رقم جامع مسجد لاچپور کی تعمیر میں استعمال ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم اور مسلمانوں کی جانی و مالی مدد سے جامع مسجد کا تعمیری کام: ۱۱ سال کی مدت میں مکمل کرایا۔ ہم اس مالک الملک اور بے نیاز ذات کا بے انتہا شکر ادا کرتے ہیں کہ اس نے اپنی خاص مہربانی سے اپنے پاک گھر کی نئی تعمیر کی توفیق بخشی۔ اس کی مہربانی، ارادے اور مدد کے بغیر کوئی چیز نہیں ہو سکتی، اس کا دربار ہی سجدہ کے لائق ہے اور اسی کی بارگاہ میں سجدہ کرتے ہیں۔

اللہ اللہ اللہ اکبر! ۱۹۲۴ء کی وہ گھڑی کتنی بابرکت گھڑی تھی، کہ جس میں جامع مسجد کی صحن میں کچھ قومی اور دینی درد مند حضرات جامع مسجد کی تعمیر جدید کے مشورہ کے لئے جمع ہوئے تھے، اور بہت قیل و قال کے بعد اس رائے پر متفق ہوئے کہ اب اس قدیم عمارت پر بار بار پیسے خرچ کرنا مناسب نہیں، بلکہ اسے شہید کر کے از سر نو تعمیر کی جانی چاہئے۔ اس رائے کو حضرت بزرگوار شاہ صوفی سلیمان صاحب کے گوش گزار کیا گیا، حضرت نے اسے پسند فرما کر دعا فرمائی۔ حضرت کی دعا کی برکت تھی کہ حضرت کی حیات ہی میں ہم خدام کی محنت سے مرحوم یوسف محمد سلیمان راندیری کے رفاہی فنڈ سے: ۵۰ ہزار کی قیمتی رقم مسجد کے لئے منظور ہوئی، جس کی تحریری اطلاع ہم خدام مسجد کو بذریعہ الحاج محمد قاسم مراد دی گئی۔

اس کے بعد اہل لاچپور کے باہمت لوگوں کی کاوش سے دوسری معتد بہ رقم کا انتظام ہو گیا، جس کی تفصیل رپورٹ میں درج کر دی گئی ہے۔

سچین کے حاتم دل خلد نشین جناب ابراہیم محمد یاقوت خان صاحب کو حضرت شاہ صوفی صاحب نے بعض مرتبہ جامع مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی تھی۔ حضرت کے وصال کے بعد: ۲۰/ جنوری ۱۹۲۵ء کو خاص اپنے ارکان حکومت اور مع صاحبزادے عبدالکریم خان کے لاچپور آ کر پرانی جامع مسجد کا معائنہ کیا، نیا پلان ملاحظہ کر کے ہم خدام کی درخواست پر توجہ دے کر نئی تعمیر کے لئے: ۱۰۰۰۰ (دس ہزار) کی شاہی رقم منظور کی، اور ایک تحریری فرمان مع اپنی دستخط اور کورٹ کی مہر کے عنایت فرمایا، جس کی نقل درج ذیل ہے:

"Sachin castle"

Sachin

20th January 1925

Maulvi Margoub Ahmed of Lajpore is authorised by the undersigned to collect funds for the rebuiolding of Juma Masjid. The undersigned will donate a sum of rupees ten-thousand towards the above work on condidtion that a sum of Rs. 30 000 is collected by the Maulvi Saheb for the same.

Ibrahim Khan

Nawab of Sachin

”جامع مسجد لاچپور کی نئی تعمیر کرانی ہے، اس کے فراہمی مال کے لئے ہم نے مولوی مرغوب احمد صاحب کو اختیار دیا ہے، اس کام کے لئے مولوی صاحب: ۳۰۰۰۰ (تیس ہزار)

روپے جمع کریں گے تو ہم: ۱۰۰۰۰ (دس ہزار) کی رقم دیں گے۔

ابراہیم خان

نواب صاحب سچین

اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اہل لاچپور کو تن، من، دھن، اور پوری توجہ کے ساتھ اس کام کا شوق عطا فرمایا، جس کے نتیجے میں لاچپور، راندیر، رنگون، مولین، ٹرانسوال، وغیرہ مقامات پر لاچپور کے باشندوں نے بار بار کوشش و محنت کر کے رقم ارسال کی اور یہ شاہی کام: ۱۱ سال کی مدت میں پورا ہوا۔ جس کی یہ تفصیلی رپورٹ ناظرین کی معلومات کے لئے شائع کیا جا رہی ہے۔

اس روئداد میں چند دہندگان کے ناموں کی لیست موجود ہے، لیکن ۱۹۲۵ء میں لاچپور میں کئے گئے چندہ کے ناموں کی لیست خاصی طویل ہونے کے سبب ترک کر دی گئی ہے، اور مجموعی تعداد پر اکتفا کیا گیا ہے، اور تفصیلی نام وغیرہ مسجد کی فائل میں موجود ہے۔

مسجد کی امانت اور عارضی حساب متولی مسجد جناب احمد محمد کاسوجی صاحب کے ذمہ رہتا تھا۔ مسجد کے لئے خریدے گئے سامان کے تمام بل ان کے پاس فائل میں موجود ہیں۔ اور پختہ حساب بھائی چند ہیرا چند بنیا کے پاس روزانہ تیار ہوتا تھا۔ ان حضرات کی محنت کا میں شکر گزار ہوں۔ فی الحال متولی کے معاون کی حیثیت سے الحاج ابراہیم احمد عابد صاحب بھی ہیں۔

نواب صاحب سچین کے حکم سے: ۱۹۲۹ء میں بتیس ہزار روپے سات آنے اور دوپائی کا تفصیلی حساب مع تمام بلوں کے حکومت کو پیش کیا گیا تھا، جن کی کاپی سچین کورٹ میں رکھی گئی ہے، جس پر سچین کورٹ کی طرف سے مہر ثبت ہے، اس کے بعد: ۱۹۳۰ء میں مرحوم

سرکار نواب صاحب کے حکم سے: ۵۰۰۰/ (پانچ ہزار) کا ایک قیمتی تحفہ موصول ہوا اور بقیہ ۵۰۰۰/ (پانچ ہزار) کے آئندہ فصل میں دینے کا وعدہ کورٹ کو تحریری دے دیا گیا ہے۔

۱۹۲۸/۲۹ء میں ٹرانسوال سے تین رقم: ۱۹/ پاؤنڈ ۴۰/ پاؤنڈ ۱۵/۹۱/ پاؤنڈ یعنی کل ملا کر ۱۴۶/ پاؤنڈ مکمل: ۱۴۶/ محترم سلیمان احمد بخاریہ کے ذریعہ ملی۔ ۱۹۲۹ء میں ۸۵/ پاؤنڈ بمعرفت محمد یوسف بلبلیہ ملے۔ ۱۹۳۲ء میں جہانسبرگ سے لاجپور کی نیک دل عورتوں نے بذات خود مستورات میں چندہ کر کے: ۱۶۲۰/ روپے بذریعہ چیک، الحاج اسحاق ابراہیم ڈوکران کے واسطے سے بھیجوائے۔ ۱۹۳۴ء میں: ۱۱۱/ پاؤنڈ بمعرفت سلیمان احمد بخاریہ سلیمان یوسف کولا کے ہاتھوں ملے، جن کے ناموں کی تفصیل ان حضرات سے ہم کو مل نہ سکی، اس لئے رپورٹ میں ان کی تفصیل درج نہیں۔ ۱۹۳۵ء میں ٹرانسوال سے جمع کی گئی رقم کی تفصیل موصول ہوئی، اس لئے وہ درج کر دی گئی۔

مسجد کے جمع و خرچ کا مکمل حساب جو دکھایا گیا ہے وہ ہمارے کوششوں کا نتیجہ ہے، علاوہ ازیں حوض کے اوپر کا خوبصورت و مضبوط تخت اور اس کے اوپر کمائوں سے مزین حسین عمارت لاجپور کے ایک نیک دل، زراعت پیشہ شخص جناب محمد ہاشم ڈوکران نے اپنے والدین کے ایصال ثواب کے لئے، اپنی گاڑھی کمائی اور محنت و مزدوری سے جمع کی گئی دولت سے: ۳۰۰۰/ روپے میں اکیلے نے بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

معزز صاحبان! انسان غلطی کا پتلا ہے، ہم جامع مسجد کے ادنیٰ خدام بھی انسان ہیں اور بھولوں سے بھرپور ہیں، ہمیں اقرار ہے کہ ہم سے اس بڑے اور طویل سالوں پر مشتمل کام میں کئی غلطی ہوئی ہوں گی اور ہوئی ہیں۔ خاص کر اللہ امداد کرنے والوں کی امدادی رقم جس

امانت داری سے ہمیں رکھنی چاہئے تھی نہ رکھ سکے ہوں، اسی طرح کوئی رقم غیر استعمال کی جگہ استعمال ہوئی ہو تو اس کی معافی مانگتے ہیں، البتہ مسجد کے جمع و خرچ کے حساب میں بے احتیاطی و غفلت نہیں برتی گئی، اسی طرح بد نیتی سے مسجد کی امانت کو خورد و برد یا اسراف کر کے ضائع نہیں کیا گیا، تاہم آپ حضرات سے مؤدبانہ درخواست ہے کہ رپورٹ میں کوئی نقص نظر آئے تو برائے مہربانی ہمیں مطلع فرمائیں، اس کی تلافی کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ لیکن جن کی آنکھوں میں دوسروں کی خوبی اور اچھائی بھی عیب ہی نظر آتی ہوں ایسی آنکھوں کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں، ہاں حضرت شیخ سعدی اپنی ”گلستاں“ میں بہت عمدہ علاج تجویز فرما گئے ہیں۔

چشم بدانیش کہ برکنده باد کہ عیب نماید هنرش در نظر

اللہ تعالیٰ ایسی آنکھوں اور کینہ و ردلوں کو صاف کرے، اس دعا کے علاوہ ہمارے پاس کوئی تسلی بخش جواب نہیں۔

۱۹۲۷ء میں مسجد میں رنگ و روغن کیا گیا تھا، اس کے بعد سے اس کی نوبت نہیں آئی، مسجد کا ضروری سامان رکھنے کے لئے جس حجرہ کی تعمیر کی گئی ہے ان چھ دروازوں اور چار کھڑکیوں کا کام اسی طرح منارہ کی سیڑھی کا کام باقی ہے، اہل ٹرانسوال سے اس کام کی جلدی تکمیل ہو جائے اس کی امید کرتے ہیں۔ مسجد کی زمین کی آمدنی فصل کی خرابی کی وجہ سے دن بدن کم ہوتی جا رہی ہے۔ مسجد کی کچھ نہ کچھ مرمت، رنگ و روغن کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی طرح مسجد کے امام صاحب اور مؤذن صاحب کی تنخواہ میں بھی اضافہ کر کے خدام مسجد کو خوش رکھنے کی اشد ضرورت ہے۔

مسجد کی ملکیت میں: ۱۵۰۰ (پندرہ سو) روپے الحاج اسحاق ڈوکرات صاحب نے



ٹاور کی تعمیر کے لئے دیئے تھے، مگر ٹاور کا خرچ: ۳۰۰۰/ یا ۴۰۰۰/ ہزار کا ہے اور اہل لاچپور نے اسے بلا ضرورت خرچ ہونے کی وجہ سے، عبدالباقی صاحب کی کوشش سے دینے والے کی خوشی سے اس رقم میں: ۱۵۰/ کا اہلیہ محمد کا سوجی کی طرف سے اضافہ کر کے: ۱۶۵۰/ کی مجموعی رقم سے بمبئی ٹیلیفون کمپنی کے پندرہ شیرز مسجد کے لئے خریدے ہیں، اور: ۵۲۰/ ٹاپٹی ریلوے کے، دو ٹکٹ (دو بٹاتین) شیرز عبدالباقی بن سلیمان و چھیات صاحب کی طرف سے ان کے نانا حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب کے ایصال ثواب کے لئے دیئے گئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ جناب عبدالباقی صاحب بقیہ ایک ٹکٹ (ایک بٹاتین) شیرز کی قیمت انجمن کو دے کر پورا شیر مسجد کے لئے وقف فرما دیں گے۔

آخر میں ہم خدام مسجد لاچپور: راندر، بلیشور، رنگون، مولین، ٹرانسوال وغیرہ کے چندہ دہندگان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، اور تمام قسم کی جانی و مالی، چھوٹی بڑی رقم کا اجر اللہ تعالیٰ کے حوالہ کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کو قبول فرما کر دونوں جہاں میں بہترین بدلہ عطا فرمائے، آمین۔ آخر میں دوبارہ ہم اس رب اکرم کا شکر ادا کرتے ہیں، جس نے اپنے پاک گھر کی خدمت ہم کترین گنہگاروں سے لی۔ ہم سے کچھ نہ ہوا، جو کچھ ہوا، اس کے فضل و عنایت سے ہوا۔

کیا فائدہ فکر بیش و کم سے ہوگا ہم کیا ہیں جو کوئی کام ہم سے ہوگا

جو کچھ ہوا، ہوا کرم سے تیرے جو کچھ ہوگا، تیرے کرم سے ہوگا

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے مسجد آباد رکھے، اور اس کی آبادی کی برکت سے بستی اور اہل بستی کو آباد اور خوشحال رکھے۔ مرغوب احمد

## ”مدرسہ اسلامیہ لاچپور“ کی رپورٹ

بسم الله الرحمن الرحيم

### اشعار علم کی فضیلت کے

بنام خداوند ایزد تعالٰی	شہنشاہِ فرماں دہ لا یزال
فرستادہٗ جملہ پیغمبراں	برائے ہدایات ما گمراہاں
محمد نبی خاتم المرسلین	محمد نبی رحمۃ للعالمین
درودان پے اور آل اصحاب پر	ہو رحمت تمام ان کے احباب پر
وہ احباب جن سے شریعت کا کام	لیا حق تعالیٰ نے خوب اور تمام
ہوئے بعد ازاں پھر امان دیں	ترقی ہوئی ان سے دیں کے تیس
ہوا ان کی کوشش کا ایسا اثر	عرب اور عجم سب ہوئے با خبر
اصول شریعت کی تدوین کی	مسائل کی تعلیم و تلقین کی
تمہیں بھی یہ لازم ہے اے مومنین	کہ حاصل کرو مل کے سب علم دیں
پڑھو اور پڑھاؤ برغبت تمام	عمل بھی کرو صدق دل سے مدام
کرو دیں کی تعلیم اولاد کو	کہ تا دین ان کا نہ برباد ہو
اعانت کرے علم کی جو مدام	خدا اس کو جنت میں دیوے مقام
جو کوشش کرے دین کی تعلیم میں	مسائل کی تلقین و تفہیم میں
بلا شک ہو عقی میں اس کو ثواب	چلا جائے جنت میں وہ بے حساب

## علم اور علماء اور علم حاصل کرنے والوں کے درجات کا بیان

بلاشبہ آرام و راحت وہی معتبر ہے جس میں دوام و پائنداری ہو، عارضی آرام و راحت کو راحت و آرام کہنا مشکل ہے۔ دنیا کے اہل عقل اور ذی فہم لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ ہمیشہ رہنے والی راحت آخرت کی راحت ہے۔ جب یہ بات ثابت ہوئی کہ آخرت کی راحت ہمیشہ کی راحت ہے تو صاحب عقل پر لازم ہے کہ وہ آخرت کی راحت کا متلاشی ہو۔ جملہ آسمانی کتابیں ہمیں اس بات کا یقین دلاتی ہیں کہ آخرت کا دائمی آرام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں ہے۔ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر آخرت کی راحت کا حصول محال ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے؟ صحیح اور قوی دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی تابعداری حاصل کرنے کے تمام طریقے قرآن شریف اور احادیث شریفہ میں موجود ہیں۔ مذکورہ بالا صراحت سے یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ آخرت کی راحت کے حصول کے لئے قرآن و حدیث کا علم ضروری ہے۔ اس کے بغیر آخرت کی نعمتیں حاصل نہیں ہو سکتیں۔ اسی لئے اسلام نے اس علم کے حصول کو فرض قرار دیا ہے اور لوگوں کو رغبت دلانے کے لئے ہر جگہ اس کی بزرگی اور عزت اور درجہ بیان کیا ہے۔

تیسرے پارے میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا ایک دعویٰ بیان کیا ہے کہ میں وحدہ لا شریک ہوں، اور یہ ظاہر ہے کہ دعویٰ کی قوت دلیل و گواہ کی مضبوطی سے ثابت ہوتی ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے بطور گواہ فرشتے اور علماء کی گواہی پیش کی ہے۔ اس سے بڑھ کر علماء کی فضیلت کیا ہو سکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی بزرگی کے لئے علماء کو گواہی میں پیش فرما رہے ہیں۔

بکثرت حدیث شریف میں علم و علماء کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ زمین و آسمان کی جملہ مخلوق علماء کے لئے مغفرت کی دعا کرتی ہیں، اس سے علماء کی شرافت و بزرگی کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ عالم اپنے کام میں مشغول ہوتا ہے اور دنیا کی ساری مخلوق فرشتے تک اس کے لئے دعا کرتے ہیں۔

علم کی مجلس میں حاضری کو ہزار رکعت سے افضل، ہزار بیماروں کی عیادت سے بہتر اور ہزار نماز جنازہ میں شرکت سے افضل فرمایا گیا ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! (ﷺ) قرآن شریف کی تلاوت سے علم کی مجلس کی حاضری بہتر ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: قرآن شریف بغیر علم کے کیسے سمجھا جاسکتا ہے؟

جو عالم مخلوق کو اللہ کے راستہ کی طرف بلاتا ہے، وہ حقیقت میں پیغمبروں کا نائب ہے، یہ علماء وہی کام کر رہے ہیں جس کے لئے انبیاء علیہم السلام تشریف لاتے تھے۔ ان فضائل کی وجہ سے شروع اسلام میں مسلمانوں کو حصول علم کی طرف بڑی رغبت و شوق تھا، اور پوری عمر اسی میں گزار دیتے تھے۔

اسلامی حکومت اور مسلم بادشاہوں کے دور میں بھی علماء کی امداد کی جاتی تھی، جس سے یہ حضرات بے فکری سے علم کی اشاعت کی طرف ہم تن متوجہ رہتے تھے۔ انہیں حضرات کی کوشش کا نتیجہ ہے مسلمانوں میں ایسے ایسے قابل اور لائق علماء پیدا ہوئے کہ بجا طور پر مسلمان ان پر فخر کر سکتا ہے۔

درحقیقت اسلام کی خیر خواہی اور علم کی اشاعت عام کے لئے مدارس عربیہ دینیہ کا قیام بہت ضروری ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی حمایت اسی میں مضمر ہے کہ ہر جگہ اسلامی علوم کی ترویج ہو۔

اسی مقصد کے پیش نظر آج سے ۳۴ سال قبل یعنی ۱۲۹۵ھ میں کچھ باہمت افراد نے لاچپور (ریاست سچین ضلع سورت) میں ”مدرسہ الہیہ“ کے نام سے ایک مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب اس کے روح رواں تھے۔ حضرت کی توجہ اور محنت سے یہ مدرسہ: ۱۰/۸ سال بحسن خوبی اور نہایت شان سے چلتا رہا۔ اس میں نامی گرامی علماء یکے بعد دیگرے استاذ کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہیں۔ دور سے طلبہ آکر علمی پیاس بجھاتے تھے۔

مدرسہ میں طلبہ کے لئے ہر طرح کی کھانے، پینے، کپڑے، رہائش وغیرہ کی جملہ ضروریات کی سہولت مہیا تھیں۔ عربی کے دو مدرس اور فارسی و حفظ کے ایک ایک مدرس کے علاوہ قاضی، منشی وغیرہ حضرات مدرسہ کے معاون کی طور پر خدمت کیا کرتے تھے۔

مدرسہ کا ماہانہ خرچ: ۱۲۵/۱۵۰ روپے تک تھا۔ اور سالانہ خرچ ڈیڑھ دو ہزار روپے کا لاچپور اور قرب و جوار کے دیہات سے پورا ہوتا تھا۔ اس میں بڑا تعاون سچین کے نواب اور ان کی اہلیہ کی طرف سے سالانہ: ۲۰۰ روپے کا تھا۔ راندر کے عالی ہمت حضرات کی طرف سے بھی قابل قدر مدد ملتی تھی۔

اس کے علاوہ: کفلیہ، ڈابھیل، سملک، آسنہ، بارڈولی، نصیر پور، بھٹنی، تیلار، مولدھرا، عالیپور، جوگاڑ، چیتالی وغیرہ گاؤں سے غلہ اور نقد دونوں طرح اچھا تعاون ہوتا تھا۔

اس وقت قریہ اور برون قریہ کے کئی طلبہ حصول علم میں مشغول تھے۔ مدرسہ کے پورے خرچ کا دار و مدار مسلمانوں کے تعاون اور چندہ پر تھا، جب تک اہل محنت کوشش کرتے رہے کام چلتا رہا، جب ان حضرات کی محنت میں کمی آتی گئی کام میں بھی کمی محسوس ہوتی گئی اور ہوتے ہوتے ایک مدت کے بعد مدرسہ کا کام موقوف سا ہو گیا۔

اس کے بعد: ۱۳۱۵ھ میں حضرت مولانا احمد میاں صاحب صاحبزادہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب نے اپنے شوق اور لگن سے پڑھانا شروع کیا، رفتہ رفتہ دور دور سے علم کے متوالے جمع ہو گئے، اس طرح طلبہ کی تعداد: ۱۵/۱۵ ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ سلسلہ: ۴/۴ سال تک بہت اچھی طرح چلتا رہا۔ اور کمال یہ کہ اس درمیان مدرسہ کا کوئی ذریعہ آمدنی نہیں تھا، حضرت مولانا اللہ یہ خدمت انجام دیتے تھے۔ یہ ایسی قربانی کا نتیجہ ہے کہ علاقہ کے مشہور اہل علم نے ان سے فیض حاصل کیا۔

جناب مولوی محمد یوسف صاحب لاچپوری، جناب مولوی سید عمر لاچپوری، مرحوم مولوی سلیمان حسن لاچپوری، مولوی سید عبدالحی لاچپوری، مولوی احمد بزرگ سملکی، مولوی احمد حسن سملکی، مولوی احمد درویش سملکی، حاجی ابراہیم میاں سملکی، مولوی حافظ ابراہیم کفلیتی، مولوی حافظ عبد الرحمن بھوپالی، مولوی وزیر خاں حیدر آبادی، مولوی خدا بخش صاحب پنجابی، مولوی عبد اللہ صاحب پنجابی وغیرہ حضرات اسی مدرسہ ”اسلامیہ الہیہ“ کے تعلیم یافتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ حضرت مرحوم کی روح کے لئے تاقیامت صدقہ جاریہ بنائے۔

اس کے بعد کچھ مدت تک یہ کام پھر رک گیا، فی الحال اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے کچھ اہل ہمت حضرات نے صدق نیت اور حضرت صوفی صاحب کی سرپرستی میں دوبارہ شروع کیا ہے۔ اب کی مرتبہ اہل لاچپور کا اس میں بڑا اچھا تعاون ہے۔

شروع شروع میں حضرت صوفی صاحب کی طرف سے ایک حافظ صاحب مقرر تھے۔ پھر بچوں کی تعداد کی زیادتی کے سبب دو کا تقرر کیا گیا، پھر تھوڑی ہی مدت میں فارسی، عربی پڑھنے والے بچوں کی وجہ سے ایک عربی اور ایک فارسی مدرس کا بھی انتظام کرنا پڑا، پھر اہل قریہ کے بچوں کی تعداد میں اضافہ کے سبب ایک اور مدرس رکھنا پڑا۔ اس وقت مدرسہ میں

دو عالم، ایک حافظ، ایک منشی وغیرہ مل کر: ۵/ افراد مقرر ہیں۔ بیرونی و یتیم طلبہ کے لئے کھانا پکانے کے لئے ایک طبّاخ بھی ہے۔ دونوں وقت مدرسہ میں طلبہ کے لئے کھانے کا انتظام ہوتا ہے۔

اہل استطاعت طلبہ مدرسہ میں اپنے کھانے کا غلہ جمع کراتے ہیں، ایسے طلبہ سے فقط غلہ لیا جاتا ہے، بقیہ جملہ خرچ مدرسہ برداشت کرتا ہے۔  
فی الحال مدرسہ کا ماہانہ خرچ: ۷۰/ سے ۸۰/ روپے تک کا ہے۔ مدرسہ کا ایک سال کا حساب اسی رپورٹ میں درج کر دیا گیا ہے۔

مدرسہ میں ماہانہ امتحان اسلامی مہینے کی پہلی تاریخ کو لیا جاتا ہے۔ سالانہ امتحان سال گذشتہ: ۱۲/ شعبان کو رکھا گیا تھا۔ عربی، فارسی، اوراد و کا امتحان مولانا حافظ ابراہیم کفلیتوی اور ناچیز مرغوب احمد نے لیا تھا۔ قرآن شریف کا امتحان مولوی عبدالحی صاحب نے لیا۔  
گجراتی امتحان کے لئے ماسٹر اسماعیل صاحب کو مدعو کیا گیا تھا، مگر اردو اسکول لاچپور کے امتحان کی مشغولی کی وجہ وہ نہ آ سکے اور وہ امتحان بھی ناچیز اور جناب اسماعیل احمد بخاریہ صاحب کے ذمہ رہا۔ امتحان کا نتیجہ الحمد للہ بہت اچھا رہا، ۹۵/ فی صد کامیابی رہی۔ نیچے درج شدہ کیفیت سے اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے:

مؤرخہ: ۱۲/ شعبان ۱۴۲۸ھ کے روز عربی، فارسی اور اردو درجات کی کل: ۲۱/ کتابوں کا امتحان مدرسہ عربیہ لاچپور کے طلبہ کا ہم نے لیا۔ طلبہ نے اچھی قابلیت سے امتحان دیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اساتذہ کی محنت قابل قدر ہے، اور قلیل مدت میں فارسی پڑھنے اور تحریر دونوں میں بہت کچھ یاد کر لیا ہے۔

مدرسہ کے کارکنان بصد شوق و توجہ تمام کام انجام دے رہے ہیں، جو قابل تعریف

ہیں۔ ہمیں امید ہیں کہ اگر مدرسہ کے خدام اسی طرح شوق و لگن سے اپنے کام میں متوجہ رہیں اور معاون حضرات کا تعاون رہا تو یہ باغ احمدی کے جاری فیض سے بکثرت طالب علم فیض یاب ہوں گے۔

احقر ابراہیم محمود ٹیپل

عبدالحی اسماعیل قاضی

گاؤں کے بہت سے حضرات امتحان کے دن مدرسہ میں حاضر ہوئے تھے، ہم خدام ان کا شکریہ ادا کرتے ہیں، خاص کر ممتحن حضرات کا بھی، انہوں نے امتحان کے لئے وقت فارغ فرمایا اور مفید مشوروں سے بھی تعاون فرمایا۔

## مدرسہ کے قوانین

### قوانین برائے مہتمم

- (۱)..... مدرسہ کے مکمل حساب کی ذمہ داری مہتمم صاحب کی ہوگی۔
- (۲)..... مہتمم صاحب کے لئے ضروری ہے کہ جو رقم مدرسہ کے لئے وصول کریں اس کی رسید دے کر امانت میں جمع کرا دیں۔
- (۳)..... مدرسین کا تقرر، ضرورتاً مدرس کو اجازت دینا، طلبہ کا داخلہ کرنا یا داخلہ سے انکار، طلبہ کا کھانا مدرسہ میں مقرر کرنا وغیرہ جملہ امور کا اختیار مہتمم صاحب کو رہے گا۔
- (۴)..... مہتمم صاحب کے ذمہ یہ بھی ہے کہ مدرسہ کے اوقات اور خارج اوقات میں ملازم اور طلبہ پر نظر رکھے۔
- (۵)..... جس وقت مہتمم صاحب مدرسہ میں نہ ہوں گے تو مدرس عربی ان کی جگہ نائب مہتمم



رہیں گے۔

- (۶)..... ہر چندہ دہندگاں کو مدرسہ کا خیر خواہ سمجھا جائے۔  
 (۷)..... اہل علم، تجربہ کار مدارس کے نظام سے واقف، مخلص اور ذاتی اغراض سے پاک حضرات مدرسہ کی شوری کے ذمہ دار ہوں گے۔

### قواعد برائے مدرسین

- (۱)..... صبح کو: ۴ اور دو پہر کو: ۲ گھنٹے ہر مدرس کے لئے مدرسہ میں حاضر ہو کر اپنے کلاس کو سنبھالنا ضروری ہے۔  
 (۲)..... عربی، فارسی مدرس دونوں وقت اسباق پڑھائیں گے۔ اور قرآن شریف کے مدرس آخری وقت میں دور سننے کا بھی اہتمام کریں۔  
 (۳)..... مدرسین اپنے طلبہ کی عادتیں، آداب، سلام، کلام، پاکی، صفائی اور نماز کا اہتمام کریں، اس پر بھی نظر رکھیں۔  
 (۴)..... فارسی اور قرآن شریف کے اساتذہ کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ مدرس عربی کی اجازت کے بغیر کوئی نئی کتاب شروع نہ کریں۔  
 (۵)..... مدرسین کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ خود نماز، روزہ کے پابند رہیں اور فتنہ و فساد سے پرہیز کریں، اور ہر وقت مدرسہ کا خیر خواہ رہیں۔

### قوانین برائے طلبہ

- (۱)..... پڑھائی کے وقت میں تمام طلبہ کے لئے کلاس کی حاضری ضروری ہے۔  
 (۲)..... جمیع طلبہ جن کا کھانا مدرسہ کے ذمہ ہو یا نہ ہو ان کے لئے ضروری ہے کہ بلا اجازت مدرسہ سے غیر حاضر نہ رہیں۔ اور مدرسہ میں مقیم طلبہ کے لئے رات کا قیام بھی

مدرسہ میں ضروری ہے۔

(۳)..... نئے طلبہ کا داخلہ امتحان کے بعد ہوگا۔ اور جو کتاب مدرس یا مہتمم تجویز کریں گے اس کی پابندی ضروری ہوگی، اپنی مرضی سے کوئی کتاب شروع نہیں کی جائے گی۔

(۴)..... کسی طالب علم سے کوئی فیس نہیں لی جائے گی۔ اور طالب علم کا کھانا مدرسہ سے مقرر کرنے کی کوئی حد نہیں، اس میں مدرسہ کی حالت کے موافق تبدیلی کی جاسکتی ہے۔

(۵)..... جو طالب علم غریب اور ہوشیار ہوگا اس کو مدرسہ سے کھانا دیا جائے گا۔

(۶)..... بیرون طلبہ میں سے کوئی صاحب استطاعت ہو اور مدرسہ میں قیام کرنا چاہتا ہو تو ان سے ماہانہ پونمان دھان اور آدھا من جوار لی جائے گی، غلہ کے علاوہ جملہ خرچ مدرسہ برداشت کرے گا۔

(۷)..... طالب علم کو کسی قصور پر سزا دی جاسکے گی، اور کوئی جرم ایسا ہو جس سے مدرسین یا مدرسہ کی بے عزتی ہوتی ہو تو اسے خارج بھی کیا جاسکتا ہے۔

### چندہ کے قوانین

(۱)..... چندہ کے لئے کوئی حد متعین نہیں، قلیل و کثیر سب دیا جاسکتا ہے۔

(۲)..... چندہ کی پانچ قسمیں ہیں:

اول:..... نقد چندہ ماہانہ ہو یا سالانہ مدرسہ کی حاجت کے مطابق خرچ کیا جائے گا۔

دوم:..... کسی خاص مد کے لئے دیا گیا ہو، مثلاً کتابوں کے لئے، یا کھانا کھلانے کے لئے، یا طلبہ کے کپڑے کے لئے، یا کسی انعام کے لئے، وہ اسی مد میں خرچ کیا جائے گا۔

سوم:..... زکوٰۃ، صدقہ، قربانی کی کھال کی رقم، لہذا وغیرہ انہیں شرعی حکم کے مطابق، مناسب جگہ خرچ کیا جائے گا۔

چہارم:.....غلہ پھل وغیرہ انہیں طلبہ کے کھانے میں استعمال کیا جائے گا۔  
 پنجم:.....کتابیں یا برتن جو مدرسہ میں دیئے جائیں گے وہ مدرسہ کی ملکیت رہیں گے۔  
 (۳).....چندہ دہندگان کو رسید دی جائے گی، جس پر مہتمم صاحب کی دستخط ہوگی، اس کا حساب سال یا دو سال میں رپورٹ کے ذریعہ ہمدردان مدرسہ کی خدمت میں پہنچایا جائے گا۔  
 (۴).....وہ حضرات جو کسی قسم کا بھی مدرسہ کا تعاون کریں، ان کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ مہتمم صاحب کو اطلاع کریں کہ ان کی بھیجی ہوئی رقم اوپر کے اقسام میں سے کس مد کے لئے ہے تاکہ شریعت مطہرہ کی روشنی میں اس کو خرچ کیا جاسکے۔

مرغوب احمد لاچپوری

### حضرت مدنی رحمہ اللہ کی وفات پر مفتی صاحب کا پیغام

عالم ربانی، فاضل حقانی، مرشد کامل، شیخ طریقت، زہد و تقویٰ، خلوص اور رواداری میں لا  
 ثانی، فیض اور برکت کے امام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کی خبر وفات صرف  
 ہندوستان کے مسلمانوں کے لئے ہی نہیں، پورے عالم اسلام کے لئے ماتم کدہ ہے۔ سب  
 جگہ اور تمام ممالک میں حضرت کی دل کور نچ پہنچانے والی اور غم ناک وفات کی خبر افسوس اور  
 بے چینی و پریشانی سے سنی گئی ہے۔ میں ضعیفی اور عذر کی وجہ سے اس وقت طویل مضمون لکھنے  
 سے قاصر ہوں۔ حضرت کی وفات صرف ان کی وفات نہیں، عالم اسلام کی موت کے مثل  
 ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت کی ذات میں بیشمار خوبیاں اور کمالات جمع فرمادیئے تھے، آپ  
 کی وفات کی خبر نے لاکھوں اہل محبت کو غمگین کر دیا ہے۔

احقر مرغوب احمد

# کرامات حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ

ترتیب: حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری

نوٹ..... حضرت صاحب سوانح رحمہ اللہ نے عارف باللہ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاچپوری رحمہ اللہ کی بعض کرامات کو جمع فرمایا تھا جو باغ عارف میں شائع ہو چکی ہیں، حضرت کے مضامین کے ساتھ ان کو بھی شامل کرنا مناسب سمجھا گیا۔ مرتب

## بسم الله الرحمن الرحيم

(۱)..... راقم الحروف نے نوعمری کے زمانہ میں ایک مرتبہ رات کے بارہ بجے ایک شخص کو کسی کے مکان میں چوری سے گھستے ہوئے دیکھ لیا اور دوسرے کو اس راز سے مطلع کر دیا۔ اس نے تین چار اور جمع کر لئے اور شور و شر کرنا شروع کر دیا۔ جس سے وہ شخص گھبرا کر باہر نکل آیا۔ لوگوں نے اس کو بہت لعنت ملامت کی۔ مجھے بھی بعد میں اس کی رسوائی کا بڑا افسوس ہوا۔ دوسرے دن بعد نماز عشاء کے حضرت صوفی صاحب جامع مسجد کی شمالی دیوار سے تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ تنہائی کا موقع دیکھ کر میں بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تھوڑی دیر کے بعد آپ نے فرمایا کہ: خدا کی ذات ستار العیوب ہے، وہ پردہ پوشی کو بہت پسند فرماتا ہے۔ آدمی کو لوگوں کے عیب چھپانا چاہئے۔ میں فوراً اپنی حرکت پر متنبہ ہوا اور بڑی ندامت ہوئی۔

(۲)..... میری ہمیشہ معظمہ عائشہ کا بیان ہے کہ: میری والدہ کی حیات میں والد مرحوم نے ایک دوسری شادی کر لی تھی۔ والدہ کو اس کا بڑا ملال اور صدمہ رہتا تھا۔ والد صاحب مرحوم کبھی کبھی اس بیوی کو چند روز کے لئے اپنے رہائشی گھر میں بھی رکھتے تھے، جس سے گھر میں قہقہے جھگڑے بھی ہوتے رہتے تھے۔ ایک روز حسن اتفاق سے حضرت صوفی صاحب میرے غریب خانہ پر تشریف لائے، والدہ حضرت سے بیعت تھیں۔ حضرت سے والد صاحب کی شکایت کرنے لگیں کہ: خدا نے صاحب اولاد بنایا ہے اس پر بھی دوسری شادی کر لی ہے۔ حضرت نے فرمایا: خدیجہ تو کیوں کڑھتی ہے؟ وہ غریب تو چھ مہینہ کی مہمان ہے۔ شان الہی کا ظہور یہ ہوا کہ چھ مہینہ کے بعد: ۱۳۰۱ھ میں ان کا انتقال ہو گیا۔ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی۔ میری ولادت انھیں دنوں میں ہوئی تھی، مجھے ان کی گود میں دے رکھا تھا۔

(۳).....راقم الحروف اور مولوی سید عبدالحی صاحب لاجپوری سابق امام جامع مسجد لاجپور ایک دن عشا کے وقت مسجد میں حوض کے قریب جنوبی جانب غربی کونہ پر جماعت کے انتظار میں بیٹھے ہوئے کچھ باتیں کر رہے تھے، حضرت عشاء عموماً تاخیر سے پڑھتے تھے۔ کوئی دس بجے کے قریب حضرت استنجا کی غرض سے اٹھے، مولوی صاحب فرمانے لگے کہ: جماعت بہت دیر میں ہوتی ہے مجھے نیند آرہی ہے، اگرچہ میں امام ہوں لیکن نماز تو اکثر اوقات حضرت ہی پڑھاتے ہیں، آج کل بوجہ کبر سنی اور ضعف کے اکثر نمازوں میں حضرت کو سہو ہوتا ہی رہتا ہے، مگر پھر بھی نماز خود ہی پڑھاتے ہیں۔ اسی قسم کی گفتگو ہو رہی تھی کہ حضرت وضو کر کے صحن مسجد میں تشریف لائے اور فرمانے لگے کہ: مولوی عبدالحی صاحب تشریف لائیے! آپ امام ہیں، نماز پڑھانے کا آپ ہی کا حق ہے، میں تو آپ کی اجازت سے پڑھا لیا کرتا ہوں، مجھے نماز پڑھانے کا کچھ شوق نہیں ہے، لیکن میرے استاذ حضرت مولانا محمد برکت اللہ صاحب محدث سورتی یہ فرمایا کرتے تھے کہ: نماز پڑھانے سے آدمی اختلاف سے امن میں رہتا ہے، مثلاً شافعی مذہب میں اقتداء پر نماز میں سورۃ فاتحہ پڑھنا فرض ہے، اور حنفی مذہب میں منع ہے۔ تو امام ہونے سے اس کشمکش سے بچ جاتا ہے، اب تو میں پڑھا دیا کرتا ہوں ورنہ مجھے کچھ شوق نہیں ہے، مولوی صاحب آپ پڑھائیے، مولوی صاحب نے عرض کیا: نہیں حضرت! آپ ہی پڑھائیے، آپ بزرگ ہیں اس گفتگو میں میں بھی شریک تھا، مجھے بڑی ندامت ہوئی۔

(۴)..... حضرت رحمہ اللہ اکثر اوقات احباب و مریدین کے خطوط کے جوابات مجھ سے لکھوایا کرتے تھے، چنانچہ سورت کے باغیچے میں (جبکہ آپ آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے) ایک مرتبہ میں گیارہ بجے کے قریب بیٹھا ہوا خط لکھ رہا تھا، آپ فرماتے جاتے تھے

اور میں لکھتا جاتا تھا۔ اثناء تحریر میں کوئی ایک جملہ آپ نے ایسا لکھوایا کہ جسے میں فصاحت و محاورہ کے خلاف سمجھ کر بدل کر بجائے اس کے دوسرا مناسب جملہ لکھنا چاہتا تھا، اس خطرہ کا آپ کو کشف ہوا، فرمانے لگے: میاں مرغوب احمد! اپنی رہنے دو جو میں کہوں وہی لکھو۔ خط نویسی سے فارغ ہونے کے بعد مجلس میں بیٹھ کر میں نے اس واقعہ کو حضرت کے بڑے صاحبزادے جناب مولانا محمد صوفی صاحب سے اور حضرت کے نواسے جناب مولوی محمد یوسف صاحب سے بیان کیا کہ حضرت کو میرے اس خطرہ کا کشف ہو گیا۔ نماز و اوراد ضروری سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے یاد فرمایا کہ: میاں مرغوب احمد ہے؟ میں نے عرض کیا: حاضر ہوں، فرمایا: کشف قوت حلال پر موقوف ہے، یا یہ فرمایا کہ: کشف صحیح قوت حلال سے بڑھتا ہے۔ اب تو یلذت ایمانی ہے۔

(۵)..... ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں چند احباب و خدام بیٹھے ہوئے تھے میں بھی حاضر تھا ایک آوارہ مزاج شخص آیا، اور آپ کی نظر بچا کر مجلس میں بیٹھ گیا، آپ نے نظر اٹھا کر فرمایا کہ: حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی مجلس میں ایک شخص آیا، تو آپ نے فرمایا کہ: کیا بات ہے کہ بعضوں کی آنکھوں سے زنا ٹپک رہا ہے؟ یا یہ فرمایا کہ: زنا کی بو آرہی ہے۔ اس سے یہ آوارہ مزاج نادم ہو کر مجلس سے اٹھ کر چلا گیا۔

(۶)..... جناب محمد لاکھانی ساکن لاچپور (کاٹھیاواڑ) کا بیان ہے کہ حضرت رحمہ اللہ سے مجھے جب پہلی ہی مرتبہ جیت پور میں نیاز حاصل ہوا تو میں نے حضرت سے ایک مسئلہ دریافت کیا کہ کپڑے سے چھوٹا استنجا درست ہے یا نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ: فقہاء نے مکروہ لکھا ہے، لیکن کپڑے سے استنجا کرنے سے پاکی حاصل ہو جاتی ہے، لیکن جس طرح تو کرتا ہے کہ ایک پارچہ مہینوں چلاتا ہے یہ درست نہیں ہے۔ محمد لاکھانی کہتے ہیں کہ: میں

نے ایک پارچہ طاق میں رکھ چھوڑا تھا جس کو میں وقت ضرورت استعمال کر لیا کرتا تھا، اس کو سوائے خدا کے کوئی نہ جانتا تھا۔ اس کشف واقعہ سے مجھے بڑی حیرت و ندامت ہوئی۔

(۷)..... انہی محمد مذکور لاکھانی صاحب کا بیان ہے کہ: میں حضرت مولانا غلام فاروق صاحب مجددی سے بیعت تھا، لیکن جب حضرت سے میرا اعتقاد زیادہ ہوا تو میں نے حضرت سے بیعت کی درخواست کی، آپ نے کچھ جواب نہ دیا، ایسا ہی اور باتوں میں ٹال دیا، جب میرا اصرار زیادہ دیکھا تو فرمایا: میاں کہیں ایک جو رو کے دو خاوند ہوتے ہیں؟ محمد لاکھانی کہتے ہیں کہ: حضرت سے میری سابقہ بیعت کا حال نہ میں نے ظاہر کیا اور نہ کسی دوسرے نے، حضرت کو بذریعہ کشف پتہ لگا، اس کے بعد بہت سی نصیحتیں فرمائیں کہ اپنے ولی نعمت قدیم سے بد اعتقادی اور روگردانی اچھی نہیں، ایسا آدمی ہمیشہ محروم رہتا ہے، ع

یک گیر و محکم گیر

..... محمد لاکھانی بہت بولنے والا اور حضرت کا منہ چڑھا خدام ہے۔ جب حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ جیت پور کی مسجد میں اخیر عشرہ رمضان میں معتکف تھے۔ حضرت صوفی صاحب کے اعزاز و اکرام و ہرلعزیزی و حقانیت و اتباع سنت و اجتناب بدعت کو بعض دین فروش تبراباز، پیشہ و رواعظ، مفسد مولوی دیکھ نہ سکے اور ان کو کاٹھیا واڑ میں اپنی روٹیوں کا خطرہ پیدا ہو گیا۔ جب حضرت رحمہ اللہ پر کوئی الزام قائم نہ کر سکے تو جاہل مسلمانوں کو بہکانے کے لئے ایک چلتا جادو اور آخری حربہ جو ان فتنہ انگیزوں کو مسلمانوں کی جہالت سے ہاتھ لگ گیا ہے کہ جس درویش کامل اور عالم حقانی سے ان کو اپنی روٹیوں میں خطرہ نظر آیا جھٹ مشہور کر دیا کہ یہ وہابی ہے۔

ایک رضا خانی مفسد گر گے نے اسی حربے سے کام لیکر مسلمانوں کو آپس میں لڑا دیا۔ اور شب قدر میں بھی رضا خانی گر گے درجنوں بد معاش اور غنڈوں کو مار پیٹ کے لئے کرایہ پر لے آئے اور خانہ خدا میں وہ خون ریزی ہوئی کہ الامان والحفیظ۔ ساری مسجد خون سے لالہ زار ہو گئی۔ جھاڑ، فانوس جھومر سب ٹوٹ پھوٹ کر مسجد میں انبار لگ گیا، کئی ایک شخص سخت زخمی و مجروح ہو کر مہینوں شفا خانوں میں



(۸)..... محمد لاکھانی کا بیان ہے کہ: میں ایک زمانہ میں بسلسلہ تجارت بسپس (چین) (برہما) میں مقیم تھا، شامت اعمال و غلبہ نفس سے ایک اجنبی عورت سے ناجائز تعلق ہو گیا تھا، ایک دن تنہائی میں نفس فسق و فجور پرتل گیا تھا، بظاہر کوئی امر مانع نہ تھا قریب تھا کہ منہ کالا کروں کہ حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ (جو اس وقت اپنے وطن لاچپور ضلع سورت میں تھے) نے غائبانہ ایک چائٹا مار کر فرمایا کہ نالائق ہلاک ہو جانا چاہتا ہے، دور ہو، توبہ کر، میں آپ کی برکت و ہیبت سے عین گناہ کے موقع سے بچ گیا اور توبہ کی، ایک عرصہ کے بعد جب لاچپور حاضر ہوا تو دیکھتے ہی فرمایا: محمد لاکھانی آگیا، ارے تو بڑا دیوانہ چھو کر ہے، جہاز ڈوبانا چاہتا ہے خدا نے بچالیا۔

(۹)..... جناب حاجی محمد یوسف صاحب راندیری مقیم رنگون نے حضرت کی حیات میں و بعد وفات بھی مجھ سے فرمایا کہ صوفی صاحب سے مجھے بوجہ بیعت کے گہرا تعلق تھا۔ ۱۹۰۵ء میں جب میں حج سے لوٹ کر بمبئی پہنچا، طبیعت بوجہ سفر کے نڈھال تھی۔ راندیری میں اعزہ

کراہتے رہے۔

چند مالدار جاہل مبین ان رضا خانی گرگوں اور غنڈوں کے حامی و پشت پناہ تھے جن لوگوں نے یہ فتنہ کرایا تھا۔ ان پر بددعا کرانے کے لئے محمد لاکھانی گھنٹوں حضرت رحمہ اللہ سے میرے روبرو اڑا رہا کہ باوا بددعا کرو کہ یہ لوگ بری موت مریں، مگر حضرت یہی فرماتے تھے کہ تو تو دیوانہ ہے، حضور اقدس ﷺ نے مظالم و مصائب واذیتیں کفار مکہ کے ہاتھ سے اٹھائی تھیں، لیکن بجائے بددعا کے ”اللہم اھد قومی فانہم لایعلمون“ فرماتے تھے۔

۱..... جناب حاجی محمد یوسف صاحب راندیری مقیم رنگون..... نہایت ثقہ، دین دار، مخیر، بزرگ صفت، کریم النفس شخص ہیں، ان پر خداوند کریم کا خاص فضل یہ ہے کہ ان کی دولت کا کثیر حصہ (برہما) دہندوستان کے مدارس عربیہ اسلامیہ و تبلیغ دین و اشاعت اسلام و کتب دینیہ و علماء و فقراء طلبہ، غرباء، یتیمی و بیوگان میں صرف ہوتا ہے۔ اس وقت ملک برہما میں بے نظیر شخص ہیں۔

سے ملاقات کی غرض سے ایک دودن ٹھہر کر رنگون روانہ ہو جانے کا قصد تھا۔ حضرت صوفی صاحب کے مستقل قیام کا علم نہ تھا کہ سورت میں ہیں (یا کاٹھیاواڑ میں) اسی تردد کی حالت میں بمبئی سے روانہ ہوا، راستہ میں بار بار یہی افسوس ہوتا تھا کہ اس سفر میں حضرت صوفی صاحب سے ملاقات نہ ہو سکے گی اور بے ملے رنگون چلا جاؤں گا، جب ریل گاڑی سورت اسٹیشن پر جا کر ٹھہری تو سب سے پہلی ملاقات حضرت صوفی صاحب سے ہوئی۔ آپ نے السلام علیکم کے بعد مختصر خیریت دریافت کرنے کے بعد فرمایا کہ: تمہیں ملاقات کرنی تھی سو ہوگئی۔ السلام علیکم فرماتے ہوئے غائب ہو گئے، بعد میں نے ہر چند ادھر ادھر آپ کو دیکھا تلاش کیا، لیکن پتہ نہ لگا، نہ کسی نے دیکھا۔

(۱۰)..... معلم حاجی ابراہیم صاحب راندیری نے مجھ سے بیان فرمایا کہ: حضرت صوفی صاحب جن دنوں رنگون سورتی جامع مسجد میں اوپر کی منزل میں مقیم تھے۔ میں اپنی مرچنٹ اسٹریٹ کی دوکان میں شام کے وقت دن بھر کی بکری کا روپیہ گن رہا تھا، اور ایک تختے کے سوپ میں بیس بیس روپے کی قطار لگا رہا تھا کہ دفعتاً ایک فقیر نے دروازہ پر آ کر سوال کیا، میں نے کہا باوا معاف کرو، لیکن وہ فقیر ٹلا ہی نہیں، میں روپیہ گننے میں مشغول تھا کہ اس فقیر نے جھپٹ کر بیس روپے کی ایک رقم اٹھالی اور لے کر چلتا ہوا، میں اس کے پیچھے دوڑا وہ آگے آگے بھاگ رہا تھا اور میں اس کے پیچھے پیچھے تھا کہ وہ فقیر سورتی مسجد کے پیچھے: ۲۷ کی گلی میں گھس گیا، میں بھی گلی میں اس کے درپے تھا کہ دفعتاً حضرت صوفی صاحب کی طرف سے ایک شخص دوڑا ہوا آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ: معلم صاحب اس فقیر کو جانے دو، اسے اتنے ہی روپے کی ضرورت تھی، اسے مت پکڑو۔ غرض فقیر تو روپیہ لے اڑا میں ہانپتا کانپتا حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ وظیفہ میں

تھے، میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ: معلم صاحب! اسے جانے دو، کیوں پکڑتے ہو؟ میں نے کہا: باوا! بیس روپے کی رقم اس نے جھپٹ لی ہے، میں کیسے چھوڑ دوں؟ فرمایا: اس کو اتنی ہی ضرورت تھی۔ یہ صاحب خدمت لوگوں میں ہیں، ان کو کل یہاں سے دوسری جگہ خدمت کو جانا ہے، اگر تم دیکھنا چاہتے ہو کل صبح آٹھ بجے فلاں جہاز پر جا کر ان کو دیکھو۔ مجھے اس واقعہ سے بڑی حیرت ہوئی اور دل کڑا کر کے دوکان پر آ گیا۔

(۱۱)..... ایک دن جامع مسجد لاچپور میں عشاء کی نماز سے پیشتر حضرت صوفی صاحب ایک ستون سے سہارا لگائے تشریف رکھتے تھے، راقم الحروف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، تھوڑی دیر کے بعد مولوی سید عبدالحی صاحب لاچپوری بھی آ گئے۔ حضرت کچھ دیر ہم لوگوں سے کلام فرماتے رہے، تھوڑی دیر خاموشی کے بعد فرمایا: مولوی صاحب کون کہتا تھا کہ قاضی رحمت اللہ صاحب بیمار ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ: حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب کا تو ذکر کسی نے نہیں کیا، فرمایا ابھی تو کوئی کہہ رہا تھا کہ حضرت قاضی رحمت اللہ صاحب بیمار ہیں۔ مولوی عبدالحی تم نے کہا؟ مولوی صاحب نے عرض کیا حضرت میں نے تو ذکر نہیں کیا، فرمایا: ابھی کوئی کہہ گیا نہ کہ قاضی صاحب بیمار ہیں، اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے، راقم الحروف نے مولوی صاحب سے کہا کہ: آپ قاضی رحمت اللہ صاحب راندیری کی خبر لیجئے، حضرت نے ان کی بیماری کا اشارہ کر دیا ہے، چنانچہ مولوی صاحب نے دوسرے یا تیسرے روز راندیر پہنچ کر قاضی رحمت اللہ صاحب سے ملاقات کے بعد مزاج پرستی کی تو فرمانے لگے کہ چند روز سے بیمار ہوں، کل سے کچھ افاقہ ہے۔

(۱۲)..... جناب حاجی احمد ابراہیم ٹیل ڈا بھیلی (جو حضرت صوفی صاحب کے مخلص محبوں میں ہیں، اور ایک ثقہ دیندار شخص ہیں) بیان کرتے ہیں کہ: حضرت صوفی صاحب کے ہمراہ

ہم لوگ بہت رات گزرے سیملک سے ڈابھیل آرہے تھے، بارش کا زمانہ تھا، اندھیری رات تھی، راستہ میں کچھڑ اور پانی میں ہم لوگ ایسی جگہ میں آگئے کہ اندھیرے میں آگے راستہ ہی نہیں ملتا تھا، پریشان ہو کر کھڑے ہو گئے، شان الہی کہ دفعتاً ایک روشنی نمودار ہوئی جیسے کوئی شخص لائین لئے ہوئے آگے آگے ہمیں راستہ بتا رہا ہے، جب ہم اس روشنی میں ہموار راستے پر آگئے تو روشنی جاتی رہی۔

(۱۳)..... حضرت کے بھانجے محمود بیان کرتے ہیں کہ: حضرت نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کہ: ہمارے باغچے کے درختوں کو پانی دو، میں نے عرض کیا کہ حضرت میرے پاس نیل تو ہے لیکن چرس نہیں ہے، حضرت نے فرمایا کہ: فلاں شخص کی ماں سے میرے نام سے لے آؤ، میں اس کے پاس سے چرس لے آیا اور چوکی کے کنوئیں سے چرس سے پانی کھینچنا شروع کیا، اتفاق سے رسی ٹوٹ گئی اور چرس کنوئیں میں گر گیا، چونکہ بھرا ہوا تھا اس لئے ڈوب گیا، ہر چند کوشش کی لیکن چرس نہیں نکلا، آخر تنگ آ کر مکان واپس آیا اور چرس کے مالک سے واقعہ بیان کیا، وہ میرے سر ہو گیا کہ میں چرس کے دام تم سے لے لوں گا، میں نے حضرت سے ذکر کیا، حضرت نے فرمایا گھبراؤ نہیں کل نکل آئے گا، میں نے کہا حضرت میں دن بھر تو سمراتار ہا لیکن نہیں نکلا، آپ نے فرمایا میاں جاؤ دیکھو پانی ہی پر تو تیر رہا ہے، میں واپس آیا صبح کنوئیں پر گیا دیکھا تو خالی چرس کنوئیں میں پانی پر تیر رہا ہے، میں نے نکال لیا۔

(۱۴)..... قاسم لارڈ صاحب راندیری کی ہمیشہ بی بی خالہ خوشدامن صاحبہ محمد قاسم ٹیل نے کئی مرتبہ مجھ سے اس واقعہ کو بیان کیا کہ: حضرت صوفی صاحب ایک مرتبہ راندیر تشریف لائے، حسب عادت مسجد میں قیام کیا، بعد مغرب میرے مکان پر تشریف لائے، میں نے

کہا حضرت کھانا تیار ہے، فرمایا میرے ساتھ دو آدمی اور ہیں ان کو بھی مسجد سے بلایا گیا، سب نے کھانا کھایا، ہمراہی کھانا کھا کر مسجد چلے گئے، اور حضرت میری اور بچوں کی خیریت دریافت فرمانے لگے، میں نے کہا اور تو سب خیریت ہے اور بفضل خدا ہر طرح اطمینان ہے لیکن یہ ایک جوان لڑکی گھر میں پڑی ہے، ان کے شوہر رنگون میں ہیں، میاں بیوی کی آپس میں رنجش ہے جس سے وہ بلا تے نہیں، اور یہ یہاں پڑی ہوئی ہے میرے دل پر پہاڑ جیسا بوجھ ہے، دعا کیجئے کہ ان میں اتفاق ہو جائے اور یہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائے، حضرت نے یہ فرما کر کہ ”کہلا نہیں سکتی وہاں بھیج دے“ بات ٹال دی۔ میرے دل پر تو ایک غم تھا ازیں وجہ تھوڑی دیر کے بعد پھر میں نے دعا کے لئے زور دیا، اس وقت بھی ایسی باتوں میں ٹال دیا، بہت دیر کے بعد پھر میں نے کہا بھائی میرے دل پر اس لڑکی کا بڑا بوجھ ہے، آپ کچھ دعا نہیں کرتے اور ٹال دیتے ہیں، اس پر آپ متوجہ ہوئے اور چار پائی کی پٹی پر زور سے ایک ہاتھ مارا کہ ہاں ہاں جائے گی گھبرا نہیں، کچھ دیر کے بعد آپ مسجد چلے گئے، خدا کی شان کہ چند روز گزرے کہ رنگون سے لڑکی کو بلانے کے لئے آگئے، اور لڑکی کو میں نے ہنسی خوشی رخصت کیا۔ دوسرے دن لاچپور سے میری ایک منہ بولی بہن میرے پاس آئی اور مجھے کہا کہ بہن بھی رنگون گئی؟ میں نے کہا ہاں اس کو رخصت کر دیا، یہ تم کو کیسے معلوم ہوا؟ کہا مجھ سے حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ بی بی کی لڑکی آج رنگون گئی، اس لئے میں تمہاری خیریت معلوم کرنے کے لئے یہاں آگئی۔

بی بی خالہ کہتی ہیں کہ: حضرت کو اس واقعہ کا کشف ہو گیا تھا۔ یہ بی بی خالہ نے جب حضرت صوفی صاحب کا ذکر کیا تو یہ بات ہمیشہ کہتیں کہ ظرف بھرا ہوا تھا، لیکن چھلکنے نہیں دیا، رحمہ اللہ۔

(۱۵)..... میرے مخلص جناب یوسف ٹیل صاحب کچھ لوہی پر بعض دشمنوں نے غلط اور بیجا الزام کی درخواست دے کر مخفی طور پر گرفتاری کا وارنٹ نکلوایا تھا، یوسف ٹیل اس کارروائی سے محض بے خبر تھے، کسی ضرورت سے عدالت سورت میں جانا ہوا، وارنٹ کے کارندے اپنی تاک میں تھے بے خبری کے عالم میں گرفتار ہو کر حوالات میں بند کر دیئے گئے، ان کے متعدد احباب نے ہر طرح ضمانت و رہائی کی کوشش کی، لیکن نٹوں صاحب مجسٹریٹ نے ضمانت پر چھوڑنے سے انکار کر دیا، بالآخر سورت والے داؤد ٹیل صاحب بمبئی گئے اور کورٹ میں ضمانت پر رہائی کی درخواست کی، بمبئی ہائی کورٹ نے ضمانت پر چھوڑنے کو منظور کیا، اور براہ راست ہائی کورٹ بمبئی سے عدالت عالیہ سورت کو اس فیصلہ کی اطلاع دے دی گئی کہ ملزم ضمانت پر رہا کر دیا جائے، لیکن مجسٹریٹ صاحب سورت نے یہ کہہ کر رہائی سے انکار کر دیا کہ مجھے اپنی عدالت کا اختیار ہے، میں نہیں چھوڑنا چاہتا، غرض اسی دوڑ دھوپ میں چار روز گزر گئے ہر طرح کی کوشش کی گئی، لیکن کچھ کامیابی نہ ہوئی۔

میں نے حضرت صوفی صاحب سے پورا واقعہ عرض کرنے کے بعد دعا کے لئے درخواست کی، لیکن حضرت نے بجائے دعا کے یہ فرمایا کہ توبہ کی ضرورت ہے، قلوب خراب ہو گئے ہیں، توبہ و استغفار کر کے خدا کو راضی کرنا چاہئے، اس مجلس میں گھنٹہ بھر کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت وسیلے بیکار اور سب کوششیں بے سود ثابت ہوئیں، اب بجز آپ کی دعا کے اور کوئی سہارا نہیں، لیکن حضرت نے پھر وہی فرمایا کہ قلوب خراب ہو گئے ہیں، توبہ کی ضرورت ہے، پھر اس مجلس میں مناسب موقعہ دیکھ کر میں نے عرض کیا کہ حضرت! یوسف ٹیل کو آپ سے فرزندانہ تعلق ہے، آپ دعا کیجئے! انشاء اللہ بعد رہائی کے میں آپ کے ہاتھ پر ان سے توبہ کراؤں گا، لیکن دعا ضرور کیجئے، اب کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا،

مجسٹریٹ کی نظر بدلی ہوئی ہے، اسے ان پر غصہ ہے وہ ہرگز چھوڑنے کا نہیں ہے، یہ الفاظ میں نے نہایت رقت آمیز لہجہ سے عرض کئے، تقریباً ساڑھے گیارہ بجے دن کا وقت تھا، حضرت نے میری مکرر سہ کر عرض پر توجہ فرمائی اور کچھ الفاظ آہستہ آہستہ پڑھے جسے میں سن نہ سکا۔ اس کے بعد فرمایا نصر من اللہ۔

اس لفظ سے مجھے یقین ہو گیا کہ دعا کر دی ہے، شان الہی کا ظہور یہ ہوا کہ عدالت کھلتے ہی قریب بارہ بجے ان کی رہائی کا حکم سنا کر رہا کر دیا گیا۔ شام کی ٹرین سے لاچپور آئے۔ میں انتظار ہی میں تھا، آتے ہی حضرت کی خدمت میں لے گیا، دیکھ کر خوش ہوئے اور چند نصائح جس میں مقدمہ بازی وغیرہ جھگڑوں کو چھوڑنے اور توبہ و استغفار سے خدا کو راضی کرنے کی ترغیب دی تھی، چنانچہ اس نے حضرت کے ہاتھ پر توبہ کی۔

یوسف ٹیل کہنے لگے کہ چارشب میں حوالات میں رہا، آج اخیر شب میں میں نے حضرت کو اپنے سرہانے دیکھا کہ میری تسلی فرما رہے ہیں، مجھے اس وقت سے امید ہو گئی تھی کہ حضرت کی توجہ کی برکت سے میں آج چھوٹ جاؤں گا، خدا نے اپنے خاص اور مقبول بندے کو میری رہائی کا سبب بنایا۔

(۱۶)..... حضرت رحمہ اللہ کی آخری علالت میں حضرت کے نواسے رشید احمد اپنے چھوٹے بھائی عبدالصمد کو (جو ٹرانسوال سے دوسرے ہم وطن لوگوں کے ہمراہ آرہے تھے) لینے کے لئے حضرت سے اجازت لے کر بمبئی گئے۔ اسی اثناء میں سنیچر کے روز ساڑھے نو بجے دن کے حضرت نے رشید احمد کو یاد فرمایا، میں نے عرض کیا کہ رشید احمد تو اپنے بھائی کو لینے کے لئے بمبئی گئے ہیں، آپ نے تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ اٹھا کر فرمایا: الحمد للہ الذی اوصلنا الی اوطاننا سالمین غانمین، پڑھا اور ہاتھوں کو منہ پر پھیرا۔ دوسرے روز رشید احمد اپنے

بھائی کو لئے ہوئے صبح: ۶ بجے کی ٹرین سے سورت پہنچ گئے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ جہاز سویرے کنارے لگ گیا تھا، اڈریگ کے پیسنجر نو بجے اتار لئے گئے۔

(۱۷)..... جناب حافظ ابراہیم بریاد صاحب لاجپوری مرحوم نے جو ایک سن رسیدہ ذاکر، شاعری، صابر بزرگ تھے۔ مجھ سے فرمایا کہ میاں احمد دیوان۔ جو حضرت صوفی صاحب کے عزیزوں میں تھے اور حضرت شاہ موسیٰ جی مہتر صاحب ترکیسری سے بیعت تھے اور زیادہ تر اپنے شیخ کی خدمت میں رہا کرتے تھے۔ وہ ایک دن لاجپور آئے۔ اور حضرت صوفی صاحب سے آپ کے مکان میں ملاقات کی اور کہا کہ حضرت موسیٰ جی صاحب نے آپ کو سلام کہا ہے، آپ نے وعلیکم السلام کہا اور کہا کہ موسیٰ جی بھائی تو آرہے ہیں، احمد دیوان صاحب نے کہا کہ میں کل تو ان کے پاس سے آ رہا ہوں، اگر حضرت کا ارادہ لاجپور آنے کا ہوتا تو مجھ سے ضرور فرماتے، ابھی حضرت تشریف نہیں لائیں گے، حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ موسیٰ جی بھائی تو آرہے ہیں، احمد دیوان صاحب ضد کرنے لگے کہ نہیں آئیں گے، اگر آنے کا ارادہ ہوتا تو مجھ سے ضرور فرماتے میں تو کل آپ سے رخصت ہو کر آیا ہوں، احمد دیوان صاحب یہی کہتے رہے کہ نہیں آئیں گے۔ حضرت صوفی صاحب نے غصہ سے فرمایا کہ جاؤ باہر نکل کر دیکھو وہ تمہارے باوا آ گئے، یہ گھر سے باہر نکلے دیکھا تو بنگلے کے قریب نال کے راستے سے حضرت موسیٰ جی صاحب دو آدمیوں کے ساتھ تشریف لارہے ہیں، یہ دیکھ کر میاں احمد دیوان صاحب حیرت میں پڑ گئے، اور آگے بڑھ کر مصافحہ کیا، اور حضرت کے مکان میں لے آئے، حضرت سے ملاقات ہوئی، بہت دیر تک بغل گیر رہے، حضرت صوفی صاحب نے فرمایا کہ موسیٰ جی بھائی آپ نے اپنے آنے کی اطلاع بھی نہیں دی، فرمانے لگے کہ کل تو ارادہ نہیں تھا، میاں احمد دیوان کے ساتھ میں نے آپ کو



سلام بھی کہلایا تھا ان کے جانے کے بعد طبیعت ہو گئی کہ بہت دنوں سے ملاقات نہیں ہوئی چل کر ملاقات کریں اس ارادہ سے چلا آیا۔

(۱۸)..... حاجی اسماعیل احمد بکھاریہ صاحب (حضرت کے پوتے داماد) نے مجھ سے بیان کیا کہ حضرت بزرگوار صوفی صاحب نے مجھے ایک وظیفہ پڑھنے کو بتایا تھا، ایک دن بعد نماز عشاء لاچپوری جامع مسجد کے جنوبی کونے میں زینے کے قریب بیٹھا ہوا میں وظیفہ پڑھ رہا تھا، رات زیادہ گزر چکی تھی مجھے غنودگی کا غلبہ ہوا تو میں لیٹے ہوئے وظیفہ پڑھنے لگا، کچھ نیند اور کچھ بیداری کی حالت تھی کہ میری پشت کی طرف مسجد کے زینے سے کسی آدمی کے آنے کی آہٹ محسوس ہوئی، دیکھا کہ دو شخص اجنبی سفید پوش زینے سے اتر کر سیدھے حضرت کی چارپائی کے پاس پہنچے اور کھڑے کھڑے خاموشی کی حالت میں حضرت کے پاؤں دبائے لگے، مجھ پر اس واقعہ سے کچھ ایسی ہیبت طاری ہو گئی کہ باوجود حضرت کی چارپائی سے کوئی بیس قدم فاصلہ پر ہونے کے میں اپنی جگہ سے آہستہ آہستہ سرکھتا ہوا مسجد سے باہر نکل کر مکان چلا گیا۔ دوسرے دن حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مجھے دیکھ کر فرمایا کہ: میاں اسماعیل! تم رات کو کیوں ڈر کر چلے گئے؟ جیسے تم لوگوں کو میری خدمت کا شوق ہے، ویسے ہی اور مخلوق کو بھی شوق ہے، تم کو ڈر کر چلے جانے کی کیا ضرورت تھی؟ اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ خاصان خدا کی خدمت گزاری کے لئے کچھ مخلوقات از قسم رجال الغیب یا از قسم جنات مامور ہیں جن سے کچھ ضرر اوروں کو نہیں ہوتا۔

(۱۹)..... حضرت رحمہ اللہ ڈابھیل کی جامع مسجد میں بعد عشاء کچھ رات گزرے مسجد کی شمالی دیوار سے سہارا لگائے بیٹھے ہوئے تھے، چند مرید و احباب بھی مجلس میں موجود تھے، جناب سید محمدی صاحب لاچپوری مرحوم۔ جو حضرت کے ہم عمر، ہم سبق اور بچپن کے دوستوں میں

تھے۔ تشریف لائے، سلام علیک و مصافحہ کے بعد حضرت سے کوئی مسئلہ دریافت کیا، حضرت نے مناسب جواب دیا، یہ حضرت جواب ملنے کے بعد بہت جلد السلام علیکم کہتے ہوئے روانہ ہو گئے، حضرت کے محبوں میں بعض آدمی اس خیال سے ان کے پیچھے گئے کہ رات زیادہ گزر چکی ہے، رات کے وقت لاچپور جانا مشکل ہے، ان کو آج یہاں روک لیں، جب انھوں نے باہر نکل کر دیکھا تو کوئی نظر نہیں آیا، ہر چند تلاش کیا لیکن سید محمدی صاحب کا کچھ پتہ نہیں لگا، حضرت سے بیان کیا تو فرمایا کہ میاں سید محمدی صاحب کی شکل میں کوئی خدا کی مخلوق ہوگی تم اس فکر میں کیوں پڑے ہو، جانے دو، بعد کو معلوم ہوا کہ کوئی جن تھا جو حضرت کے دوست کی شکل میں نمودار ہوا تا کہ مجلس کے لوگوں کو کچھ وحشت نہ ہو۔

مرغوب احمد غنی عنہ

نوٹ:..... حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے ذخیرہ اوراق میں سے ایک یہ تحریر ملی، مطالعہ سے معلوم ہوا کہ ”درمختار“ ”کتاب الشہادت“ کے ”باب القبول وعدمہ“ کا ترجمہ ہے۔ واللہ اعلم حضرت نے صرف اسی ایک باب کے چند صفحات کا ترجمہ کیوں فرمایا؟ آپ کے مضامین میں اسے بھی شامل اشاعت کیا جاتا ہے۔ مرتب

بسم الله الرحمن الرحيم

### یہ باب ہے قبول شہادت وعدم قبول شہادت میں

یعنی کس شخص کی شہادت قبول کرنا قاضی پر واجب ہے اور کس کی واجب نہیں؟ نہ یہ کہ کس کی شہادت کا قبول کرنا صحیح ہے اور کس کی نہیں بسبب صحیح ہونے قضا کے فاسق کی شہادت سے مثلاً، اور حالانکہ عدم قبول شہادت فاسق مذکور ہے۔

(۱)..... مقبول ہے گواہی اہل ہواء کی، یعنی اہل بدعات کی جو منسوب بکفر نہیں، چنانچہ جبر اور قدر اور روافض اور خروج اور تشبیہ اور تعطیل اور ہر ایک ان چھ مذہبوں سے بارہ فرقے ہیں، تو اہل بدعات کے بہتر فرقے ہو گئے۔

(۲)..... اور ذمی کی گواہی اس کے مانند دوسرے ذمی پر مقبول ہے، مگر پانچ مسائل میں، تفصیل اس کی مطولات میں مذکور ہے۔

(۳)..... ذمی کی گواہی ذمی پر مقبول ہے، اگرچہ شاہد اور مشہود علیہ کا دین مختلف ہو، چنانچہ یہود اور نصاریٰ، اس واسطے کہ کل کفر ملت واحدہ ہے۔

(۴)..... اور ذمی کی گواہی مستامن پر مقبول ہے نہ بالعکس، یعنی مستامن کی گواہی ذمی پر مقبول نہیں، کیونکہ ذمی افضل ہے مستامن سے، اس واسطے کہ دارالاسلام میں رہتا ہے۔

(۵)..... اور مرتد کی گواہی مرتد پر مقبول نہیں، صحیح مذہب میں۔

(۶)..... اور مقبول ہے گواہی مستامن کی مستامن پر جب کہ دونوں ایک ہی ملک میں رہتے ہوں، اس واسطے کہ دونوں کا ملک مختلف ہونا قاطع ولایت ہے، جیسے توارث کا مانع ہے، مثلاً ایک مستامن فرنگ کا ہو اور دوسرا حبش کا اور دونوں دارالاسلام میں ہوں تو ایک کی گواہی دوسرے پر مقبول نہیں۔ اور ملک مختلف ہوتا ہے باعتبار اختلاف سلطنت اور حکومت کے۔

(۷)..... اور مقبول ہے گواہی دشمن دینی کی اس واسطے کہ عداوت دینی بسبب دینداری کے ہے، بخلاف عداوت دنیوی کے کہ اس میں اطمینان نہیں دروغ گوئی سے، چنانچہ آگے آوے گا، یعنی عداوت دینی ہوتی ہے بسبب کمال دینداری اور عدالت کے، اس واسطے کہ عدالت گاہے واجب ہوتی ہے، اس طرح پر کہ ایک شخص کو مرتکب خلاف شرع دیکھے اور اس کے منع کرنے سے وہ باز نہ رہے، اسی واسطے مسلمان کی شہادت کافر پر مقبول ہے، باوجودیکہ دونوں میں عداوت دینی ہے۔

(۸)..... اور دوست کی گواہی دوسرے دوست کے واسطے مقبول ہے، مگر جبکہ دوستی غایت درجہ ہو کہ تصرف کرتا ہو ایک دوست دوسرے کے مال میں تو اب مقبول نہیں۔

(۹)..... اور مقبول ہے گواہی اس کی جو مرتکب صغیرہ ہو بلا اصرار، بشرطیکہ جمع کبار سے پرہیز کرتا ہو، یا صواب اس کا غالب ہو اس کے صغائر یعنی خطا پر، تو اگر گناہ صغیرہ پر اصرار کرے یا کرنے سے خوش ہو یا اس کو ہلکا جانے یا عالم ہو، اور لوگ اس کی پیروی کرتے ہوں، تو وہ صغیرہ اب کبیرہ ہو گیا۔

(۱۰)..... اور غیر مخنون کی گواہی مقبول ہے، اگر ترک ختنہ عذر سے ہو، اور اگر بلا عذر ہو تو اس کی گواہی مقبول نہیں۔ عذر یہ ہے کہ ختنہ ترک کرے اپنی جان کے تلف ہو جانے سے۔

(۱۱)..... اور مقبول ہے گواہی خصی اور دست بریدہ کی۔ اور جس کا ہاتھ چوری میں کاٹا گیا

ہو، اس کی گواہی اس وقت مقبول ہے جبکہ وہ عادل ہو۔

(۱۲)..... اور ولد الزنا کی گواہی مقبول ہے اگرچہ وہ زنا کی گواہی دے۔

(۱۳)..... اور بھائی کی گواہی بھائی کے واسطے، اور بھتیجے کی اپنے چچا کے واسطے، اور محرم رضاعی یا سسرالی رشتہ کے محرم سے گواہی مقبول ہے، مگر جبکہ نہایت جھگڑا ہو، اور شاہد جھگڑتا ہو مدعی کے ساتھ تو گواہی مقبول نہیں۔

(۱۴)..... تنحاصم شہود اور مدعا علیہ میں گواہی مقبول ہے اگر شاہد عادل ہوں۔

(۱۵)..... اور مقبول ہے گواہی کا فرسے، اس غلام کا فر پر جس کا مولیٰ مسلم ہے۔

(۱۶)..... رئیس قریہ یعنی زمیندار کی گواہی مقبول نہیں بسبب اس کی ستم گاری کے۔

(۱۷)..... اور ظلم سے خراج جمع کرنے والے کی گواہی اور صراف اور جہازوں کے معرف کی یعنی جو تجارت اہل حجاز اور مشتریوں سے شناسائی کرواتے ہیں۔ اور چودھری اور مہتروں کی۔

(۱۸)..... اور اس کی گواہی جو قاضیوں کے پاس اہل مقدمات کو رجوع کرے اور بناوٹ کے وکیلوں کی۔

(۱۹)..... اور قبائلی نویسوں کی اور جہات کے ضمانت داروں کی گواہی مقبول نہیں، مانند ان لوگوں کے جو ٹھیکروں کے بازار کو یا نخاس کے بازار کو بطور مقاطعہ حاکم سے لیتے ہیں۔

(۲۰)..... اور گواہی مقبول نہیں جو اقرار باطل اور فعل باطل پر گواہی دے۔

(۲۱)..... اور ”وہبانیہ“ میں ہے کہ: امیر کبیر نے دعویٰ کیا، سو اس کے عمال اور تابع نے اور عمال کی رعایا نے اس کے واسطے گواہی دی تو مقبول نہیں، جیسے مزارع کی گواہی زمین والے کے واسطے مقبول نہیں۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ: عمال مقبول الشہادت سے پیشہ ور

مراد ہیں یعنی وہ پیشہ کہ جو باپ دادا کا پیشہ نہ لائق ہے، باپ دادا کا مخالف تو اس پیشہ ور میں مروت اور جواں مردی نہیں۔ اور اگر اس کا پیشہ رذیل اور ذلیل ہے تو اس کی گواہی بھی مقبول نہیں، اس واسطے کہ عدالت کا داخل ہونا، حد عدالت میں معلوم ہو چکا۔

(۲۲)..... اور اندھے کی گواہی مقبول نہیں مطلقاً، یعنی اندھے کی گواہی سے قاضی حکم نہ دے اور اگر حکم دے گا تو صحیح ہے۔

(۲۳)..... گونگے کی گواہی مطلقاً قبول نہیں۔

(۲۴)..... اور مرتد اور غلام کی گواہی مقبول نہیں۔

(۲۵)..... اور صغیر اور اور غافل اور دیوانہ کی گواہی مقبول نہیں، مگر دیوانے کی حالت صحت میں گواہی مقبول ہے، مگر غلام اور صغیر ملک اور تمیز کی حالت میں تحمل شہادت کریں اور بعد آزادی اور بلوغ کے ادائے شہادت کریں تو گواہی مقبول ہے۔ اگرچہ غلام آزاد اپنے آزاد کرنے والے کے حق میں گواہی دے۔

(۲۶)..... اور اسی طرح گواہی مقبول ہے اندھے کی بعد بینائی کے، اور کافر کی بعد اسلام کے، اور فاسق کی بعد توبہ کے، اور زوج کی بعد طلاق زوجہ کے، اس واسطے کہ معتبر ادائے شہادت کا حال ہے۔

”بحر الرائق“ میں ہے کہ: جبکہ شاہد کی گواہی بحکم قاضی مردود ہو بسبب کسی علت کے، پھر وہ علت زائل ہو جاوے پھر شاہد اسی مقدمہ میں گواہی دے تو مقبول نہ ہوگی، مگر چار شخصوں کی گواہی مقبول ہے بعد رد کے: غلام، صغیر، عی، کافر۔

(۲۷)..... اور اس کی گواہی مقبول نہیں جس پر کوئی حد قذف لگائی گئی ہو، بعضوں کے نزدیک اکثر حد، اگرچہ محدود فی القذف میں توبہ کی ہو اپنی دروغ گوئی ظاہر کر دے۔

اور جو حرام کاری کا عیب لگا دے گا محضنت کو پھر چار گواہ نہ لا دے تو ان کو: ۸۰ روٹے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو، اگر قاذف بعد حد یا قبل حد اپنی صداقت ثابت کرے تو اس کی گواہی مقبول ہوگی۔

(۲۸)..... مشہود بالکذب کی گواہی بعد توبہ کے بھی مقبول نہیں، کیونکہ اس کا صدق توبہ کرنے سے معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور شاہد زور کی گواہی بعد توبہ کے موافق صحیح مذہب کے مقبول ہوگی۔

(۲۹)..... اور مجبوس کی گواہی اس حادثہ میں جو کہ جس قید میں واقع ہو مقبول نہیں۔

(۳۰)..... اور بچوں کی گواہی ان واقعوں میں جو کہ لہو و لعب میں واقع ہوئے ہوں مقبول نہیں۔

(۳۱)..... اور نہ عورتوں کی گواہی ان واقعوں میں جو حماموں کے اندر واقع ہو، لیکن حاوی میں ہے کہ: فقط عورتوں کی گواہی حمام کے قتل میں مقبول ہے، بحکم ثبوت دیت تاکہ خون ضائع اور باطل نہ ہو جاوے۔

(۳۲)..... اور زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے حق میں، اور زوج کی زوجہ کے حق میں مقبول نہیں۔ اور زوج کی گواہی زوجہ کے ضرر پر اور زوجہ کی گواہی اپنے زوج کے ضرر پر۔

(۳۳)..... نہیں جائز ہے شہادت والد کی اپنے ولد کے حق میں اور نہ ولد کی والد کے لئے۔

(۳۴)..... اور (گواہی مقبول نہیں ہے) آقا کی غلام کے حق میں اور نہ غلام کی آقا کے حق میں، اور نہ مزدور کی اس شخص کے لئے جس نے اس کو اجرت پر رکھا ہے۔

(۳۵)..... اور مخنث کی گواہی مقبول نہیں۔

(۳۷)..... اور گانے والی عورت کی گواہی مقبول نہیں، اگرچہ اپنی دفع وحشت کے واسطے گاتی ہو اور لوگوں کو سناتی ہو۔

- (۳۸)..... اور نوحہ گر عورت کی گواہی مقبول نہیں؛ جو کہ اجرت لے کر نوحہ کرتی ہو۔
- (۳۹)..... اور اس دشمن کی گواہی جس کی دشمنی بسبب دنیا کے ہو مقبول نہیں، نہ بسبب دین کے، عداوت دنیوی جیسے ولی مقتول کی گواہی قاتل پر اور مجروح کی جارح پر اور مقتوف کی قاذف پر اور جس کا اسباب راہ میں لٹا اس کی گواہی رہزن غارت گر پر۔ اور یہ مطلب نہیں کہ جو شخص کسی شخص سے حق میں خصومت اور نزاع کرے وہ اس کا دشمن دنیاوی ہے۔
- (۴۰)..... اور جاہل کی گواہی عالم پر درست نہیں بسبب فاسق ہونے جاہل کے اس چیز کے ترک کرنے سے جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے شرعاً، یعنی احکام شرعیہ، پھر جبکہ وہ فاسق ٹھہرا تو اب اس کی گواہی درست نہیں، ویسے دوسرے جاہل نہ غیر جاہل پر۔
- (۴۱)..... اور گواہی اس شخص کی مقبول نہیں جو اپنی گفتگو میں بہت قسم کھاتا ہو، یا اپنے اولاد یا غیر اولاد کو گالیاں دیا کرتا ہو، اس واسطے کہ گالیوں کی عادت کبیرہ گناہ ہے۔
- (۴۲)..... اور نکلنا قدم امیر اور سلطان کے تماشے کے واسطے، اور سمندر کی سواری فسق ہے، اور ریشمی کپڑا پہننا، اور بازار میں پیشاب کرنا یا جانب قبلہ یا آفتاب یا ماہتاب کی طرف مسقط عدالت ہے۔
- (۴۳)..... اور مسخرہ اور ناچنے والے اور جانوروں کو گالی دینے والے کی گواہی مقبول نہیں۔
- (۴۴)..... اور بخیل کی گواہی مقبول نہیں۔
- (۴۵)..... اور تبدیلی مذہب (بسبب اپنی خواہش نفسانی کی کوئی غرض حاصل ہونے کے واسطے) مسقط عدالت ہے۔
- (۴۶)..... اور کفن اور اس کی خوشبو بیچنے والے کی گواہی مقبول نہیں (بسبب تمنا رکھنے اس



شخص کے موت کو)۔

(۴۷)..... اور دلال کی گواہی مقبول نہیں۔

(۴۸)..... اور گواہی ہمیشہ نشہ پینے والے کی مقبول نہیں۔

(۴۹)..... اور جو شخص لڑکوں کے ساتھ کھیلے اس کی گواہی درست نہیں۔

(۵۰)..... اور پرندے اڑانے والے کی گواہی مقبول نہیں۔

(۵۱)..... اور اس کی گواہی مقبول نہیں جو ظن اور ہر ایک ایسا باجا بجاوے جو قبیح اور معیوب

ہے۔

(۵۲)..... اور سو دکھانے والے کی گواہی درست نہیں۔

(۵۳)..... اور جس کا فسق ظاہر ہو اس کی گواہی مردود ہے۔

(۵۴)..... اور جو شخص کہ راہ میں کھاوے یا پیشاب کرے، اور اسی طرح ہر ایک فعل جو مخل

مروت ہو۔ ازاں جملہ اپنی شرمگاہ کھولنا، تالاب کے کنارے استنجاء کرنے کے واسطے اور

حالانکہ لوگ سامنے ہوں، فسخ القدر میں ہے: اس کی گواہی مقبول نہیں۔ جو افعال نالائق و

رذیل کرے گو وہ حرام نہ ہوں جیسے راہ میں کھانا، اور فقط پانچامہ پہن کر چلنا پھرنا، اور لوگوں

کے رو برو پاؤں پھیلا نا، اور اس جگہ سر کھولنا جہاں خفت اور بے ادبی اور قلت مروت اور حیا

میں اس کو شمار کرے۔

(۵۵)..... اور سلف صالحین کی بدگوئی کرنے والے کی گواہی مردود ہے۔

کاتبہ: مرغوب احمد لاچپوری

# حضرة الاستاذ کی تصانیف پر یعنی

صاحب سوانح رحمہ اللہ کے استاذ محترم حضرت العلامة مولانا احمد میاں صاحب  
لاچپوری رحمہ اللہ کی تین تصانیف ”ذخیرۃ العلوم“ و ”ہدیۃ الجلیس“ اور ”دلیل الطالب علی  
مناہج المطالب“ کے آخر میں ”التماس ضروری“ و ”ضروری معروض“ اور ”ضروری التماس“  
کے عنوان سے تین تحریریں آپ کے مضامین کے ساتھ شائع کی جا رہی ہیں۔

## التماس ضروری

ناظرین ذی الجہد والتمکین کتاب ہذا کو واضح و لاتح ہو کہ مصنف علام مرحوم مولوی احمد میاں صاحب نے ایک مرتبہ ایک نئی تعلیم کے شیدائی و دلدادہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

”عربی زبان میں علوم ہی کیا ہیں، بجز مسائل دینیہ ضروریہ کے اور کچھ نہیں۔ انگریزی میں جس قدر علوم و فنون ہیں عربی میں ان کا پتہ بھی نہیں“

اس بات کے سننے سے آپ کو بغایت رنج و ملال ہوا، اور آپ کو خیال پیدا ہوا کہ عام فہم سلیس اردو میں مختصر طور پر ایک رسالہ اس قسم کا تالیف کیا جاوے کہ جس میں مختصر اہر علم و فن کو ایک ایک کر کے، ترتیب حروف تہجی، مع مختصر حالات اس علم کے، جس میں اس علم و فن کی تعریف و موضوع و غایت سے بحث ہو، تاکہ عالم و خاص ناظرین کتاب اس امر سے مجملًا آگاہ ہو جاویں کہ عربی میں جس قدر علوم و فنون کا بیش قیمت ذخیرہ موجود ہے اس کا عشر عشر بھی دنیا کی دیگر کسی زبان میں موجود نہیں۔ بنا بریں مصنف مرحوم نے کتاب ہذا ”ذخیرۃ العلوم“ (حدائق العلوم) اس غرض و غایت سے تصنیف فرمانی شروع کی۔ اس کتاب کو آپ نے ردیف دال تک تحریر فرمایا، جس میں (۱۱۹) تک علم و فن کی تعداد پہنچی ہے۔

یہ کتاب اس حد تک پہنچنے کے بعد آپ کو یہ خیال دامن گیر ہوا کہ ”مشتے نمونہ از خروارے“ ہر علم و فن کو اجمالاً دکھلانے کے لئے اس قدر بھی سردست کافی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اس اجمال کو تفصیلی شکل و صورت میں دکھایا جاوے، یعنی ساتھ ہی ساتھ ہر علم و فن کی ایک ایک معتبر و مستند کتاب کا سلیس اردو ترجمہ یا شرح کر کے شائع کرائی جائے تاکہ علاوہ عربی داں حضرات کے اردو خواں حضرات بھی علوم عربیہ اسلامیہ سے بالتحصیل آگاہ ہونے کے علاوہ اپنے حوصلہ اور استعداد کے موافق فائدہ حاصل کریں۔

ماہرین علوم پر مخفی نہیں کہ جس عظیم الشان امر کا آپ نے بیڑا اٹھایا تھا، اس کا پورا کرنا کچھ آسان کام نہ تھا۔ اس کی انجام دہی میں استقامت قلب اور بڑے دل و دماغ کی ضرورت کے علاوہ فراغ مالی و جمعیت قلب کے ساتھ ایک غیر محدود زمانہ کی ضرورت تھی، تب جا کر ایک عرصہ دراز کے بعد یہ امر اہم بوجہ احسن سرانجام پاتا۔ اس امر اہم کے پورا کرنے کا ولولہ اور طبعی شوق آپ کے قلب میں نہایت پختگی کے ساتھ جاگزیں ہو چکا تھا، اور ہر وقت اس ملہم غیب کی بے نیاز اور بے چوں و چگون بارگاہ سے بصدق دل نہایت خلوص سے اس امر گرانبار کے اختتام کے خواہاں و متمنی رہا کرتے تھے۔

یہی وجہ تھی کہ آپ نے دفعۃً ایک ہی ساتھ بہت سی کتابیں ترجمہ یا شرح کے لئے شروع کر دیں، چنانچہ اس سلسلہ سے آپ نے متعدد کتابوں کے ترجمے اور بعض کی شرحیں لکھیں: اصول حدیث میں ”نخبۃ الفکر“ اصول فقہ میں نہایت دقیق اور جامع رسالہ ”مسلم الثبوت“ کی اردو شرح، صرف میں ”شافیہ“ ونحو میں ”الفیہ“ علم معانی میں ”تلخیص مفتاح“ و علم حکمت میں معلم ثانی ابونصر فارابی کی کتاب ”فصوص الحکم“ علم منطق میں شیخ الریس بوعلی سینا کے منظوم رسالہ ”عیون المسائل“ علم ہیئت میں ”تصریح“ علم کلام میں ”قصیدہ بدء الامالی“ وغیرہ کتابوں کی شرحیں نہایت عمدگی اور بسط سے لکھیں۔ علم تصوف میں ”لوائح جامی“ و ”جوہر الحقائق“ علم مناظرہ میں ”مناظرہ رشیدیہ“ ریاضی میں ”خلاصۃ الحساب“ حکمت میں ”ہدیہ سعیدیہ“ منطق میں ”شرح تہذیب“ عروض و قوافی میں ”عروض المفتاح“ تہذیب الاخلاق میں ”بدایۃ الہدایہ“ وغیرہ وغیرہ کتابوں کے ترجمے نہایت سلیس اردو میں کئے۔

فقہ میں یہ خیال دامن گیر ہوا کہ سلیس اردو میں ایک مستقل کتاب جو قریب قریب تمامی

کلیات فقہ و اکثر جزئیات کو حاوی ہومع دلائل تحریر کریں۔ بنا بریں اس موضوع پر آپ نے قلم اٹھایا اور چند روز میں آپ نے اس کتاب کا مقدمہ لکھا، جس میں رؤس ثمانیہ و موضوع علم کی بحث قابل مطالعہ ہے۔

آپ کو جملہ علوم و فنون کو بالتفصیل بتلانا منظور تھا، لہذا آپ نے مرکوز خاطر یہ امر رکھا کہ اولاً دینی خدمت کو مقدم کی جاوے اور بعد فراغت اس دینی خدمت کے جملہ فنون کی جانب عنان عزیمت منعطف کی جاوے۔ بنا بریں حیات مستعار کو جو فی الحقیقت چند روزہ ہے، دینی خدمت میں اولاً صرف کرنے کو باعث وسیلہ نجات اخروی اور سفر آخرت کے لئے توشہ سمجھ کر علوم اسلامیہ دینیہ اور اس کے مبادی کی تسہیل و تیسیر میں خامہ فرسائی کی، چنانچہ مذکورہ بالا کتابیں آپ کو شرعاً یا ترجمۂ حل کرنے کا اتفاق ہوا۔ ان میں سے بعض مکمل ہیں اور بعض ناتمام رہیں۔

بعد ازاں بوجہ عوارضات مختلفہ یہ سلسلہ یک لخت منقطع ہو گیا اور آپ کو اس سلسلہ کی کامل کتابوں کے طبع کرانے اور ناتمام کتابوں کے پورا کرنے کا اتفاق نہ ہوا، بایں وجہ کتاب ہذا (ذخیرۃ العلوم یا حدائق العلوم) ناتمام رہی، ورنہ یہ کتاب اپنے فن میں اردو تصنیفات و تالیفات کے سلسلہ میں سب سے پہلی کتاب ہونے کے علاوہ تالیفات عالم کی مختلف شاخوں میں اپنی نظیر نہیں رکھتی، جس سے علماء سلف کے علمی کارنامے، ہر علم و فن میں کمال و ستگاہ و قوت نظری وמושگافی کے اعلیٰ جو ہر صاف نظر آتے، تاہم یہ ناتمام رسالہ اپنے آغوش میں بہت سے علوم و فنون کو لئے ہوئے ہیں۔ بایں وجہ اس کا طبع کرانا انسب سمجھا گیا، جو باوجود اپنی ناتمامیت کے بھی علوم عربیہ کے شائقین کی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

معزز ناظرین! یہ امر مسلم ہے کہ جس نے دنیا میں قدم رکھا اسے ایک دن ایسا ضرور

بالضرور پیش آنے والا ہے کہ جس دن اسے موت کا تلخ اور زہر آلود سا غرطوعاً ہو تو اور کہا ہو تو پینا ہوگا۔ کون نہیں جانتا کہ دنیا اور اس کی جملہ چھوٹی بڑی چیزیں ایک دن صفحہ ہستی سے مٹ جانے والی ہیں۔ ہر شخص یقیناً جانتا ہے کہ خود میں اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یا آئندہ کروں گا چند روز میں اس کا نام و نشان مٹ جائے گا اور صفحہ ہستی پر ایک شمع برابر بھی اثر باقی نہ رہے گا، کیونکہ دنیا کے عظیم الشان انقلابات اور حیرت ناک تغیر و تبدلات ہر وقت زبان حال سے گویا ہیں کہ بڑے بڑے اولوالعزم خدا کے پیارے اور برگزیدہ بندے دنیا میں آئے جنہیں چند روز اور صرف چند روز مسافرانہ زندگی بسر کر کے اپنے اصلی مرکز دارالبقاء کی طرف رجوع کرنا پڑا، ہزاروں عظیم الشان سلاطین اور دنیا کے مشہور اور نامور تاجدار کہ ے

جن کی نوبت کی صدا سے گونجتے تھے آسمان  
دم بخود ہیں مقبروں میں ہوں نہ ہاں کچھ بھی نہیں  
اور جن کی سطوت و جبروت کے پر شوکت و شان دار جھنڈے چار داگ عالم میں  
گڑے نظر آتے تھے دیکھتے دیکھتے اس طرح غائب ہو گئے کہ آج ہزار کھوج کے بعد بھی  
جن کا پتہ نہیں لگتا ے

تحت والوں کا پتہ دیتے ہیں تختے گور کے  
کھوج چلتا ہے یہیں تک بعد ازاں کچھ بھی نہیں  
انقلابات عالم کے حیرت ناک نمونے ہر وقت و ہر آن ہمیں سبق پڑھاتے ہیں کہ دنیا  
حقیقت میں دو دروازوں کا ایک مکان ہے جس میں ایک دروازہ سے داخل ہو کر دوسرے  
دروازہ سے نکل جانا پڑتا ہے۔ اور جب یہ ہے تو جینا مرنا ایک معمولی بات ہے، اس پر خوش

ہونے اور اس پر رنج کرنے کی کوئی وجہ نہیں۔

مگر صاحبو! جب کوئی فخر خاندان و قوم اور ہر دلعزیز شخص اپنے دل میں سینکڑوں آرزو لئے ہوئے عین عالم شباب میں دنیا سے اٹھ جاتا ہے تو سنگ دل سے سنگ دل بھی دو آنسو ڈال ہی دیتا ہے۔ مولوی احمد میاں صاحب مرحوم نے جس دینی خدمت کو اپنا فرض منصبی سمجھ کر شروع کیا تھا اس باب میں آپ کو بہت کچھ مانگیں تھیں، لیکن سچ ہے۔

ما کل ما یتمنی المرء یدرکہ تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

ع مادرچہ خیالیم و فلک درچہ خیال

وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ

افسوس کہ مشیت ایزدی متعلق نہ ہوئی اور آپ کی حیات مستعار کا مختصر پیمانہ لبریز ہو گیا۔ دو ماہ کی کامل علالت کے بعد مورخہ: ۷/شعبان ۱۳۲۷ھ بروز منگل مطابق: ۲۴/اگست ۱۹۰۹ء آپ کی روح اس قالب جسمانی سے عالم بالا کی طرف پرواز کر گئی۔

آپ کی پیدائش مورخہ: ۸/یا ۹/ذیقعدۃ الحرام ۱۲۹۴ھ بروز چہار شنبہ ہے۔ آپ کا تاریخی نام ”حفیظ الدین عاقل“ ہے۔ آپ نے عین عالم شباب میں بعمر: ۳۳ سال وفات فرمائی۔ مادہ وفات آپ کا ”ادخلہ الحق فی جنۃ“ ہے۔

اللہم اغفرہ وارحمہ رحمة واسعة وسکنہ فی الجنة جنة الفردوس آمین، بجاہ النبی

الامین۔

## ضروری معروض

معزز و محترم ناظرین پر مخفی نہ رہے کہ کتاب ”ہدیۃ الجلیس“ برائے نام ترجمہ ”عقد النفیس“ کا ہے، اس واسطے کہ ”عقد النفیس“ علامہ سید احمد ادریس قدس سرہ کی تصنیف سے دو صفحہ کا قلمی رسالہ عربی میں ہے جو غالباً اب تک کسی مطبع میں طبع نہیں ہوا۔ فن تصوف میں چار قاعدوں پر مشتمل ہے ”ہدیۃ الجلیس“ جس میں ”عقد النفیس“ کے اصل مطلب کو نہایت وضاحت سے بیان کیا ہے دو قاعدے اور اضافہ کئے ہیں۔ اصل رسالہ میں اشعار اخبار حکایات آیات مقدمہ تمہید تعریف تقسیم کچھ نہیں۔ ”ہدیۃ الجلیس“ میں علاوہ دو قاعدہ کے اضافہ کے اردو فارسی عربی اشعار کثرت سے موقع بموقع درج کئے گئے ہیں، جا بجا احادیث و آیات و اخبار درج ہیں، اور موقع بموقع حکایات و تمثیل سے پُر ہے۔ ابتدا میں ایک مقدمہ ہے جو مشتمل تعریف و تقسیم پر ہے۔ ہر ایک قاعدہ کے شروع میں اس قاعدہ کے مناسب حال تمہید بیان کی گئی ہے۔

در اصل ”ہدیۃ الجلیس“ کو بجائے خود ایک مستقل کتاب کہنا چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ یہ کتاب اپنی جامعیت اور اعلیٰ مضامین کے اعتبار سے ہر شخص کے مذاق کے مناسب ہوگی، باوجود ان تمام اوصاف کے مصنف مغفور کا اس کتاب کو ترجمہ کہنا آپ کے عجز و افتقار و منکسر المزاجی و غایت فروتنی کی بین دلیل ہے۔

مصنف مرحوم نے یہ کتاب بزمانہ طالب العلمی ہندوستان کے دار السلطنت شہر دہلی میں تصنیف فرمائی تھی جو مسودہ کی شکل میں ایک عرصہ تک پڑی رہی۔ بعد ازاں ۱۳۱۹ھ میں آپ کو چند دن شہر سورت میں قیام فرمانے کا اتفاق ہوا اس اثناء میں آپ نے علاوہ مختصر درس و تدریس کے اس مسودہ کو بعد نظر ثانی صاف کیا، بایں وجہ خطبہ کتاب میں یہ



تحریر کیا گیا ہے کہ:

”ریاست سچین اس وقت زیر حراست سرکار انگریزی ہے،‘ الخ۔

یہ تحریر: ۱۳۱۹ھ اور اس کے قبل کی ہے، بعد ازاں: ۱۳۲۵ھ مطابق: ۱۹۰۷ء میں سلطنت و ابہت پناہ رفعت و شوکت دستگاہ مسند نشین محفل عز و اقبال صدر آرائے بارگاہ جاہ و جلال جوان بخت و جوان دولت جواں سال، مالک تخت و تاج امیر والا احتشام حضور نواب ابراہیم محمد یاقوت خاں صاحب دام ملکہ و ادام اللہ اقبالہ فرماں روائے ریاست سچین مسند آرائے سرپر حکمرانی ہوئے۔ سرکار عالی ایک مدبر، روشن خیال، فیاض، رعایا پرور، رحم دل حاکم ہونے کے علاوہ عدل و انصاف کی مجسم تصویر ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم دعا گو رعایا کے سرپر حاکم اسلام کے ظل عاطفت کو عرصہ دراز و مدت متماون تک قائم و دائم رکھے، آمین۔

سرکار والا بتار نے ازراہ دورانہ نشی واسطے خیر خواہی و بہبودی رعایا کے اپنے حقیقی عم بزرگوار جناب نقادہ دودمان عز و علا و عضادہ خاندان مجدد و اعتلا، عالی مرتبت و معالی منقبت معلی القاب جناب نواب زادہ نصر اللہ خاں دام اقبالہ کو (جو ایک نہایت دور اندیش، عقیل، ذہین، مدبر، سنجیدہ مزاج، نیک دل، صوم و صلوة کے نہایت پابند، علم دوست بزرگ ہیں، جو اپنی موروثی عزت و بیرسٹری و قانون دانی کی اعلیٰ لیاقت کی وجہ سے دور دور مشہور و معروف ہیں) معتمد علیہ ریاست فرما کر ریاست کا کلی و جزوی انتظام آپ کے سپرد کیا ہے۔

سرکار والا نامدار والی ریاست سچین خلد اللہ ملکہ و دولۃ کی مسند نشینی کی تقریب کے موقع پر آپ نے ایک پر جوش مدحیہ قصیدہ فارسی میں موزوں فرمایا تھا جس کے چند اشعار ناظرین کی دلچسپی کے لئے ذیل میں درج کئے جاتے ہیں، جس سے آپ کی (باوجود شاعر نہ ہونے کے) موزونی طبع، قادر الکلامی و فارسی اعلیٰ انشا پردازی کا اندازہ ناظرین کتاب باسانی فرما سکتے ہیں۔

انتخاب از: قصیدہ مدحیہ از: نتیجہ طبع جناب مولانا احمد میاں صاحب

در شان نواب صاحب بالقابہ

قدسیان در و در دھمت شاد ماں عزلت گزین  
نعمت افزوں ز احصائے ملک جن و بشر  
آں جواں دولت اسیر باشہامت بختور  
بخت مے بوسد سریش چوں غلامان روز و شب  
ہر یکے ز اقبال و نصرت ہم رکیب و ہم عنان  
یعنی ابراہیم خاں نواب ذی عز و شرف  
آسمان زیبا بود گرد و بیاری بر زمیں  
آں فلک نازش نما بر ساکنان قصر خود  
دور تو آغاز شد آمد ہمایوں روزگار  
عدل پیشینان شنیدن شد کہن افسانہ وار  
سطوت دارا تو داری صولت افراسیاب  
در ریاست شد اماں ہر چار سوسر و علن  
در بر آئی حوائج زود کوشاں بر محل  
بذل کردی در رفاه اہل خود اموالہا  
ظل مہرت منبسط کن بر رعایا روز و شب  
کس نہ بیند شاکی از جور کسے درد ورتو  
در نیا گانت کرم رسم قدیم است از قدم  
صد ہزاراں شکر گویم پاک رب العالمیں  
مالک المملکی و ہم حاکم ترین حاکمیں  
بارک اللہ شد جلوس آرائے مسند در سچیں  
فتح مند اں چاکرے داغ غلامی بر جبیں  
با ظفر ہر جا کہ کو بد پائے خیلش بر زمیں  
بارک اللہ شد سریر آرائے چوں ماہ مہیں  
بر عروج حامی اسلام نواب سچیں  
در کنارت پروردی ماہ رخ یک نازنیں  
فرش عنبر اتازہ ہنچوں بہشت برتریں  
نخل باغ داد را تازہ ثمر بین در سچیں  
داد کسریٰ باد در تو از خداوند بریں  
گوش کس نشنید ہر گز شور و غوغا و انیں  
ہر کہ حاجت سوئے او آورده از راہ حنیں  
سیل خیرت بر رعایا از چین ماہ معیں  
در ثنور سلطنت دل ازستم ناید حزیں  
ہر کسے رامتکا شو بلکہ خود حصن حصیں  
پس کریم ابن الکریم ابن الکریم استی متیں

از خلیل اللہ پرتو بر تو آمد اے عجب  
 این رعایا از مسرت می نگذد در لباس  
 مخلصان بارگاہ ایزدی صبح و مسا  
 علم مغرب مے درخشد بر رخ و سیماے تو  
 ہم چو مامون سر پرست و قدر داں علم شو  
 خیر خواہے در ریاست مہربان داری عمو  
 عندلیب بوستان فخر باغ قادری  
 دل بدست آور کنوں کیں حج اکبر گفتم شیخ  
 احدا اکنوں کشاد دست دعا سوئے خدا  
 گادیت بادا مبارک دائما از فضل حق  
 حق تعالیٰ رحم خود ممدود دارد بر سرت  
 آفتاب عمر و اقبال اے شہم بادا درخش  
 بعد از ان مصنف مرحوم کو اس کتاب کے طبع کرنے کا اتفاق بوجہ مشاغل متفرقہ اپنے  
 حین حیات میں نہ ہوا، بایں وجہ خطبہ کتاب ہذا میں کوئی مناسب تبدیلی واقع نہ ہوئی۔  
 علاوہ ازیں آپ نے نہایت ضروری اور مفید تالیفات کا سلسلہ شروع کیا تھا، لیکن افسوس  
 کہ مشیت ایزدی متعلق نہ ہوئی، اور یہ مفید سلسلہ انجام کو نہ پہنچا، اور آپ کی حیات مستعار  
 کا جام لبریز ہو گیا، اور آپ نے: ۷/ شعبان ۱۳۲۷ھ مطابق ۲۴/ اگست ۱۹۰۹ء بروز شنبہ  
 بوقت عصر داعی اجل کو بلبلک کہتے ہوئے اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف انتقال  
 فرمایا۔

آپ کی پیدائش مورخہ: ۸/ ۹ یا ۹/ ذیقعدہ ۱۲۹۴ ہجری بروز چہار شنبہ ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام ”حفیظ الدین عاقل“ ہے۔ آپ نے عین عالم شباب میں ہجر: ۳۳ سال وفات فرمائی۔

آپ کی وفات حسرت آیات پر بعض موزوں طبع احباب نے چند قطع آپ کی تاریخ وفات میں موزوں کئے ہیں انشاء اللہ العزیز اگر فضل خداوندی شامل حال رہا، اور توفیق رفیق ہوئی، تو تاریخ وفات کے کامل قطعات آپ کی سوانح عمری میں جو خدا کے فضل سے قریب قریب اختصار کے ساتھ مرتب ہو چکی ہے، شائع کئے جائیں گے۔ دو تاریخوں کا انتخاب ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔ آپ کی وفات کا مادہ ”ادخله الحق فی الجنة“ ہے۔

## ضروری التماس

حضرت مصنف علام اعنی عالم علوم عقلیہ و فاضل فنون حکمیہ و ماہر علوم نقلیہ ماواکی و بلجائی سربر آوردہ اذکیاء زماں جناب مولانا مولوی احمد میاں صاحب لاچپوری سورتی نور اللہ مرقدہ و برد اللہ مضجہ نے عین عالم شباب یعنی تینتیس سالہ سن میں: ۷/ شعبان ۱۳۲۷ھ بوقت عصروفات فرمائی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا مرحوم کے قیمتی کتب خانہ سے بعد وفات تلاش کرنے سے چند مسودات آپ کی تالیف سے دستیاب ہوئے۔ ان مسودات میں بعض مستقل کتابوں کے ترجمے اور بعض ملخصات و تالیفات ہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ آپ کو ان رسائل کے صاف کرنے کے بعد طبع کرانے کا خیال تھا، لیکن بوجہ عرض مختلفہ جس میں بڑا سبب آپ کی کم فرصتی تھی، اس کی طبع کی جانب توجہ تام نہ ہوئی، حتیٰ کہ آپ کی حیات کا جام لبریز ہو گیا اور آپ نے سفر آخرت اختیار کیا۔

چونکہ یہ رسائل اپنے فن اور طرز میں عمدہ اور مفید رسائل تھے اور جس سے عام اہل اسلام خصوصاً اردو فارسی پڑھ لکھے حضرات کو زیادہ تر مفید ہونے کی امید تھی، حق جل و علی شانہ کی رضا جوئی کے ساتھ مصنف مرحوم کی روح کو ایصال ثواب کی غرض سے جی یہ چاہا کہ اگر ان رسائل کو طبع کا جامہ پہنایا جائے تو علاوہ فیض عام ہونے کے آپ کی روح کو تازگی کے ساتھ حیات جاودانی نصیب ہوگی۔

الحمد للہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے طبع کا کافی اسباب مہیا فرمادیا اور مولانا مرحوم کے والد ماجد قبلہ بزرگوار حضرت مولانا شاہ صوفی صاحب ادام اللہ برکاتہ کی توجہ اس کے طبع کی جانب مبذول ہوئی، اور اول ہی اول کتاب ”فاتحہ العلوم“ جو حضرت علام حجۃ الاسلام امام

غزالی رحمہ اللہ کی تصنیف سے عربی کا ایک نہایت مفید اور قابل قدر رسالہ تھا اور جس کا یہ ترجمہ ہے طبع کے لئے دہلی گزٹ پریس میں باہتمام سیادت پناہ جناب سید سجاد حسین صاحب مالک مطبع کے دیا گیا۔ میر صاحب موصوف نے ازراہ عنایت اس کے طبع میں امید سے زیادہ اہتمام فرمایا۔ جس دن سے اس کے طبع کا کافی انتظام ہولیا۔

اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل و کرم سے راقم الحروف بندہ مرغوب احمد لاچپوری کے قلب پر خاص شہر دہلی مدرسہ مولوی عبدالرب صاحب مرحوم میں عالم رویا میں ایک دل خوش کن غیبی بشارت ظاہر فرمائی جسے بطور تحث نعمت ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

انشاء زمانہ طبع کتاب میں استاذی مرحوم جناب مولانا مولوی احمد میاں صاحب عالم رویا میں تشریف لائے۔ آپ نہایت بشاش و شاداں و فرحاں تھے اور نہایت بے تکلفی سے مثل ان دو صادق الودود دوستوں کے جو ایک دوسری کی گردن میں ہاتھ دیئے ہوئے چلتے ہیں میری گردن میں ہاتھ دے کر تھوڑی دور خرماں خرماں چلے اور یہ فرمایا کہ: دوست تم نے مجھے زندہ کرویا، اتنی۔

مصنف مرحوم کو ان مسودات پر نظر ثانی کا اتفاق نہ ہوا، لہذا معزز ناظرین باتمکین سے عاجزانہ التماس ہے کہ آپ کسی غلطی پر متنبہ ہوں تو براہ کرم و بنظر عطوفت۔

بقدر وسع دراصلاح کوشند

واں خطا پوشی کو کام فرمادیں، اور مصنف مرحوم کو دعاء مغفرت سے یاد فرمادیں۔

اللهم اغفره وارحمه رحمة واسعة وسكنه في الجنة الفردوس ، آمین جزاه الله

تعالیٰ ایانا وایاکم بالجوود و الکرم ، واللہ ذو الفضل العظیم۔

راقم الحروف بندہ: مرغوب احمد لاچپوری عفا اللہ عنہ وعن والدیہ ولاساتذہ الکرام

# حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے حالات پر مختلف مضامین

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ کے مختصر وہ حالات و واقعات جو دیگر علماء نے مضمون کی شکل میں مرتب و جمع فرمائے ہیں۔

## مضامین تحریر فرمانے والے اکابر کے اسماء

۱	حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری
۲	حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپوروی مدظلہ.....
۳	والد محترم حضرت الحاج اسماعیل صاحب مدظلہ.....
۴	حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دیوان مدظلہ.....
۵	جناب الحاج پروفیسر مرتاض حسین قریشی صاحب.

# حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری نور اللہ مرقدہ

از: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

---



بسم الله الرحمن الرحيم

حامداً ومصلیاً ومسلماً ، اما بعد،

حضرت العلامة الحاج مولانا مفتی مرغوب احمد لاچپوری: ۱۳۰۰ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن لاچپور کے مدرسہ اسلامیہ میں پائی۔ استاذ العلماء حضرت مولانا احمد میاں صاحب صوفی کے ارشد تلامذہ میں شمار ہوتا تھا۔

”مشکوٰۃ شریف“ پڑھنے کے بعد ”جامع العلوم“ کانپور تشریف لے گئے، کچھ عرصہ قیام کے بعد دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ آب و ہوا موافق نہ ہونے کی وجہ سے زیادہ نہ ٹھہر سکے اور دہلی میں مدرسہ عبدالرب میں داخل ہوئے۔ صدر مدرس حضرت مولانا عبد العلی محدث سے بہت متاثر ہوئے، دورۂ حدیث کی کتابیں حضرت موصوف سے پڑھیں۔ ۱۳۲۳ھ میں فارغ ہوئے اور حضرت مولانا شاہ محمد نعیم فرنگی محلی لکھنوی کے خلیفہ حضرت مولانا اعظم حسین صدیقی سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت کا شرف حاصل فرما کر لاچپور تشریف لائے۔

کچھ مدت مدرسہ اسلامیہ میں پڑھایا اور مخلص احباب کی دعوت پر رنگون تشریف لے گئے، وہاں ”مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ“ قائم کیا اور صدر مدرس و مفتی کی حیثیت سے کافی عرصہ خدمت انجام دیتے رہے، پھر سورتی جامعہ مسجد کے دارالافتاء کی خدمت پر مامور ہوئے اور بڑی شان اور نہایت خوبی کے ساتھ عظیم ذمہ داری اور مفوضہ دینی خدمت انجام دیتے رہے۔

آپ کے وطن لاچپور کی جامع مسجد بہت بوسیدہ اور مخدوش حالت میں تھی، اس کی تعمیر کے لئے آپ نے بڑی کوشش فرمائی اور اسی مقصد سے لاچپور قیام فرمایا، اور بہت شاندار

مسجد تعمیر ہوگئی۔ حق تعالیٰ موصوف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور اجر عظیم سے نوازے، آمین، بحرمة سید المرسلین صلی اللہ علیہ والہ وصحبہ وسلم۔

حضرت مولانا کو زمانہ طالب علمی سے اتباع سنت کا التزام تھا، چھوٹی چھوٹی سنتوں پر پابندی سے عمل تھا، اور اس کی برکت سے بزرگان دین اور علماء ربانی کی صحبت اور زیارت اور ان کی دعا حاصل کرنے کے مواقع بسہولت نصیب ہوتے رہے، اور قلب صاف اور شفاف ہوتا گیا۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے:

”من حفظ سنتی اکرمہ اللہ تعالیٰ بربع خصال : المحبة فی قلوب البررة ، والھیة فی قلوب الفجرة ، والسعة فی الرزق ، والثقة فی الدین“۔

جس نے میری سنت کا تحفظ کیا، حق تبارک و تعالیٰ چار باتوں سے اس کی تکریم فرمائیں گے:

(۱)..... پاکبازوں کے دلوں میں اس کی محبت ڈال دے گا۔

(۲)..... اور بدکاروں کے دلوں میں ہیبت۔

(۳)..... رزق کو فراخ کر دے گا۔

(۴)..... اور دین میں پختگی اور استقامت نصیب فرمائے گا۔ (شرح شرع الاسلام)

مذکورہ چاروں نعمتیں مولانا کو حاصل تھیں، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

مولانا امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے علمبردار تھے۔ فرمان نبوی:

”من رای منکم منکراً فلیغیرہ بیدہ“ وان لم یستطع فبلسانہ“ فان لم یستطع

فقلبه، وذلک اضعف الایمان“ رواہ مسلم۔

یعنی تم میں سے جو بھی کوئی بری بات دیکھے تو اس کو اپنے ہاتھ سے مٹا دے، اگر اس کی

استطاعت نہ ہو تو زبان سے اس کی مذمت کرے، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں اس کو برا مانے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔ (مشکوٰۃ شریف ۴۳۶) پر شدت سے عمل تھا۔ کیسا ہی موقع ہو امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے باز نہیں رہتے تھے۔ مندرجہ ذیل ایک واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت شاہ صوفی صاحب لاچپوری کو عوام کی اصلاح کی بڑی فکر لاحق تھی، جمعہ کے بعد لوگ ٹھہرتے نہیں تھے اس لئے خطبہ جمعہ کے بعد نماز سے پہلے بیان فرماتے، اور عصر کے وقت بھی موقع نکال ہی لیتے، چنانچہ ایک روز عصر کی نماز کے لئے اقامت کہی گئی اور حضرت صوفی صاحب نے بیان شروع کیا، پھر مکبر سے اقامت کہنے کا حکم فرمایا، اقامت کے بعد پھر دوبارہ نمازیوں کی طرف متوجہ ہوئے اور نصیحت شروع کی، پھر تیسری بار اقامت کے لئے حکم دیا تو حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب سے رہا نہ گیا، بصد احترام اور تواضع عرض کیا کہ تکرار اقامت مشروع نہیں ہے۔ حضرت صوفی صاحب کو غصہ آگیا اور فرمایا کون ہے؟ عرض کیا مرغوب! فوراً یہ فرماتے ہوئے واپس لوٹے کہ وقفہ ہو گیا تھا، اس لئے اعادہ کے لئے کہا، نماز کے بعد فرمانے لگے یہ مسئلہ کہاں لکھا ہے؟ عرض کیا حضرت! کتب فقہ میں موجود ہے، اور ”بہشتی گوہر“ میں بھی یہ مسئلہ ہے، چنانچہ بہشتی گوہر لائی گئی اور حضرت کو پوری تفصیل سنائی تو بہت خوش ہوئے، اور شکریہ ادا کیا اور بہت دعائیں دیں۔

حضرت مولانا موصوف کی وصیت تھی کہ نماز جنازہ احقر پڑھائے، میں اس وقت سفر حج میں تھا، حضرت کی وفات کے روز نو ساری آگیا اور لاچپور سے اطلاع آئی کہ حضرت کا وصال ہو گیا خدا کی شان دیکھئے اور مرحوم کی کرامت کہنے کہ حضرت کی خواہش پوری ہو گئی۔ مولانا میں بڑی خوبیاں تھیں، علم و عمل میں بڑے پختہ تھے، سنت کی اتباع اور عشق

رسول کے ساتھ اہل بیت اور آل رسول سے والہانہ محبت تھی، سادات کی بڑی تکریم اور تعظیم فرماتے، اسی جذبہ کے ساتھ اہل بیت کے فضائل اور حالات پر کتاب ”سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات“ مرتب فرمائی، اور عوام و خواص میں بہت مقبول ہوئی، اور یقیناً مذکورہ کتاب اس قابل ہے کہ ہر شخص اس کا مطالعہ کرے، بچوں کو بھی پڑھ کر سنائی جائے، تاکہ ہر شخص کے دل میں اہل بیت کی محبت و عظمت (جو جزو ایمان ہے) پیدا ہو۔

مولانا مرحوم کے نیک سیرت اور پاک طینت صاحبزادے جناب الحاج اسماعیل (عرف بھائی میاں) سلمہ اور پوتے عزیز مولوی مرغوب احمد سلمہ اور دوسرے پوتے رشید احمد اس کتاب کو دوبارہ طبع کرانے کا ارادہ کر رہے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کی مساعی جمیلہ کو کامیاب اور بار آور فرمائے، اور امت مسلمہ اس سے فیض یاب اور ان کے قلوب اہل بیت کی محبت سے سرشار ہوں، اور مرحوم کے لئے اور طبع کرانے اور سعی کرنے والوں کے لئے اسے صدقہ جاریہ بنائے، آمین۔ مولانا مرحوم کی اور بھی گراں قدر تصنیفات:

(۱)..... توحید الاسلام۔

(۲)..... جمع الاربعین۔ (۴۰ احادیث مع ترجمہ اور فوائد) وغیرہ ہیں۔

”توحید الاسلام“ میں اسلام کے بنیادی عقیدہ توحید کو نقلی و عقلی دلائل سے ثابت کیا ہے۔ فی زمانہ اس کی طباعت کی بھی از حد ضرورت ہے، مرحوم کے صاحبزادے اور پوتے اس کی طباعت کی بھی فکر اور کوشش کریں تو مرحوم کے علمی کارنامہ اور دینی خدمت سے امت فیضیاب ہوگی، اور مرحوم کی علمی یادگار تازہ اور آشکارا ہوگی، مرحوم کے مراتب اور درجات بلند اور مرحوم کی روح خوش ہوگی۔

حضرت کا ہمیشہ معمول تھا کہ بعد نماز فجر و مغرب قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے:

”لا اله الا الله وحده لا شریک له“ له الملک وله الحمد بیده الخیر‘ یحی ویمیت وهو علی کل شیء قدير“

دس بار پڑھتے تھے۔ اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ”مشکوٰۃ شریف“ میں حدیث ہے:

عن عبد الرحمن بن غنم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال : من قال قبل ان ینصرف ( من مکان صلواتہ ) ویثنی رجلیہ من صلوة المغرب والصبح ” لا اله الا الله وحده لا شریک له“ له الملک وله الحمد بیده الخیر یحی ویمیت وهو علی کل شیء قدير“ عشر مرات کتب له بكل واحدة ( من المرات ) عشر حسنات ومحیت عنه عشر سیئات ورفع له عشر درجات‘ وكانت له حرزاً من کل مکروه وحرزاً من الشیطان الرجیم‘ ولم یحل لذنوب ان یدرکھ الا الشرک‘ وكان من افضل الناس عملاً الا رجلاً یفضله یقول افضل مما قال، رواه احمد۔

(مشکوٰۃ شریف: ج ۹۰/ باب الذکر بعد الصلوة)

حضرت عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ فرماتے ہیں کہ: رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص فجر اور مغرب کی نماز کے بعد اپنی نماز کی جگہ سے ہٹنے سے پہلے قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے یہ کلمات ”لا اله الا الله“ الخ، دس مرتبہ پڑھے، تو ہر مرتبہ کہنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں، دس گناہ مٹائے جاتے ہیں، اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں، اور یہ کلمات اس کے لئے ہر بری چیز سے امان اور شیطان مردود سے پناہ بنتے ہیں، اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا، اور عمل کے اعتبار سے وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہوگا البتہ وہ شخص جو اس سے افضل کلمات کہے، مولانا موصوف کو عربی ادب پر کافی عبور تھا۔ اردو زبان بڑی فصیح بولتے تھے۔ اور اعلیٰ

درجہ کے خوش نویس تھے۔ تقریر و تحریر دونوں میں امتیازی شان رکھتے تھے۔

آپ کے علمی ذوق اور سنت کی پیروی کا جذبہ تادم حیات رہا۔ حضرت کی ولادت کی تاریخ: ۳ ذی قعدہ الحرام: ۱۳۰۰ھ ہے، اور وفات: ۱۳۸۲ھ میں بعمر: ۸۱ سال ہوئی۔

انا لله وانا اليه راجعون ، غفر الله له ، واسكنه جنة الفردوس ، وافاض عليه شایب رضوانه ، اللهم رب الحل والحرام ورب البيت الحرام ورب الركن والمقام ابلغ لروح سيدنا محمد منا السلام،

حضرت مولانا کا وصال ہو گیا ہے، مگر حضرت مرحوم کی دینی اور علمی خدمات و تقویٰ اور مبارک تالیفات مولانا کی یادگار اور آثار حیات ہیں۔

موت التقی حیاة لا نفاذ لها قد مات قوم وهم فی الناس احياء  
جو متقی اور پرہیزگار ہے اس کی موت کے بعد اسے ایسی زندگی میسر ہوتی ہے جس کے لئے فنا نہیں ہے۔

ہاں ایک قوم ظاہر کے اعتبار سے مرجئی ہے، حالانکہ وہ لوگوں میں زندہ ہے۔  
شہیدانِ محبت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا حیات جاوداں ملتی ہے ان کو تو فنا ہو کر  
رویائے صادقہ اتباع سنت کی برکت تھی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو  
خواب میں دیکھا، اور حضور اقدس ﷺ کی متعدد بار زیارت نصیب ہوئی۔ ایک دفعہ  
لاچپور کی جامع مسجد کی تعمیر مکمل ہونے کے بعد برآمدہ میں دو گانہ پڑھتے ہوئے آپ کی  
زیارت سے مشرف ہوئے، ”سبحان الله والحمد لله ولا اله الا الله والله اكبر“

العبد الضعیف السید عبدالرحیم لاچپوری غفر الله له ولوالديه

۲۸ محرم الحرام ۱۴۱۱ھ مطابق ۲۰ اگست ۱۹۹۰ء

# حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

از: حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہم  
سابق رئیس فلاح دارین ترکیسر

نوٹ:..... یہ مضمون رفیق محترم مفتی عبدالقیوم صاحب راجکوٹی مدظلہ کی وساطت سے  
موصول ہوا، جزا ہم اللہ احسن الجزاء فی الدارین خیرا۔ مرغوب احمد

---

مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب ضلع سورت کے مشہور قصبہ لاجپور میں پیدا ہوئے۔ ابتدا سے لے کر ”مشکوٰۃ شریف“ تک تعلیم لاجپور کے مشہور عالم استاذ العلماء مولانا احمد میاں صوفی صاحب سے حاصل فرمائی، اس کے بعد کانپور، دہلی کا سفر فرمایا۔ ۱۳۲۳ھ میں مدرسہ عبدالرب دہلی میں علوم کی تکمیل فرمائی۔

جامعہ ڈابھیل کی طالب علمی کے زمانے میں کبھی جمعرات کی شام اور کبھی جمعہ کے روز لاجپور جا کر زیارت کرتے تھے۔ آپ کی مجلس خالص علمی مجلس ہوتی۔ طلباء کو دیکھ کر طبیعت کھل جاتی اور بزرگوں کے واقعات، ان کی علمی خدمات کا تفصیلاً تذکرہ فرماتے۔ اللہ تعالیٰ نے بہت عمدہ حافظہ عطا فرمایا تھا۔

چہرہ پر عالمانہ وقار نظر آتا تھا۔ وضع قطع بھی بہت صاف ستھری تھی۔ گھر میں ہر طرف کتابیں سلیقہ سے رکھی ہوئی نظر آتی تھیں۔ اردو زبان دہلی والوں کی طرز پر بہت اچھی بولتے تھے۔ ہر ملاقات پر مختلف کتابوں کی نشاندہی فرماتے، اور مطالعہ کرنے کی تاکید فرماتے۔

مولانا کا تصنیفی ذوق بھی اچھا تھا۔ اہل بیت کے فضائل و مناقب پر ”سفینہ النجات فی ذکر مناقب السادات“ کتاب تصنیف فرمائی۔ دو تین بار مختلف مجلسوں میں تقریر سننے کا موقع ملا۔ فصیح اردو میں اچھی تقریر فرماتے تھے۔

کچھ مدت کے لئے جامعہ ڈابھیل کے اہتمام کی ذمہ داری بھی سنبھالی۔ مولانا بہت نیک سیرت انسان تھے۔ طلبہ خدمت میں آتے اور مختلف اعذار پیش کر کے گھر جانے کی رخصت طلب کرتے۔ بندہ اس زمانہ میں جامعہ میں ابتدائی درجات کا مدرس تھا اور حضرت کے قریب والے کمرے ہی میں قیام تھا، چند روز طلباء کی آمد رفت دیکھی تو عرض کیا کہ



حضرت یہ طلباء غلط بہانے بنا کر رخصت لیتے ہیں، مگر حضرت کو اس کا یقین نہیں ہو رہا تھا۔ شام کو ایک طالب علم پھٹے کپڑے پہن کر آیا اور مسکین بن کر کپڑے بنانے کے لئے گھر جانے کی رخصت طلب کی۔ بندہ نے کمرہ سے نکل کر درخواست کی، حضرت اس کے کمرے سے صندوق طلب کرتا ہوں آپ اس کو ملاحظہ فرما کر رخصت کا فیصلہ فرمادیں۔ جب صندوق منگوا کر کھولا تو تین جوڑے اچھے کپڑے موجود تھے۔ حضرت دیر تک ”لا حول“ پڑھتے رہے اور فرماتے رہے کہ: اچھا اب طلباء بھی اس طرح مکر و فریب کرنے لگے ہیں۔ اس کے بعد رخصت کا معاملہ بندہ کو سپرد فرمایا کہ: مولوی صاحب آپ ہی ان سے نمٹ لیں۔ یہ حضرات اپنے خلوص اور پاک طینتی کے سبب طلباء سے اس طرح کذب بیانی کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔

مولانا کے زمانہ اہتمام ہی میں بعض گھریلو اعدا کے سبب جامعہ سے الگ ہونے کا فیصلہ کرنا پڑا تو مولانا افسوس کا اظہار فرماتے رہے اور فرمایا کہ: ”بھائی سر کیا منڈ وایا کہ اولہ پڑا“، والی بات ہوگئی، ہمیں اپنے کام کے لئے آدمی ملا تھا، مگر اب یہ فیصلہ کر رہے ہیں۔ ان بزرگوں کو اپنے خوردو کی ترقی اور ان کو آگے بڑھانے کا مخلصانہ جذبہ ملا تھا، اس لئے ایسے فیصلوں سے رنجیدہ ہو جاتے تھے، بندہ نے تفصیلی حالات رکھے تو فرمایا کہ: ہاں واقعی مجبوریاں ہیں اور دعاؤں کے ساتھ رخصت فرمایا۔

مولانا عبدالاحد کوثر مرحوم نے آپ کی وفات پر جو مرثیہ لکھا ہے اس کا ایک شعر یہ ہے۔

آپ ہی کی ذات تھی گنجینہٴ علم و ہنر

آپ ہی کی ہستی تھی ہم سب کے لئے آب حیات

(ماہنامہ ”حرا کا پیغام“، نومبر، دسمبر ۲۰۰۶ء۔ رشد و ہدایت کے منار ۱۳۳)

# حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

از: والد محترم حضرت الحاج اسماعیل صاحب المروف بہ ”بھائی میاں“

## فہرست مضامین

۳۷۴	ولادت.....
۳۷	تدریس.....
۳۷	سفر رنگون.....
۳۷	روایۃ صادقہ.....
۳۷	ضیافت و سخاوت.....
۳۷	متفرقات.....
۳۷	وفات.....

## ولادت

آپ کی ولادت: ۳ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ بروز پنجشنبہ لاچپور میں ہوئی۔ احمد میاں اصل نام اور مرغوب احمد تاریخی نام ہے۔

اردو اور گجراتی کی تعلیم لاچپور کے اردو اسکول میں ہوئی، پھر حفظ شروع کیا، لیکن فطری اور پیدائشی ضعف اور کمزوری کے سبب پورا نہ ہوسکا۔

ابتدائی فارسی حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب سے حاصل کی، بعدہ صوفی صاحب کے صاحبزادے حضرت مولانا احمد میاں صاحب سے فارسی کی تکمیل کے بعد: ۱۳۱۵ھ سے عربی شروع کی اور: ۱۳۱۸ھ کے اختتام تک صرف نحو، فقہ، اصول فقہ، منطق میں شرح تہذیب تک اور ”مشکوٰۃ شریف“ پڑھ لی۔

اب مدرسہ اسلامیہ لاچپور میں تعطل پیدا ہو جانے کے سبب: ۱۳۱۹ھ میں جامع العلوم کانپور میں داخلہ لیا۔ ۲۰ھ میں طاعون کی وجہ سے دہلی چلے گئے۔ رمضان دہلی میں گزارنے کے بعد شوال میں دیوبند پہنچے۔ حضرت شیخ الہند نے ”شرح جامی، شرح تہذیب، قطبی اور ”میر قطبی“ کا امتحان لیا۔ ”مشکوٰۃ، جلالین“ وغیرہ مختلف اساتذہ سے پڑھنے لگے۔ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی درس کے ساتھی تھے۔ صحت کی خرابی کے سبب جلد ہی دیوبند چھوڑنا پڑا۔ خیال تھا کہ حضرت مولانا احمد حسن صاحب امر وہی کی خدمت میں جائے، لیکن دہلی میں بعض سورتی احباب کے پاس مدرسہ عبدالرب میں قیام کرنے سے یہاں کی علمی فضا زیادہ پسند آئی اور حضرت قاسم العلوم کے عاشق زار تلمیذ حضرت مولانا عبدالعلی میرٹھی، شیخ الحدیث و صدر مدرس مدرسہ مذکور سے بہت متاثر ہوئے اور دہلی ہی میں قیام کو ترجیح دی۔ ۱۳۲۳ھ تک فنون اور دورہ حدیث کی تکمیل کر لی۔ سالانہ جلسہ میں تقریر کا موقع بھی ملا۔ حضرت

مولانا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی کے دست بابرکت سے سند حدیث حاصل کی۔  
حضرت شاہ ابوالخیر صاحب رحمہ اللہ کو کسی خاص علمی کام کے لئے ایک عالم کی ضرورت  
تھی، اس خدمت کے لئے مولانا عبدالعلی صاحب کے مشورہ سے آپ کو طلب فرمایا، کام لیا  
اور بہت بہت دعائیں دیں۔

قاری عبدالرحمن صاحب الہ آبادی کی خدمت میں تجوید سیکھنے کے لئے حاضر ہوئے،  
لیکن برادر معظم کی طرف سے طلبی کے تار پر واپس آ گئے۔ ۱۳۲۲ھ میں ایک شادی کی  
تقریب میں بھوپال جانا ہوا تو علامہ شیخ حسین یمنی محدث وقاضی شہر سے علمی استفادہ کیا۔  
حضرت مولانا محمد نعیم فرنگی محلی لکھنوی رحمہ اللہ کے خلیفہ مولانا اعظم حسین صاحب  
صدیقی مہاجر مدنی رحمہ اللہ سے سلسلہ نقشبندیہ میں بیعت ہوئے۔ دو ماہ مستقل قیام فرما کر  
اورادو وظائف اور مراقبہ و محاسبہ کی تعلیم پائی۔

### تدریس

۱۳۲۷ھ میں مدرسہ اسلامیہ کو جو کچھ عرصہ سے بند تھا اسز نو جاری کیا جس میں عربی،  
فارسی اور اردو کے ساتھ گجراتی زبان کی تعلیم کا بھی انتظام کیا تاکہ بچوں کو سرکاری اسکول  
میں جانا نہ پڑے۔ ۱۳۳۳ھ تک مدرسہ اسی انداز پر چلتا رہا اس کے بعد بعض ایسے واقعات  
رو نما ہوئے جن کی بنا پر مدرسہ بند ہو گیا۔

### سفر رنگون

۱۹۱۵ء میں حضرت مولانا ابراہیم صاحب راندیری کے اصرار سے رنگون کا سفر کیا۔  
وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ کی داغ بیل ڈالی۔ عربی اور فارسی کے مدرس ہوئے۔ ساتھ  
ہی دارالافتاء بھی قائم ہوا جس کی تمام ذمہ داریوں کو آپ نے باحسن وجوہ نبھایا۔

۱۹۱۹ء میں بھائی صاحب افریقہ چلے گئے گھر پر کوئی مرد نہ رہا اس لئے مدرسہ سے مستعفی ہو کر گھر آ جانا پڑا۔ ۱۹۲۴ء تک مکان پر رہے۔ ادھر مدرسہ معلمیہ میں انحطاط پیدا ہو جانے کی وجہ سے ناظم مدرسہ نے پھر مولانا کو مجبور کیا کہ رنگون پہنچ کر مدرسہ کو سنبھالیں، ادھر مولانا کو بھی لاجپور جامع مسجد کی تعمیر جدید کے لئے سرمایہ کی ضرورت تھی، جس کی فراہمی رنگون میں خاطر خواہ ہو سکتی تھی، اس لئے اس طلب اور اصرار کو امداد نبی تصور فرما کر: ۱۹۲۵ء میں دو بارہ رنگون گئے۔ سال سے کچھ زیادہ قیام فرما کر واپس آ کر تعمیر جدید شروع کر دی۔ اہل قریہ کے تعاون اور ابراہیم خاں نواب سچین نیز دیگر اصحاب خیر کی امداد سے: ۱۹۲۷ء میں بتیس ہزار کی لاگت سے شاندار جامع مسجد تیار ہو گئی۔ کچھ متعلقات کا کام باقی تھا تو سہ بارہ رنگون جا کر اس کو بھی مکمل کر لیا۔ یہ جامع مسجد گاؤں کی متفق علیہ جامع مسجد ہے، باوجودیکہ گاؤں میں دو اور مسجدیں موجود ہیں، لیکن نماز جمعہ صرف اسی میں پڑھا جاتا ہے، اس میں مولانا کی نیک نیتی کو بہت دخل۔

### رُویائے صادقہ

حضرت کو طالب علمی کے زمانہ سے ہی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سے قلبی تعلق اور سید المرسلین ﷺ سے فرط محبت کی وجہ سے بار بار خواب میں ان حضرات کی زیارت نصیب ہوئی، جس کو حضرت نے اپنی بیاض میں ”تحدیث نعمت“ کے عنوان سے دن اور تاریخ کے تعین نیز کیفیات کی تفصیل کے ساتھ تحریر فرمایا ہے۔

زمانہ طالب علمی میں مدرسہ عبدالرب میں سیدنا حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو دیکھا۔ جوانی اور طالب علمی کے زمانہ میں لاجپور میں سیدنا محمد ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں بھی حضور ﷺ کی زیارت منامی ہوئی۔ ظاہر

ہے یہ سعادت اس کو حاصل ہو سکتی ہے جو صفائے باطن کے ساتھ عشق رسول ﷺ سے آشنا ہو، جس کا ہر قدم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے لئے اٹھتا ہو۔ مولانا احمد اللہ اس دولت سے مالا مال تھے، اس لئے جامع مسجد کی تعمیر کے بعد ابھی خدشہ دل میں باقی تھا کہ معلوم نہیں یہ میرا عمل عند اللہ مقبول ہوا یا نہیں؟ اسی فکر میں تھے کہ: ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ میں بروز دوشنبہ صبح کے وقت آقائے نامدار ﷺ کو جامع مسجد لاچپور کے برآمدے میں سنگ مرمر کے مصلیٰ پر داہنی جانب دو گانہ ادا فرماتے ہوئے دیکھا۔ حضرت خود تحریر فرماتے ہیں:

”اس واقعہ سے دل کو اطمینان حاصل ہوا کہ انشاء اللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں حکم خداوندی ہے ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ ابَدًا﴾ آپ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں، اور مقبول مسجد کے بارے میں ﴿احق ان تقوم فيه﴾ ارشاد ہوا ہے۔ اس واقعہ کے ساتھ دو شعر بھی لکھے ہیں جو جذبہ دروں کی ترجمانی کر رہے ہیں وہ یہ ہیں۔

سلامی یا نسیم الصبح قد بلغ      الی من قوفی صدری ہواہ

فجسمی ظاہراً منہ بعید      بعین باطن قلب یراہ

اے نسیم صبح میرا سلام اس ذات اقدس کو پہنچا دیں جن کی محبت سینہ میں جمی ہوئی ہے۔ جسم اگرچہ بظاہر ان سے دور ہے لیکن دل کی آنکھ ان کے دیدار سے شرف یاب ہے۔ رنگون میں دوبارہ خدمت افتاء کے وقت آقائے دو جہاں ﷺ کی رویت منامی اور ہم نشینی کا ذکر کرتے ہوئے یہ شعر درج کیا ہے۔

سلام علی انوار طلعتک اللتی      اعیش بها شکراً و نغمتی بها وجدا

آپ کے روئے انور کے انوار کو سلام جن کی بدولت شکر کی زندگی بسر کر رہا ہوں اور جن

پروجد کرتے ہوئے قربان ہو رہا ہوں۔

اسی طرح حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی دیکھا۔  
یہ تمام روایات صادقہ حضرت کے علوم مرتبت اور نسبت تامہ کے شاہد ہیں۔

### ضیافت و سخاوت

حضرت انتہائی مہمان نواز اور کشادہ دست واقع ہوئے تھے۔ علماء کرام اور مدارس سے متعلق جو کوئی بھی لاجپور آجائے وہ آپ کا مہمان ہوتا، آپ پوری بشاشت سے اس کی تواضع فرماتے۔ علامہ کشمیری، علامہ عثمانی وغیرہ اکابر جو دیوبند سے ڈابھیل تشریف لائے تھے جب کبھی لاجپور آتے تو آپ ہی کے یہاں قیام ہوتا، علمی تذکرے رہتے۔

### متفرقات

آپ کا علمی ذوق بہت عمدہ تھا۔ اخیر تک کتابوں کے بہت شائق رہے۔ تدریس کے انقطاع کے باوجود اس ذوق میں کمی نہیں آئی۔ آخر عمر میں کئی سال صاحب فراش رہے، لیکن ذوق مطالعہ بیمار نہیں ہوا۔ جامعہ ڈابھیل کا اہتمام بھی عارضی طور پر کچھ مہینوں کے لئے سنبھالا۔ تحریک کا ذوق بھی قابل تعریف تھا اور نہایت عمدہ اور شگفتہ لکھتے تھے۔ علاقائی زبان کا اثر بالکل نہیں تھا۔ ماہنامہ ”دارالعلوم“ دیوبند کے صفحات میں علماء گجرات کا تعارف آپ کے قلم سے شائع ہو چکا ہے۔ حضرت شیخ محمد طاہر پٹنی، حضرت مولانا صوفی احمد میاں صاحب لاجپوری، حضرت مولانا احمد حسن بھام سملکی، حضرت مولانا قاری اسماعیل صاحب راندیری اور حضرت مولانا حافظ غلام محمد صاحب راندیری کے تذکرے: ۱۳۷۱ھ سے سن ۱۳۷۳ھ تک دارالعلوم میں، اور فقیہ مفسر حضرت مخدوم علی مہائمی کا ترجمہ ”البلاغ“ بمبئی دسمبر: ۱۹۵۷ء میں محفوظ ہے۔

ان کے علاوہ متعدد تصانیف مولانا کی یادگار ہیں۔ ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“، توحید الاسلام، ارکان اسلام، سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات“، زیور طبع سے آراستہ ہو کر طبع ہو چکی ہیں۔

خوف خدا اور محبت رسول ﷺ آپ کے رگ و پے میں سرایت تھا۔ مولانا کا نورانی چہرہ زیارت کرنے والوں کو اللہ جل شانہ کی یاد سے تڑپا دیتا تھا۔

### وفات

اخیر عمر میں فالج کا اثر ہو گیا تھا۔ کئی سال صاحب فراش رہنے کے بعد: احرام الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق: ۵ جون ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد نماز ظہر اپنے مولیٰ کی آغوشِ رحمت میں منتقل ہو گئے۔ اللہ بے پایاں رحمتیں نازل فرمائے، اور ہم کو ان کے نقش قدم پر چلائے۔ نماز جنازہ حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

### حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے معمولات

از: والد محترم الحاج اسماعیل صاحب، المعروف بہ ”بھائی میاں“

میرے والد مرحوم کے مختصر حالات جو مجھے یاد ہیں وہ یہ ہے کہ:

والد صاحب ہمیشہ رات کو چار بجے اٹھ کر تہجد کی نماز ادا فرماتے، پھر ذکر و مراقبہ میں رہتے تھے۔ فجر کی سنت گھر میں ادا فرما کر فرض نماز کے لئے جامع مسجد تشریف لے جاتے، نماز کے بعد گھر آ کر تلاوت فرماتے اس میں بیسین شریف بھی شامل ہوتی، تلاوت کے بعد ”حزب الاعظم“ کی ایک منزل پڑھ کر نماز اشراق سے فارغ ہوتے، پھر ناشتہ کے لئے تشریف لے جاتے اور ناشتہ سے قبل ہی بچوں سے نماز فجر کی تحقیق فرماتے، اگر ہماری نماز



فجر چھوٹ جاتی تو بہت افسوس اور غصہ و ناراضگی کا اظہار فرماتے۔ ناشتہ کے بعد محلہ یا گاؤں میں رشتہ داروں کی، بیماروں کی، ضرورت مندوں کی خریداری فرماتے۔ اس کے بعد مکان آ کر کوئی مہمان ہوتا تو اس کو وقت دیتے، اگر مہمان نہ ہو تو کتاب کا مطالعہ فرماتے، اس درمیان میں ڈاک وغیرہ دیکھ کر جواب ارسال فرماتے۔ مشورہ طلب کرنے والوں کو مفید مشوروں سے نوازتے۔ دوپہر کا کھانا بارہ بجے کھا کر قبل از ظہر قیلولہ فرماتے، پھر نماز ظہر کے لئے وضو فرما کر مسجد تشریف لے جاتے۔ بعد نماز ظہر نئے آنے والوں سے ملاقات فرما کر چند منٹ جامع مسجد کے برآمدے میں بائیں طرف تشریف فرماتے اور ملنے والوں کی خیریت پوچھ کر ساتھ میں گھر تشریف لا کر حسب ضرورت مہمان کو کھانے یا چائے کے لئے اصرار فرماتے۔ ان سے فراغت پر مطالعہ میں مشغول ہو جاتے۔

عصر سے کچھ قبل تسبیح ہاتھ میں لے کر کبھی بیٹھے بیٹھے، کبھی چپ لیٹ کر ذکر و اذکار میں لگ جاتے۔ ان معمولات کے علاوہ درود شریف کثرت سے پڑھتے رہتے۔

نماز عصر کے بعد گھر تشریف لا کر صحت کے زمانہ میں روزانہ عصر کے بعد مقامی علماء حضرات کی مجلس ہوتی تھی۔ جس میں حضرت مولانا سید عبدالحی قاضی صاحب، حضرت مولانا محمد یوسف صاحب، حضرت مولانا براہیم صاحب، حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب وغیرہ علماء شرکت فرماتے، اور ہمیشہ یہ مجلس علمی مذاکرہ سے پررہتی، پھر یہ حضرات ساتھ ہی نماز مغرب کے لئے تشریف لے جاتے۔

مغرب بعد فوراً کھانا کھاتے، اس وقت بھی مہمانوں کا بہت خیال فرماتے۔ کھانے کے بعد کچھ دیر کے لئے ہمارا سبق یا چند سورتیں زبانی سنا کرتے اور بعد نماز عشاء ذکر و اذکار میں مشغول رہ کر آرام فرماتے، اور بچوں کو نماز فجر کی بہت تاکید فرماتے تھے۔ (انتہی)

# حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب

لاچپوری رحمہ اللہ

واقعات و تاثرات کی روشنی میں

از: حضرت مولانا بشیر احمد صاحب دیوان لاچپوری مدظلہ

فہرست مضامین

۳۴۲	قصہ لاچپور.....
۳۴۴	حضرت مفتی صاحب سے تعارف.....
۳۴۹	حضرت مفتی صاحب کے کچھ اوصاف حمیدہ.....
۳۵۳	سفر آخرت یا الی رحمۃ اللہ.....

بسم الله الرحمن الرحيم

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو  
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

زندگی انسان کی ہے مانند مرغ خوشنوا شاخ پر بیٹھا کوئی دم چھپایا اڑ گیا

علم والے علم کا دریا بہا کر چل دیئے

واعظان قوم سوتوں کو جگا کر چل دیئے

کچھ سخن ور تھے کہ سحر اپنا دکھا کر چل دیئے

کچھ مسیحا تھے کہ مردوں کو جلا کر چل دیئے

احقر سے حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب نور اللہ مرقدہ کے متقی و صالح فرزند

مولانا اسماعیل بھائی میاں سلمہ،<sup>۱</sup> اسی کے ساتھ حضرت مفتی صاحب کے پوتے مولوی

مرغوب احمد سلمہ بن مولوی بھائی میاں سلمہ۔ جو اس وقت انگلینڈ میں تعلیمی و تدریسی اور تبلیغی

خدمات انجام دے رہے ہیں۔ ان ہر دو موصوف کی بار بار کی گزارش پر یہ سیاہ کار حضرت

مفتی صاحب کے کچھ مختصر حالات و تاثرات تحریر کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ ناچیز خود کو اس قابل سمجھتا ہی نہیں کہ حضرت مفتی صاحب کے متعلق

کچھ تحریر کرے، کہاں حضرت مفتی صاحب کی بلند و بالا ذات گرامی اور کہاں یہ ادنیٰ طالب

علم؟ ”چہ نسبت خاک را بعالم پاک“، لیکن دونوں عزیزوں کی گزارش پر چند مختصر واقعات قلم

۱..... جو اس سیاہ کار کے مخلص رفیق قدیم بھی ہیں، دینی و علمی ذوق و شوق خوب رکھتے ہیں، نہایت سلیم

الطبع اور ہر دل عزیز ہیں، بڑے فیاض اور مہمان نواز ہیں، اپنے والد مرحوم حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی

کچھ خاص صفات حمیدہ اور عمدہ خوبیاں اللہ رب العزت نے موصوف کو بھی عطا فرمائی ہیں، ”الولد سر

لابیہ“۔

بند کر رہا ہے۔

### قصہ لاچپور

قصہ لاچپور جو تاریخی شہر سورت۔ جس کو ”باب المکہ“ کہا جاتا تھا۔ سے قریب بارہ میل کی مسافت پر واقع ہے۔ آزادی ہند سے قبل یہ قصہ نواب صاحب کی زیر حکومت تھا۔ نوابی حکومت کا یہ مشہور قصہ شمار کیا جاتا تھا۔ قصہ لاچپور ایک تاریخی قصہ ہے، بڑی شاندار روایات اپنے دامن میں لئے ہوئے ہیں، جس کی تفصیل کا اس وقت موقع نہیں۔ صوبہ گجرات میں قصہ لاچپور کو اہل علم حضرات کی ایک خاص بستی مانا جاتا تھا۔ شیخ طریقت اور قطب وقت حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے مبارک زمانہ میں قصہ لاچپور کی شہرت دور دور تک پھیلی۔ جلیل القدر نامی گرامی علمائے کرام اس قصہ میں پیدا ہوئے، جن کی محنتوں و قربانیوں سے غیر اسلامی رسومات و بدعات کا زور ٹوٹا، اسلام کی صحیح تعلیمات، اللہ رب العزت کے سچے احکامات، اور رسول اللہ ﷺ کی مبارک سنیتیں اور آپ کے نورانی اعمال زندہ ہوئے۔

یوں تو بے شمار علمائے کرام و حفاظ قرآن قصہ لاچپور میں پیدا ہوئے، ان میں سے چند حضرات کے اسمائے گرامی نمونہ و برکت تحریر کرتا ہوں۔ ان میں سے ہر ایک کی اپنی اپنی شان اور اپنا اپنا مقام ہے، جس طرح گلستاں میں ہر پھول کا اپنا رنگ اور اپنی خوشبو و مہک ہوتی ہے، اسی طرح علماء کرام نے دینی، قومی اور ملی خدمات اپنی صلاحیتوں کے مطابق انجام دیں اور دے رہے ہیں، لیکن کچھ خاص علماء کرام کے اسمائے مبارکہ پیش کرتا ہوں:

حضرت مولانا احمد میاں صوفی، مولانا عبدالحی قاضی صاحب، حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب، جد امجد حضرت مولانا محمد یوسف دیوان صاحب، مولانا سید عبدالکریم

صاحب، مولانا ابرہیم جھٹپٹیا صاحب، مولانا ابرہیم جھٹپٹیا صاحب، والد ماجد مولانا عبدالحی دیوان صاحب، مولانا محمد جھٹپٹیا صاحب، مولانا ابرہیم ڈایا صاحب، مولانا عبد السلام صوفی صاحب، عم محترم مولانا عبد العزیز دیوان صاحب وغیرہم بہت سے علماء کرام و حفاظ عظام اسی قصبہ لاچپور میں پیدا ہوئے، اور اپنے اپنے دور حیات میں دینی خدمات انجام دیتے ہوئے، اور قوم و ملت کی صحیح رہنمائی کرتے ہوئے اس دار فانی سے کوچ فرما گئے اور اللہ کی رحمت کو پہنچ گئے، رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً و مغفرۃً تامۃً۔

آج بھی اسی بستی کی باقیات صالحات میں چند مقتدر و معزز بزرگ ہستیاں بقید حیات موجود ہیں: مثلاً مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم لاچپوری صاحب دامت برکاتہم، حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب صوفی زید مجدکم، حضرت مولانا عبدالقدوس دیوان صاحب دامت فیوضکم (خلیفہ مجاز حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب جے پوری) حضرت مولانا اسماعیل حاجی واڑی صاحب زید مجدکم، مولانا قاری عبداللہ دیوان صاحب زید مجدکم، مولانا عبدالرؤف صاحب دیوان دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب) اس کے علاوہ اور بھی اکابر و اصاغر علمائے کرام وطن لاچپور میں اور بیرون ممالک میں تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں، یہاں صرف چند حضرات کے ناموں پر اکتفا کیا گیا ہے۔

الحاصل یہ کہ قصبہ لاچپور اہل علم حضرات کی ایک قدیم آبادی ہے۔ اسی مبارک بستی میں حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی پیدائش ہوئی۔ آپ کی ولادت: ۳/ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ مطابق: ۱۸۸۳ء بروز پنجشنبہ لاچپور میں ہوئی۔ حضرت مفتی صاحب نے ابتدائی تعلیم گجراتی، اردو، فارسی اور اسی طرح ”مشکوٰۃ شریف“ تک اپنے وطن لاچپور ہی میں

حاصل کی۔ اس کے بعد جامع العلوم کا پوردار العلوم دیوبند اور آخر میں دورہ حدیث مدرسہ عبدالرب دہلی میں پڑھا اور یہیں سے فراغت حاصل کی۔ علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی کے لئے مولانا محمد نعیم فرنگی محلی لکھنؤی کے خلیفہ مولانا اعظم حسین صدیقی مہاجر مدنی کی خدمت میں مستقل قیام فرما کر تزکیہ نفس اور اصلاح باطن سے مشرف ہوئے، اور اوراد و وظائف کا اہتمام اور مراقبہ و محاسبہ کی تعلیم حاصل کی۔

### حضرت مفتی صاحب سے تعارف

بندہ نے جب سے ہوش سنبھالا تب سے حضرت مفتی صاحب کا اسم گرامی چھوٹے بڑے لوگوں سے سنتا تھا، یہی سنتا تھا کہ: بہت بڑے عالم ہیں، بڑے مفتی ہیں، لاچپور کی عالیشان مسجد کی تعمیر موصوف ہی کی محنتوں و قربانیوں کا نتیجہ ہے، ایک مدت تک رنگون (برما) میں قیام فرما کر وہاں بڑی خدمات انجام دیں۔ اس طرح کا ذکر کانوں میں پڑتا تھا۔ شروع میں تو ہمت نہ ہوئی کہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضری دے اور مجلس میں بیٹھ کر آپ کے علوم سے مستفید و مستفیض ہوں، پھر اپنی طالب علمی کے زمانہ میں اپنا علمی ذوق و شوق بڑھانے کے لئے آہستہ آہستہ حضرت مفتی صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضری کا موقع نصیب ہوتا رہا۔ آپ کی مجلس میں بیٹھ کر اپنی علمی پیاس بجھاتا رہا، علمی مسائل، بزرگوں کے واقعات وغیرہ سننے کا خوب موقع ملتا رہا، اور جب باہر کے علماء کرام آپ کی زیارت و ملاقات کے لئے تشریف لاتے تو پھر مجلس کا رنگ کچھ اور ہی ہو جاتا، علمی نکات، گہرے مسائل، بزرگان دین کے مبارک واقعات خوب سننے کو ملتے۔ مجلس میں ایک خاص بہار و رونق آ جاتی۔ میرا چھ سالہ طالب علمی کا دور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں گزرا، اس کے بعد دورہ حدیث کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ ملا، وہاں سیدی و استاذی شیخ الاسلام

حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز اور دیگر جلیل القدر اساتذہ کرام کی خدمت میں رہ کر دورہ حدیث شریف کی کتابیں پڑھنے کا شرف حاصل ہوا۔

۱۳۷۱ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں دارالعلوم دیوبند سے فراغت حاصل کر کے اپنے وطن لاچپور واپس لوٹا۔ ڈابھیل کی طالب علمی کے زمانہ میں جب بھی چھٹیوں میں گھر آتا تو حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضری نصیب ہوتی، دل کو بڑی خوشی و طمانیت حاصل ہوتی۔ فراغت کے بعد کم و بیش پانچ سال تک حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں حاضری کی سعادت حاصل ہوتی رہی۔ حضرت مفتی صاحب کی علمی و نورانی مجلس میں بندہ نے جو کچھ دیکھا اور جو کچھ سنا۔ وہ آج چالیس سال کے بعد حافظہ پر زور دیکر قلمبند کرنا مشکل ہے، پھر بھی عزیز فرزندوں کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے چند خاص واقعات مختصر طور پر عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں، اور غلطیوں کو معاف کریں، آمین۔

(۱)..... حضرت مفتی صاحب کا علمی مقام بہت بلند تھا، وسیع النظر عالم تھے، آپ کے وسعت مطالعہ کا اندازہ اس واقعہ سے بھی لگایا جاسکتا ہے۔ ۱۹۳۸ء میں سحان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے رنگون (برما) کا سفر کیا، وہاں حضرت مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی، حضرت مولانا نے حضرت مفتی صاحب سے فرمایا کہ میں احادیث قدسیہ کے متعلق کتابوں کو تلاش کر رہا ہوں، میرا ارادہ ہے آسان اردو زبان میں احادیث قدسیہ کا ترجمہ کر دوں تاکہ عام مسلمانوں کے لئے مفید و نافع ہو اور میرے لئے نجات آخرت کا سبب اور باقیات الصالحات کا موجب ہو۔ اس پر حضرت مفتی صاحب نے اپنے وقت کے سحان الہند سے فرمایا کہ حیدرآباد کی مجلس دائرۃ المعارف سے علامہ محمد مدنی کی ایک کتاب شائع ہوئی ہے، کتاب کا نام ”الاتحاف السنہ بالاحادیث القدسیہ“ ہے۔ آپ نے

حضرت سحبان الہند کو اس کتاب کی طرف توجہ دلائی۔ سفر سے واپسی پر حضرت سحبان الہند نے یہ مبارک کتاب حاصل کی۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ یہ کتاب احادیث قدسیہ کے سلسلہ میں بڑی جامع و مکمل ہے۔ سوچئے کہ حضرت مفتی صاحب کا مطالعہ کتنا وسیع ہوگا۔

(۲)..... گجرات کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل اپنے علمی و روحانی مقام کے اعتبار سے عالم اسلام میں مشہور و معروف ہے۔ جامعہ اسلامیہ کی یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ دارالعلوم دیوبند کی مایہ ناز ہستیاں علامہ سید محمد انور شاہ کشمیری، شیخ النفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی اور دیگر علمائے کرام کی ایک خاص جماعت دیوبند سے جامعہ ڈابھیل میں تشریف لائی، اس سے جامعہ کو چار چاند لگ گئے، اور پورے عالم اسلام میں اس کی شہرت ہوگئی، جامعہ کا مقام بہت ہی بلند ہو گیا، پھر جامعہ پر ایک نازک وقت بھی آیا، جس سے عموماً پورے ہندوستان اور خصوصاً پورے گجرات میں ہلچل مچ گئی۔ ارباب جامعہ نے جامعہ اسلامیہ کو دنیوی درس گاہ بنانے کا ارادہ کیا۔ یہ فیصلہ ایک عظیم الشان دینی درس گاہ کی زندگی و موت کا فیصلہ تھا، دنیا کو کھلے طور اور کھلم کھلا دین پر ترجیح دینا تھا، علمائے کرام اور بزرگان ملت اور دین سے محبت رکھنے والے مسلمانوں پر امتحان و آزمائش کی نازک گھڑی آگئی تھی، حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے دل پر بھی اس کا بہت بڑا اثر تھا، بے چین تھے، پریشان تھے دعائیں کرتے تھے۔ دینی و علمی بصیرت و بصارت رکھنے والے حضرات نے اس نازک موقع پر مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب کو خاص دعوت دے کر بلایا، حضرت مجاہد ملت اپنی بے حد مصروفیتوں و مشغولیتوں کے باوجود تشریف لائے۔ اس موقع پر ارباب جامعہ اور فکر مند علمائے کرام نے مجاہد ملت سے مل کر گفتگو کی۔ اور جامعہ کے احاطہ میں ایک عام جلسہ بھی رکھا گیا تھا۔ اس عظیم الشان جلسہ میں حضرت مجاہد ملت نے بڑی پُر جوش تقریر



کی۔ دورانِ تقریر بڑے پرجوش انداز میں آپ نے موجودہ دور میں دینی مدارس کی سخت ضرورت و اہمیت کو بے نظیر دلائل و براہین کے ذریعہ ثابت کیا۔ دینی مدارس کو اسلام کے قلعے بتاتے ہوئے آپ نے فرمایا:

”ملتِ اسلامیہ کے دین و ایمان کی بقا و حفاظت کا ذریعہ یہی مدارس ہیں۔“

آپ نے تقریر میں یہ بھی فرمایا کہ:

”کونکے کی کان سے کونکے ہی نکلتے ہیں، اور علم کے معدن سے علماء ہی نکلتے ہیں، دارالعلوم دیوبند نہ ہوتا تو علامہ انور شاہ کشمیری کہاں پیدا ہوتے، علامہ انور شاہ اپنے رفقاء کرام کے ساتھ آپ کے جامعہ میں تشریف لائے، جامعہ کو چار چاند لگ گئے“

اربابِ جامعہ نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ ایسے نازک وقت میں جامعہ اسلامیہ کو ایک اعلیٰ علمی قابلیت رکھنے والے مہتمم کی سخت ضرورت تھی، سب کی نظر حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب ہی پر آ کر ٹھہری۔ حضرت سے التجا کی گئی، گزارش کی گئی، ضعیف العمری اور مسلسل علالت کے باوجود حضرت نے عارضی طور پر اہتمام کی ذمہ داری قبول فرمائی، اس طرح جامعہ کی گرتی ہوئی دیوار کو آپ نے تھوڑا سا سہارا دیا۔ آج جامعہ اسلامیہ اپنی پوری شان و شوکت کے ساتھ چل رہا ہے، یہ آپ کی خاص دعا و توجہ ہی کا اثر ہے۔ اللہ رب العزت قبول فرمائے۔

(۳)..... حضرت مفتی صاحب کے علمی و روحانی مقام کا اندازہ اس سے بھی بخوبی ہوتا ہے کہ ہندوستان کے جلیل القدر علماء کرام جب کبھی گجرات کے دورہ پر تشریف لاتے یا جامعہ اسلامیہ ڈابھیل و دیگر مدارس دینیہ میں تعلیمی تدریسی خدمات انجام دینے کے لئے مقرر ہوتے تو اکثر حضرت مفتی صاحب کی زیارت و ملاقات کے لئے تشریف لاتے، علمی مجلسیں

آپ کے دولت کدہ میں قائم ہوتیں، بڑی نورانی فضا ہوتی، علمی و دینی باتوں سے اہل مجلس خوب فیضیاب ہوتے، اہل علم حضرات کا ورود مسعود بستی والوں کے لئے بھی بہت مبارک ہوتا، حضرت مفتی صاحب کے طفیل عام مسلمانوں کو بھی علماء کرام کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل ہو جاتا اور کبھی وقت میں گنجائش ہوتی تو عام وعظ و تقریر کی مجلس بھی قائم ہوتی، جس سے اہل قصبہ اور قرب و جوار کے مسلمان بھی مستفید و مستفیض ہوتے۔

(۴)..... حضرت مفتی صاحب کے اوصاف حمیدہ میں یہ بات بھی بطور خاص قابل ذکر ہے کہ آپ بڑے سخی و فیاض تھے۔ بڑے مہمان نواز تھے۔ آپ کا دست مبارک کشادہ تھا۔ علماء کرام تشریف لاتے تو خوشی و شادمانی سے دل باغ باغ ہو جاتا، مہمان نوازی خوب کرتے۔ حسب مراتب مہمان نوازی کرتے۔ امیر و غریب ہر ایک آپ کے مہمان ہوتے، کوئی حاجت مند آتا تو آپ کے در سے خالی ہاتھ نہ جاتا۔ ہندوستان کے طول و عرض گجرات، یوپی وغیرہ دور دراز کے علاقوں کے اہل مدارس اپنے سفراء (سفیروں) کو چندہ کے لئے بھیجتے تو وہ جب قصبہ لاچپور میں تشریف لاتے تو اولاً حضرت مفتی صاحب کی زیارت و ملاقات کا شرف حاصل کرتے اور اپنے چندہ کی ابتداء برکتہٴ آپ ہی کے در دولت سے کرتے، آپ سے دعائیں لیتے، بالخصوص رمضان المبارک میں سفراء کرام کا تانتا لگ جاتا، حضرت مفتی صاحب ہر ایک سے خندہ پیشانی سے پیش آتے، اور حسب توفیق خود بھی امداد فرماتے اور دوسروں کو بھی تعاون و امداد کی ترغیب دیتے۔

(۵)..... حضرت مفتی صاحب اپنے وقت کے جلیل القدر بزرگوں اور اہل اللہ کی صحبت سے مشرف تھے، اور سلسلہ نقشبندیہ میں مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی سے بیعت ہوئے تھے، اس لئے اور ادو طائف کی بڑی پابندی تھی۔ نماز باجماعت کا بڑا اہتمام

تھا۔ ذکر والی زبان اور شکروالہ اللہ رب العزت نے عطا فرمایا تھا۔ آخری ایام میں جب کبھی اس عاجز کو حاضری نصیب ہوئی تو تسبیح ہاتھ میں دیکھی اور زبان پر سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام کی یہ مبارک دعائے یوسفی کا ورد سنا ﴿فاطر السموات والارض انت ولی فی الدنیا والاخرۃ توفی مسلما والحقنی بالصالحین﴾ یہ مبارک دعا بڑے ذوق ولذت کے ساتھ پڑھتے تھے۔ یہ: ۱۹۵۷ء سے قبل کی بات ہے، جب یہ عاجز وطن لاچپور ہی میں مقیم تھا۔ اکتوبر: ۱۹۵۷ء میں یہ عاجز تعلیمی و تبلیغی خدمات انجام دینے کے لئے جزیرۂ فیجی میں پہنچ گیا۔

(۶)..... علمائے حق کے کچھ نہ کچھ مخالفین تو ہوتے ہی ہیں، اور سنت اللہ بھی یہی ہے، آپ کے بھی کچھ مخالف و دشمن تھے جو ایذائیں و تکلیفیں پہنچانے پر تلے رہتے، لیکن آپ کو مخالفین کی طرف سے جو بھی ایذائیں پہنچائی جاتیں تو آپ صبر و تحمل کے ساتھ برداشت کرتے، اپنے مخالفین سے انتقام لینے کا کبھی خیال بھی نہیں کرتے، قوت برداشت بے مثل تھی۔ مخالفین کے ساتھ بھی حسن سلوک سے پیش آتے، حسن سلوک اور احسان کی تلوار سے مخالفین و دشمنوں کے سر جھکا دیتے، یہی سنت نبوی ﷺ ہے، اسی کا حتی الامکان اتباع کرتے۔

### حضرت مفتی صاحب کے کچھ خاص اوصاف حمیدہ

(۷)..... ایک مرتبہ اپنے طالب علمی کے زمانہ میں اس عاجز کی حاضری ہوئی تو فرمایا کہ: شیخ الحدیث حضرت مولانا بدر عالم صاحب نور اللہ مرقدہ کی حدیث شریف کی ایک نئی کتاب چھپ کر آئی ہے پھر ”ترجمان السنہ“ کی جلد اول دکھائی اور فرمایا: حضرت نے احادیث مقدسہ کی بڑی عمدہ تشریح فرمائی ہے۔ احقر کو کتاب دیتے ہوئے فرمایا کہ: اس کو پڑھیں۔ اس کے بعد جب کبھی کوئی نئی کتاب آپ کے پاس آتی تو آپ اکثر پڑھنے کے لئے عنایت

فرماتے۔ اسی طرح اردو ماہنامے و رسائل جو بھی آپ کے پاس آتے تو ملاقات کے وقت عنایت کرتے یا عزیز مولوی بھائی میاں سلمہ کے ہاتھ بھیج دیتے۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ حضرت مفتی صاحب کا جذبہ دین کیا تھا؟ اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانے کا کیا ہی مبارک شوق تھا۔ یہ بھی تربیت کا ایک خاص طریقہ ہے۔

(۸)..... ایک مرتبہ اس سیاہ کار نے عید گاہ میں نماز عید الفطر سے قبل بڑے جوش و جذبہ سے تقریر کی۔ قرآن مجید کی آیت مبارک: ﴿فاما من طغى واثرا الحيوۃ الدنيا فان الجنة هي الماوى﴾ کی تفسیر کرتے ہوئے ایک خاص جذبہ کے ساتھ اس کا شان نزول بیان کیا، الحمد للہ مجمع بڑا متاثر ہوا، حضرت مفتی صاحب بھی موجود تھے، نماز کے بعد ملاقات کے لئے حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا، بستی کے اور کفلیتہ کے علماء کرام اور دیگر حضرات موجود تھے، یہ عاجز سلام کرتے ہوئے گھر میں داخل ہوا تو دیکھتے ہی چہرہ مبارک خوشی سے چمک اٹھا، میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا، بڑی محبت سے ہاتھ پکڑ لیا، بہت دیر تک دعائیں دیتے رہے، پھر فرمایا آج آپ کی تقریر سن کر بڑی خوشی ہوئی، سبحان اللہ ماشاء اللہ جزاک اللہ انداز بیان بہت ہی دلکش تھا، پھر فرمایا کہ آیتوں کا شان نزول کہاں پڑھا؟ میں نے ادب سے عرض کیا، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی تفسیر ”فتح العزیز“ (تفسیر عزیزی) میں ہے۔ بڑے خوش ہوئے، مبارکباد دی۔ آج ایک مدت کے بعد اس واقعہ کو سوچتا ہوں تو حیرت ہوتی ہے کہ وہ کیا مبارک زمانہ تھا، جب ہمارے اسلاف اپنے چھوٹوں کی علمی ترقی کے کیسے خواہشمند ہوتے تھے، ورنہ یہ عاجز تو اس وقت بھی ایک طالب علم تھا اور آج بھی طالب علم ہی ہے، لیکن آج طبقہ علماء میں یہ اعلیٰ صفات مشکل ہی سے نظر آئیں گی۔

(۹)..... ۱۹۵۵ء میں بندہ کی شادی عم محترم حضرت مولانا عبدالقدوس صاحب دامت برکاتہم کی صاحبزادی سے ہوئی۔ بعد نماز عشاء جامع مسجد میں نکاح کی مجلس قائم ہوئی، حضرت مفتی صاحب نے بھی دعوت قبول فرما کر حاضری کا شرف بخشا، خطبہ نکاح حضرت مفتی صاحب نے پڑھا اور ایجاب و قبول عم محترم مدظلہ نے کرایا، اس طرح دونوں بزرگوں نے مل کر بندہ کے نکاح کے مبارک کام کو انجام دیا۔ یہ اس عاجز کے لئے بڑی سعادت تھی۔

(۱۰)..... ہمارے گاؤں میں جب کسی کا انتقال ہوتا اور جنازہ گاہ میں جنازہ لایا جاتا تو حضرت مفتی صاحب کی تلاش ہوتی۔ علم و تقویٰ اور بزرگیت کی وجہ سے لوگ آپ ہی سے نماز جنازہ پڑھواتے تھے، اکثر و بیشتر آپ ہی نماز جنازہ پڑھاتے، اس لئے حضرات اہل علم آپ کو ”امام المیت“ (مردوں کا امام) کہتے، اور جامع مسجد کے امام صاحب کو ”امام الحی“ (زندوں کا امام) کہتے۔

مؤرخہ ۲۳ رزی الحجہ ۱۳۷۵ھ مطابق یکم اگست ۱۹۵۶ء کو بندہ کی والدہ مرحومہ کا انتقال ہوا، (اللہ تعالیٰ مغفرت فرمائے) نماز جنازہ میں حضرت مفتی صاحب بھی تشریف لائے، بندہ نے گزارش کی کہ حضرت آپ جنازہ پڑھادیں، آپ نے بڑی محبت و شفقت سے فرمایا: آپ عالم دین ہیں اور آپ کی والدہ ہیں، اس لئے آپ ہی کا زیادہ حق ہے، آپ ہی نماز پڑھائیں۔ نماز تو احقر ہی نے پڑھائی، لیکن آج سوچتا ہوں کہ مفتی صاحب کو اللہ رب العزت نے کتنے بلند اخلاق عطا فرمائے تھے ”حق بخقدار رسید“ کا کتنا خیال فرماتے تھے۔

(۱۱)..... استاذ المحترم شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کا ورود مسعود کبھی قصبہ لاچپور میں نہیں ہوا تھا، بستی کے ہر چھوٹے بڑے کی تمنا تھی کہ حضرت

شیخ مدنی جب کبھی بھی صوبہ گجرات کا دورہ کریں تو لاجپور بھی تشریف لائیں، مرحوم حاجی احمد میاں کا سوجی نے تمام خرچ اٹھانے کا وعدہ کیا، حضرت شیخ مدنی کا دورہ گجرات شروع ہوا، تو حضرت مفتی صاحب نے دعوت قبول کرانے میں بڑی جدوجہد کی۔ اللہ تعالیٰ نے بڑا کرم فرمایا کہ حضرت شیخ لاجپور تشریف لائے، رات کو ایک عظیم الشان جلسہ ہوا، قرب وجوار کی بڑی تعداد نے جلسہ میں شرکت کی، مردوں اور عورتوں کی بڑی تعداد بیعت سے مشرف ہوئی، حضرت مفتی صاحب حضرت شیخ کے ساتھ ساتھ رہے، حضرت شیخ حضرت مفتی صاحب کی بڑی عزت کرتے تھے، مفتی صاحب کے علمی مقام سے حضرت شیخ خوب واقف تھے۔ آج تک حضرت شیخ کی تشریف آوری کا روحانی و نورانی نظارہ آنکھوں کے سامنے ہے۔ یہ بھی حضرت مفتی صاحب ہی کا خاص فیض تھا کہ حضرت مدنی جیسی مقدس ہستی لاجپور میں تشریف لائی۔ اس سے مفتی صاحب کا مقام کتنا بلند تھا، یہ سمجھا جاسکتا ہے۔

(۱۲)..... ۱۹۵۷ء کو تعلیمی و تبلیغی خدمات انجام دینے کے لئے جزیرہ فیجی کے لئے بندہ کا سفر بزرگوں کے مشورہ سے طے ہوا، اس وقت احقر جامع مسجد کی امامت کے فرائض انجام دیتا تھا، آخری جمعہ میں نے پڑھایا، جوں ہی نماز ختم کی فوراً حضرت مفتی صاحب نے لوگوں سے فرمایا کہ: مولوی بشیر احمد سفر پر جا رہے ہیں، ان کے لئے خصوصی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے سفر کو کامیاب کرے، اور دین کی خدمت کے لئے قبول فرمائیں، اور سفر پر روانگی کے وقت خوب الحاج وزاری سے مفتی صاحب نے دعاء فرمائی۔ حضرت مفتی صاحب اور دوسرے مخلصین حضرات کی دعاؤں ہی کی برکت ہے کہ آج سینتیس سال سے مسلسل جزیرہ فیجی میں دینی خدمات انجام دے رہا ہوں، اللہ رب العزت قبول فرمائے، آمین۔ حضرت مفتی صاحب کی خاص دعائیں اور شفقتیں اس ناچیز کے ساتھ ہمیشہ رہیں

اور قدم قدم پر رہنمائی فرماتے رہے۔

اس سیاہ کار کے لئے آخری الوداعی جلسہ مرحوم حاجی ابراہیم عابد کے مکان پر ہوا، مرحوم حاجی صاحب میرے قریبی رشتہ دار بھی تھے اور اس سیاہ کار سے بڑی محبت بھی کرتے تھے، رات کے اس الوداعی جلسہ میں حضرت مفتی صاحب خاص تشریف لائے، حالانکہ مفتی صاحب ضعیف العمری اور علالت کی وجہ سے رات کو کسی جلسہ اور کسی دعوت میں شرکت نہیں فرماتے تھے، معذرت فرمادیتے، لیکن اس الوداعی جلسہ میں تشریف لائے، آخر تک تشریف فرما ہوئے، بڑے غور سے بندہ کی تقریر سنی اور خوب دعائیں کیں۔ اپنے وقت کے ایک بہت بزرگ کا تشریف لانا اور دعائیں کرنا اس سیاہ کار کے لئے کتنی بڑی سعادت ہے۔ یہ تھے حضرت مفتی صاحب کے بلند اخلاق۔ یہ اوصاف حمیدہ آج طبقہ علماء میں بہت کم نظر آتے ہیں، الا ماشاء اللہ۔

### سفر آخرت یا الی رحمۃ اللہ

ذات معبود جاودانی ہے      باقی جو کچھ ہے وہ فانی ہے

مورخہ ۳/ ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ کو علم و عمل کا جو آفتاب قصبہ لاچپور میں طلوع ہوا تھا، جن کا اصل نام ”احمد میاں“ اور تاریخی نام ”مرغوب احمد“ تھا، اس فانی دنیا کی اسی بہاریں دیکھ کر یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق ۵ جون ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد نماز ظہر رحمۃ الہی کو پہنچ کر غروب ہو گیا ”انا للہ وانا الیہ راجعون“۔ حضرت مفتی صاحب کی نماز جنازہ مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

بستی لاچپور ایک نعمتِ عظمیٰ سے محروم ہو گئی، اہل گجرات ایک اولوالعزم ہستی کے نورانی فیض سے محروم ہو گئے۔ دعا ہے کہ اللہ رب العزت اپنی خاص رحمتیں حضرت مفتی صاحب

پر نازل فرمائیں، مغفرت تامہ اور رحمتِ واسعہ سے نوازے۔

غفر اللہ له ونور مرقده واکرم مثواه واعلی درجاته فی الجنة الفردوس  
اللہ تعالیٰ اہل خاندان کو صبر جمیل عطا کرے، امت مسلمہ کو اس کا نعم البدل عنایت  
کرے، آمین۔

حضرت مفتی صاحب اپنے پیچھے ایک ولد صالح، متقی، پرہیزگار، فرزند اسماعیل المعروف  
بہ ”بھائی میاں“ سلمہ اور ایک دختر نیک اختر پہلی اہلیہ کے چھوڑ گئے ہیں۔ دوسری اہلیہ سے  
بھی چند اولاد ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ سب کو بخیریت رکھیں، اور ایمان و یقین والی زندگیاں  
نصیب کرے۔

مولوی بھائی میاں زید مجدہم حضرت مفتی صاحب کے خاص علم و عمل کے وارث ہیں۔  
اللہ رب العزت نے مفتی صاحب کے کچھ خاص اوصاف حمیدہ موصوف کو عطا فرمائے ہیں،  
بستی کے ہر دل عزیز ہیں، اس عاجز کے رفیق مکرم ہیں۔

موصوف کے دو صاحبزادے مولوی مرغوب احمد سلمہ اور مولوی رشید احمد سلمہ، عربی  
مدرسہ کے فارغ التحصیل ہیں۔ تعلیمی و تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان  
تمام عزیزوں کو علم و عمل کی دولت سے مالا مال کرے، اور دین و ملت کی مزید سے مزید  
خدمات انجام دینے کی توفیق عطا کرے۔ آمین ثم آمین۔ والسلام،

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین، والصلوة والسلام علی سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم، وعلی الہ واصحابہ اجمعین



## مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

از..... پروفیسر مرتاض حسین قریشی صاحب

ایس بی، گارڈا کالج نوساری

موصوف کی ولادت لاچپور میں: ۳/ ذی قعدہ ۱۳۰۰ھ (مطابق ۱۳ ستمبر ۱۸۸۳ء) کو بروز جمعرات ہوئی۔

ابتدائی تعلیم اور قرآن شریف کے چند پارے لاچپور اور سورت میں رہ کر حفظ کئے، پھر چند ابتدائی کتابیں حضرت صوفی سلیمان صاحب سے پڑھیں۔ صوفی صاحب کے صاحبزادے مولانا احمد میاں سے فارسی، عربی، صرف و نحو، منطق، فلسفہ، حدیث اور تفسیر کی اکثر متعلقہ کتابیں صرف پانچ سال میں مکمل طور پر پڑھ لیں۔ مزید تعلیم کے لئے مدرسہ جامع العلوم کانپور، دارالعلوم دیوبند اور مدرسہ عبدالرب دہلی تشریف لے گئے اور ان جامعوں میں درس نظامی کی تکمیل کی۔ علامہ شبیر احمد عثمانی آپ کے ہم سبق رہ چکے ہیں۔

آپ کا تاریخی نام ”مرغوب احمد“ مولانا عبدالحمید بھوپالی نے نکالا تھا۔

مدرسہ اسلامیہ لاچپور کو جو عرصہ سے بند پڑا تھا آپ نے دوبارہ جاری فرمایا، لیکن ۱۳۳۳ھ میں بعض نامساعد حالات کی وجہ سے یہ مدرسہ پھر بند ہو گیا۔

پھر آپ رنگون تشریف لے گئے اور وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ میں درس و تدریس اور افتاء کی خدمات انجام دیں۔

برما کے مخیر حضرات اور نواب سچین کے تعاون سے: ۱۹۲۷ء میں لاچپور میں جامع مسجد جو ایک عالیشان عمارت ہے، تعمیر کروائی۔

مولانا مرغوب احمد صاحب بڑے صاف گو اور حق گو بزرگ تھے۔ اردو تحریر و تقریر پر یکساں قدرت رکھتے تھے۔ مہمان نوازی اور خوش خلقی کی وجہ سے عوام و خواص سب آپ کو بہ نظر احترام دیکھتے تھے۔

راقم الحروف دو چار بار آپ سے لاجپور جا کر مل چکا ہے، آخر میں (۴۸ء) میں نوساری میں بھی ملاقات ہوئی تھی۔ ہمارے مرشد کامل حضرت شاہ غلام محمد مجددی نقشبندی کابلی کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، اور اسی ملاقات میں خلافت حاصل ہوئی تھی۔

اخیر عمر میں فالج ہو گیا تھا۔ یکم محرم ۱۳۸۳ھ (مطابق ۵ جون ۱۹۶۲ء) لاجپور میں اسی مرض میں انتقال فرمایا۔ خدا رحمت کرے۔

آپ کی تصنیفات میں ”سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات“ اہل بیت رضی اللہ عنہم اجمعین کے مناقب و فضائل پر ایک قابل قدر کتاب ہے۔ اس موضوع پر اس سے بہتر کتاب اردو میں آج تک نظر سے نہیں گزری۔ طرز تحریر شگفتہ اور دلچسپ ہے، ہر ورق سے عقیدت ظاہر ہوتی ہے۔ کانپور، دیوبند اور پھر دہلی میں قیام کا اثر تھا کہ پوری کتاب پڑھ جائیے، کہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ایک گجراتی عالم کی تصنیف ہے، جن کا تعلق سنی بوہرہ جماعت سے تھا۔

دوسری تصنیف ”جمع الاربعین فی تعلیم الدین“ چہل منتخب احادیث کا مجموعہ ہے۔ ترجمہ اور تفسیر کے ساتھ۔ تیسری کتاب ”توحید الاسلام“ ہے، جس کا موضوع نام سے ظاہر ہے، اور چوتھی تصنیف مسلک شافعی پر ”ارکان اسلام“ ہے۔ ان کے علاوہ آپ کے مضامین ”برہان“ وغیرہ جیسے موقر رسالوں میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

(جنوبی گجرات کے چند اردو نویس علماء کرام)

# مکتوباتِ مرغوب

اس رسالہ میں جد امجد حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ سابق مفتی اعظم برما کے مکتوبات کو جمع کیا گیا ہے۔ شروع میں چند اکابر کے مکتوبات بھی، جو مل سکے شامل کر دیئے گئے ہیں۔

جمع و ترتیب

مرغوب احمد لاہوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

## عرض مرتب

ایک عرصہ سے راقم جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری کی سوانح حیات مرتب کرنے، ان کے فتاویٰ کو تلاش کرنے اور ترتیب دینے، ان کے مکتوبات و مضامین کو جمع کرنے کی فکر میں تھا۔ الحمد للہ ”من جد وجد“ کے مصداق حضرت کے فتاویٰ کی تین جلدیں ترتیب و حواشی کے ساتھ مرتب ہو چکی ہیں۔ حضرت کی سوانح بھی تتبع و کوشش سے تیار ہو گئی، اور اب مکتوبات بھی جتنے موصول ہو سکے، جمع کر لئے گئے ہیں، انہیں سوانح کا جز بنا کر شامل کر رہا ہوں۔

حضرت کے مکتوبات کے شروع میں تین اکابر: حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب، اور حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی کے گرامی نامے جو مفتی صاحب کے نام تھے، بھی شامل کر لئے گئے ہیں۔ بڑی تلاش کے باوجود اکابر کے دیگر مکتوبات دستیاب نہ ہو سکے۔ حضرت مفتی صاحب کے استاذ حضرت مولانا عبد العلی صاحب کا ایک گرامی نامہ موصول ہوا، مگر حضرت نے اسے شائع کرنے کی اجازت نہیں دی تھی، اس لئے اسے شامل اشاعت نہیں کیا گیا۔

پہلے ارادہ تھا کہ حضرت کے مکتوبات میں انتخاب کر کے مفید اور علمی و اصلاحی مضامین پر مشتمل مکتوبات ہی کو شائع کروں گا، مگر جب دیکھا کہ مکتوبات کی یہ تعداد کوئی بہت زیادہ نہیں، اس لئے سب ہی کو شائع کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو نافع بنائے، آمین۔

مرغوب احمد لاچپوری

۹ محرم الحرام ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۹ جنوری ۲۰۰۷ء،

بروزدوشنبہ

## مقدمہ

## قلم کی قوت و عظمت

حضرت نبی کریم ﷺ پر سب سے پہلی وحی جو نازل ہوئی اس میں قلم کا تذکرہ فرما کر اللہ تعالیٰ نے قلم کی اہمیت کو بتلایا کہ قلم کس قدر عظیم الشان چیز ہے۔ اسی لئے دنیا کے سب سے پہلے انسان اور سب سے پہلے پیغمبر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو بھی فن کتابت سکھایا گیا، بلکہ بعض حضرات کا تو کہنا ہے کہ سب سے پہلے فن کتابت آپ ہی کو سکھایا گیا، گرچہ بعض حضرات نے فرمایا کہ: سب سے پہلے یہ فن حضرت سیدنا ادریس علیہ السلام کو ملا ہے۔

(معارف القرآن ص ۸۶ ص ۸)

اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسانی کے بعد ”الذی علّم بالقلم“ کے ذریعہ اس کی تعلیم کو بیان فرمایا۔ اور تعلیم کی عام صورتیں دو ہیں: زبان و قلم۔ اور اس آیت میں تو قلم کو مقدم فرمایا۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”قلم اللہ تعالیٰ بہت بڑی نعمت ہے، اگر یہ نہ ہو تا تو نہ کوئی دین قائم رہتا نہ دنیا کے کاروبار درست ہوتے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: ”اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم ہے کہ اس نے علم کتابت کی ترغیب دی، کیونکہ اس میں بیشمار اور بڑے منافع ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا، تمام علوم و حکم کی تدوین اور اولین و آخرین کی تاریخ ان کے حالات و مقالات اور اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی کتابیں سب قلم ہی کے ذریعہ لکھی گئیں اور رہتی دنیا تک باقی رہیں گی، اگر قلم نہ ہو تو دنیا و دین کے سارے ہی کام مختل ہو جائیں۔“

علماء سلف و خلف نے ہمیشہ تعلیم خط و کتابت کا بڑا اہتمام کیا، جس پر ان کی تصانیف کے

عظیم الشان ذخائر آج تک شاہد ہیں۔ افسوس ہے کہ ہمارے اس دور میں علماء و طلباء نے اس اہم ضرورت کو ایسا نظر انداز کیا ہے کہ سینکڑوں میں دو چار آدمی مشکل سے تحریر کتابت کے جاننے والے نکلتے ہیں، فالی اللہ المشتکی۔ (معارف القرآن ص ۸۶ ج ۸)

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں:

”بعض لوگ ایک زمانہ میں پیدا ہوئے اور دوسرے لوگ ان سے سینکڑوں برس بعد پیدا ہوئے، سو پچھلوں کو پہلوں کے علوم پر اطلاع نہیں ہوتی، مگر قلم کے واسطے سے۔ اسی طرح بعض لوگ ایک ملک اور اقلیم میں رہتے ہیں اور دوسرے لوگ دوسری اقلیم میں ہیں، تو ان دور والوں کا مطلع ہونا ان کے علوم اور معلومات پر بغیر قلم کی مدد کے ممکن نہ تھا۔ اسی واسطے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنوں سے سخن کی فضیلت سے پوچھا، تو جنوں نے عرض کیا کہ حضرت! سخن ایک ہوا ہے کہ منہ سے نکلا اور فنا ہو گیا۔ پھر حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اس کے باقی رہنے کی کیا تدبیر ہے؟ انہوں نے عرض کی اس کی تدبیر لکھنا ہے۔ (تفسیر عزیزی اردو ص ۴۱۸ ج ۴)

قلم کی عظمت کے لئے یہی بات کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی قسم کھائی ہے۔ ارشاد فرمایا: ﴿يَنْ وَالْقَلَمِ وَمَا يَسْطُرُونَ﴾ اے قسم ہے قلم کی اور (قسم ہے) ان (فرشتوں) کے لکھنے کی۔

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ اس آیت کی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ:

”اس کی قسم اس لئے کھائی گئی کہ دنیا میں بڑے بڑے کام سب قلم ہی سے ہوتے ہیں، ملکوں کی فتوحات میں تلوار سے زیادہ قلم کا موثر ہونا منقول و معروف ہے۔ ابو حاتم بستی نے اسی مضمون کو دو شعروں میں فرمایا ہے۔

اذا اقسام الابطال يوما بسيفهم وعدوه مما يكسب المجد والكرم  
كفى قلم الكتاب عزا ورفعة مدى الدهر ان الله اقسام بالقلم  
جب کہ قسم کھائیں بہادر لوگ کسی دن اپنی تلوار کی، اور اس کو شمار کریں ان چیزوں میں  
جو انسان کو عزت و شرف بخشی ہیں۔

تو کافی ہے لکھنے والوں کا قلم ان کی عزت و برتری کے لئے، ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے،  
کیونکہ اللہ نے قسم کھائی ہے قلم کی۔ (معارف القرآن ص ۵۳۱ ج ۸)  
قلم کے متعلق کسی نے کہا ہے:

”القلم لسان اليد، سفیر الضمیر، مستودع الاسرار، و منبسط الاخبار،  
وحافظ الآثار“

یعنی قلم ہاتھ کی زبان ہے اور دل کا درمیانی اور مترجم ہے اور بھیدوں کا خزانہ ہے اور  
خبروں کا ظاہر کرنے والا ہے اور نشانیوں کا یاد رکھنے والا ہے۔ (تفسیر عزیزی اردو ص ۵۰ ج ۳)  
نوٹ..... قلم کی مزید تشریح اور اس کے عجائبات کا بیان دیکھنا ہو تو تفسیر عزیزی کا مطالعہ کیا جائے،  
آپ ﷺ نے خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو کتابت سیکھنے کی ترغیب دی، بلکہ بدر کے  
قیدیوں کا فدیہ ”کتابت“ طے کیا گیا۔

علامہ عبدالحی کتانی اپنی شہرہ آفاق کتاب ”التراتیب الاداریہ“ میں تحریر فرماتے ہیں:  
”الاستیعاب میں ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ  
عنہ کو حکم فرمایا کہ وہ مدینہ منورہ میں لوگوں کو کتابت سکھائیں، وہ بہترین کاتب تھے، اسی  
طرح حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے اہل صفہ کے کچھ لوگوں کو کتابت اور قرآن  
سکھایا۔ حضرت حکم بن سعید بن عاص بن امیہ رضی اللہ عنہ کا بھی ذکر آیا ہے۔

## کافر قیدیوں کا فدیہ کتابت سکھانا

غزوہ بدر کے کافروں سے فدیہ قبول کیا گیا کہ وہ مسلمانوں میں دس لڑکوں کو کتابت سکھائیں اور اس کے بدلے میں ان کو چھوڑ دیا جائے۔ انصاری بچوں میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کتابت سیکھی۔ اس طریقہ سے ان حضرات میں فن کتابت کی کثرت ہوئی، پس جوں جوں اسلام پھیلتا گیا، کتابت بھی عام ہوتی گئی۔ (امام سہیلی اور امام ابوالوفاء) اس وقت فدیہ کی رقم چار ہزار درہم تھی، لیکن کتابت سیکھنے کو مال پر ترجیح دیتے تھے۔ قلم کی عظمت اور نفع ان حضرات کے قلوب پر ظاہر تھا۔ (عہد نبوی کا اسلامی تمدن ص ۴۱)

## خط و کتابت کی تاریخ بہت قدیم ہے

خط و کتابت کا رواج کوئی آج کی ایجاد نہیں، بلکہ اس کی تاریخ بڑی قدیم ہے۔ آج سے تقریباً چار ہزار سال سے بھی کچھ پہلے حضرت سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملکہ سبا بلقیس کے نام جو گرامی نامہ تحریر فرمایا تھا، اس کا ذکر خود قرآن کریم میں موجود ہے۔

پھر آپ ﷺ کے وہ مکتوبات جو آپ نے بادشاہوں کے نام صلح حدیبیہ والے سال یا محرم ۷ھ میں ارسال فرمائیں، وہ سیرت و تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔

مؤرخین نے ان حضرات صحابہ کے اسماء بھی محفوظ رکھے، جو آپ ﷺ کے خطوط اور دستاویز لکھا کرتے تھے۔ ان میں حضرت ابی ابن کعب، حضرت زید بن ثابت، حضرت عبد اللہ بن ارقم رضی اللہ عنہم بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ ان خطوط کو لکھا کرتے تھے، جو آپ ﷺ اور عرب لوگوں کے درمیان ہوتے تھے۔

آپ ﷺ کے زمانہ میں کھال اور چمڑے پر خطوط لکھے جاتے تھے۔ ایک خط کے چمڑے کی سائز چار انگل کے بقدر اور لمبائی ایک بالشت تھی۔ (عہد نبوی کا اسلامی تمدن ص ۷۵)



حضرات خلفاء راشدین خصوصاً حضرت سیدنا علی ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے پر اثر خطوط ان کی سوانح و مستقل کتابوں کی شکل میں شائع ہو گئے ہیں۔

یہ مکتوب ہی کا تو کرشمہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک گرامی نامہ کے ذریعہ قوم سبأ کو ہدایت ملی۔ بلقیس نے اس کو ”کتاب کریم“ سے تعبیر کیا۔

حضرت نجاشی رحمہ اللہ کی ہدایت کا ذریعہ بھی تو آپ ﷺ کا وہ تاریخی گرامی نامہ ہوا جو آپ نے شاہ حبشہ کے نام ارسال فرمایا تھا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے گرامی نامے جو حضرت ابو موسیٰ اشعری حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما اور حضرت قاضی شریح رحمہ اللہ کے نام لکھے گئے، ان کی حیثیت اسلام کے نظام عدالت میں سنگ میل کی ہے۔ ان خطوط میں اسلام کے قانون قضائی کے بنیادی خطوط واضح کر دیئے گئے ہیں۔ ہر وہ کتاب جو اسلام کے نظام قضاء پر لکھی جائے گی، سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے یہ خطوط اس کے لئے مناسب ترین دیباچہ اور پیش لفظ کا درجہ رکھتے ہیں۔ (اسلامی عدالت ص ۱۳۵)

حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے خط نے، بلکہ خط کے ایک جملہ نے اہل فارس کو تعجب میں ڈال دیا۔ حضرت بحیر رضی اللہ عنہ کے ایک خط ہی نے تو ان کے بھائی کعب کو جنہوں نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے متعلق نازیبا اشعار کہے تھے آپ ﷺ کے قدموں میں ڈال کر شہادت کی گواہی پر مجبور کر دیا۔

(تفصیل کے لئے دیکھئے! حیاۃ الصحابہ اردو ص ۳۱۷ ج ۱)

خليفة راشد امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے زمانہ خلافت میں عمال حکومت اور امراء اجناد (فوجی افسروں) کو جو خطوط لکھے وہ بقول مفکر اسلام حضرت

مولانا علی میاں صاحب رحمہ اللہ کہ: ”انتظامی سے زیادہ دینی و اخلاقی ہیں اور ان میں حکومت کی روح سے زیادہ مشورہ و نصیحت کی روح ہے“۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص ۳۹ ج ۱)  
ہندوستان کے سات راجاؤں نے حضرت رحمہ اللہ کے خطوط ہی سے اسلام قبول کیا اور اپنے نام بھی عربوں کے نام پر رکھے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص ۴۹ ج ۱)

امام غزالی رحمہ اللہ نے اپنے مفصل خطوط اور ہدایت ناموں میں بڑی جرأت و صفائی کے ساتھ حکومت کی بد نظمیوں، حقوق کی پامالی، حکام کی مردم آزاری، اہل کاران دولت کی دولت ستانی، ذمہ داروں کی غفلت کی طرف توجہ دلائی، اور خدا کا خوف دلا کر پچھلے وزراء اور صدور حکومت کا انجام یاد دلا کر اصلاح و تنظیم کی طرف متوجہ کیا، ان کے یہ خطوط شخصی جرأت، اظہار حق اور تاثیر و قوت انشاء و تحریر کا اعلیٰ نمونہ ہیں۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص ۱۶۱ ج ۱)

پھر اکابر و اسلاف کے مکتوبات و ملفوظات کی افادیت سے بھی ناواقف ہی انکار کر سکتا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ ناظرین اس سے اختلاف کریں، مگر راقم کا تجربہ ہے کہ بعض مرتبہ انتھک محنت و تحقیق سے لکھے گئے مضامین و تصنیفات سے دل وہ تاثر نہیں لیتا جو اکابر کے مکتوبات کے مطالعہ سے پیدا ہوتا ہے۔

### مکتوبات پر ایک نظر

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ کے گرامی ناموں نے اپنے مکتوب الہیم کے دلوں پر جو اثر ڈالا اور اکبری الحاد کے طوفان کو کس طرح تبدیل کیا، اس کا اندازہ ”تاریخ دعوت و عزیمت“ (حصہ ۴) کے مطالعہ سے کیا جاسکتا ہے۔

مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی تحریر فرماتے ہیں کہ:

”مجدد صاحب نے..... امرائے کبار اور ارکان سلطنت کو اپنا مخاطب بنایا، ان سے

مراسلت کا سلسلہ شروع کیا اور صفحہ قرطاس پر اپنے دل کے ٹکڑے اتار کر رکھ دیئے۔ یہ خطوط اپنے درد و اخلاص، جوش و تاثیر، زور قلم اور قوت انشاء کے لحاظ سے ان خطوط و مکاتیب کے مجموعہ میں جو دنیا کی کسی زبان میں اور کسی دینی اصلاح و تحریک کی تاریخ میں سپرد قلم کئے گئے ہیں، خاص امتیاز رکھتے ہیں۔ اور سیکڑوں برس گزر جانے کے بعد آج بھی ان میں اثر و دلاویزی پائی جاتی ہے۔ اندازہ ہوتا ہے کہ انہوں نے اپنے مکتوب الہیم کے دلوں پر کیا اثر ڈالا ہوگا؟ حقیقت میں یہی خطوط مجدد صاحب کی دعوت و تبلیغ کے قاصد، ان کے زخمی دل کے صحیح ترجمان، ان کے قطرات اشک اور ان کے لختہائے جگر ہیں۔ اور دسویں صدی میں ہندوستان کی عظیم سلطنت مغلیہ میں جو عظیم انقلاب رونما ہوا، اس میں ان کا بنیادی حصہ اور سب سے بڑا دخل ہے۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص ۳۰۳ ج ۴)

حضرت مجدد کے علاوہ حضرت شیخ شرف الدین تگئی منیری کے مکتوبات ”مکتوبات سہ صدی“ بھی بڑی اہمیت کے حامل ہیں اور انہیں اسلامی ذخیرہ میں خاص امتیاز حاصل ہیں۔ بقول حضرت مولانا علی میاں ندوی کہ:

”ہمارے محدود علم میں پورے اسلامی کتب خانہ میں حضرت مخدوم کے مکاتیب اور مکتوبات امام ربانی کی نظیر نظر نہیں آتی“۔ (تاریخ دعوت و عزیمت ص ۲۴۰ حصہ ۳)

اسلامی کتب خانہ میں خطوط کے مجموعوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہیں، جو بڑا تاریخی اور علمی مقام رکھتا ہے، ان میں خیر المجالس، سرور الصدور، انفاس رحیمہ (حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی)، مکتوبات شیخ عبدالقدوس، مخدوم الملک بہاری، شاہ ولی اللہ مرزا جان جاناں وغیرہ بھی قابل مطالعہ ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے ”کلمات طیبات“، حضرت سید احمد شہید کے ”مکاتیب

سید احمد شہید، مرزا جان جاناں کے ”مکاتیب مرزا مظہر“ حضرت شاہ عبدالرزاق علوی کے ”مکتوبات عالیہ“ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کے ”مکتوبات امدادیہ اور“ مکتوبات ہدایت“ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی کے مکتوبات، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ”مکاتیب رشیدیہ“ حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے ”تر بیت السالک“ اور ”مکاتیب حکیم الامت بنام حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب“ حضرت شیخ الہند کے ”مکتوبات شیخ الہند“ وغیرہ بھی اس سلسلہ کے قیمتی ذخیرے ہیں۔

ماضی قریب میں حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی کے ”مکتوبات شیخ الاسلام“ حضرت حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کے ”مکاتیب طیب“ اور حضرت مسیح الامت مولانا مسیح اللہ صاحب کے ”ضیاء السالک“ میں بھی ناقابل فراموش علمی و مفید ذخیرہ ہیں۔

دعوت و تبلیغ میں منہک حضرات کے لئے حضرت مولانا الیاس صاحب کے ”مکاتیب حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب“ اور حضرت مولانا سعید احمد خاں صاحب کے مکتوبات (جو بہت کم تعداد میں شائع ہو سکے) یقیناً قیمتی تحفہ ہیں۔ جن میں انسانی نفسیات کی باریکیاں، دعوت و تبلیغ کے نکات، کام کے اہم اصول، طریقہ کار دین کی محنت کے لئے ایثار و قربانی کا جذبہ پیدا کرنے والی ایسی طاقتور زبان استعمال کی گئی ہے جو اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے مکتوبات کی کئی جلدیں ”مکتوبات محمد زکریا“ مکتوبات شیخ الحدیث، مکاتیب شیخ الحدیث، مکتوبات مرشدی، وغیرہ ناموں سے شائع ہو چکی ہیں۔ فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی کے ”مکتوبات فقیہ الامت“ کی چار جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔

اس وقت تو بعض اکابر کے وہ مکتوبات بھی شائع ہوئے جو خالص نجی مضامین پر مشتمل

ہیں، جن سے ناظرین کو بظاہر کوئی فائدہ نہیں، مگر ان حضرات اکابر کی نسبت کی برکت ہے کہ انہیں بھی دینی حلقوں میں قبولیت ملی۔

بعض اوقات مکتوبات کی اہمیت، سیرت و سوانح سے بھی بڑھ جاتی ہے۔ مفکر اسلام حضرت مولانا علی میاں صاحب ندوی تحریر فرماتے ہیں:

”یہ خطوط ان کے دلی جذبات اور اصلی خیالات کا آئینہ ہوتے ہیں۔ اور بعض اوقات یہ مجموعے ان کے صحیح حالات و خیالات اور ان کی دعوت و تحریک کے اصلی محرکات معلوم کرنے کا، ان کی سوانح و سیر کے مقابلہ میں زیادہ مستند ذریعہ سمجھے جاتے ہیں، اس لئے کہ سوانح اور سیرتیں دوسرے اشخاص کی مرتب کی ہوئی ہوتی ہیں، اور ان میں ان کے مصنفین کے ذوق و رجحان کا اچھا خاصہ دخل ہوتا ہے، کم از کم ترجمانی اور استنباط تمام تر مصنفین کی طرف سے ہوتا ہے، اور اپنے ذوق اور رجحان سے بالکل آزاد اور مجرد ہو جانا نہایت مشکل بات ہے۔ اسلامی کتب خانہ میں خطوط کے مجموعوں کا ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے، جو بڑی تاریخی اور علمی اہمیت رکھتا ہے۔ ہندوستان کے اسلامی دور نے اس کتب خانہ کو بڑے بڑے بیش قیمت عطیے پیش کئے ہیں“۔ (مکتوبات حضرت شاہ مولانا محمد الیاس صاحب ص ۲)

مرغوب احمد لاچپوری

۲۷ ربیع الاول ۱۴۲۸ھ مطابق ۲۱ مارچ ۲۰۰۷ء

بروز بدھ

مکتوب گرامی: حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ

بنام حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

کرم فرمائے محترم، برادر معظم

بعد سلام مسنون آنکہ:

آج آپ کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ آپ کی یاد فرمائی اور محبت سے بہت خوشی ہوئی۔ حق تعالیٰ آپ کو صحت و قوت عطا فرمائے اور دارین میں فائز المرام اور خوش رکھے۔ آپ جیسے بزرگوں کی دعاؤں کو اپنے لئے ذخیرہ سمجھتا ہوں۔ حق تعالیٰ آپ کی پر خلوص دعاؤں کو قبول فرمائے۔

میں ابھی دو تین روز ہوئے مسہلوں سے فارغ ہوا ہوں۔ تین مسہل ہوئے، اب حالت یہ ہے کہ پہلے سے بفضلہ تعالیٰ افاقہ ہے، درد کی تکلیف اب نہیں ہے، لیکن ٹانگیں اور گھٹنیں ابھی تک بیکار ہو رہے ہیں، اس میں بھی فرق تو ضرور ہے۔ اب لاٹھی کے سہارے سے بہت آہستہ دو چار قدم اٹھا لیتا ہوں۔ حق تعالیٰ کے فضل سے امید ہے کہ چند روز میں چلنے پھرنے کے قابل ہوسکوں گا۔

آپ کے لئے صمیم قلب سے دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔

از محمد یحییٰ:

سلام مسنون بعد دعا کی درخواست معروض ہے۔

(مولانا) شبیر احمد عثمانی بقلم محمد یحییٰ

از: دیوبند بیت الفضل

۲۵/ ذی الحجہ ۱۴۳۳ھ

مکتوب گرامی: حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ

بنام حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ

مؤرخہ: ۹/ربیع الاول ۱۳۵۷ھ ۱۰ مئی ۱۹۳۷ء

کشمیری دروازہ دہلی

محبت محترم مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب دام فیضہم

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

یہ ایک ایسے بے مروت ناکارہ انسان کا خط ہے جو دو ماہ تک آپ کے سایہ عاطفت میں آپ کی محبت اور مہربانیوں کا مورد رہ کر بھی ایک مہینہ کے طویل عرصہ کے بعد آپ کو خط لکھنے بیٹھا ہے، بہت ممکن ہے کہ آپ جوش غضب (جو بجا ہوگا) میں اسے پڑھنا بھی پسند نہ کریں اور پڑھنے سے پہلے ہی چاک کر دیں، لیکن نہیں مجھے آپ کی بے حد مہربانی سے جو میرے اوپر مبذول فرماتے تھے اس کا خوف نہیں ہے۔

آپ اس خط کو پڑھیں گے، اور یہ پرچہ بھی آپ کے اس لطف و کرم سے محروم نہ رہے گا جس سے اس کا لکھنے والا ابھی تک مالا مال ہے۔

اچھا سنئے! واقعہ یہ ہے کہ آپ کی شب و روز کی مسافرنوازی اور محبت کا دل و دماغ پر ایسا گہرا نقش بیٹھا کہ ہر وقت وہی محبت اور پر لطف منظر پیش نظر رہا ہے، یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ آپ سے جدائی ہو گئی ہے، اور خط لکھنے کی حاجت ہے، یہ شاعری نہیں ہے بلکہ آپ کے کرم و لطف نے از سر تاپا بلکہ رونگٹا رونگٹا رشتہ احسان مندی میں باندھ لیا ہے، میں تو یوں حیران ہوں کہ جب میرے جیسے ناکارہ ناقابل التفات شخص کے ساتھ آپ نے یہ لطف اور حسن سلوک فرمایا تو مستحقین التفات کو کس قدر مورد افضال بے پایاں فرماتے

ہوں گے۔ بہر حال آپ کی کرم فرمائی اور ذرہ نوازی کی مکافات میں میری طرف سے کیا ہو سکتا ہے۔

از دست گدائے بے توانا پید ہج جز آنکہ بصدق دل دعائے کند

اللہ تعالیٰ آپ کو بایں لطف و کرم تادیر اپنے حفظ و امان میں رکھے، اور دینی و دنیوی نعمتوں اور برکتوں سے مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین۔ آپ کا مخلص شکر گزار  
محمد کفایت اللہ کان اللہ، دہلی

مکتوب گرامی: حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی ثم دہلوی رحمہ اللہ  
بنام حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ  
جناب مولانا مرغوب احمد صاحب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ کے مرسلہ پیسے کی رقم موصول ہوئی، دونوں قربانی کر دی گئیں۔ ایصال ثواب  
کر دیا گیا ہے، اطلاع عرض ہے۔

مولوی رفیع و مولوی محبوب الہی صاحب سلام فرماتے ہیں۔ خیریت سے مطلع فرماتے  
رہا کریں۔ فقط والسلام

محمد شفیع

مدرسہ مولوی عبدالرب دہلی



## مکتوب گرامی: بنام محدث جلیل حضرت شیخ حسین بن محسن الانصاری الیمانی رحمہ اللہ

مخدومی متعنا اللہ بحیاتہ

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ ومغفرتہ

الحمد للہ خادم بخیر ہے وخیریت مزاج وہاج آنخدوم مدام مطلوب۔  
سرفراز نامہ نامی موصول ہوا، کوائف مندرجہ سے کمابھی آگاہ ہوا، قبل سرفراز نامہ  
وصول ہونے کے اس مسئلہ کی تحقیق علماء محققین سے دریافت کر چکا تھا اور یہ بھی خیال تھا کہ  
بوقت فرصت لکھوالوں، مگر یہ خیال بوجہ چند در چند عوائقات کے معرض تعویق میں پڑا ہوا تھا  
کہ دفعۃً جناب کے سرفراز نامہ نے اس خیال کے انجام پر مجبور کر دیا، لہذا یہ استفتاء  
ارسال خدمت ہے۔

شہر بھوپال کے حال کے واقعات کو قد مبوسی پر چھوڑتا ہوں۔  
دیگر معروض یہ کہ حال میں مولوی محمد اسحاق صاحب کے ہاں نیلام کی مد میں یعنی نیلام  
کرنے کو ایک شخص دے گیا ہے، پرانہ ہے مگر عمدہ ہے، ایک دو جگہ پر اس میں باریک  
ٹکڑے سونے کے بھی لگے ہیں، اور پشت پر اکثر کام چاندی کا ہے، ایک ولایتی نے پانچ  
روپیہ قیمت لگائی ہے، مگر مالک دس روپیہ کہتا ہے، مولوی صاحب فرماتے تھے کہ اس کے  
بین بین پر فروخت ہوگا۔

ایک خاص گزارش یہ ہے کہ اگر مولوی اسحاق صاحب کو یہ لکھ دیا جائے کہ موقع محل پر ایسی  
کوئی عمدہ چیز از قسم..... مل جاوے یا ان کی تلاش سے ہی میسر آ جاوے تو آپ میرے لئے  
رکھ لیں تو مولوی صاحب موصوف اس کا خیال رکھیں۔

اور یہ بیان مولوی صاحب کا ہے کہ اس کا آپ تک پہنچنا، اس کی آسان ترکیب یہ ہے کہ اگر کوئی بڑا پلندہ اور پارسل کتابوں کا بھیجنا ہو اس میں .... تو بخوبی مضبوط لپٹ کر بھیج سکتے ہیں اور .... تو بروقت ملنے کے لکڑی میں بھی میں لاسکتا ہوں، ورنہ بمقدار ..... کے لانا پارسل بنایا جاوے تو بخوبی بلا تکلف پہنچ سکتی ہے، اس کے سوا آسان ترکیب سمجھ میں نہیں آسکتی، تو اس نسخہ کے بارے میں آپ بہت جلد تحریر فرمادیں اور میں اس عرصہ میں اور بھی تلاش کرتا ہوں۔

”ترجمان القرآن“ مولوی صاحب نے نو روپیہ میں دینے کو فرمایا ہے، مگر اس کا بوجہ ..... اس پر ..... ہے تو ساتھ لانے میں تنہا ہونے کی وجہ ..... سیر کے قریب بوجہ ..... ہے اگر کہیں وزن کیا گیا تو ..... روپیہ لگ جائیں گے، اس واسطے مولوی اسحاق صاحب نے ایک روپیہ میں آپ تک پہنچانے کا وعدہ کیا ہے تو مبلغ دس روپیہ ہوں گے تو وہ کتاب پہنچنے پر آپ ارسال فرمادیں، اگر ہفتہ عشرہ کے لئے آپ کا کبھی یا اس وقت بھوپال تشریف لانا ہو تو آپ عمدہ عمدہ کتابیں ملاحظہ فرما سکتے ہیں، یہ سرکاری کتب خانہ قابل دید ہے۔

زیادہ نیاز مولوی عبدالرحمن و نیز ان کے بھائی صاحبان سلام و نیاز عرض کرتے ہیں۔  
 ”ملفوظات مخدوم جہاں نیاں جہاں گشت“ اردو ..... قیمت ہے، ۸۷۲ صفحہ کی عمدہ کتاب ہے، امید ہے کہ کچھ قدرے قیمت اس سے بھی کہنے سننے سے کم ہو جائی گی۔ اصل کتاب فارسی ہے، وہ بے نظیر کتاب ہوگی، مگر نایاب ہے۔ ”قضاء الارب“ بھی آٹھ دس آنہ میں مل جائے گی، خیال ظاہر فرمادیں۔ برادر مراد مولوی محمد صاحب کی خدمت میں سلام۔

جواب کا منتظر

مرغوب احمد غنی عنہ

گرامی نامہ: حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ کے نام  
بقیۃ السلف جیۃ الخلف، سرگروہ ارباب دین، سر دفتر اہل یقین، مخدومنا و مخدوم علماء  
زماں حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی متع المسلمین بوجودکم الشریف مد ظلکم و  
دامت برکاتکم۔  
السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

آپ کی مجلس کا ایک بے نوا فقیر، مرغوب احمد لاچپوری سورتی غفر اللہ لہ ولوالدیہ عاجزانہ  
دست بستہ عارض ہے کہ حامل عریضہ عزیزی مولوی عبدالحفیظ بن مولانا و استاذنا مولوی احمد  
میاں صاحب خلف الصدق حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاچپوری خدمت والا میں  
حاضر ہے۔ فقیر کو خدمت والا میں حاضری کا اشتیاق تھا اور تمننا تھی کہ دست بوسی کے بعد عزیز  
موصوف کی تکالیف کا اظہار کرتا، لیکن حضور والا کو معلوم ہے کہ فقیر دائم المریض نحیف ضعیف  
اور تقریباً فریش رہتا ہے، اس لئے قدم بوسی سے محروم رہا، اور اپنی حاضری کے قائم مقام  
اس عریضہ کو یہ سمجھتے ہوئے پیش کر رہا ہے کہ بذات خود فقیر خدمت والا میں حاضر ہو کر  
عاجزانہ عرض معروض کر رہا ہے۔ عزیز موصوف بھی کئی مرتبہ حضور سے نیاز حاصل کر چکے  
ہیں اور اپنی پریشانی کا حال عرض کر چکے ہیں۔

اور حضرت مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن صاحب مدظلہ سے بھی اپنے مقدمات میں امداد  
کے طالب ہوئے ہیں، اور حضرت مولانا موصوف نے کسٹوڈین کے محکمہ کے سوا دوسرے  
محکمہ میں مقدمہ چلنے پر متعلقہ حکام سے سفارش فرمانے کی امید دلائی ہے۔ اب عزیز کا  
مقدمہ کسٹوڈین نے خارج کر دیا ہے، اور ان کے قابل وکیل نے دہلی میں کسی دوسرے محکمہ  
میں مقدمہ پیش کر دیا ہے، اور اس جدید مقدمہ کی نوعیت رحم کی طلب ہے، اگر مولانا حفظ  
الرحمن صاحب صحت یاب ہونے کے بعد جناب والا کے توجہ دلانے کے بعد گوئے سعی

فرمادیں تو اللہ کی بے نیاز ذات سے قوی امید ہے کہ عیال دار عزیز مخدوم زادہ کی املاک کسٹوڈین کے پنجہ سے گزار ہو جائی گی، اور املاک نیلام ہونے سے رک جائیں گی، اور عزیز کو رہائشی مکان (جس کا کرایہ ادا کر رہے ہیں) اور زمین دس بیگہ مل جائے گی۔ حضور والا سے عاجزانہ درخواست ہے کہ فقیر کے مخدوم زادہ کو موجودہ مصائب سے چھڑانے کے لئے حضور والا مولانا حفظ الرحمن اور مولانا احمد سعید صاحب دہلوی کو اس کام کے کرنے کی طرف والا انجبات سفارش تحریر فرما کر فقیر اور مخدوم زادہ پر احسان فرمادیں۔ حضور کا ادنیٰ اشارہ حضرات موصوفین کو اس کے کرنے پر ضرور آمدہ و مستعد فرماوے گا۔ اللہ نے آپ کی حسن توجہ سے صد ہا ہزار مصیبت زدوں کو مصائب سے چھڑایا ہے، آپ ایسی با فیض بابرکت ہستی سے ہم خداموں کو بہت کچھ امیدیں ہیں۔

فقیر باوجود ضعیف و نحیف ہونے کے صرف عزیز موصوف کی خاطر خدمت اقدس میں حاضری کے لئے دہرہ دون اکسپریس میں ٹکٹ ریز و کرانے کی تاریخ مقرر کر چکا تھا کہ دفعۃً یوپی میں موسم سرما کی بارش اور ”شملہ“ کے اطراف و جوانب میں برف باری کے حالات معلوم کر کے ہمت سفر کی نہیں رہی۔ اللہ جناب والا کو بایں ہمہ فیوض و برکات ظاہری و باطنی تا دیر عام مسلمانوں کے لئے اور خاص ہم متوسلین و خداموں کے سروں پر سلامت با برکت رکھے، آمین۔ اللہ تعالیٰ محترمی مولانا اسعد صاحب کو جناب کا سچا خلف و جانشین فرماوے، آمین۔ موصوف کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

فقیر پا برکاب ہے، دعائے حسن خاتمہ وقت اخیر اور مرتے دم تک اپنی مرضیات پر چلنے کی اللہ توفیق دے، یہ دعا فرمادیں۔

مرغوب احمد لاچپوری، سورتی

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

حضرت مولانا محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ (شیخ الحدیث مدرسہ عبدالرب

دہلی) کے نام

از نیاز مند خادم قدیم: مرغوب احمد عفی عنہ

بشرف ملاحظہ گرامی حضرت الاستاذ مولانا محمد شفیع صاحب مدت فیوضکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خادم نہایت ضعف و نقاہت کی زندگی گزار رہا ہے، الحمد للہ علی کل حال  
حامل عریضہ ہذا عزیز ی مولوی عبدالحفیظ بن مولانا و استاذنا مولوی احمد میاں صاحب  
مرحوم بن حضرت زبدۃ العارفین حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاچپوری سورتی،  
خدمت والا میں حاضر ہو رہے ہیں۔ موصوف کے خاص کام کے لئے نیاز مند کا عزم صمیم تھا  
کہ حاضر ہو کر جناب کو تفصیلی واقعات سنا کر دعا کی درخواست کے ساتھ جناب والا کو اپنے  
ساتھ حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب مدظلہ کے پاس بطور سفارش لے جانے کی عاجزانہ  
درخواست کرتا، اور جناب والا کے ساتھ فقیر اور عزیز موصوف مجاہد ملت اور سبحان الہند  
حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر جناب والا سے عزیز کے کام کے  
لئے سفارش کراتا، لیکن دائم المریض فریش ہے، اور موسم سخت جاڑے کا ہے، گجرات کی دسمبر  
اور جنوری کی سردی میرے لئے ناقابل برداشت ہے، تو دہلی کی چلے کی سردی کی برداشت  
کیسے کر سکتا ہے؟ اس لئے حاضری سے قاصر رہا، اور اس عریضہ کو اپنی حاضری کے قائم مقام  
سمجھتے ہوئے عارض ہے کہ جناب عزیز موصوف کی جو فقیر کے مخدوم زادے ہیں، حقیقت  
حال سن کر حضرت مولانا حفظ الرحمن صاحب مدظلہ اور حضرت مولانا احمد سعید صاحب سے  
ضرور سفارش کرے کہ عزیز کے حال پریشان پر توجہ فرما کر جس محکمہ میں ان کا مقدمہ ہے،

وہاں کے افسراں سے مل کر عزیز کا مکان رہائشی جس میں یہ فی الحال کرایہ سے رہتے ہیں اور دس بیگہ زمین جو کسٹوڈین کے قبضہ میں ہے، گذار فرما کر عزیز عیال دار پر اور فقیر پر جو ان کے بزرگوں کا پالا ہوا ہے، خاص احسان فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور عند الناس مشکور ہوں۔ زیادہ کیا عرض کروں۔ جناب والا عزیز کے ساتھ ٹیکسی میں ہر دو حضرات کے پاس (بشرط صحت) تشریف لے جا کر سفارش فرماویں گے تو اللہ کی ذات سے امید ہے کہ یہ حضرات آپ کی سعی سے ضرور اس کام کو کرنے میں دریغ نہ کر سکیں گے۔ اللہ جناب کو بایں ہمہ فیوض و برکات تادیر سلامت با برکت رکھے، آمین۔

مولوی محمد رفیع صاحب اور دیگر مدرسین کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

مرغوب احمد غفی عنہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب دہلوی رحمہ اللہ کے نام  
یادگار سلف خادم ملک و ملت سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب متع اللہ المسلمین  
بطول حیاتکم۔ السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین مطلوب، امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے  
فقیر مرغوب احمد نجیف، ضعیف اپنے عزیز مولوی عبدالحفیظ بن حضرة الاستاذ مولانا احمد  
میاں صاحب خلف الصدق حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب لاچپوری سورتی کے ہمراہ  
خدمت والا میں حاضری کا مصمم قصد رکھتا تھا، لیکن بدن میں خون نہیں، دل و دماغ میں  
طاقت نہیں، ضعف اعصاب نے ناکارہ کر رکھا ہے، پھر دہلی کا سرد موسم چلے کا جاڑاں، ان

اسباب نے سفر کی ہمت توڑ دی، اور یہ عریضہ خدمت والا میں یہ سمجھتے ہوئے پیش کر رہا ہوں کہ خدمت والا میں بذات خود حاضر ہو کر عزیز کے مصائب دور کرنے کی طرف جناب کی توجہ مبذول کر رہا ہوں۔

مرغوب احمد غنی عنہ

۱۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ کے نام

بسم الله الرحمن الرحيم

از نیاز مند خادم: مرغوب احمد لاچپوری، غفرلہ ولوالدیہ ولاساتذہ ولمشاخہ الکرام  
بخدمت مخدومی ومخدوم علماء ماں حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر صاحب متع  
المسلمین بطول حیاتکم الطیبہ۔

فقیر نحیف وضعیف دور افتادہ از بزرگاں بفضل خدا وبرکت دعائے آنمخدوم زندگی  
کے بقیہ سانس پورے کر رہا ہے، اور حضور کی طول حیات کے لئے بارگاہ ایزدی سے دعا کی  
درخواست ہے۔

جناب مولانا محفوظ علی صاحب سفیر مدرسہ فیض ہدایت، مؤرخہ: ۴ جولائی کو لاچپور  
تشریف لائے، ملاقات سے دل بہت خوش ہوا، حضور کے حالات معلوم ہونے سے مجلس  
خیر وبرکت کی گویا شرکت نصیب ہو گئی، اللہ حضور کے ظل عافیت کو بایں ہمہ فیوض ظاہری و  
باطنی مستفدین کے سروں پر مع صحت وعافیت سلامت باکرامت رکھے ع

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

حامل عریضہ ہذا جناب قاری سلیمان ٹولکھی صاحب بغرض زیارت و دست بوسی جناب والا حاضر ہو رہے ہیں، موصوف حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی مدظلہ العالی سے بیعت ہیں۔ حضرت شیخ الاسلام مدظلہ اور آنجناب کی زیارت سے مشرف ہونے کے ارادہ سے اپنے صاحبزادہ عبدالحق کو (جولاءہور میں کسی کالج میں تعلیم پا رہا ہے) ساتھ لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں کہ آپ کی محبت اور حاضری سے عبدالحق کو دینی ذوق و شوق پیدا ہوا اور اس کی زندگی دین کے کاموں میں گزارے۔

دیگر فقیر کے مخلص حاجی محمد موسی موتی والے اور جناب حاجی ہاشم صاحب اور عزیزی مولوی عبدالحفیظ صوفی کے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ ان صاحبوں کی پریشانیوں اور مشکلات کو آسان فرماوے، اور ان کے رزق میں اور سلسلہ تجارت میں برکت دے۔ اور عزیزی مولوی عبدالحفیظ صوفی جو پاکستان ٹھہر گئے ہیں اور ان کا رہائشی مکان نیلام ہوا چاہتا ہے، دعا فرمائیں کہ نیلام ہونے سے بچ جائے اور اگر نیلام ہی ہو تو ارزاں قیمت پر عزیز کی عیال دار کو مل جائے۔ عزیز حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ کے پوتے ہوتے ہیں۔ امید ہے کہ توجہ فرما کر عزیز کی کامیابی کے لئے دعا فرمائیں، یہ عزیز فقیر کے استاذ زادے ہیں۔ جناب مولانا عبدالحنان صاحب، جناب مولانا سید محفوظ علی صاحب، جناب متولی مولانا حبیب الرحمن صاحب، جناب راؤ فضل الرحمن صاحب کی خدمت میں بعد سلام مسنون دعا کے لئے درخواست ہے۔ والسلام مع الاحترام

خادم: مرغوب احمد غنی عنہ

لاچپور ضلع سورت

۷/محرم الحرام ۱۳۷۷ھ مطابق: ۳۰ اگست ۱۹۵۸ء، بروز یکشنبہ



حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمہ اللہ کے نام

صاحبزادے کے نکاح پڑھانے کی دعوت

از: لاجپور، مرغوب احمد

مخدومی حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

خبر و عافیت طرفین مطلوب۔ امید مزاج گرامی بعافیت ہوں گے۔

باعث تکلیف اینکہ آج کئی ماہ سے صاحب فراش ہوں، نقل و حرکت سے عاجز ہو چکا ہوں، زبان و قلم سے محتاج ہوں، مذکور عریضہ دوسرے کے ہاتھ لکھا جا رہا ہے، امید کہ توجہ فرما کر مشکور فرمایا جاؤں گا۔

یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ حضرت والا راندیر وغیرہ سالانہ اجلاس میں تشریف لا رہے ہیں، اہلا و سہلا و مرحبا۔

احقر متمنی ہے کہ کچھ وقت عنایت فرماتے ہوئے عزیزم بھائی میاں سلمہ کا نکاح، تبرکاً آپ ہی پڑھادیں۔ انشاء اللہ آپ کی دعاء و برکت سے اولاد کی زندگی تادم حیات کامیاب گذرے گی۔ ساتھ ہی ساتھ اہل قریہ کو بھی حصول برکت کا موقع نصیب ہوگا۔ میرے لئے زیادہ خوش نصیبی ہوگی کہ آپ تشریف لائیں اور آپ کی تشریف آوری میرے لئے باعث برکت ثابت ہوگی، امید کہ توجہ فرما کر مشکور فرمائیں گے ع  
گر قبول افتد زہے عز و شرف

والسلام۔ لاجپور آمد و رفت کا انتظام انشاء اللہ مکمل رکھا جائے گا، آمد و رفت میں کوئی

مرغوب احمد لاجپوری

تکلیف انشاء اللہ نہ ہوگی۔

گرامی نامہ: بنام حضرت مولانا محمد یوسف دیوان صاحب رحمہ اللہ

سوانح لکھنے کے اصول

از: دور افتادہ دوستان

بندہ: مرغوب احمد

بخدمت مخدومی و معظمی جناب محسن و کرم گستر مولانا محمد یوسف صاحب زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

پس از سلام مسنون دوستانہ و عقیدت نیازمندانہ کے واضحائے اقدس ہو کہ ایک طویل عرصہ کی خاموشی اور بے توجہی اور دور دست ملکوں کے طویل سفر کے بعد شدید انتظار کے مصائب برداشت کرنے کے بعد مایوسی کی حالت میں: ۱۵/ربیع الثانی کو ایک مسودہ بک پوسٹ پلندہ کی شکل میں وصول ہوا۔

آپ کی تحریر کا عنوان دیکھ کر تعجب کے ساتھ بے حد خوشی ہوئی۔ پلندہ کھولا، مضمون مافیہ سے آگاہ ہونے سے پہلے مکتوب گرامی کی تلاش میں اوراق کو بار بار الٹ پھیر کرتا رہا، لیکن کوئی مکتوب مستقل دستیاب نہ ہوا، بالآخر بعد تجسس بلیغ اخیر اوراق میں مکتوب گرامی مرقوم نظر آیا۔ مطالعہ سے جی خوش ہوا کہ آپ نے ضروری ضروری مختصر مضامین کو قلم بند کر لیا۔ آپ نے مجھ ناکارہ کے پاس بغرض اصلاح روانہ فرمایا، بجائے لفظ ”اصلاح“ کے ”مشورہ“ پڑھتا ہوں۔

بہر حال آپ کے حکم کی تعمیل کو ضروری سمجھ کر بغور دیکھنے کے لئے کوئی فرصت کا اچھا وقت کارہائے ضروری سے فراغت کا ڈھونڈتا رہا، اسی تلاش میں دس روز گزرے، بالآخر کل بروز پنجشنبہ بعد ظہر دیگر ضروری امور کو چھوڑ کر اسی کے مطالعہ میں رہا۔ دو تین جلسوں

میں آج جمعہ کے بعد ۳ بجے ختم کیا۔

آپ کے مسودہ کے متعلق دو تین باتیں قابل ذکر ذہن میں ہیں، جسے مختلف نمبروں میں بالترتیب عرض کرتا ہوں، اگر پسند ہو فہما، ورنہ ”کالائے بدبریش خاوند“ پر عمل کیجئے۔ وہو  
هذا:

(۱)..... سوانحات میں بہت سی باتیں ایسی ہیں جن کا کتابی شکل میں مستقل طور پر سوانح عمری لکھی جانے کے وقت درج ہونا مناسب ہے، جس میں طوالت اور تفصیل محمود اور مطلوب ہے، بعض بہت غیر ضروری باتیں کتاب کے ہمراہ مناسب نہیں۔

مصنف کتاب کے حالات بہت مختصر کتاب کے شروع میں ہونا مفید ہے، لہذا میری رائے یہ ہے کہ اس کا انتخاب کیجئے، اور غیر ضروری امور کو حذف کیجئے، اور بہت ضروری بصیرت افروز حالات درج کیجئے۔

اور دیگر حالات کو مع شئی زائد علیحدہ کتابی شکل میں طبع کرائیں، لیکن اس کام میں بہت کچھ دیگر احباب کے امداد و مواد و حالات معلومہ کے جمع کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ کام ایک شخص کا نہیں ہے کہ گھر میں بیٹھ کر واقعات و واردات و حالات و کرامات و کمالات ایجاد کر کے قلمبند کر لے۔

(۲)..... سوانح نگاروں کے فرائض ضروریہ اور وظائف منصبیہ میں سے یہ امر ہے کہ واقعات و حالات محققہ جمع کریں۔ رطب و یابس اور غیر محقق اور بے سند باتیں جمع نہ کریں، واقعات صحیحہ صادقہ جمع کئے جائیں ورنہ واقعات غیر صحیحہ سے حقیقت واقعہ پر پردہ پڑ جاتا ہے، اور صحیح واقعات بھی غیر صحیح کے ساتھ پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتے ہیں، جس سے مخالفوں کو ہنسنے کا موقع ملتا ہے، اور موافقین کو خاموش رہنا پڑتا ہے۔

(۳)..... معروض سابق کی بنا پر آپ نے عمر کے حساب میں عجیب استدلال سے کام لیا ہے، ہر استدلال صرف عمر زیادہ ثابت کرنے کے لئے ترتیب دیئے گئے ہیں۔ کہاں بوڈھان کا واقعہ اور کہاں نواب صاحب کے سنوآت حکومت؟ ان استدلال کی ضرورت ہی کیا ہے؟ جبکہ حضرت قدس سرہ کے زمانہ طفولیت و شباب کے رفقاء اب تک حیات ہیں۔ پانچ غایت دس سال کے فرق میں مولانا میاں اور موسیٰ بھانا بھائی بقید حیات ہیں۔ پھر حضرت استاذ المرحوم (مولانا احمد میاں صاحب رحمہ اللہ) نے تحقیق کے بعد حضرت قدس سرہ کے سن ولادت کو قلمبند کر دیا ہے، جس کو آپ نے بھی کئی بار ملا حظہ فرمایا، پھر خواہ مخواہ اپنے قلم سے ایک غلط واقعہ کو دلیل سے ثابت کرنے کی کوشش ضرورت ہے؟ مرحوم بریاوا حافظ صاحب، باڑہ گاؤں والے، اسحاق جی بریاوا موسیٰ بھانا بھائی، مولانا میاں، قاضی رحمت اللہ مالکپور رٹولی والے، مرحوم اسماعیل یعقوب عابد کی بڑھیا وغیرہ سے جو بات ثابت ہوئی، ساتھ ہی حضرت استاذ مرحوم کی تحریر سے جو بات و اندازہ معلوم ہوا، وہ یہ ہے کہ حضرت قدس سرہ کا سن شریف نوے اور پچانوے کے درمیان ہے۔

مہربان من! انسان کی سب سے بڑی اولاد سے بھی عمر کا پتہ تقریباً لگ جاتا ہے۔ آپ نے حضرت قدس سرہ کے حالات میں تحریر فرمایا ہے کہ: ابتدائے عمر میں حضرت کا عقد ہو گیا تھا۔ اب دیکھئے! بڑی اولاد میں بڑے ماموں صاحب، ماشاء اللہ سلامت ہیں، جو ستر برس کے سن میں ہیں، تو کیا ان کی پیدائش کے وقت میں حضرت کی عمر پچاس سے زائد تھی؟ حالانکہ سب سے پہلی اولاد ہے۔

(۴)..... حضرت قدس سرہ کی والدہ ماجدہ کے نسب کی مجھے مطلق تحقیق نہیں، لہذا نہ ”اقرار می کنم و نہ انکاری نمی کنم“ آپ کو اس کی تحقیق ہوگی۔

آپ نے حضرت قدس سرہ کے والد ماجد کا نام ”یعقوب“ لکھا ہے۔ اور نانا کا نام بھی ”یعقوب“ لکھا ہے۔ پھر آپ نے لکھا کہ: پھر کھڑور سے لاچپور آئے، تو لاچپور میں مرحوم ”یعقوب“ کا سلسلہ ظاہر کرنا زیادہ مفید تھا، اور اگر جو ”یعقوب“ لاچپور آئے وہی حضرت کے دادا ہوں تو پھر نانا و دادا ہر دو کو ایک سمجھنا کیسے صحیح ہوگا؟ لہذا دو ”یعقوب“ ضرور ماننے ہوں گے۔ بہر حال نہ میں کچھ سمجھ سکا، اور نہ ناظرین کچھ سمجھ سکیں گے، بلکہ غلطی سے ہر دو ”یعقوب“ ایک ہی سمجھ میں آئیں گے، تو حافظ احمد آمنہ ہر دو بہن بھائی سمجھے جائیں گے۔ بہر حال غور کیجئے۔

(۵)..... جہاں تک مجھے تحقیق ہوا وہ یہ ہے کہ کھجور کاٹنے والوں میں حضرت قدس سرہ شامل ہی نہ تھے۔ میں نے جن صاحب سے تحقیق کی تھی وہ اس وقت حیات نہیں۔ ایک مرتبہ حضرت قدس سرہ سے میں نے خود ہی آپ کی شرکت یا غیر شرکت کے متعلق دریافت کیا تھا، مگر حضرت نے کچھ جواب نہیں دیا اور خاموش رہے۔

(۶)..... آپ کے والد صاحب مرحوم کا نام آپ نے ”یوسف شاہ“ لکھا ہے، چونکہ کتاب مطبوع ہو کر موافق و مخالف خاص و عام کے ہاتھوں میں پہنچے گی، موافق اور معتقد تو خوش ہوگا، لیکن مخالف مضحکہ اڑائے گا۔ میں نے اس لفظ پر لکیر پھیر دی ہے۔ رکھنا نہ رکھنا آپ کی مصلحت پر ہے۔

یہ چند باتیں ذہن میں تھیں، جسے مختصر طور پر عرض کر دیا گیا۔

(۷)..... اس مسودہ کو آپ مبیضہ فرمائیں، تو یہ دوبارہ میرے پاس بھیج دیں تاکہ ضروری حالات جمع کرنے میں مجھے مدد ملے۔

(۸)..... اسمائے تاریخ میں سے آسان نام ”اشارات العارفین“ سمجھ میں آتا ہے۔ میرے

خیال میں ”معارف صوفیہ، المعروف بہ اشارۃ العارفین“ تجویز فرمائیے۔

آپ کا ٹھہنا واڑتشریف لے گئے اسی اثناء میں، میں نے ایک عریضہ آپ کے گرامی نامہ کا جواب ارسال خدمت کیا تھا، معلوم نہیں ہوا کہ وہ عریضہ آپ کے ملاحظہ عالی سے گذرایا نہیں؟ آپ نے اس کے متعلق کچھ لکھا نہیں، امید تو ہے کہ مل گیا ہوگا۔ بہر حال اپنے نیاز مندوں میں محسوب فرماتے رہیں۔

(۹)..... پندرہ کی صبح کو یہاں سے جناب مولوی محمد صدیق صاحب بڑودوی و برادر یوسف ابراہیم صاحب کو جہاز پر روانہ کرنے کے بعد کوئی: ۹ بجے یہ مسودہ ملا، یوسف سے ملاقات ہوئی ہوگی۔ اگر حاضر ہوں تو سلام فرماویں۔

(۱۰)..... حضرت استاذ مرحوم کے تلامذہ کے اسماء اگر مناسب سمجھیں تو جہاں تین نام گنائے ہیں وہاں اوروں کے بھی گنا دیجئے۔

دیگر حالات بخیر ہیں۔ امید کہ مجھ ایسے ناکارہ نیاز مند کو وقت بے وقت اپنی خیریت سے مطلع فرماتے رہیں گے۔ والسلام

مرغوب احمد

۲۵ ربیع الثانی

یوم جمعہ

.....

مکتوبات: بنام حضرت مولانا سید عبدالحئی صاحب لاچپوری رحمہ اللہ  
 خسر محترم حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ  
 مسجد کے مفاد کے لئے اپنا مفاد قربان کرنے کا خوگر ہو گیا ہوں  
 جسم رنگون میں ہے، لیکن روح لاچپور میں ہے

از: مرغوب احمد

۱۷ فروری، یوم شنبہ

کرم گستر و عنایت فرمائے من جناب مولوی سید عبدالحئی صاحب زاد کرمکم و  
 اوصلکم الی اللہ ما یتمناکم السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین کی طلب کے بعد واضحائے گرامی ہو کہ آپ کو نو ساری اسٹیشن پر الوداع  
 کہنے کے بعد رنگون کی روانگی کا تہیہ ہر وقت رہا، لیکن بعض قوی ممانعت کے حائل ہوتے  
 رہنے سے روانگی میں تاخیر ہوئی، یہاں تک کہ نومبر کے وسط میں جناب فتح محمد صاحب  
 مرحوم کے انتقال کی خبر اخبارات میں معلوم ہوئی، مجھے امید ہو گئی کہ نیپال کے سفر کا یہ موقع  
 عمدہ ہے، اگرچہ رنگون کے لئے پابرجا تھا، آپ کے آنے تک سفر ملتوی کر کے آپ کو:  
 ۲۴ نومبر چند احباب کے مشورہ کے بعد تار دیا اور تار سے ہی جواب طلب کیا تھا، انتظار ہی  
 میں تھا کہ: ۲۹ نومبر کو سورت میں جناب مولوی عبدالرحیم سے سید بابو میاں صاحب کے  
 فرزند کی شادی کی تقریب کے موقع پر ملاقات ہوئی، تو معلوم ہوا کہ آپ اب تک کام پر نہیں  
 ہیں، یہ سن کر اور تکلیف ہوئی، میں نے تار کا واقعہ ان سے بیان کیا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ  
 مجھے مولوی صاحب کی بیکاری کا علم ہوتا تو میں ہرگز اس تحریک و تکلیف دہی پر اقدام نہ

کرتا۔ بہر حال جو وقت گذرتا تھا وہ صرف نفی یا اثبات کے جواب کے انتظار میں گذرتا تھا۔ آپ کا جواب ملا نہیں۔ اب میری حالت نہایت ایچ پیج اور لیت و عل میں رہی۔ تار دے کر اور مصیبت اپنے سر خرید لی۔ خدا خدا کر کے: ۲۲/ ستمبر کو آپ کا ایک مکتوب رنگون سے واپس لوٹا ہوا لاچپور پہنچا، جس میں آپ کے حالات، ماجرا کی تفصیل تھی، دوسرے روز: ۲۹/ نومبر کا مرقومہ گرامی نامہ: ۲۳/ کو وصول ہوا، جو میرے تار کے جواب میں تھا۔ حالات مندرجہ سے آگاہ ہوا، پریشانی سے اور پریشان ہوا۔ ایک تو آپ کی بیکاری، دوسرے ایک غم خوار اور ہمدرد کی جدائی، سفر کا معاملہ۔ ان جملہ امور پر نظر پڑی تو میرا قلب آپ کی موجودہ پریشانی سے بہت متاثر ہوا، مجر دعا اور مجلس احباب میں حسرت و افسوس کے اظہار کے اور کیا کر سکتا تھا، اس گرامی نامہ سے یہ بھی امید بندھی کہ آپ کے ویزے نیو کاسٹل روانہ ہوں گے، اب آپ کو فوراً جواب لکھوں یا رنگون پہنچ کر؟ اس تردد میں سفر کی تیاری میں رہا، بالآخر خدا خدا کر کے: ۷/ جنوری کو یکا یک تیار ہو کر روانہ ہو گیا، اور کلکتہ میں چار روز قیام کرتا ہوا ۷/ جنوری جمعہ کی صبح بعافیت تمام رنگون پہنچا۔ ہر روز آپ بلا ناغہ یاد آتے تھے، تفصیل خط لکھنے کے لئے فرصت کے مواقع کے لئے متلاشی تھا۔ رنگون پہنچتے ہی سالانہ امتحان کے اہتمام میں لگا رہا۔ ۲۸/ جنوری کو امتحان سے فراغت ہوئی، یکم فروری سے رمضان المبارک شروع ہوا، روزہ، تراویح اور نیند یہ تین ضروری مشاغل ہیں۔ اس اثناء میں آپ کا تیسرا مکتوب سامی مرقومہ: ۱۰/ جنوری لاچپور کے پتہ سے مکان پہنچا، اور گھر سے یہاں: ۱۰/ فروری کو وصول ہوا، آپ کے سابقہ ولاحقہ حالات کا علم ہوا، آپ کا دل ایسے ہی اچاٹ تھا کہ لخت جگر فاطمہ کی علالت کا حال معلوم ہونے سے آپ کی پریشانی میں اور اضافہ ہوا۔ خدا آپ کی طبیعت کو سنبھالے اور تقویت بخشنے۔ رہا سردی کا معاملہ تو خدا تعالیٰ نے وہاں کی



آپ وہو کے لئے اسباب پیدا فرمائے ہیں۔ خدا آپ کی حفاظت کرے اور جب تک سفر میں رہنا مقدر ہے عافیت سے گزارے اور بعافیت تمام واپس پہنچاوے۔

مولوی عبدالرحیمؒ و مولوی عبدالکریمؒ ہر دو صاحبان فاطمہ بی بی کی دوا دوش و علاج معالجہ میں بہت دوڑ دھوپ اور اہتمام کر رہے ہیں اللہ عافیت نصیب کرے اور آپ کی پریشانیوں کو دور فرماوے، اور بقیہ زندگی راحت و اطمینان میں اپنی مرضیات میں گزارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مولانا احمد بزرگ صاحب: ۲۰ جنوری کو رنگون وارد ہوئے ہیں۔ مدرسہ کی امداد کے لئے چندہ ہو رہا ہے، گیارہ ہزار روپیہ ہو گیا ہے، اور بھی تین چار ہزار کی امید ہے۔ ہندوستان کے دیگر شہروں کے مدارس کے مہتممین کی اب کے سال مجموعی تعداد قریب ۲۵ کے ہیں، جملہ علماء و مہتممین پورے رمضان شریف ای سی مدھا کے مہمان ہیں۔ ان حضرات کی مہمانی کے لئے ایک منتظم کے حوالہ میں ہزار پندرہ سو روپیہ صرف مہمانی میں خرچ ہوگا۔ خدا تعالیٰ قبول فرمائے۔

مولانا حکیم محمد ابراہیم صاحب راندیری بھی یہاں ہیں۔ غرض اہل علم کا مجمع رہتا ہے، پر لطف صحبتیں اور دلچسپ علمی مجلسیں رہتی ہیں۔ رمضان بھر یہی چہل پہل رہے گی، اور بعد رمضان سب روانہ ہو جائیں گے۔ روزانہ باری باری سے سورتی مسجد میں ایک عالم کا وعظ ہوتا ہے۔ یہ تو بیان کی حالت ہے۔

رہی میری ذاتی حالت تو صحیح طور پر میرا دل بھی اب سفر میں لگتا نہیں، بیکاری کی وجہ سے یہاں آنا پڑتا ہے، ورنہ وطن میں رہنے کو جی خوش ہے۔ دیکھئے! خدا کو کب تک یہاں رکھنا منظور ہے؟ بہر حال یہاں وقت اچھا گزر رہا ہے، کوئی تکلیف نہیں، کوئی مشکل کام سپرد نہیں

ہے، بے فکری ہے، آزادی، راحت ہے، مختصر سی عزت و احباب میں محبت بھی ہے۔ سب کچھ ہے، لیکن اگر نہیں ہے تو وطن کی خوش عیشی نہیں ہے۔ جسم رنگون میں ہے، لیکن روح لاجپور میں ہے۔

اور سب سے بڑا تعلق مسجد کے بقیہ کام کی ادھیڑ پن کا ہے، کس طور پر بقیہ کام ختم ہو؟ یہ ایک سوال ہے۔ کبھی نیپال جانے کا ارادہ کرتا ہوں، کہیں مجھے ڈربن بلانے اس کی سفارش کراتا ہو تو کبھی گارڈی کے کان تک یہ آواز پہنچاتا ہوں، یہ ساری دوڑ دھوپ سب کے سب اسی سوال کے جواب کی کوششیں ہیں، ورنہ مولانا! اپنے مفاد کے لئے نیپال؛ و ٹرانسوال سے رنگون ہی کا قیام اچھا ہے، مگر ہمیشہ مسجد کے مفاد کے لئے اپنا مفاد قربان کرنے کا خوگر ہو گیا ہوں، اس لئے ٹرانسوال کا ارادہ کرتا ہوں، مگر میری بد قسمتی سے کوئی کامیابی کی شکل نظر نہیں آتی، اللہ کا ارادہ غالب ہے۔

دیگر نواب صاحب سچین کے چھوٹے بھائی عبدالکریم خاں بیرسٹریٹ لا جو ایک عرصہ سے بہار کی ریاست میں جنرل سکریٹری تھے، ۱۳ جنوری کو کلکتہ میں انتقال کر گئے، میں نے یہاں سے ایک تاریخیت کا نواب صاحب کو روانہ کیا تھا، اطلاع عرض ہے۔ والسلام  
یہاں جملہ احباب مولوی ابراہیم، فضل اللہ، عبدالحی، رحیم اللہ وغیرہ سب خیریت سے ہیں، والسلام۔

میں نے آپ کی تحریر کے موافق آپ کے مکان کے لئے مولوی محمد یوسف صاحب کو خط لکھ دیا ہے، دیکھئے! کیا جواب دیتے ہیں۔

مرغوب احمد

۳۶/۳۳۸ مغل اسٹریٹ، رنگون

## مجمع احباب میں طبیعت خوش رہتی ہے

از بندہ مرغوب احمد غفی عنہ

۱۵ اگست ۳۵ء

محترم و مکرم جناب مولوی سید عبدالحی صاحب زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمة الله و بركاته

بندہ بعافیت ہے، و جناب کی عافیت کا خواہاں۔

عین انتظاری میں آج کی ڈاک سے گرامی نامہ نے شرف صدور فرمایا، شاد فرمایا ع

اے وقت تو خوش کن کہ وقت ماخوش کردہ

آپ کی صحت اور عافیت خدا کے فضل سے اب بھی قابل شکر ہے۔ خدا آپ کو اور مجھ

سیہ کار کو اپنی یاد کی توفیق دے۔

انشاء اللہ فرصت سے حاضر ہو جاؤں گا۔ ملاقات کا اشتیاق ہمیشہ رہتا ہے، چونکہ افتاد طبع

یار باش واقع ہوئی ہے، اس لئے مجمع احباب میں طبیعت خوش رہتی ہے۔ انشاء اللہ جلد

ملاقات ہوں گی۔ گھر میں بچی رابعہ و ام رابعہ بخیر ہیں۔ والسلام

فقط مرغوب احمد غفی عنہ

.....

فتویٰ لکھنے میں مشقت و محنت

اردو تحریر میں تکلیف ہوتی ہے

رنگون کی تجارت کا حال

از نیاز مند مجاہد بندہ مرغوب احمد غنی عنہ

۳۳۸ مغل اسٹریٹ، رنگون

بمخترم مکرم عنایت فرمائے من جناب مولوی عبدالحی صاحب زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بندہ بعافیت و عافیت طرفین مطلوب۔

آج رنگون پہنچے ہوئے مجھے دو ماہ ہو گئے ہیں، الحمد للہ کہ بعض معمولی و جزوی شکایتوں کہ جو انسان کو کھولت کے زمانہ میں عموماً کم و بیش لاحق رہتی ہیں، اس عرصہ میں کوئی قابل اعتناء شکایت میں ابتلاء نہیں ہوا، فالحمد لله علی ذلک۔

اس اثناء میں کوئی عریضہ اپنی عافیت کا آپ کو نہ لکھ سکا، جس کا یقیناً آپ کو ملال ہوگا، مجھے خود بھی اس کوتاہی کا احساس کے ساتھ اعتراف ہے، امید کہ بندہ کی موجودہ مصروفیت و مشغولیت کو ملحوظ رکھتے ہوئے درگزر فرمائیں گے۔

محترم من! آپ کو معلوم ہے کہ یہ نجیف بہت طویل زمانے سے ضعف و دماغ و تبخیر معدہ کی شکایتوں میں مبتلا ہے، جس سے اکثر اوقات دماغ ماؤف رہتا تھا، اب قسمت نے جس سلسلہ میں جکڑ دیا ہے، اس میں دماغی محنت بہت زیادہ ہے، بعض مسائل میں گھنٹوں نہایت انہماک و غور و تدبر کے ساتھ دماغ سوزی کرنی پڑتی ہے، اور مختلف اور متعدد کتابوں

کی ورق گردانی کے بعد کوئی معقول بات قابل جواب سمجھ میں آتی ہے۔ آپ کو ان باتوں کا کافی تجربہ ہے کہ ان مشاغل میں کس قدر دماغ پر شدید بار پڑتا ہے، اور کام سے فراغت کے بعد گھنٹوں دماغ کسی معقول و مشکل کام میں لگنے سے عاجز و ناکارہ رہتا ہے۔ خدا معاون و مددگار ہے، وہی اس مشکل کو آسان کرے گا۔

لکھنے میں ہاتھ بھی بہت عرصہ سے کم چلتا ہے، خاص کر اردو لکھنے میں گو نہ دقت محسوس کرتا ہوں، بہت جلد ہاتھ تھک جاتا ہے۔ اس دو ماہ کے عرصہ میں صرف ایک عریضہ اردو میں جناب مولوی محمد یوسف صاحب کو لکھ سکا ہوں، اور آج یہ دوسرا عریضہ آپ کو لکھ رہا ہوں۔ جن احباب سے ہمیشہ رسل رسائل اردو میں رہتا ہے ان کو گجراتی لکھنے میں کچھ حظ نہیں آتا، اور اردو لکھنے میں گو نہ تکلیف مزید ہے، ان وجوہات کی بنا پر جناب ایسے محترم کرم فرما کو عریضہ نہ لکھ سکا۔

محترم یوسف ٹیل نے آپ کی ملاقات و عریضہ کے انتظار کا حال لکھا تھا، اس کے بعد کئی روز سے وقت فرصت کی تلاش میں تھا، آج خدا نے وقت میسر کیا ہے کہ آپ کو اپنی عافیت و مجبوری لکھ کر اپنی ندامت کا ازالہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ امید کہ آپ کی طبیعت اچھی ہوگی، خدا عافیت سے رکھے۔

رنگون کی تجارت کساد بازاری دن بدن زیادہ ہو رہی ہے، عموماً بارش میں تجارت ماند رہتی ہے۔ اب کے مسلسل قریب تین ماہ سے بارش ہو رہی ہے، اس عرصہ میں بارش کا سلسلہ کبھی رکا نہیں، بیرونی جنگلات کے گاہک بوجہ خرابی راہ بہت کم آسکتے ہیں، دن بدن بیکاری اور بے روزگاری بڑھ رہی ہے۔ آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ دوسرے مقامات میں اتنے حاجت مند اتنے بیکار اتنے روزگار کے متلاشی نظر نہیں آتے، جس قدر یہاں نظر آ رہے

ہیں۔ تجارتی لائن کی ملازمت، مسجد کی ملازمت، مدرسہ کی ملازمت، اسکول و کالج کی ملازمت کے سینکڑوں متلاشی بہت بری حالت میں بیکار پھر رہے ہیں۔ دال گلی میں دس دس، پندرہ روپے کی ملازمت میں بعض بعض اچھے پڑھے لکھے پڑے ہوئے ہیں، ایسی حالت کہیں نظر آتی، پانچ پانچ روپے کے ایک دو ٹیوشنوں پر سند یافتہ مولوی پڑے ہوئے اپنا وقت گزار رہے ہیں۔

مولوی عبدالحفیظ سلمہ کے لئے اب تک کوئی سلسلہ ملازمت کا نہ ہو سکا۔ مہینہ بھر کے بعد بیس روپے کی ایک جگہ ملنے کی امید ہے، اس جگہ پر دس دس روپیہ میں کام کرنے والے موجود ہیں، یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ پروم میں سورتی مسجد میں امام کی جگہ خالی ہے تو میں نے جناب مولوی عبدالکریم صاحب کے لئے وہاں کے متولی سے گفت شنید کی، جواب میں لکھا کہ ہم کو مولوی حافظ کی ضرورت ہے، میں نے لکھا کہ حافظ نہیں ہے۔ اس جگہ کے لئے غالباً درجن آدمی مہینوں سے کوشش میں ہیں۔

جناب مولانا احمد اشرف صاحب نے بھی کسی قاری کے لئے سفارشی خط پروم و رنگون لکھا تھا، معلوم نہیں کیا جواب دیا گیا۔ غرض حالت بہت ردی ہے، خدا رحم کرے۔ رنگون بوجہ روزگاری شہر ہونے کے بہت ہی کثرت سے متلاشی روزگار لوگ یہاں جمع رہتے ہیں۔ دیگر مولوی عبدالرحمن صاحب بھوپالی کا خط پڑھ کر افسوس ہوا کہ ان کے خسر حافظ کریم بخش صاحب جو رضوانی جہاز میں آپ کے ہمارے ساتھ تھے، ان کا اوائل ربیع الاول میں مدینہ منورہ میں انتقال ہو گیا، اللہ بخشنے ۲۶ حج مسلسل ادا کئے ہیں۔ مرحوم کو حیدرآباد سے ۳۰ روپیہ کا وظیفہ ملتا تھا، اس سے مولوی صاحب کو بہت کچھ سہارا تھا، اب وہ بند ہو گیا، اس لئے بہت پریشان ہیں۔ لکھتے ہیں کہ مجھے کسی جگہ پر جلد بلاؤ، بہت تکلیف میں ہوں۔ اب

یہاں کی حالت آپ کو اوپر لکھ چکا ہوں، کیا کروں؟ مولوی عبدالحفیظ صاحب کی بیکاری کا افسوس تھا ہی، اب کیا، کیا جائے؟ اللہ تعالیٰ ان سب کو پریشانیوں سے نکالے آمین۔

میری طرف سے برادر مولوی سید عبدالکریم صاحب کو بعد سلام مسنون یہ خط پڑھوادیتجئے، خدا بہتر کرے۔

دیگر محبوبوں میں برادر سید عبدالرشید صاحب و جناب حاجی احمد صاحب و جناب بدر الدین صاحب و گھر میں وحیمہ بی و غیرہ کو سلام و دعا۔

مولوی سید محمد ہاشم خیرگامی کے بیٹے حافظ عبدالرحمن سے یہ خبر سنکر افسوس ہوا کہ ہاشم بھائی کے بہنوئی، عائشہ بی بی کے شوہر اسماعیل کا ٹرانسوال میں انتقال ہو گیا، اللہ غریق رحمت کرے۔ خیرگام جانا ہو تو میری طرف سے تعزیت کیجئے، والسلام

۲۲ / جمادی الاولیٰ ۱۵۵۵ھ ۱۱ / اگست ۱۹۳۶ء

### ایک حادثہ یعنی چوری کا واقعہ

اہل حاجت کی امداد کرانے میں، میں اپنا پورا اثر کام میں لاتا ہوں

محترم و مکرم ذوالحجہ والکرم جناب مولوی سید عبدالحی صاحب مہربان بندہ زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

پس از سلام مسنون و اشتیاق ملاقات بندہ ہر طرح بفضل خدا عافیت سے ہے۔ آپ کی ودیگر متعلقین کی عافیت کا خواہاں۔

عرصہ ہوا جناب کے گرامی نامہ نے مسرور و مغموم فرمایا تھا۔ آپ کی عافیت و صحت معلوم کر کے مسرت ہوئی تھی، اور نتیجہ مقدمہ سے رنج و ملال و غم و قلق حاصل ہوا تھا۔

کیا لکھوں کہ جواب میں اس قدر تاخیر کیوں واقع ہوئی؟ بار بار جی چاہتا تھا کہ نہ صرف زبانی ہمدردی پر اکتفا کروں، بلکہ عملی ہمدردی اور موجودہ تکلیف میں گو نہ مالی امداد و اعانت سے پیش آؤں، ہر چند چاہا کہ کچھ ضروری مصارف سے پس انداز کر کے ارسال خدمت کر سکوں، لیکن آپ یقین مانئے کہ نامساعت وقت و دیگر مختلف افکار و تردد اور زیر باری نے کوئی بہتر موقع نصیب نہ ہونے دیا۔

امروز، فردا کے خیال میں تھا کہ ایک آپ کی مصیبت کی طرح مجھے بھی ناگہانی صدمہ پیش آ گیا۔ تفصیل طویل ہے، مختصر یہ کہ چند روز ہوئے دفعۃً میرا ایک سو روپیہ چوری ہو گیا، ہر چند تدبیریں کی گئیں کہ چور کا سراغ لگ جائے، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ بادل ناخواستہ صبر کرنا پڑا۔ یہ واقعہ صرف آپ کی اطلاع کے لئے لکھا ہے کسی ایک شخص کو بھی اور آپ کے مکان میں کسی کو اطلاع دینے کی آپ کو اجازت نہیں، ورنہ بات پھیل کر میرے متعلقین کی پریشانی کا باعث ہوگی۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجھ کو اپنی موجودہ مصیبت میں صبر کے ساتھ بہتر بدلہ نصیب کرے، آمین۔ آپ حضرات نے اپیل کا راہ کیا تھا، معلوم نہیں مرافعہ کیا یا نہیں؟ اور اگر کیا گیا تو کیا نتیجہ ظاہر ہوا؟ تحریر فرما کر آگاہ فرمائیں۔

جناب منشی فقیر محمد صاحب کے ہر دو خطوط بندہ نے جناب سیٹھ اسماعیل آہوت صاحب کو پہنچا کر ضروری امداد کے لئے تحریک بھی کر دی گئی تھی، لیکن کئی مجلسوں میں وہ یہی جواب دیتے رہے کہ گجرات کے متعلق بلیشور امدادی رقوم بھیج دی جاتی ہے، وہاں کوشش کر کے کچھ حاصل کی جائے، یہاں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔

مہربان من! دن بدن یہاں بھی غرباء و مساکین و اہل حاجت و مختلف اداروں کے اہل چندہ لوگوں کا اس قدر ہجوم بڑھ گیا ہے کہ دینے والوں کا ناک میں دم آ گیا ہے، اس لئے



بہت زیادہ کہہ سکر اور روز دے کر مروت میں ڈالنا بھی ایک مشکل و بیجا امر ہے۔ ان وجوہات کی بنا پر دو تین مرتبہ کہنے سننے کے بعد خاموش ہو گیا۔ ورنہ میری حالت سے آپ واقف ہیں کہ اہل حاجت کی امداد کرانے میں، میں اپنا پورا اثر کام میں لاتا ہوں۔ گا ہے کامیابی و گا ہے ناکامیابی ہوتی ہے، لیکن انہیں لوگوں سے بہت کچھ امداد ہو جاتی ہے، اس معاملہ میں احمد آ بوت صاحب کو بھی امداد پر متوجہ کیا تھا، لیکن کامیابی معلوم۔

دیگر ٹرانسوال میں اہل لاچپور ایک اچھے مدرسہ کی کوشش میں مصروف ہیں، اس کا علم جناب کو ہوا ہوگا، اللہ کو جب کبھی منظور ہوگا اور ہم آپ وقت پر زندہ رہے تو انشاء اللہ ساتھ مل کر کام کریں گے۔

سردست بندہ گھر میں سے اہلیہ کو بعد عید رنگون بلانا چاہتا ہے، اگر کوئی مانع قوی پیش نہ آیا تو عید کے بعد بلوالوں گا، آگے امرالہی کے تابع ہوں۔

دیگر حالات بخیر ہیں، امید کہ آپ بھی مع الخیر ہوں گے۔ دعا کرتا ہوں و دعا کا طالب ہوں۔ دیگر حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب صدر جمعیۃ العلماء ہند و حضرت مولانا حافظ احمد سعید صاحب ناظم جمعیت، جناب حاجی داؤد صاحب کے مہمان ہو کر موصوف کے بچوں کی تقریب شادی کی شرکت کی غرض سے انشاء اللہ یکم فروری کو رنگون پہنچیں گے، اطلاعا عرض ہے۔ امید کہ اپنی و متعلقین و دیگر احباب کی عافیت و دیگر حالات ضروریہ سے آگاہ فرما کر رفع انتظار فرمائیں گے۔

جناب مولوی سید عبدالکریم صاحب و جناب سید عبدالرشید صاحب و جناب حاجی احمد صاحب و محمد حاجی صاحب و دیگر پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے، فقط والسلام۔  
راقم نیازمند: مرغوب احمد عفی عنہ

مفتی کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب کے پچاس بیانات  
محترم و مکرم جناب مولوی سید عبدالحئی صاحب زاد مجدہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

پس از سلام مسنون واضح رائے گرامی ہو کہ بندہ مع متلقین بخیر ہے و آپ جملہ احباب کی خیریت کا خواہاں۔ قبل ازیں گرامی نامہ نے مشرف فرما کر مسرور و خرسند فرمایا تھا۔ مقدمہ کے تفصیلی حالات کا علم ہوا، واپسی جرمانہ سے خوشی ہوئی، اللہ نے اپنے فضل و کرم سے آپ احباب کی آبرو و حیثیت کو محفوظ و مامون رکھا، فالحمد لله علی ذلک۔ اللہ دیگر مقدموں میں بھی آپ کو کامیاب فرمائے، اور آپ حضرات کی سعی کو مشکور کرے، اور جن تین اسامیوں پر جرمانہ باقی رہ گیا ہے اور جس کے باب میں آپ کو شائبہ ہیں کہ یہ لڑکے بھی بری ہو جائیں گے، خدا ایسا ہی کرے۔

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب کی دو ماہ موجودگی میں مصروفیت بہت زیادہ رہی، اس لئے عذیم الفرستی کو آپ کے جواب لکھنے میں زیادہ تاخیر ہوئی، امید کہ درگزر فرمائیں گے۔

گھر میں سے بچے بخیریت تمام: ۱۵ / محرم کو رنگون پہنچے، اب بفضلہ تعالیٰ مع الخیر ہیں۔ دعا ہے و آپ بھی دعا کریں کہ خدا سفر میں اس ضعیفی میں مع الخیر رکھے۔ میں نے ہر چند چاہا کہ مہینے دو مہینے کے لئے وطن آ کر اعزاء و احباب کی ملاقات کروں، اور پھر بچوں کو ہمراہ لے کر رنگون آ جاؤں، لیکن تبخیر دماغ و ضعف قوی جسمانیہ سے اس ارادہ میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اب مجھ سے سفر میں جہاز میں وریل میں چڑھنے اترنے و دوڑ دھوپ کی تکلیف کی بالکل برداشت نہیں، اس لئے گویا مجبور تھا۔ خدا اپنے حفظ و امان اور اپنی مرضیات میں

رکھے، اور بہت جلد آپ مخلص و مہربان دوستوں کی ملاقات سے شاد کرے۔

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب کی موجودگی میں بڑی چہل پہل رہی۔ مواعظ حسنہ کے بڑے بڑے شاندار جلسے ہوئے۔ کم و بیش ہر دو حضرات کی رنگون، مولین، پروم، ومانڈلہ وغیرہ مقامات میں پچاس تقریریں ہوئی۔ نہایت عزت سے رہے اور بعافیت عزت سے ۲۰ اپریل کو دہلی روانہ ہوئے۔

آجکل رنگون میں گرمی اپنے شباب پر ہے۔ امید کہ آپ مع متعلقین و جملہ احباب مع الخیر ہوں گے۔ خدا آپ کو اپنی حفظ و امان و مرضیات پر قائم رکھے۔

جناب محمد حاجی یعقوب صاحب کی صاحبزادی اہلیہ محترمہ جناب مولوی عبدالرحیم صاحب کے انتقال کا افسوس ہے۔ اللہ مرحومہ کو جنت الفردوس عطا فرمائے اور پس منداں کو صبر جمیل عطا ہو۔ دیگر جناب الحاج سید شمس الدین صاحب کو میری طرف سے حج مبرور پر مبارک باد کے بعد ”سفینۃ النجات“ کی اردو و گجراتی حروف میں اشاعت کی اجازت کی اطلاع دیں۔ امید کہ آپ اپنی عافیت سے وقتاً فوقتاً شاد فرماتے رہیں گے۔ گھر میں سے خدیجہ آپ کے گھر میں کریمہ خالہ کو سلام و عزیزہ حلیمہ کو پیار کہتی ہیں۔

جناب مولوی سید عبدالکریم صاحب و جناب سید عبدالرشید صاحب و بھائی منشی بدر الدین و جناب حاجی احمد و محمد صاحبان و حاجی ابراہیم بھیات صاحب کو حج مقبول کی مبارک باد کے بعد سلام کہیں، والسلام۔

جناب مولانا محمد یوسف صاحب کی آخری تحریر جو جناب نے مجھے بھیجی تھی اس کا صحیح مفہوم میری و دیگر احباب کی سمجھ میں صحیح طور پر نہیں آیا، امید کہ تشریح و توضیح فرما کر مطمئن فرمائیں، فقط

مرغوب احمد غشی عنہ

محترم و مکرم جناب مولوی صاحب زاد مجدہ

بندہ بعافیت ہے اور عافیت مزاج گرامی خواہاں۔

آپ کا گرامی نامہ مرقومہ: ۲۵/ ستمبر، ۲ اکتوبر کو موصول ہوا۔ قبل ازیں: ۲۵/ ستمبر کو چار بجے شام آپ کا تار موصول ہوا تھا۔ تار دوسرے روز ٹرسٹیان نور الاسلام کو بھیج دیا گیا تھا، اور خط کل: ۵/ اکتوبر کو ٹرسٹی کو دیا اور تحریر کا ضروری مضمون زبانی کہہ دیا گیا۔ بعد ضروری گفتگو اور خط کے مضمون سے پوری آگاہی کے بعد ٹرسٹیوں کی طرف سے یہ جواب دیا گیا کہ آپ مولوی صاحب کو لکھیں کہ: ۳۰/ اکتوبر رنگون پہنچ جائیں اور اس اثناء میں اپنے ضروری کاموں سے فارغ ہو لیں، فقط۔

لہذا میری رائے یہ ہے کہ آپ: ۲۴/ اکتوبر کو سورت سے روانہ ہو کر: ۲۶/ پنجشنبہ کو کلکتہ پہنچیں، اور: ۲۷/ جمعہ کو جہاز سے روانہ ہو کر: ۳۰/ یوم شنبہ کی صبح رنگون پہنچیں، اور یکم نومبر چہار شنبہ سے اپنے کام کا چارچ لے لیں۔ اس صورت میں دو روز آپ کو رنگون میں راحت لینے کے لئے بھی مل جائیں گے۔ یہ عریضہ آپ کو انشاء اللہ: ۱۳/ اکتوبر کو موصول ہو جائے گا۔ اس کے بعد آپ کو دس، گیارہ روز کی مہلت مل جاتی ہے، اس اثناء میں اپنے ضروری کاموں سے اور امتحان کے نقشے وغیرہ تیار کر کے فارغ ہو لیں۔ میں آپ کو تار دیتا، لیکن تار سے تفصیل معلوم نہ ہوتی، اس لئے بے سود سمجھ کر یہی عریضہ لکھا گیا۔

جناب محمد حاجی کل یہاں سے کلکتہ روانہ ہو گئے ہوں گے، اگر کلکتہ میں تین روز قیام کریں تو آپ سے نو ساری میں ملاقات ہو جائے گی۔ دیگر حالات بخیر ہیں۔ اگر موقع ہو تو روانگی سے قبل لاچپور ہو آئیے۔ مولانا محمد یوسف صاحب، اور حکیم ضامین حسین صاحب، و برادر عبدالرشید وغیرہ کو سلام کہیں۔ والسلام مع الاکرام۔  
مرغوب احمد سورتی

شراعداء سے حفاظت کے لئے مجرب دعا

”حسبنا الله ونعم الوكيل“ کا وظیفہ تو آپ کا جاری ہی ہوگا  
فتنہ و فساد کی جو عادتیں پڑی ہیں مشکل سے آدمی کا پیچھا چھوڑتی ہیں  
محترم المقام زید مجدکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بندہ بعافیت ہے اور عافیت جناب سامی خواہاں۔

مکتوب گرامی عین انتظار کی حالت میں موصول ہوا۔ تفصیلی حالات و واقعات نے  
ایک ہی گھر میں شادی و غمی کی دو مجلسیں ایک ہی وقت میں قائم کر دیں، یعنی قلب حزین بزم  
نشاط و مجلس عزاکا نشیمن بنا ہوا تھا۔

آپ کی عافیت و خوشنودی مزاج و ہمت و تگ و دو و قانونی چارہ جوئی و آئینی موشگافی  
وغیرہ دیکھ کر دل مسرور ہوا کہ اس پیرانہ سالی و لاغر بدنی کے ساتھ اس قدر سخت کام آپ کر  
لیتے ہیں۔ اور رنج و قلق و درد و غم اس بات سے ہوتا ہے کہ ایک ظالم ناخدا ترس دین و  
دیانت و مروت و یگانگت و تعلقات دیرینہ سب کو یک لخت بالائے طاق رکھ کر ظلم و زیادتی  
پر کمر باندھے ہوئے جاوید الزامات، ناکردہ گناہ لوگوں کی ایک خاصی جماعت پر لگا کر بلا  
وجہ مالی زیر باری و کوفت جسمانی میں پھانس رہا ہے۔ خدا ہر ظالم کے شر و فتنہ و فساد و شتمت  
اعداء سے مامون و مصون رکھے، آمین۔

عشا کے بعد ”حسبنا الله ونعم الوكيل“ پانچ سو مرتبہ کا وظیفہ تو آپ کا جاری ہی  
ہوگا۔ دعا ہے کہ خداوند کریم اپنے فضل عمیم سے آپ کو دوسرے مبتلائے مصیبت کو اس ناگہانی

افتاد سے جلد خلاصی بخشے۔

شر اعداء سے سے محفوظ رہنے کے لئے دعا ماثورہ میں ذیل کی دعا بہت مجرب و زود تاثیر ہے، اس کا وقتاً فوقتاً بلا وضو و در کھیں، خدا شر اعداء سے محفوظ رکھے گا: ”اللہم انا نجعلک فی نحورہم و نعوذ بک من شرورہم“۔

جناب حاجی محمد صاحب کو آپ کا گرامی نامہ پہنچا دیا، موصوف سے ملاقات ہوئی، طبیعت اچھی ہے۔ آپ کو موصوف نے جواب لکھا ہوگا۔

میری طرف سے جملہ احباب و پرسان حال و گھر میں سلام و دعا کہیں۔  
بندہ بھی ضعف دل و دماغ کی دائمی و لازمی تکلیف کے ساتھ اپنا وقت بصد پریشانی پورا کر رہا ہے۔

زیادہ کیا لکھوں، دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔ خدا آپ کو اپنے مخلصین بندوں میں بنا کر اپنی حفظ و امان میں رکھے، آمین۔

لاچپور کے حالات آپ کے گوش گزار ہوتے رہتے ہوں گے۔ فتنہ و فساد کی جو عادتیں طبیعت ثانیہ بن گئی ہوں وہ مشکل سے آدمی کا پیچھا چھوڑتی ہیں۔ میں نے بھی آئندہ کے لئے لاچپور کی مسجد کے انتظامی و جماعتی انتظامات میں دخل دینے سے احتراز کر لیا ہے، اطلاع عرض ہے۔ فقط والسلام

راقم بندہ

مرغوب احمد غفی عنہ

۸/رجب ۱۴۵۶ھ

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا اپنے مخلص و گہرے رفیق مولانا محمد

یوسف صاحب دیوان رحمہ اللہ کی وفات پر تعزیت نامہ

رنگون

۲۴ شعبان ۵۶ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۳۷ء

جناب مولوی صاحب محترم مکرم زاد کرمہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

بندہ دل فگار و دل ریش زندہ ہے، اور آپ مخلص مہربان، شفیق کی خیریت چاہتا ہے۔  
قبل ازیں آپ کے تفصیلی گرامی نامہ نے مشرف فرمایا، اور کاشف احوال مندرجہ ہوا  
تھا۔ مرحوم بھائی مولانا محمد یوسف صاحب کی شدید علالت کو دیکھتے ہوئے آپ نے مرحوم  
کی ازدیاد زندگی کے لئے جو الفاظ قلمبند فرمائے تھے اس کو پڑھ کر اور مولانا مرحوم کی شدید  
علالت کا حال دیگر احباب کے خطوط سے معلوم کر کے قلب پر اسی وقت سے یک گونہ  
وحشت و تردد پیدا ہو گیا تھا۔ بار بار مرحوم بھائی کی صحت کاملہ و شفاء عاجلہ کے لئے بارگاہ  
الہی میں ملجی رہتا تھا، اسی حیس و بیس میں تھا، اور والہانہ اشتیاق مرحوم کی صحت کی خبر معلوم  
کرنے کا شدید منتظر تھا کہ دفعۃً ۱۴ شعبان روز چہار شنبہ قبل مغرب ایڑ میل سے مرحوم  
بھائی کے صاحبزادے سعید احمد سلمہ ربہ کا خط موصول ہوا، پڑھ کر مرحوم کی رحلت کا حادثہ  
فاجعہ معلوم کر کے طبیعت بے قابو ہو گئی، فرط غم سے سکتہ کا سا حال ہو گیا، اس وقت میں  
بالکل تنہائی میں تھا، کوئی شخص پاس نہ تھا، اندیشہ پیدا ہو گیا کہ تنہائی میں میری حالت متغیر نہ  
ہو جائے، احباب و شناساں صاحبوں کے مجمع کی تلاش میں اپنے کمرہ سے باہر نکل گیا، دل  
کو مضبوط کیا، رنج و افسوس کو ظاہر کیا، تو قلب کی گرانی و دماغ کا بار کچھ کم ہوا۔ آج دس روز

ہو گئے، ہر وقت مرحوم کی شکل سامنے رہتی ہے، اور ہر آن غم تازہ ہوتا رہتا ہے۔

مرحوم بھائی سے چالیس سالہ تعلقات، یگانگی و نشست و برخاست، وہم لقمہ، وہم کلامی، وہم مجلسی، وراز و نیاز، صلاح و مشورہ، کبھی نرمی، کبھی الجھنا و غصہ کرنا، پھر پانچ منٹ کے بعد ہنسنا، بولنا، یہ جملہ تعلقات بھولانے سے بھی نہیں بھولائے جاتے۔

حضرت استاذ مرحوم کے بعد ایسا شدید صدمہ میرے قلب حزیں پر کم آیا ہے۔ زیادہ کیا لکھوں، مرحوم کی یاد سے دل پاش پاش ہو رہا ہے۔ خدا غریق رحمت کرے اور مرحوم کو اپنی خاص نوازشوں سے نوازے۔

مرحوم بڑی خوبیوں کے رفیق، ہمدرد و غمگسار، صلاح کار، مخلص دوست تھے۔ آہ چل دیئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔ لاچپور میری نظروں میں ویران ہو گیا۔ آپ نو ساری میں ہیں لاچپور میں میرا ہدم، مونس، غمگسار کوئی دوست نہ رہا۔

دیکھئے! آپ ایسے شفیق محبوب سے کب نیاز حاصل ہوتا ہے۔ اللہ آپ کو دشمنوں کے شر سے مامون و محفوظ رکھے، آمین۔ زیادہ کیا لکھوں، دوستوں کی عنایت و حسن توجہ کا ہر وقت محتاج ہوں۔

میری طرف سے جناب سید مولوی عبدالکریم صاحب و جناب عبدالرشید صاحب وغیرہ احباب کی خدمت میں بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔

حامل عریضہ جناب ابراہیم بھیات صاحب سے اس طرف کے ضروری حالات سے اطلاع ہوگی۔ والسلام

راقم دل ریش و دل فگار، دور افتادہ

مرغوب احمد غنی عنہ



مولانا سید عبدالکریم صاحب رحمہ اللہ - والد ماجد حضرت مولانا مفتی سید

عبدالرحیم لاچپوری رحمہ اللہ - کے نام

سادات کی خدمت کو اپنے لئے ذریعہ نجات سمجھتا ہوں

از: مرغوب احمد

۱۴ / رمضان المبارک

محترم و مکرم مولوی سید عبدالکریم صاحب زاد کریمہ و محترم برادر منشی بدرالدین صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

عافیت طرفین مطلوب - گرامی نامہ باعث مسرت ہوا۔

کل خدیجہ آپا نے آپ کا ہدیہ پہنچایا اور آپ صاحبوں کی خیریت پہنچائی، خوشی ہوئی۔

آپ حضرات خوش ہوں گے، خدا خوش رکھے۔

دیگر جناب محترم سید حافظ ندیر احمد صاحب آپ محبوب کے پاس تشریف لے جا رہے

ہیں۔ آپ محبوب سے مل کر سملک ڈابھیل تشریف لے جائیں گے۔ ان کے خاندان سے

مجھے دلی محبت ہے، اور ان کی اور ان کی والدہ محترمہ کی جو کچھ خدمت ہو سکے اس کو اپنے لئے

ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ ہم آپ سب وسائل ہیں دینے والا کارساز حقیقی وہی ہے، وہی

مسبب الاسباب ہے، فقط۔

دیگر..... بھائی کل مجھ سے کہتے تھے کہ چھوٹا گانچی پونے چودہ روپے میں جواری مانگتا

ہے، تم مولوی صاحب کو لکھ کر جواب منگواؤ تو میں بیچ دوں۔ پڑے پڑے جواری دھول

ہورہی ہے۔ اس وقت گاؤں میں چھوٹک چودہ روپے میں لوگ بیچ رہے ہیں، گھانچی ایک

ہی وقت میں دس پندرہ من خریدنا چاہتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے پونے چودہ میں ایک اور نے دی ہے۔ اب آپ کا جیسا ارادہ ہو، جواب لکھیں، میں خود بھی اپنے ہاں چودہ میں چھوٹک میں بیچ رہا ہوں، لیکن پندرہ من کا گاہک ہے، اس لئے میرا ارادہ ہے کہ ایک ہی وقت میں آپ کی جواری اور میری جواری ملا کر پونے چودہ میں پندرہ من دے دوں۔ آپ کے جواب کا انتظار ہے۔

برادر منشی بدرالدین اور برادر عبدالرشید صاحب اور حاجی عبدالحمید صاحب کو سلام۔  
والسلام۔ جناب مولوی نذیر احمد صاحب سلام کہتے ہیں۔

مرغوب احمد عفی عنہ لاچپوری  
ضلع سورت

جناب حاجی محمد صاحب کو سلام مسنون و تعزیت مسنون عرض ہے۔ اور جناب حاجی احمد صاحب کو سلام مسنون عرض ہے۔ اگر..... بوساری آئے تو اس کی امداد کرنا حرام سمجھنا، اشارہ کافی ہے۔

.....

مفتی گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کے نام  
 آپ کی صحت و زندگی مسلمانان گجرات کے لئے بہت قیمتی ہے  
 بخد مت شریف جناب مولانا مفتی صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

گرامی نامہ باعث مسرت ہوا، یاد فرمائی کا شکریہ۔

آپ کی دعا کا محتاج ہوں۔ اللہ آپ کو تندرست رکھے۔ آپ کی صحت و زندگی مسلمانان  
 گجرات کے لئے بہت قیمتی ہے۔ اللہ آپ کو عوارض جسمانی سے محفوظ رکھے، اور عمر اور فیوض  
 میں برکت دے، آمین۔

مجھے بوجہ ضعف و نقاہت مرض میں افاقہ بہت آہستہ ہو رہا ہے۔ اللہ کامل صحت عطا  
 فرماوے۔ مسجد کی حاضری اور مجالس خیر کی حاضری سے محروم ہو گیا ہوں، اللہ قوت دے،  
 آمین۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔

حضرات علماء کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد التماس دعا عرض ہے، والسلام۔

مرغوب احمد

بقلم بھائی میاں

۲۲/رجب ۱۳۷۷ھ

مطابق ۱۲/فروری ۱۹۵۸

بروز چہار شنبہ

آپ پر کیا گیا مقدمہ کا تذکرہ

از: دعا گو مرغوب احمد غفری عنہ

از: لاچپور

۶ محرم ۱۲۷۷ھ شنبہ

جامع الفضائل حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب دامت برکاتکم و عمت فیوضکم  
السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین مطلوب۔

۱۳ ذیقعدہ کے بعد سے فقیر ایک سخت آزمائش میں مبتلا ہو گیا ہے، ع

آنچہ مامن کرد زن آشنا کرد

والی اللہ المشتکی، صبر جمیل۔

آپ کی طرف کے حالات سن سن کر دل بہت مکدر و متفکر ہے، اللہ تعالیٰ ہر مشکل کو  
آسان کرنے والا ہے۔ دل آپ کی ملاقات کو بہت چاہتا ہے، لیکن ضعف و نقاہت کے  
ساتھ تفکرات نے دل و دماغ پر بہت کافی ثر و غلبہ پالیا ہے، اللہ تعالیٰ اس دارِ محن سے وقت  
پر با ایمان اٹھاوے، آمین۔

ایک مسماۃ شریفہ بی بی کا انتقال ہوا، یہ مسماۃ: ۳۵ سال سے بیوہ تھی، کچھ مال نہیں  
چھوڑا، لیکن مرحومہ کی بہن یسین بی بی جو حیات ہے وہ مالدار ہے، یسین بی بی نے بہت  
بڑی رقم میرے پاس امانت رکھ چھوڑی ہے، اس امانت کی رقم کا جب حال صاحب غرض  
لوگوں کو معلوم ہوا تو مجھ سے جماعت کے لوگوں نے یہ رقم اپنے قبضہ میں لینی چاہی، میں  
نے دینے سے انکار کیا، تو فوجدار کو لے آئے، فوجدار سمجھ دار شخص ہے، وہ اصل معاملہ سمجھ گیا،

تو ایسا کرنے والوں پر ناراض ہوا، جب یہاں بھی مخالفین نے منہ کی کھائی تو شریفہ مرحومہ کی سوتیلی لڑکی خدیجہ کو بطور وارث کے کھڑا کیا اور اس کی درخواست پر سرکار نے وہ بڑی امانت میرے پاس سے لے کر اپنی حفاظت میں رکھی، اب مقدمہ چل رہا ہے، ۶ اکتوبر کو پیشی ہے، جس موقعہ پر حسب ذیل سوال کا آپ کا جواب گجراتی میں عدالت میں پیش کرنا ہوگا، آپ سوال و جواب گجراتی میں صاف واضح خط میں لکھ کر بھیج دیں۔ آپ جامعہ کے مطبوعہ کاغذ پر اپنے دستخط اور مہر کے ساتھ صاف گجراتی حروف میں دو نقلیں بھیج کر مجھے ممنون فرمادیں، ایک نقل عدالت میں پیش کرنی ہوگی اور ایک وکیل بحث کے موقع پر اپنے پاس رکھ کر گفتگو کرے گا، اس لئے دو نقلیں مرحمت فرمادیں۔ آئندہ جمعہ تک میں مجھے مل جانی چاہئے۔

دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی ہماری پریشانیوں کو دور فرماوے  
آمین۔ حضرات اساتذہ کرام کی خدمت میں سلام مسنون۔  
اگر آپ کو اپنے معاملہ میں فقیر سے کچھ صلاح و مشورہ کرنے کی ضرورت ہو تو آپ مجھے بلوایئے، والسلام۔

حضرت مولانا علی محمد صاحب کی خدمت میں سلام۔ ۶ اکتوبر تک زندگی کی امید کم ہے، اللہ تعالیٰ دنیا سے باایمان اٹھاوے، دتم سالمین۔

مرغوب احمد عفی عنہ

۲۷ ستمبر، شنبہ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ کے نام

ڈابھیل کے اہتمام کا دور عارضی تھا جو پورا ہوا

بخدمت محترم و مکرم جناب مولانا سید عبدالرحیم صاحب دام حکم۔

عافیت طرفین مطلوب۔ امید کہ عزیزہ رقیہ کی علالت دور ہوگئی ہوگی، خدا صحت کاملہ عاجلہ نصیب فرمائے، اور آپ محترموں کی آنکھوں کو ٹھنڈا رکھے، آمین۔ دیگر آپ محبوں کی طرف سے تعزیت نامے موصول ہوئے، ہمدردی کا شکریہ۔ ہم پانچ بھائی بہنوں میں اب میں ماتم کرنے کے لئے اور اعزہ کا غم کھانے کے لئے اکیلا رہ گیا ہوں۔

ضعف و نقاہت حد درجہ ہے، دیکھئے کب تک زندہ ہوں۔ خدا نیکی کے ساتھ اپنی رضا مندی کے کاموں میں رکھے اور وقت مقررہ پر دنیا سے باایمان اٹھائے۔ اللہم قونی دیگر آپ کو معلوم ہوا ہوگا کہ ڈابھیل جامعہ میں ہم مہتمموں کا تعلق تین ماہ کے لئے عارضی تھا، یہ عبوری دور: ۷ مارچ کو ختم ہو گیا، اس کے بعد مولوی محمد ایکھلویا صاحب مہتمم نے اہتمام سے استعفاء دے دیا اور افریقہ چلے گئے، جامعہ کی ٹرسٹیز بورڈ کی: ۱۶/۱ اپریل کی مینٹنگ میں یہ استعفاء منظور ہو گیا، اس لئے مہتمم اور صدر مہتمم کا تعلق جامعہ سے: ۱۶/۱ اپریل کے بعد سے موقوف ہو گیا، جس کی اطلاع فقیر کو: ۲۱/۱ اپریل کو دی گئی، اطلاع عرض ہے۔

دیگر ہمیشہ مرحومہ کے ایصال ثواب کے لئے مسجد میں چند قرآن شریف وقف کرنے ہیں۔ عزیز بھائی میاں، مولوی سید عبدالحی صاحب کے پاس سے تاج آفس بمبئی کے تین قرآن مجید لے آئے تھے۔ چار قرآن مجید اور بھی عبد الجبار کے ساتھ بھیجے تھے، سب کی قیمت ارسال ہے۔ دعائے خیر کرتا ہوں، آپ بھی مبارک ایام میں دعا سے یاد فرماتے رہیں۔ والسلام

مرغوب احمد عفی عنہ

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاچپوری رحمہ اللہ کے نام

اس مرتبہ رنگون کی آب و ہوا ناموافق رہی

بسم الله الرحمن الرحيم

از دعا گو: مرغوب احمد غفی عنہ

عزیز محترم جناب مولوی سید عبدالرحیم صاحب شفا کم اللہ و عافا کم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

محبت نامہ موصول شدہ باعث سرور ہوا۔ آپ کی ناسازی طبع کا حال آپ کے چچا

صاحب سے معلوم ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے بندہ بھی مجملہ اچھا ہے، اور درجہ تفصیل میں بعض جزوی شکایتوں

میں مبتلا ہے۔ اب کے رنگون کی آب و ہوا، اکثر اوقات ناموافق رہی، جس سے کچھ نہ کچھ

شکایتیں: ریاحی، دماغی، برابرگی رہیں۔ اللہ تعالیٰ شافی مطلق ہے۔

آپ اعزہ و احباب کی ملاقات کے ارادہ سے راندریکہ قصد تھا، لیکن سردست طبیعت

میں زیادہ ہمت نہ پائی، انشاء اللہ اور کسی وقت میں اللہ نے چاہا تو جلد ملاقات کا موقع

نصیب ہوگا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کلی و شفا، عاجل و علم نافع عطا فرمائے۔ آپ کے محبت نامہ نے

مجھے بہت مسرور کیا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو مسرت و شادمانی نصیب کرے۔

احباب و حضرات اہل علم سے ملاقات ہو اور یاد رہے، سلام فرمادیں۔ انشاء اللہ جلسہ

ڈابھیل میں حاضری کا قصد ہے، والسلام۔

مرغوب احمد غفی عنہ

حضرت مولانا حکیم سلیمان صاحب کفلیتوی رحمہ اللہ کے نام

اس گاؤں کا بھلا نہیں ہوگا۔ مقدمہ کرنے والے پر حضرت کی بددعا

محترم المقام جناب مولانا حکیم سلیمان صاحب مدت فیوضکم

عرصہ سے نیاز حاصل نہ ہوا، کچھ روز سے معلوم ہوا تھا کہ مزاج گرامی کچھ ناساز ہے، دعا کی تھی اور کر رہا ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ ایسے حق پرست و حامی حق کو اس بد نصیب قوم کی اصلاح و گوش مالی کے لئے تادیر سلامت رکھے۔

مولانا! اس گاؤں بھلا نہیں ہوگا۔ مولانا لیاقت علی صاحب رحمہ اللہ کی بددعا کا اثر اب تک باقی ہے۔ ۸۲ برس ہو گئے ہیں، اب تک بعض مکان کے تالے کھلے نہیں، اور اس کے رہنے والے بری موت مرے ہیں۔

مارآستین بن کردوستی کے لباس میں اس فقیر کو مارا ہے۔ خدا ایسا بدلہ دنیا میں بھی دے گا، دے گا، اور انشاء اللہ ضرور دے گا۔ دل زخمی ہے۔ پرسوں دوشنبہ کو مقدمہ ہے، دعا کیجئے، اس ناگہانی آفت سے اپنے حبیب و مقبولان بارگاہ کے طفیل اس ضعیف کمزور کو چھڑائے، اور جس کی امانت میرے پاس تھی اسے واپس مل جائے، آمین۔

ایک مسماۃ کو بھیج رہا ہوں، اگر فی الحال مل جائے تو بسا غنیمت، ایک من گیہوں دلا دیجئے، اور اگر فوری انتظام نہ ہو سکے تو ایک من کے دام رکھ لیجئے، اور باقی دو روپیہ واپس فرمائیے۔ مبلغ: ۱۵ روپیہ بھیجتا ہوں۔

عزیز محترم مولوی عبدالحی صاحب کو بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔ ہر حال دعوات صالحہ میں یاد فرمائیں۔ والسلام مع الاکرام۔ مرغوب احمد عفی عنہ

۱۳/ محرم ۱۳۷۷ھ، ۲۴/ اکتوبر ۱۹۵۲ء، شنبہ



حضرت مولانا احمد اشرف صاحب راندیری رحمہ اللہ کے نام  
 مدرسہ اشرفیہ میں ختم بخاری کے موقع پر حضرت کی صحت کے لئے دعا  
 شرف الامثال و مجد الافاضل حضرت مولانا احمد اشرف صاحب و برادران  
 اللہ آپ کے شرف و فضل و کمال میں و حسنات میں برکت دے، اور آپ کے حسنات کو  
 قبول فرمائیں۔ جناب مولانا عبدالقدوس صاحب سے معلوم ہوا کہ ”بخاری شریف“ کے  
 ختم میں اور اس مبارک مجلس میں جناب محترم نے خصوصی توجہ سے اس عاصی کی صحت کے  
 لئے دعا فرمائی، اللہ آپ مخلصوں کی دعا قبول فرمائیں، جزا کم اللہ خیرا الجزاء۔  
 یہ خبر سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ امسال اللہ کے فضل و کرم سے اور آپ مخلص کی سعی و  
 جدوجہد سے بنسبت اور مدارس کے متعدد علماء کی ایک خاصی جماعت نے دورہ حدیث  
 شریف پڑھا، و دیگر کتابوں کی تکمیل کی، اس بنا پر یہ خادم الطباء آپ کی خدمت میں اور  
 مدرسین کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

جب سے دارالعلوم کا اہتمام آپ کے ہاتھ میں آیا ہے، الحمد للہ بہت کافی ترقی کر رہا  
 ہے، اللہ مزید ترقی عطا فرمائیں، اور فارغ شدہ علماء و حفاظ کو مسلمانوں کے لئے رشد و  
 ہدایت کا ذریعہ بنائیں، اور تاقیامت آپ کے اور آپ کے مرحوم بزرگوں کے نامہ اعمال  
 میں درجات مندرج ہوتے رہیں۔ اللہ آپ کی اور آپ کے برادر محترم کی اعزازی جدوجہد  
 جہد کو قبول فرمائیں، الشکر للہ کے جناب نے اور جناب کے محترم برادرانوں نے دارالعلوم کی  
 خدمت کے لئے زندگی وقف کر دی ہے۔ خدا آپ حضرات کی دینی خدمت کو قبول فرمائیں  
 اور جدوجہد اور اخلاص میں برکت دے، آمین فقط والسلام۔ مرغوب احمد بقلم خلیل احمد صوفی

۲۴ رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۵۸ء بروز جمعہ

حضرت مولانا محمد سعید صاحب مہتمم و مفتی جامعہ حسینیہ راندر کے نام  
محترم المقام عزیز محترم جناب صاحب الفضیلۃ مولانا محمد سعید صاحب مہتمم و مفتی  
جامعہ حسینیہ راندر، خلف الصدق حضرت مولانا فخر قوم و ملت حکیم محمد ابراہیم صاحب مدت  
فیوضکم وزیدت حسناتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دل بدست آور کہ حج اکبر است صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است  
کیا فرماتے ہیں مہتمم و مفتی جامعہ حسینیہ راندر و جناب سیادت مآب مفتی سید عبدالرحیم  
صاحب دامت برکاتکم وزیدت حسناتکم و حضرت مولانا جمیری صاحب مد فیوضکم کہ ناچیز  
کی و اہل قریہ کی طویل عرصہ سے یہ تمنا ہے کہ جناب محترم کا ایک وعظ فقیر کے دروازہ پر  
ہو جائے۔ گھر میں سے وعظ کے لئے آپ ہی کو تکلیف دینے کا تقاضہ ہے، اس لئے امید  
ہے کہ آپ حضرات آئندہ پنجشنبہ کو شام کی ایس ٹی سے تشریف لا کر جمعہ کی شب کو وعظ  
فرما کر آپ کی تقریر کے مشتاق لوگوں کو مستفیض و مسرور فرما کر فقیر کی عزت افزائی فرمائیں  
گے اور دوسرے روز بعد جمعہ کو آپ کی مرضی کے موافق رخصت کیا جائے گا، اگر اس تمنا و  
اشتقاق ملاقات کا جواب اثبات میں ہے تو بینوا تو جردا کی ضرورت نہیں، آپ حضرات کی  
تشریف آوری ہی بذات خود بہترین جواب ہے، اور اگر جواب نفی میں ہے تو جواب نفی میں  
دے کر فقیر کی تمنا و حسرت کا خون کیجئے، جس کا قصاص نہیں، ”قدمہ ہدر“۔

آج مانگرول کے قاری محمد چوکسی صاحب (جو صوفی باغ سورت کے فارغ شدہ ہیں)  
لاچپور کی جامع مسجد میں امامت اور مدرسہ کے لئے آرہے ہیں، اطلاعاً عرض ہے۔ اہل  
مجلس کو دعا و سلام عرض ہے، فقط والسلام، متع المسلمین بطول حیاتکم، دمتہم سالمین  
ولکم الفضل والمنا۔ مرغوب احمد غفرلہ و لوالدیہ، بقلم اسماعیل رشید

## علماء ڈابھیل کے نام

### صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

دل بدست آور کہ حج اکبر است صد ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است  
کیا فرماتے ہیں مفتی اعظم صوبہ بمبئی، حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب و  
حضرت مولانا شریف حسن صاحب و دیگر جماعت علماء ڈابھیل، صورت مسئلہ میں کہ آپ  
حضرات علماء نامدار سے ایک ضعیف، نحیف، پانچ، نیاز مندیہ امید رکھتا ہے کہ آپ حضرات  
جمعہ صبح دس بجے اس کوردہ میں تشریف ارزانی فرما کر کاشانہ فقیر کو اور اہل قریہ کو اپنی زیارت  
سے مشرف فرماویں، اور فریضہ جمعہ ادا فرما کر قبل از عصر رخصت ہوں، اگر اس تمنا و اشتیاق  
ملاقات کا جواب اثبات میں ہے تو بیٹو! تو جروا کی ضرورت نہیں، آپ حضرات کی تشریف  
آوری ہی بذات خود بہترین جواب ہے، اور اگر جواب نفی میں ہے تو جواب نفی میں دے کر  
فقیر کی تمنا و حسرت کا خون کیجئے، جس کا قصاص نہیں، ”فدمہ ہدر“۔

آج مانگروں کے قاری محمد چوکی صاحب (جو صوفی باغ سورت کے فارغ شدہ ہیں)  
لاچپور کی جامع مسجد میں امامت اور مدرسہ کے لئے آرہے ہیں، اطلاعاً عرض ہے۔ فقط  
والسلام، متع المسلمین بطول حیاتکم، دمتہم سالمین ولکم الفضل والمنہ۔

رقیمہ نیاز، ملاقات کا مشتاق نامرغوب القلوب

مرغوب احمد غفرلہ والوالدیہ

حضرت مولانا مفتی احمد بیات صاحب رحمہ اللہ کے نام

”حیات انور“ برائے مطالعہ لے آنا

محترمی و مکرمی زاد مجدکم۔

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

عافیت طرفین مطلوب۔ گرامی نامہ موصول ہوا، یاد آوری کا شکریہ۔ اللہ کا فضل ہے۔ نہایت ضعف و نقاہت کی حالت میں وقت گزر رہا ہے، آپ مجھوں کی محبت دل میں قائم ہے۔ ہمیشہ دل سے دعا، صلاح و فلاح دارین کرتا ہوں۔

برخوردار سلمہ کو دعا کے بعد معلوم ہو کہ ہم سب خوردکلاں اللہ کے فضل و کرم سے خیریت سے ہیں۔ ڈیڑھ روپیہ تم دیدینا، یہاں مجھے روپیہ مل گیا ہے۔ اور مولانا سعید صاحب کی ملاقات آج بدھ کو کر لینا اور ”حیات انور“ موصوف کے پاس دیکھنے کے لئے لے آنا اور سلام کہنا۔ حاجی صاحب کی ملاقات لینا اور سلام عرض کرنا۔

اور جمعرات کو چار کی ٹرین سے سچین ہوتے ہوئے آنا، اور اگر ہمراہ زیادہ ہو تو کفلیتہ ہوتے ہوئے آنا۔

اور حضرات علماء کرام: مولانا شریف حسن صاحب، مولانا عبدالغفور صاحب، مولانا خیر الدین صاحب اور حضرت مفتی صاحب کی خدمت میں سلام عرض کرنا۔

رشیدہ اور رشید اور فاطمہ بی بی اور خالہ سب اچھے ہیں اور تم کو یاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جمعرات کو ملاقات کرائے، والسلام۔

مرغوب احمد، لاچپور

۳ صفر ۱۳۷۵ھ، سہ شنبہ

حضرت مولانا حکیم فخر الدین صاحب رحمہ اللہ کے نام

آپ ہی کا علاج جاری رہے گا، شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے  
فخر الامثال مجد الافاضل صاحب الشرف والفضیلہ حضرت مولانا حکیم فخر الدین  
صاحب زیدت حسنا تکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

از طرف: مرغوب احمد

بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات واضح رائے گرامی ہو کہ نیاز مند آپ کا اصولی  
باقاعدہ علاج چھوڑ کر کسی دوسری طرف دل کو مطمئن نہیں پاتا، اس لئے آپ ہی کا علاج  
جاری رہے گا، شفا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔

دیگر ایک جدید تکلیف یہ ہو گئی ہے کہ ورم میں درد شدید ہونے لگا ہے جس کے سبب  
چلنے میں لنگڑاپن اور تکلیف ہوتی ہے، اور اٹھنے بیٹھنے میں ٹیس لگتی ہے۔

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور گھر میں عافیت تامہ نصیب  
کرے۔ اہل مجلس کو دعا و سلام عرض ہے۔ فقط والسلام

دعا گو و دعا جو: مرغوب احمد

بقلم: اسماعیل

.....

جناب قاری محمد یامین صاحب رحمہ اللہ کے نام  
حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوئی رحمہ اللہ گجرات کے آفتاب ہیں  
محترم المقام جناب قاری محمد یامین صاحب زیدت حسنا تکم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

آپ کا گرامی نامہ باعث عزت افزائی ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ۔ آپ کو بھی بیماریوں  
کے بار بار حملوں نے کمزور کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ نصیب فرمائے، اور آپ کے  
قرآنی فیض کو صحت و عافیت کے ساتھ جاری رکھے، آمین۔  
گذشتہ کل مولانا علی محمد تراجوئی صاحب تشریف لائے تھے، آپ کا گرامی نامہ دیکھا۔  
سلام و دعا لکھنے کو فرما گئے تھے۔

مولانا کی صحت اس وقت اچھی ہے، اللہ تعالیٰ عافیت کے ساتھ طویل زندگی نصیب  
فرمائے۔ مولانا صاحب، گجرات کے آفتاب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی ذات سے بہت  
کچھ کام لیا اور لے رہا ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، آمین۔

بوجہ ضعف و نقاہت و کمی خون، میرے مرض میں کوئی بین افاقہ نہیں، دو مہینہ مسلسل  
ڈاکٹری اور ویدک علاج رہا، کوئی معتد بہ فائدہ نہ ہونے سے علاج موقوف ہے۔ اب  
انشاء اللہ کسی ماہر طبیب سے علاج کرانے کا ارادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ شفا دے، آمین۔ والسلام

دعا گو

مرغوب احمد

بقلم: اسماعیل

مولانا عبدالحق میاں صاحب (مہتمم مدرسہ اصلاح البنات) کے نام

مولانا کے پیسے اور کاغذات کے چوری ہونے پر تعزیت

محترم المقام جناب مولانا عبدالحق میاں صاحب مدظلہ

آج بعد جمعہ یہ معلوم کر کے بڑا افسوس ہوا کہ صوفی باغ میں آپ آرام فرما رہے تھے اس غفلت کی حالت میں کوئی بدمعاش اچکا آپ کی خاص بیگ لے اڑا جس میں بڑی رقم نقد کی شکل میں مجلس خدام الدین کی تھی، اس کے علاوہ بینک کے ڈرافٹ اور پوسٹ کے برٹش پوسٹ آرڈر کسی دوسرے کے تھے۔ مساجد کے حساب و کتاب کے کاغذات تھے۔ اس حادثہ میں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے اور ایک اضاعت مایہ و شماتت ہمسایہ سے محفوظ رکھے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجلس کو بہت جلد نعم البدل عطا فرمائے۔ اگر ڈرافٹ کے نمبر محفوظ ہو تو بینکوں میں اطلاع کر دینا مناسب ہے، اور پوسٹ آرڈر کے لئے بھی ڈاکخانوں میں مطلع کر دینا چاہئے۔ اللہ کرے یہ تدبیر کامیاب ہو اور بینک اور ڈاکخانوں کے ذریعہ بد معاش گرفتار ہو جائے، اور اپنی کیف کردار کو پہنچے۔

اس حادثہ میں اور ناگہانی مصیبت میں فقیر کو اپنا برابر کا شریک سمجھئے اور آئندہ کے لئے احتیاط سے کام لیں۔ اللہ تعالیٰ مخالفوں اور معاندوں کے شر سے بچائے۔ جناب مولانا نورگت صاحب کو بعد سلام مسنون مضمون واحد ہے۔ جناب مولانا عبدالحق صاحب اور حضرت والد صاحب کی خدمت میں سلام مسنون پیش کریں۔

فقیر کے بدن میں خون نہیں، اور جسم میں قوت نہیں، اس لئے مرض میں افاقہ بہت ہی آہستہ ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس قدر افاقہ جلدی نصیب فرمائے کہ فقیر مسجد میں حاضری دے سکے۔ حضرت والد صاحب سے دعا کا طالب ہوں، فقط والسلام

مولانا عبدالحق میاں صاحب رحمہ اللہ کے بچہ کی وفات پر تعزیت  
محترم و مکرم جناب مولوی عبدالحق میاں صاحب

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

اللہ تعالیٰ آپ کی قومی و اصلاحی جدوجہد کو قبول فرمائے، اور آپ کے نیک مقاصد کو  
کامیاب کرے، اور آپ کی نیک ہمتوں کو بلند کرے، آمین۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور آپ مخلص دوستوں کی دعا کی برکت سے فی الحال میری  
طبیعت رو بصحت ہو رہی ہے۔ ضعیفی کا فالج ہے اس لئے کامل تندرست ہوتے ہوئے دیر  
لگے گی، دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ شفاء عاجل نصیب فرمائے، آمین۔

دیگر سننے میں آیا ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کے یہاں بچہ کی ولادت نصیب فرمائی، اور کم  
مدت میں ہی انتقال ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ اس معصوم کو آپ لوگوں کے لئے آخرت کا ذخیرہ  
بنائے اور نعم البذل نصیب فرمائے اور آپ لوگوں کو صبر عطا فرمائے، آمین۔ ”اللہم اجرنی  
فی مصیبتی واخلفنی خیرا منها“ اس دعا کو آپ پڑھتے رہے۔

جناب والد صاحب کو میری طرف سے سلام و دعا کہئے، فقط والسلام

دعا گو: مرغوب احمد

بقلم: بھائی میاں

۱۳/رجب ۱۴۷۷ھ

مطابق ۳ فروری ۱۹۵۸ء

بروز دوشنبہ



مولانا عبدالقدوس صاحب اور ان کے بھائیوں کے نام  
والد مرحوم حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات پر تعزیت نامہ  
مولانا مرحوم صوفی صاحب کے متوسلین کی پوری جماعت کا خلاصہ و نعم  
البدل و علم و عمل کی سچی یادگار تھے

رنگون از دعا گو

مرغوب احمد غنی عنہ

۱۶ شعبان جمعہ ۱۳۵۶

بمطالعہ برادر زادگان جناب عزیز محترم مولوی عبدالقدوس و عزیز احمد سعید و عزیز احمد علی  
و عزیز عبدالعزیز و دیگر جملہ خرد و کلاں و متعلقین

سلمکم اللہ تعالیٰ و رزقکم اللہ تعالیٰ صبرا جمیلا و اجرا عظیما

بعد دعا ہائے وافرہ و سلام مسنون یہ دل فگار دعا گو رنج و قلق کی حالت میں مرحوم بھائی  
مولانا محمد یوسف صاحب کی خیریت معلوم کرنے کے شدید انتظار میں پریشانی و تردد کے  
ساتھ وقت گزار رہا تھا کہ دفعۃً چہار شنبہ کی شام کو قبل مغرب عزیز سعید احمد سلمہ ربہ کا غمناکہ  
بذریعہ ایرمیل موصول ہوا۔ پڑھ کر کیا کہوں اور کیا لکھوں کہ مجھ نجیف دور افتادہ کمزور و  
ضعیف دل و دماغ کے شخص پر کیا گزری؟ اور اس کے بعد اب تک کیا گزر رہی ہے؟ آپ  
جملہ اعزہ و اقربائے مرحوم و متعلقین و وابستگان پر اس مصیبت شاقہ و سانحہ عظیمہ و فاجعہ کا کیا  
اثر ہوگا اس کو خدا ہی جانتا ہے۔ فرط رنج و الم میں اپنے درد و مصیبت و غم و الم کو حقیقی طور پر  
ظاہر کرنے سے عاجز و درماندہ ہوں۔

افسوس شومی قسمت سے میں اپنے ایک نہایت گہرے مونس و ہمدرد مخلص رفیق، بہی خواہ و صادق غمخوار، فاضل ہم عمر کو کھو بیٹھا۔ ایک دیرینہ ہمد کی جدائی کا غم تازہ ہو، نظر نہیں آتا۔ مرحوم و مغفور محترم بھائی کی صورت ہر وقت پیش نظر رہتی ہے۔ مرحوم کی الفت و محبت و چالیس سالہ رفاقت و ہم نشینی و ہم لقمہ و ہم کلامی و مذاکرہ علمی و اپنے آپس کے خاص مکالمے و بحثیں و ایک دوسرے پر فدائیت و چاہت کو آدمی و خاص کر مجھ سامانوس و دوستوں کا خواہاں ان واقعات و تعلقات دیرینہ کو کیسے بھول سکتا ہے۔

مرحوم بھائی کی یاد بار بار قلب کو مضطرب و بے قرار کر رہی ہے۔ افسوس حضرت الاستاذ مولانا احمد میاں صاحب مرحوم کے حلقہ تلامذہ و حضرت شاہ صوفی صاحب کے متوسلین کی پوری جماعت کا خلاصہ و نعم البدل و علم و عمل کی سچی یادگار، میری اور میرے ساتھ بہت سوں کی نظروں سے چھین لی گئیں۔ اور یہ علم و عمل کا درخشندہ ستارہ و صوفی خاندان کا روشن آفتاب اپنی عمر کی پچپن منزلیں طے کر کے پوری بستی کے اوپر سے رحمت کا سایہ اٹھ گیا، اس لئے آپ جملہ اعزہ ہی مصاب نہیں، بلکہ پوری بستی و اہل قریہ مصاب ہیں۔ حضرت الاستاذ کی جدائی کے صدمے نے مجھ نجیف کو بہت عرصے تک مبتلائے غم رکھا تھا، اور اب مرحوم بھائی کا تازہ صدمہ مجھ ضعیف کو تادیر غمگین و متأسف رکھے گا۔

مرحوم کی جدائی کو یاد کر کے بار بار دل بھر آتا ہے، اور اب ضعیفی میں اس قسم کے شدید مصائب و ناقابل برداشت صدمات کا تحمل، قلب ضعیف پر بہت ہی شاق ہو رہا ہے۔ مسکین اس وقت از سر تا پا تصویر غم بنا ہوا ہے۔ اس الم افزا و غم افزا سانحہ کو بار بار یاد کرنے سے قلب ضعیف پر تاثرات قویہ کا ورود سخت و شدید ہو رہا ہے، زیادہ لکھنے و لکھوانے سے عاجز ہوں۔

”انما اشکو بشی و حزنی الی اللہ، اللہم قو فی رضاک قلبی، وافرغ علی

صبری یا صبور یا صبور یا صبور ، اللهم اغفره مغفرة تامة وارحمه رحمة واسعة“ -  
اللہ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں مقام قرب نصیب فرمائے اور جملہ متعلقین کو صبر جمیل  
واجز عظیم عطا ہو، آمین۔

حضرت مولانا بڑے ماموں صاحب و بھائی حکیم عبدالحق صاحب و مولوی عبدالسلام  
صاحب و مولوی محمد سعید و مولوی عبدالحفیظ و دیگر متعلقین کی خدمات میں سلام مسنون و  
تعزیت مسنونہ عرض ہے۔

”اعظم الله اجرکم ، وغفر الله لمیتکم ، واحسن عزائمکم ، الله يجمعنا ولكم  
جميعا في احسن الاحوال ، في احسن المقام ، وختم الله لنا ولكم بالسعادة وحسن  
الختام“ -

۱۲/ شعبان چہار شنبہ کی شام غمناہ موصول ہونے کے بعد شب مبارکہ شب پنج شنبہ  
بعد نماز عشا مسجد میں وعظ تھا، فرط غم و صدمہ سے آدھ گھنٹے سے زیادہ بیان نہ کر سکا، اور مجمع  
عظیم سے مرحوم مولانا کے لئے درخواست دعاء مغفرت کرتے ہوئے اپنے بیان کو ختم کرنا  
پڑا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون، فقط۔

اللہ تعالیٰ آپ سب برادروں کی بہتر کفالت فرمائے، اور آپس میں الفت و محبت و اتحاد  
نصیب کرے آمین۔ والسلام

مرغوب احمد عفی عنہ

۱۶/ شعبان ۱۳۵۶ھ

از رنگون

مولانا عبدالقدوس صاحب کے نام

امر الہی میں جو مقدر و مقرر ہے وہ ہو کر رہے گا

بمطالعہ عزیزان محترم جناب مولوی عبدالقدوس صاحب و عزیز سعید احمد و احمد علی و عبد  
العزیز و جملہ خور و کلاں کو سلام، سلمکم اللہ تعالیٰ بالعفو والعافیۃ۔

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون و دعائے درازی عمر و اقبال کے واضح ہو کہ دعا گویا متعلقین محمد اللہ بخیر

ہے، وعافیت آنجملہ عزیزان و احباب خواہاں۔

آپ کا محبت نامہ مشتمل بر حالات و کوائف موصول ہو کر موجب فرحت و سرور و باعث  
ازدیاد محبت و استحکام تعلقات دیرینہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے آپ جملہ عزیزوں کو  
و بر خورداروں کو اپنی حفظ و امان میں رکھ کر اپنی مرضیات پر قائم رکھے، اور والد مرحوم کے  
اخلاق و آداب و نقش قدم پر علمی و عملی حیثیت سے مستقیم رکھے۔

آپ کے متعلق مکتوب سے حالات ضروری معلوم ہوتے تھے، احباب کے خطوط سے  
اب معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے متعلق دوبارہ ضروری تحقیقات کے لئے فارم آئے ہیں، خدا  
شرحاسدین و معاندین سے محفوظ رکھے، اور مقاصد دینی و دنیوی میں کامیاب و فائز المرام  
کرے۔ ”من اللہ علی اللہ“۔ امر الہی میں جو مقدر و مقرر ہے وہ ہو کر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ  
کے علم ازلی میں ہمارے آپ کے لئے جو بہتر ہو، دعا ہے کہ وہی کرے۔ نہ کسی کے مفاد  
کے حصول پر زیادہ مسرت اور نہ عدم حصول پر رنج، ہر حال اپنا معاملہ اللہ کے حوالہ رکھیں،  
نافع و ضار وہی ہے۔

بوجہ مشاغل ضروریہ و حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب و مولانا احمد سعید صاحب کی

دو ماہ موجودگی میں بہت عظیم الفرصت رہا، اس لئے آپ کے مکتوب کے جواب میں قدرتی تاخیر واقع ہوئی، لہذا کچھ خیال نہ کریں، آپ عزیزوں سے جو تعلقات دیرینہ و خیر خواہانہ ہیں، اس میں کچھ کمی نہیں، اور نہ آئندہ انشاء اللہ کچھ فرق آئے گا۔ ہمیشہ عا کرتا ہوں۔ میری طرف سے گھر میں جملہ خورد و کلاں کو بالخصوص والدہ ماجدہ کو دعا و تلقین صبر کہیں۔

جناب ناننا صاحب و عزیز مولوی عبد الحفیظ صاحب و مولوی عبدالسلام صاحب و مولوی سلیمان صاحب و موسیٰ بھیرکا صاحب، اور آپ کی خوش دامن صاحبہ و ناننا خسر و غیرہ پر سان حال کو سلام و دعا کہیں۔

قبل ازیں آپ کی خوش دامن صاحبہ رسول بانی کی پیدائش کی تاریخ مجھ سے جناب مولوی سلیمان صاحب نے دریافت کی تھی، جس بناء پر اسلامی تاریخ: ۳/ شعبان ۱۳۰۹ھ لکھ دی گئی تھی، اب انگریزی تاریخ لکھتا ہوں: ۳/ مارچ ۱۸۹۲ء ہے۔ سچین کورٹ سے انگریزی تاریخ کیا نکلی ہے، مجھے اطلاع دیں۔

دیگر حالات بخیر ہیں۔ گاہ بگاہ اپنی و جملہ برادران کی خیر و عافیت و حالات ضروریہ سے مطلع کرتے رہیں، اور کار لائقہ سے یاد کریں، والسلام

دعا گو

مرغوب احمد غفرلہ و لوالدیہ

۹/ صفر ۱۳۵۷ھ

مطابق ۱۱/ اپریل ۱۳۸۷ء

دوشنبہ

حافظ نذیر احمد الہ آبادی (نواسہ مولانا لیاقت علی صاحب) کے نام  
 مولوی بشیر احمد صاحب ”فیجی“ سفر کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش رکھے  
 محرم المقام شرافت پناہ سیادت مآب جناب حافظ نذیر احمد صاحب  
 از طرف دعا گو: نجیف، ضعیف، مریض مرغوب احمد  
 بعد سلام مسنون و اشتیاق ملاقات واضح رائے گرامی ہو کہ جناب کا مکتوب گرامی  
 موصول ہوا، بڑی مسرت ہوئی، امید ہے کہ آپ کی اور آپ کی عصمت مآب صاحبزادیوں  
 کی مخلصانہ دعا اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے قبول فرمائیں گا۔  
 گھر میں سے آپ کی صاحبزادیوں کو سلام و دعا لکھواتے ہیں۔  
 اللہ تعالیٰ آپ کو ہر ایک بات سے جلد سبکدوش فرماوے، آمین۔ اپنی عافیت سے گاہ بگاہ  
 مطلع فرماتے رہیں۔

جناب مولانا ابراہیم صاحب، جناب مولانا عبد الحفیظ صاحب اور جناب حاجی ابراہیم  
 عابد صاحب وغیرہ اہل ملاقات سب مع الخیر ہیں، اور آپ کی خیر و عافیت مجھ سے دریافت  
 کرتے رہتے ہیں۔

جناب مولوی بشیر احمد صاحب مع اہلیہ کے ”فیجی“ سفر کر گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو خوش  
 رکھے اور مسلمانوں کو ان کے فیض سے مستفید فرمائے، اور باعزت رکھے۔

برخوردار اسماعیل وغیرہ خورد و کلاں مع الخیر ہیں۔ صاحبزادیوں کو دعا۔ جناب ابو احمد  
 صاحب کی خدمت میں سلام اور دعائے صحت کی درخواست پیش کریں۔ فقط والسلام

از جانب: حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب

الراقم بندہ: عبدالاحد صوفی

مولانا عبدالحئی صاحب کفلیتیوی (مرتب ”اکابرین گجرات“) کے نام

حضرت رائے پوری رحمہ اللہ سے بیعت فرمانا

محترم عزیز مولوی عبدالحئی صاحب رزقکم اللہ تعالیٰ علما نافعاً وفہماً کاملاً و  
ذہناً ثاقباً ولساناً صادقاً و ذاکراً وایماناً کاملاً ،

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

آپ کا محبت نامہ عرصہ ہوا موصول ہوا تھا۔

آپ نے حضرت اقدس مدظلہ العالی سے فقیر کی معروضات کو پیش فرمایا، اور حضرت  
نے ازراہ ذرہ نوازی فقیر کے لئے جو کچھ ارشاد فرمایا، وہ آپ نے بجنسہ فقیر کو تحریر فرمادیا، اس  
سے مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ ا

حضرت نے ازراہ لطف و کرم فقیر گنہگار کو سلسلہ بیعت میں منسلک فرما کر ضروری ہدایت  
سے مشرف فرمایا اور دعا سے خُرسند (خوش) و کامیابی کی دعا سے میری ہمت میں بڑی قوت  
پیدا ہو گئی۔

حسب ارشاد بعد نماز فجر و بعد عشاء ہر دو وظیفے پابندی سے پورے کر رہا ہوں۔ خداوند

ا..... حضرت رائے پوری رحمہ اللہ نے حضرت مفتی صاحب کے متعلق کیا فرمایا تھا، اس کا ذکر مولانا عبد  
الحئی صاحب نے اپنی کتاب میں کیا ہے۔ موصوف لکھتے ہیں:

”حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاچپوری رحمہ اللہ نے مجھے لکھا کہ حضرت رائے پوری رحمہ اللہ  
سے درخواست کریں کہ مجھے اپنے سلسلہ بیعت میں داخل فرمائیں، چنانچہ میں نے حضرت کی خدمت  
میں مفتی صاحب کا پیغام پہنچایا، تو حضرت نے فرمایا کہ: آپ میری طرف سے یہ جواب لکھ دیں کہ آپ  
مجھے اپنے سلسلہ میں داخل فرمائیں، میں آپ کو اپنے سلسلہ میں داخل کرتا ہوں۔“

(اکابرین گجرات ص ۹۴ ج ۵)

کریم اس یادگار سلف حجۃ الخلف با برکت و با فیض مقدس ہستی کو مستفیدین کے سروں پر تا دیر بایں ہمہ فیوض و برکات سلامت با کرامت رکھے، آمین۔

ناچیز ہدیہ مولوی امداد الحق صاحب نے جناب مولوی عبدالمنان صاحب کے ذریعہ پیش کر دیا ہے، اطلاعاً عرض ہے۔ فقیر کی طرف سے نیاز مندانہ دست بستہ سلام حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کریں۔

فقیر آپ کے لئے دعا کرتا ہے۔ آپ بہترین زمانہ ہستی کے زیر سایہ مقیم ہیں۔ مجھ سیہ کار از خدمت صلحاء و بزرگاں دور افتاد کو اپنی دعا میں ضرور یاد فرماویں۔ آپ جوان عالم ہیں، آپ کی دعا مجھ گنہگار کے لئے بہت مفید ہوگی۔ خدا آپ کو کمال ایمان و ترقی درجات نصیب فرماویں۔

چوں با حبیب نشینی و بادہ پیمانی      بیاد آحریفاں بادہ پیمارا  
حضرت مولانا مولوی عبدالمنان صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

والسلام

مرغوب احمد غفی عنہ

۲۹ ر شوال ۱۴۰۰ھ

بروز جمعہ

.....



## مولانا امداد الحق صاحب کے نام

عزیز محترم مولوی امداد الحق زاد اللہ علیکم - السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

عافیت طرفین مطلوب - محبت نامہ موصول ہو کر مطالعہ سے دل شاد ہوا۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب کی مبارک ہستی سے دینی برکات حاصل کرنے کا آپ کو اچھا وقت ملا ہے۔ خدا آپ کو اپنے مقاصد میں کامیاب فرماوے، اور ایمان کامل اور اخلاص و عمل کی دولت نصیب فرماوے۔ مولوی عبدالحی حکیم سلیمان صاحب کو بعد سلام مسنون و دعا کے مضمون واحد ہے۔ مبلغ: ۱۰ روپیہ بذریعہ منی آرڈر مرسل ہے، اس میں سے: ۵ روپیہ حضرت شاہ صاحب کی خدمت اقدس میں بطور نیاز مندانہ حقیر ہدیہ پیش کریں اور نیاز مندانہ سلام مسنون کے بعد مرغوب احمد تلمیذ حضرت مولانا عبدالعلی صاحب قاسمی طالب دعا ہے۔ حضرت شاہ صاحب سے سملک میں نیاز حاصل ہوا تھا۔

جناب مولوی صوفی عبدالحنان صاحب اور جناب محترم حکیم عبدالرشید صاحب اگر رائے پور میں مقیم ہو تو سلام عرض کریں۔ خانقاہ میں طالبین، ذاکرین، واردین کا مجمع بوجہ رمضان المبارک کے کثیر ہوگا۔ امید کہ حضرت کا مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ خدا آپ کی مغتنم برکات بقیۃ السلف ہستی کو تادیر مستفیدین کے سروں پر سلامت رکھے، آمین۔

فقیر کی تمنا ہے کہ دو چار مہینے خدمت اقدس میں گزاروں۔ اللہ مجھے صحت و جسمانی قوت عطا فرماوے، اور حضرت کی اجازت ہو تو خط و کتابت سے بیعت کی درخواست کے بعد عرض کیجئے اور حضرت جو کچھ جواب فرماویں مجھے لکھیں۔ جناب مولانا ابراہیم صاحب سلام و دعا فرماتے ہیں۔ بھائی میاں کی طرف سے اور عبدالحی کی طرف سے سلام۔ خدا آپ کے علم و عمل اور اخلاص میں برکت دے، والسلام۔ مرغوب احمد

محترم جناب سید منادی صاحب کے نام

تصوف کی کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں

از حیث، ضعیف مرغوب احمد غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام

بخدمت شریف سیادت پناہ شرافت دستگاہ محترمی و مکرمی جناب سید منادی صاحب

دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

عافیت طرفین مطلوب۔

عرصہ دراز ہوا، یعنی گذشتہ شعبان کی آخری تاریخوں میں حضرت مفتی اعظم صوبہ بمبئی مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کی موجودگی میں شرف نیاز حاصل ہوا تھا، اس وقت محترم شیخ غلام رسول صاحب ”ابجیو کیٹ“ سے بھی نیاز و خوش طبعی کا موقع نصیب ہوا تھا، اس کے بعد سے سورت کی صورت سے محروم ہوں، لیکن آپ برادروں کی محبت، شریفانہ برتاؤ کی یاد دل پر نقش کا لجر ہے۔

آپ کے ”مسلم گجرات“ کے مضامین اور خصوصی آرٹیکل آپ کے زوردار قلم کے مطالعہ سے محفوظ ہوتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ کی دینی و ملی و قومی و سماجی خدمت میں برکت دے، آمین۔

دیگر محترم المقام الحاج حافظ محمد صدیق صاحب المیمنی سے خط و کتابت کا سلسلہ رہتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت مخدوم علی احمد صاحب مہائمی کی سوانح حیات (جو حضرت مولانا عبد الحق صاحب مفسر تفسیر حقانی کے رسالہ سے ماخوذ ہے) بغرض طباعت و اشاعت فقیر نے موصوف حافظ صاحب کو بھیجی ہے، جو ”البلاغ“ کے کسی اشاعت یا ”انقلاب“ میں شائع

کرنے کے لئے موصوف نے مولانا قاضی اطہر مبارک پوری صاحب کے حوالہ کئے تھے، جو اشاعت کے بعد آپ کی نظر سے گذریں گے، اگر آپ یہ حالات ”مسلم گجرات“ میں شائع فرمانا چاہے تو فقیر نے ان حالات کی ایک بیاض (جس میں فقیر کی طالب علمی کے ناقص و نامتو حالات بھی درج ہیں) مولانا عبدالحق میاں صاحب صدر مجلس خدام الدین کو دی ہے۔ آپ موصوف سے وہ بیاض ایک پوسٹ کارڈ لکھ کر یا ملاقات ہونے پر منگوا لیجئے۔

دیگر ایک تصوف کا خاص مضمون دیکھنے کے لئے فقیر نے حافظ محمد صدیق صاحب کو لکھا تھا کہ یہ مضمون آپ دیکھنا چاہے تو ”قطرات“ نامی کتاب جو فقیر کے پاس موجود ہے، آپ فرمائیں تو سید محترم منادی صاحب کو وہ کتاب پہنچا دوں، موصوف آپ کو بمبئی کسی کے ساتھ پہنچا دیں گے۔ اس بنا پر برخوردار اسماعیل کے ساتھ یہ مجموعہ آپ کو بھیج رہا ہوں، آپ بحفاظت پہنچا دیجئے، ایسی کتابیں میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں اور انشاء اللہ بشرط صحت و قوت مرتے دم تک مطالعہ میں رہیں گی، چند روز مستعار بھیج رہا ہوں۔

آپ نے خطوط کا سلسلہ بوجہ مشاغل کثیرہ موقوف کر رکھا ہے، گاہے گاہے خیرت و کار لائقہ سے یاد فرماتے رہیں تو دل مسرور رہے گا۔

حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ کے متعلق تاثرات مرحوم کی دینی، ملی، قومی، ملکی، ظاہری و باطنی جدوجہد و فیوض و برکات کے متعلق نہایت گہرائی میں اتر کر ظاہر فرمائے ہیں، اتنا جامع و دقیق مضمون میری نظر سے کہیں گذرا نہیں، جملہ جملہ سے حضرت شیخ الاسلام کا صحیح موقف اور حسن عقیدت کا پتہ لگتا ہے، جزاکم اللہ۔

فقیر کا دور اخیر ہے، جو قوت گذر رہا ہے وہ غنیمت ہے، لیکن افسوس کے غفلت میں گذر رہا

ہے۔ ضعف و ناتوانائی نے بیکار کر دیا ہے، کسی کام کارہا نہیں، نہ دین کا نہ دنیا کا۔ عارف اکبر الہ آبادی کا ایک شعر کا صحیح مصداق ہوں۔

زندہ رہا تو کچھ کرنے سکا اور بیمار پڑا تو مرنے سکا

لاچپور میں بھی ۶ دسمبر بعد جمعہ مجمع عام میں حضرت شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے ایصالِ ثواب کے لئے قرآن خوانی ہوئی، اور بعد میں حضرت مرحوم کے کچھ خصوصی مناقب اور فضائل فقیر نے زخمی دل کے ساتھ بیان کئے، اور مولانا آدم منوبری صاحب نے بھی حضرت کے کمالات زوردار لہجہ میں بیان فرما کر جلسہ کا اختتام کیا، لیکن یہ خبر لاچپور سے بغرض اشاعت آپ کو نہیں بھیجی، جس کا افسوس ہے، اس قسم کی باتوں میں لاچپور والے بہت پیچھے ہیں، اطلاع عرض ہے۔

محترم سید برادران اور محترم معلم قطب سورت، اور جناب شیخ غلام رسول صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

امید کے مزاج گرامی بخیر ہوں گے، والسلام مع الاحترام دمتہم سالمین۔

رقیمہ نیاز مندنا مرغوب القلوب

مرغوب احمد لاچپوری عنی عنہ وعن والدیہ

۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ

مطابق ۱۵ دسمبر ۱۹۵۷ء

بروز یکشنبہ، بوقت ظہر

.....

جناب نواب زادہ میاں سرور خان صاحب کے نام

نواب صاحب کو وعظ میں شرکت کی دعوت

از دعاگو: مرغوب احمد

بخدمت محترم المقام نواب زادہ میاں سرور خان صاحب دام اقبالہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

معروض اینکہ اہل لاچپور کی خوش قسمتی سے حضرات علماء کرام اہل لاچپور کی دعوت پر: ۶ دسمبر کو لاچپور تشریف لائیں گے۔ لاچپور کے ایک باہمت شخص نے پورے مصارف اپنے ذمہ لئے ہیں، اور اصل داعی وہی شخص ہے، لیکن برائے نام فقیر کے نام سے ان حضرات کو دعوت دی گئی ہے۔

داعی اور فقیر کی طرف سے آنجناب کو: ۶ رتارخ کی شام کو دعوت طعام، اور جلسہ کی شرکت کی دعوت ہے۔ ایسے متبرک مواقع کم نصیب ہوتے ہیں، آپ ایسے موقع پر ضرور تشریف لاویں، اور ان مقدس و مشاہیر بزرگوں کی ملاقات اور جلسہ کی شرکت سے ظاہری و باطنی اور روحانی فیوض حاصل کریں، یہ فقیر کی درخواست ہے۔

دیگر حضرات علماء کرام کو اتوار کی شام کو چار کی لوکل سے اسٹیشن سے لاچپور لانے کے لئے آپ اپنی کار، اگر کوئی خاص عذر نہ ہو تو عنایت فرماویں، تو حضرات علماء کرام راحت سے لاچپور پہنچ سکیں گے۔ والسلام

دعاگو: مرغوب احمد غفی عنہ

۲۸ نومبر ۱۳۵۳ء

نوٹ:..... حضرت رحمہ اللہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ ایک طویل مکتوب ملا، مگر معلوم نہ ہو سکا کہ مکتوب الیہ کون ہیں؟

بسم الله الرحمن الرحيم  
از: دور افتادہ و غم فرقت چشیدہ الاواہ الی المقفر الی اللہ الصمد ابوالفضل  
مرغوب احمد لاچپوری غفی عنہ  
الی المحمد وم العلام مد اللہ ظلہ ومتعتنا اللہ بطول بقاۃ

السلام علیکم ورحمہ اللہ وبرکاتہ وعلی من لدیکم ورحمة اللہ

می نویسم نامہ و مشتاق دیدار توام بستہ ام نرگس صفت بر خامہ چشم خویش را

اینکہ گوئی چونہ حال تو.....

یہ آپ کا قدیمی نیاز مند مرغوب زندہ بنجر ہے، اسے آپ ہی نے چھوڑا ہے، نہ آپ (مکتوب) آئے نہ اسے بلایا، ہاں اس طویل عرصہ میں بعض بعض لفافوں پر آپ نے عنوان لکھ کر مجھے بیتاب و شیفہ ضرور کیا، جس سے میری مشکلات اور بڑھتی گئیں اور اس حد تک پہنچیں ہے کہ آسان ہو گئیں۔

رنج سے خوگر ہوا انسان تو مٹ جاتا ہے مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آسان ہو گئیں کبھی بھولا بھٹکا وطن لاچپور کی سمت آ پہنچا، تو اس نے وطن کی یاد جناب کے استفسار سے کہ (عرصہ سے خط نہ آیا کس مشغلہ نے باز رکھا) تازہ کر دی۔ یہ عجیب و غریب سوال ہے، لیکن اس سے میرے یہ سمجھنے سے (کہ میری یاد باقی ہے اور مجھے اپنی مجلس میں بلایا) مجھ پر ایک وجد طاری ہو گیا اور مارے خوشی کے میں جھومنے لگ گیا۔

مہرباں ہو کے بلاؤ مجھے چاہو جس وقت میں گیا وقت نہیں ہوں کہ پھر آ ہی نہ سکوں

میرے مخدوم اور کیا مشغلہ ہوتا، ایک عرصہ سے تعمیر مکان میں مشغول ہوں جس نے اس طویل زمانہ تک تحریر سے باز رکھا۔ میرے مخدوم ے

جان کے کچھ تغافل کہ کچھ امید بھی ہو یہ نگاہ غلط انداز تو سم ہے ہم کو  
مولانا! ایک مدید زمانہ سے انتظار میں ہوں اور مشتاق ہوں کہ مکتوب گرامی کی زیارت  
کروں، لیکن اس قدر بھی مقدر ہمارا کیوں زور آور ہونے لگا، ایک عرصہ کے انقضاء کے بعد  
ع: دل کو یہی سمجھا لیا کہ ہم خود بات کے قابل نہیں

باب تغافل نے اسی مصرعہ کے رٹنے پر مجبور کیا، گواہ تک سبق پختہ نہیں ہوا اور نہ امید  
ہے کہ ہو، آخر کیا کرتا اور اب بھی کیا کروں ے

ہم بھی تسلیم کی خود الیں گے بے نیازی آپ کی عادت ہی سہی  
جو مشغلہ اور سبب تاخیر کا مذکور ہوا وہ تو ایک حد تک صحیح ضرور ہے، لیکن اس کو تاخیر میں  
دخل تام نہیں، اصل باعث اور علت تامہ یہ ہے ے

ہوئی تاخیر تو کچھ باعث تاخیر بھی تھا آپ آتے تھے مگر کوئی عنا گیر بھی تھا  
اور اب برطرف یاد ریا برد کردیا گیا۔

اغلب یہ ہے کہ بعض الفاظ بے موقع ضرور ہوں گے جو شاید ملال کے موجب ہوں،  
لیکن معافی کے لئے دامن پھیلا رکھا ہے۔ میرے مخدوم! میرا اس مجھ سے ایسے الفاظ لکھوا  
رہا ہے آپ کے مکتوب نہ پہنچنے سے مجھے بڑی پریشانی اور کلفت ہوتی ہے، شاید آپ کے  
خیال میں بھی نہ ہو، لیکن میں تو تباہ ہو جاتا ہوں اس واسطے مجبوراً مجھے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ  
انداز اچھا نہیں ع

ہماری جان گئی آپ کی ادا ٹھیری

مولانا! یہ آپ کا ناچیز مرغوب جناب کی دعا اور بفضل خدا ہر طرح بخیر ہے و جناب مخدوم کی صحت و عافیت مع متعلقین بہ بارگاہ ایزد تعالیٰ خواہاں۔

حضور والا! ایک عرصہ سے جناب کے چگونگی مزاج کے حالات زاویہ نمول میں مخفی ہیں، جس سے یہ گمان ہوتا تھا کہ جناب نے کہیں گوشہ نشینی نہ اختیار کی ہو، لیکن متعدد اوقات احباب کے خطوط سے اس گمان کی تردید ہوتی رہی اور اب درجہ یقین حاصل ہوا کہ جناب نہایت تند ہی سے مصروف مکان ہیں۔ اس اثناء میں مولوی محمد میاں صاحب سلمہ بھی دہلی تشریف لے گئے، لیکن جناب نے مطلق آگاہی نہ بخشی، اب تک یہ حال نہ کھلا کہ کس غرض سے..... یہ سنا گیا تھا کہ درد چشم کا کوئی عارضہ لاحق تھا اور یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ دہلی میں اب تک مقیم ہیں یا واپس آ گئے؟ اور اب مزاج کیسا ہے؟

آپ کی دوراندیشی کہ سرکار والا مدار کا دفعۃً اپنا قدیمی رویہ ہندیان ٹرانسوال کی نسبت بدل دینا ”بمرگش بگیرتا بدوار اضی شود“ کے مشہور مقولہ پر عمل پیرا ہونا ہے، اب پھر ظاہر ہو رہی ہے، وہی پرانی مشکلات کا تیرہ و تار بادل ان کے سروں پر برستا ہوا نظر آتا ہے، وہی شدید اور ناقابل برداشت قوانین کے شکنجہ میں انہیں پھر جکڑنا شروع کر دیا گیا ہے، ”اللہم لا تسلط علینا بذنوبنا من لا یخافک ولا یرحمنا“۔

حضرت من! میرا حال ”گویم مشکل و نہ گویم مشکل“ کا سا ہو رہا ہے، یہاں پر دلہنگی مطلق نہیں۔ یہ عریضہ جناب کی خدمت میں پہنچنے تک مجھے مکان چھوڑے ہوئے سال بھر ہو جائے گا، اور پروم کے قیام میں تو سال ماہ رجب کے اول دہے اور ماہ اگست کے وسط میں ہوگا، لیکن اب تک پروم سے کسی طرح طبیعت مانوس نہ ہوئی، بلکہ بعض بعض مواقع ہفتوں طبیعت اٹھی رہی کہ آج چھوڑوں، کل چھوڑ دوں، لیکن پھر طبیعت کو سمجھاتا رہا۔



ابتداء قیام پر دم کی پریشانی کا حال نہ پوچھئے کہ کس طرح گذری؟ مختلف اور پریشان خیالات کا منبع اور سرچشمہ اس بدنصیب کا دماغ تھا، ہر وقت دماغ میں متباین رائیں اور متضاد خیالات کا ایک انبار جمع رہتا تھا، گو چند روز قیام کے بعد یہ مصیبت اور پریشانی اور تلون طبع کا مہیب بھوت سر سے اتر گیا، لیکن دل بستگی نہ ہوئی پر نہ ہوئی، گو ابتدا میں علاوہ دیگر پریشانیوں کے ایک اہم مصیبت خورد و نوش کی تکلیف تھی، دام خرچتے بھی موافق طبیعت کھانا میسر نہ آتا تھا، اب الحمد للہ بے دام خرچے نفیس اور لطیف غذا میسر آتی ہے، لیکن طبیعت کو کوئی کیا کرے اور اس پر طرہ یہ کہ آئے دن اسباب بھی ایسے جمع ہو رہے ہیں کہ جس سے دل اور اکھڑ رہا ہے۔

یہاں کے اسباب تو قطع نظر مکان کی طرف سے موسمی بھائی کا مشورہ یا تقاضہ ہے کہ آسکو تو آجاؤ، میں اگست میں ضرور روانہ ہو جاؤں گا، سال بھر میں اپنا سامنہ لئے ہوئے مکان آجانا بھی طبیعت کے خلاف ہے، اور یہاں کے قیام میں بھی چنداں لطف نہیں، گو سفر سہل سمجھ کر اختیار کیا گیا، لیکن جو آپ کا امر اور مشورہ تھا تجارت کا، وہ انسب واولی تھا، اب بھی اگر سفر چھوڑ کے بے نیل و مرام واپس مکان لوٹوں ہی تو اسی خیال سے لوٹوں گا کہ کوئی سلسلہ تجارت کا قائم کریں، لیکن اس وقت جو خیال (کہ علمی مشغلہ سے دور پڑ جائیں گے) اس کام میں مانع رہا، وہ اس وقت پر دم کے قیام میں بھی موجود ہے، اور آئندہ جو سلسلہ کا تہیہ کیا جاتا ہے اس میں بھی یہی خیال حائل ہوتا جاتا ہے، اس لئے کیا اچھا ہوتا کہ اگر آپ ہی کہیں مناسب موقع دیکھ کر کوئی ایسی سبیل نکال لیں کہ جہاں علمی مشغلہ بھی کاروبار کے ساتھ ہوتا رہے اور بالکل نا آشنا نہ ہو جائیں، ورنہ میرا تو یہ خیال ہے کہ ایک مدید زمانہ کے مرور کے بعد بجائے کتاب کے خواندہ مضامین یا دیا اس کے فہم کی استعداد ہونے کے اور

کتابوں کے نام بھی یاد رہنا مشکل ہے۔

میرا خیال دہلی کی سمت مائل ہے، آجکل وہ جو بن پر بھی ہے، برقی ٹرال نے اس کی رونق اور دوبالا کر دی، مجھے تو ایسے شہروں میں بیکار پڑے رہنا بھی اچھا معلوم ہوتا ہے، اور آپ کی بھی کسی زمانہ میں یہی خواہش تھی، شاید اب بھی ہو۔

میرے مخدوم! بلا مبالغہ عرض کرتا ہوں کہ گجرات اور گجرات والوں اور گجراتی ..... مجموعہ سے طبیعت اکتا گئی، اور گجراتی زبان نے تو اور بھی ہم لوگوں پر غضب ڈھایا ہے، اس نے تو ہماری لٹیا ہی ڈبودی، ہمارا مذاق گندہ کر دیا، علمی مناسبتیں چھڑادی، افسوس گجرات چھوٹا پر گجراتی نہ چھوٹی۔

شاید یہ تمام بکواس سنتے سنتے آپ کا دل اکتا گیا ہو، میں بھی جنون میں تھا، خوب ہی بکا، بقول مرزا نوشہ غالب ے

بک رہا ہوں جنون میں کیا کیا کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی مختصر یہ کہ مخدوم من! آپ تفصیلی حالات سے مجھے آگاہی بخشیں، میرا تو جو کچھ حشر ہونا ہوگا وہ بعد رمضان المبارک ہوگا، خیر آپ خوش رہیں، آباد رہیں، خیر میں آپ کی محفل مبارک میں بذات خود نہ سہی، لیکن میرا ذکر خوش قسمت تو ہے ع ذکر میرا مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

جمع احباب کا سلام قبول ہو۔ حضرت قبلہ مدظلہ کی خدمت بابرکت میں سلام و نیاز مقبول باد، والسلام خیر ختام۔

مولوی عبدالحی صاحب کو سلام فرمادیں۔

بعض مواقع میں طبیعت پر ایک قسم کی واردات ہوتی ہے، منجملہ ان وارداتوں کے ایک

واردات یہ ہے جس نے مختلف مضامین کا.....

آپ کا حقیر خادم: مرغوب احمد عفی عنہ

پر دم، برہما

مخلصم سید فضل اللہ صاحب کو ناچیز کی طرف سے سلام قبول ہو۔

مولوی عبدالرحمن صاحب بھوپالی کے مورلیس پہنچنے کا ایک خط عرصہ ہوا موصول ہو چکا ہے۔ ۲۹/صفر: ۲/اپریل کو مورلیس پہنچ کر متولی احمد کے ہاں ٹھہریں ہیں، ۱۶/اپریل کا لکھا ہوا خط مجھے: ۵/مئی کو پہنچا تھا۔ خط سے مولوی صاحب پر غیر معمولی وحشت اور ملول کا حال مفہوم ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں کہ: چار روز یا آٹھ روز کا راستہ نیپال ہے وہاں چلا جاؤں گا۔

میں نے لکھ دیا کہ: غالباً دس بارہ روز ہی کی مسافت لندن کی بھی ہوگی، اور وہاں سے تو ایک ایک دو دو روز کی مسافت پر نفیس نفیس ملک پیرس وغیرہ واقع ہیں، کیا اچھا ہوا گرتین چار روز کی تکلیف مزید گوارا فرما کر اسی طرف چلیں۔ یہ خیالات صرف اجنبیت ملک کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں، اللہ تعالیٰ استقامت بخشے، اطلاعاً عرض کیا گیا۔

مختلف اور پریشان پراگندہ خیالات کو اس عریضہ میں جمع کر دیا گیا ہے، معاف فرمادیں زیادہ بجز اشتیاق ملاقات چرمی نگارم۔ والسلام دمتہم سالمین آمین بجاہ النبی الامین۔

احقر عباد اللہ الصمد: مرغوب احمد عفی عنہ

مورخہ ۲/جمادی الاولیٰ ۱۳۲۶ھ مطابق جون ۱۹۰۸ء

بروز جمعہ

”تذکرۃ المرغوب“ کی طباعت کے بعد رفیق محترم مفتی عبدالقیوم

صاحب را کوئی مدظلہم کی طرف سے مبارکبادی

کیا پوچھنا ”تذکرۃ المرغوب“ کا

کیا کہنا قلمِ مرغوب المرغوب کا

دادا کا حقِ خدمت اجاگر کیا

یوں حقِ احفاد و نسبت ادا کیا

اس میں مخفی ہے جامعہ کے لیل و نہار

اس میں پوشیدہ ہے گجرات کے باغ و بہار

گنج گراں مایہ سے ہے کتاب بھر پور

سوانح ہی نہیں، ہے تاریخِ لاچپور

اس کا ہر باب ہے مرغوب ہی مرغوب

کیوں نہ ہو، قلمِ مرغوب سے ذکرِ مرغوب

میری بکواس سے ملال نہ کیجئے

اپنی رفتار و روش سست نہ کیجئے

مجھ کو حکم ہوا تھا برادر خورد کا

کہ تو ہی دامنِ تھام سکتا ہے برادرِ بزرگ کا

گر قبول افتد زہے عز و شرف

ورنہ اعلانِ جنگ نہیں اے صاحبِ عز و شرف